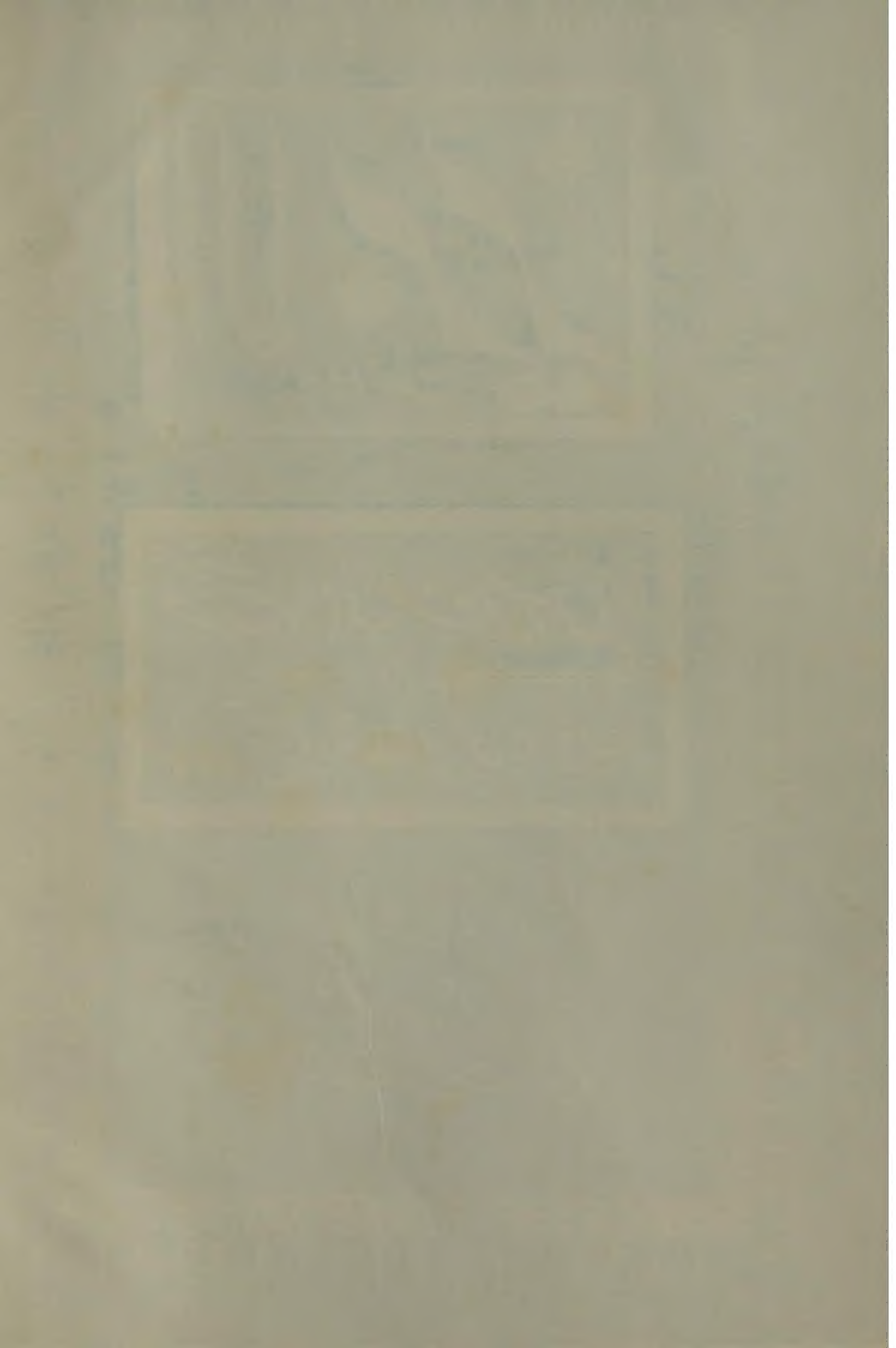


الامر
(مردود حصه)

تصنيف
حضرت مولانا عبد العزیز صاحب جامع رحمۃ اللہ
ترجمہ
مولانا عاشق الہی صاحب سائبرنگی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مدنی کتب خانہ گیت روڈ لاہور



الابرار
ہر دو حصہ
کابل

مؤلف: حضرت مولانا عبد العزیز دہلوی

اُردو ترجمہ

مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی مرحوم

ناشر

مدنی کتب خانہ کنیت و دلاہو

الَا اَزَّ اُولٰٓئِیۡهِ اللّٰهُ لَاۤ اَخۡوَفُ عَلَیْہِمْ وَاَکَاہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

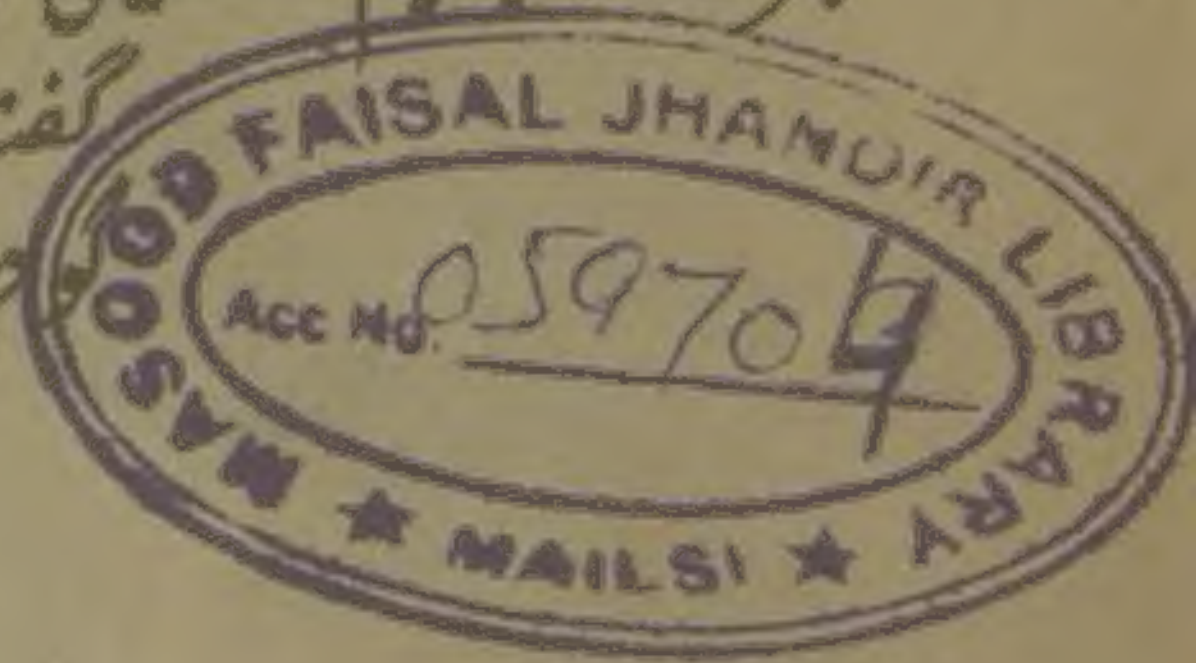
قرآن حکیم

یاد رکھو کہ خدا کے دوستوں پر نہ تو کبھی مخلوقات کا خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ کبھی رنجیدہ و غمزدہ ہوتے ہیں۔

ہرگز نہ میرا آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عا دوام ما
شان اولیا

اولیاء بہت قدرت ازالہ ، تیر جست باز گردانند ز راہ
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا اولشیند در حضور اولیا
گفتہ او گفتہ اللہ بود ،

TECHNICAL EDITED BY
CHUGHTAI
PUBLISHED BY
(مولانا روم)



بار _____ اول _____
تعداد _____

ہدیہ _____ ہر دو حصہ کامل روپے _____ ہدیہ مع کورہ - روپے _____
مطبوعہ _____ شرکت پریس لاہور

ناشر

مدنی کتب خانہ کنیت روڈ لاہور ۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۔	اجدادیہ حصہ اول	۱
۲۔	فصل اول	
	حالات قبل ولادت	۲
۳۔	پہلا باب	
	وہ احادیث جنکا مطلب ہم نے شیخ سے دریافت کیا	۵۶
۴۔	دوسرا باب	
	آیات قرآنیہ اور سریانی زبان اور الم لیس ص ق وغیرہ نواتج سورت کے متعلق استفسارات	۱۶۹
۵۔	حصہ دوم	۲۸۱
	باب سوم	
	ان ظلمتوں کا ذکر جو بندوں کی ذات اور انکے اعمال پر داخل ہوتی ہیں اور انکو خبر بھی نہیں ہوتی	
۶۔	چوتھا باب	۳۲۹
	دیوان صالحین یعنی اہل تصرف اقطاب و ابدال کی مجلس کا بیان	
۷۔	پانچواں باب	
	پیری مریدی اور اسکے متعلق حضرت مہدوح کے ارشادات	۳۵۰
۸۔	چھٹا باب	
	شیخ تربیت تلقین ذکر کا نفع اسماء حسنیٰ اور حلقہ درویشان	۳۹۶
	حضرت مہدوح کے مشائخ	۴۱۷
۹۔	آٹھواں باب	۴۳۷
	سیدنا آدم علیہ السلام کی آفرینش کی تدبیج اور صورت بنی آدم کا فضل شرف	۴۴۷
۱۰۔	نواں باب	
	فتح ظلمانی و فتح نورانی کا فرق اور مجنون و مجذوب کی شناخت	
۱۱۔	دسواں باب	۴۸۸
	برنخ اور اس کی صورت و حالت اور اس میں نزول ارواح کی کیفیت۔	

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵۰۷	گیارہواں باب جنتوں کی ترتیب اور شمار	۱۲-
۵۲۷	بارہواں باب جہنم کا بیان	۱۳-
۵۴۳	تمت	۱۴-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط
حصه اول

نحمده و نصلی علی نبیه الکریم بر سر بیستر ولا تعسر وتمم بالخیر

قدوة العلماء العارفين زبدة الاصفیاء والواصلین المحقق المدقق العلامة مولانا الحافظ احمد بن مبارک السجلماسی
حمد وصلوٰۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے شیخ دوران غوث زمان قطب السالکین حاصل
لواء العارفین مولانا سید عبدالعزیز دباغ قدس سرہ العزیز کی زیارت و معرفت مجھے نصیب فرمائی تو وہ وہ علوم و معارف
اور شامل و لطائف مشاہدہ میں آئے کہ میں حیران ہو گیا۔ مدوح کو سید الوجود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان
رفیع سے اتنا آگاہ پایا کہ جب سے پیدا ہوا نہ کسی سے سنا نہ کسی کتاب میں دیکھا، اللہ جل جلالہ کی ذات و صفات
اور اسماء کی وہ خداداد معرفت آپ میں پائی جس کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حالات
علیہ سے آشنا واقف پایا گیا کہ گویا ہر نبی کے ہم عصر ہیں اور زیانہ نبوت میں ان کے ساتھ رہے ہیں۔ اسی طرح حضرات
ملائکے کے حقائق اور انواع کے اختلاف اور مراتب کے تفاوت کا آپ کو اتنا علم پایا کہ بشر کے مبلغ علم سے باہر
تھا۔ کتب سماویہ اور انبیاء سابقین کی شریعتوں سے اتنی واقفیت دیکھی کہ جو بھی سنے وہ مدوح کی سید العارفین اور
امام الاولیاء ہونے کا اعتراف کرے، روز قیامت اور اس کے وقائع حشر و نشر و بکسراط و میزان و جنت و جہنم وغیرہ کی
ایسی واقفیت دیکھی کہ گویا ہر چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر بیان کر رہے ہیں۔ چونکہ ان ہی چیزوں کی معرفت ہر مومن کا مقصود
و منتہا ہے۔ ملا رہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام نے جب سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حقیقت
دریافت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حقیقت ایمان یہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتوں اسکی
کتابوں اس کے پیغمبروں اور روز قیامت اور تقدیر پر ایمان لائے کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ جس کو ان امور کی معرفت زیادہ نصیب ہوگی وہی ایمان میں افضل اور عرفان میں اکمل ہوگا اور اس
برس آپ کی خدمت میں رہا کہ بشمار معارف ہر وقت میرے کان میں پڑتے رہتے تھے مگر کبھی خیال نہ ہوا کہ اُن
کو قلم بند کروں یاں جو کچھ آپ سے سُنتا اور جتنا سمجھتا تھا اپنے بعض اصحاب و خاص احباب سے نقل کر دیا کرتا تھا۔
پھر جو بھی سُنتا وہ تعجب کرتا اور کہتا تھا کہ ایسے بے مثل حقائق و معارف ہمارے کانوں میں کبھی نہیں پڑے
زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ حضرت مدوح اُمّی محض تھے کہ علم ظاہری سے کبھی مس ہی نہیں ہوا تھا بخوف
طوالت میں اُن حضرات کے نام نہیں گنوا تا جو علماء و فقہاء ہونے کے ساتھ خود بھی ولایت میں مشہور اور
بکثرت صلحاء و اولیاء کی صحبتوں میں رہ چکی اور ان کے فیوضات عالیہ سے مستفیض بن چکے تھے مگر جب مدوح کی کوئی تقریر
میرے ذریعہ سُنتے تو وہ دو منہتے اس کی لذت لیا کرتے اور مجھ سے کہا کرتے کہ واللہ یہ شخص دلی کامل اور عارف واصل

ہے تم ان کی صحبت و محبت کبھی نہ چھوڑنا اور جب مجھ سے ملتے تو بڑے شوق سے بوجھا کرتے کہ شیخ سے ملنے ہوئے معارف لطائف میں کوئی نئی بات سنی ہو تو سناؤ۔ جب سال ۱۲۹۰ھ میں حق تعالیٰ نے میرے قلب میں ڈالا کہ جو سنوں وہ قلم بند کروں کہ نفع تام اور فائدہ عام ہو۔ چنانچہ رجب، شعبان، رمضان، شوال اور ذی قعدہ پانچ مہینہ کے لئے ہوئے کلام کو میں نے جمع کیا تو ۱۵ جڑ کے قریب ہو گئے۔ اس وقت مجھے افسوس ہوا کہ گذشتہ چار سال کے مسموعات کو اگر جمع کرتا تو دو سو جڑ سے زیادہ ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ کے سینہ میں جو علوم موجود تھے ان کی شمار تو صرف اسی خدا کو ہے جس نے وہ عطا فرمائے تھے مگر بحر زخار کے چند قطرات میں نے جمع کئے ہیں جن کو پیش کرتا ہوں یہاں بطور مقدمہ حضرت کے ابتدائی حالات اور ان مشائخ کا تذکرہ جن سے ممدوح کو ظاہری و باطنی لقاء حاصل اور ذکر کی تلقین ہوئی ہے تین فصلوں میں بیان کر دینا ضروری ہے۔

فصل اول حالات قبل از ولادت

حضرت ممدوح نے فرمایا کہ مولانا العربی فشتائی اولیاء اللہ میں سے تھے۔

اول شیخ محمد بن ناصر کی صحبت میں رہے اور ان کے بعد حضرت مبارک بن علی کی صحبت پائی۔ صورت یہ ہوئی کہ شہر فارس کی مسجد قرین میں حضرت عربی فشتائی نے حضرت مبارک بن احمد کو دیکھا اور آثار صلاح و بزرگی پا کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضرت مجھے بتلائیے اہل بصیرت کو بصیرت کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ حضرت احمد بن مبارک نے فرمایا اچھا چھینکو، فشتائی نے کہا چھینک تو اس وقت مجھے نہیں آرہی فرمایا اسی طرح مجھے بھی نہیں آتا کہ تمہیں بتاؤں بصیرت کیسے حاصل ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ چھینک آنا جس طرح غیر اختیاری ہے اسی طرح حصول نور باطنی بھی وہی اور محض عطا و رب ہے۔

یہ جواب حضرت فشتائی کو ایسا سمجھایا کہ ان کے خادم و محب بن گئے۔ حضرت فشتائی کے ایک بہن تھیں راضیہ اور راضیہ کی ایک لڑکی تھی فاجرہ راضیہ کے شوہر علل قمارچی کا جو کہ امیر کبیر تھے انتقال ہو گیا تو راضیہ نے مکنا سے کے ایک شخص سے نکاح کر لیا اور فاجرہ کو ان کے ماموں حضرت فشتائی نے لے لیا اور نہایت محبت کے ساتھ پرورش کیا۔ حضرت فشتائی درویش و رفق ہونے کے ساتھ ساتھ عالم فقیہ اور معلم قرآن مجید بھی تھے کہ طلبہ کو درس دیا کرتے اور بچوں کو تجوید سکھایا کرتے تھے۔ میرے والد ماجد سیدنا مسعود دباغ بھی منجملہ طلبہ کے ایک طالب علم اور ان کے شاگرد تھے۔ ایک دن بھری مجلس میں حضرت فشتائی نے میرے والد کو آواز دی اور فرمایا کہ اپنی بھانجی کو میں تمہاری زوجیت میں دینا چاہتا ہوں۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر عطا فرماتے ہیں تو میں قبول کرتا ہوں۔ فشتائی نے فرمایا اچھا میں نے فاجرہ کو تمہاری زوجیت میں دیا۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ میں

یہی بڑی وجہ تھی کہ حضرت فشتالی نے یہ والد کو نکاح کے لئے انتخاب کیا اور ان کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ کاش حضرت عبدالعزیز کی ولادت کا وقت پائیں مگر شہداء میں نام واپس نہیں آئی۔ اس میں ان کا انتقال ہو گیا۔ جب وقت وفات قریب آیا تو انہوں نے نماز صبح کو پڑھا اور یہ دعا پڑھی کہ اے اللہ! تو پوچھنا تمہاری بیوی کہاں ہے، چنانچہ والدہ بھی آئیں اور حضرت فشتالی نے ایک ٹوپی اور ایک پاپوش سیاہ رنگ کے اس وقت صلی، یہی پہنا، اور دعا کرتے تھے دو نون کے حوالے کر کے فرمایا کہ یہ اللہ کی امانت ہے۔ پھر دو گنا ہوں جب عبدالعزیز تم کو عطا ہو تو اس کو دے دینا چپ پنجہ واما وصیہ نے اس کو نیک رکھنا۔ حضرت رکھ دیا۔ حتیٰ کہ پہلے غسل میں لڑکی پیدا ہوئی اور پھر کچھ مدت بعد دوسرے حمل میں میری ولادت ہوئی۔ جب میں بڑا ہوا اور میں نے ماہ رمضان کا روزہ رکھا تو حق تعالیٰ نے میرا عمر کو امانت یاد دلائی اور وہ صبح کر اُسے لے آئیں اور فرمایا کہ بیٹا مولانا فشتالی نے یہ امانت تم کو پہنچانے کی تھی وصیت فرمائی تھی کہ اس کو لو اور مجھے سبکدوش کرو۔ چنانچہ میں نے سیکر ٹوپی کو سر پر رکھ لیا اور جوتے کو پاؤں میں پہن لیا۔ اس وقت مجھے ایسی شدید گرمی محسوس ہوئی کہ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور اس وقت میں نے حضرت فشتالی کے اشارہ کا مطلب سمجھا فاحمد اللہ سب اعلاہیں۔ سید محمد بن عبدالستار بن کی وصیت و معرفت کا مل شاہ اور کشت و کرامات و بصیرت کے علوم و نحو میں کو خیرات ہے حضرت فشتالی کے شاگرد تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ممدوح اکابر اولیاء میں سے تھے۔ اپنے وقت کو چاہتے بہت تھے کہ دیکھنے و کسی طرح بھی ان کو دلی نہ سمجھتا تھا۔ گران کی وفات نہ ہو چکی ہوئی تو میں بھی ان کا کوئی حال نہ جانتا تھا۔

آپ ایک مہینہ موضع سانس میں تھے کہ دفعۃً فرسے لگے بڑا سانحہ پیش آیا میں نے پوچھا کیا ہوا فرمایا کہ وقت سید محمد بن نانہ کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا کہ انتقال ہو گیا اس کے بعد مجھ سے فرمایا دیکھو یہ شخص جو سامنے نظر آ رہا ہے ان کی خبر رکھ رہا ہے۔ یہ وہ شخص بہت دور تھا اور خیال سا نظر آ رہا تھا مگر جب قریب آیا تو ہم سب اس کے پاس آجھ ہوئے اور پوچھا کیا خبر ہے؟ اس نے کہ سید محمد بن نانہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک دن میں مسجد قرین میں بیٹھ ہوا تھا کہ حضرت فشتالی آئے اور فرمایا کہ عورت بہت مبارک ہے، یہ نے کہا کون عورت۔ فرمایا وہی جس سے تم نکاح کرو گے۔ چونکہ اس وقت مجھے نکاح کا واسطہ بھی نہیں تھا اس لئے میں نے کہا کہ میرا ارادہ نکاح کا نہیں ہے۔ فرمایا کہ ج تو ہو کر رہے گا چنانچہ سات ہی دن گزرے تھے کہ میرے قریب میں نکاح کی حرکت پیدا ہوئی اور میں نے نکاح کیا۔

ایک دن حضرت ممدوح کچھ اولیاء کی تذکرہ فرماتے تھے تو میں نے بھی چند بزرگوں کا نام لیا۔ فرمایا میں تو تم سے اکابر اولیاء کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ رہے چھوٹے درجہ کے اولیاء موشہ بنی سن اور بنی بازغہ کے درجہ کے ایک تزل

پرست، قریبی رسول اللہ کے لئے میں حضرت محمد ﷺ باوجود تنہا صاحب کشت ہونے کے اپنے آپ کو محمد
 نبی سے کہتے۔ ایک دن علیہ سے فرمایا تم سچے ہو گے کشت کوئی کم ہے نہ کم از کم اور کشت فہم
 ہے۔ وہ کہتا میں یقین نہ دے تو دیکھو کہ کوئی دوسرا ہے نہ میں وہ نہیں نہ بزرگ۔ سینے کا جی ناں بھی خوب
 معلوم ہے کہ آپ وہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد اپنے ایک مہتمم کی طرف توجہ فرمائی وہ کہتا ہوں رادو
 فرماؤ کشت، اب کدھ کر سنے کہ ہے۔ اس نے کہا ہاں میں نے نشان سے فرمایا ہے تو تم نے سمجھ لیا کہ کشت
 محض ایک سرور ہے۔ کشت کو یقین کیا کہ ہاں کشت کہ ہے۔ ایک روز میں مسجد قرنین میں گیا تو حضرت فشتی کو دیکھ
 کر چہ زار ہو کر رہ گیا۔ درباریت بدحواس و سرسیمہ ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ گے کہ اس وقت نہ تم سے بات کر سکتا ہوں
 نہ کسی دوسرے سے۔ میں نے پرچہ آخر سب سے پڑھ لیا اس وقت میری زبان پر بن فارض کے قصیدہ تائید کا یہ
 شریعت

ف و حضرت ابی فی سونٹ ارادہ : علی بن صمدی سے مقتضیت بردتی

اگر تیرے سو کسی کا خیال مجھ سے ملے تو میرے دل پر گزرتا تو میں اپنے مرتد ہونے کا حکم لگاتا ہوں۔ اور چونکہ
 میرے دل پر دوسرے کا خیال آتا ہے اس سے میں گناہ گوار ہوں گا۔ یہ تو مجھ کا حال تھا تو بن فارض پر مدد کی
 ہوتی مگر چلتا رہا اور میں کوئی قرار نہ ہوا تھا۔ میں کہتا تھا کہ ممدوح کو سکون ہو گیا اور فرمایا کہ تم کو چیز سے خیر
 کشتی قبر کی تیرے گشت پوشت گئی اور بڑا بوجھ اتر گیا جس زمانہ میں زمین سے سمٹان سے باقی ہو کر شہر
 ہاس کا میں رہ گیا اور کسب و کار کی تو یہ شخص گان فی س کو سخت ملکییت کا سامنا ہوا۔ حضرت فشتی اس زمانہ
 میں دربار فرمایا کرتے کہ وہ بڑا سویرا تھا۔ تھیں کے بغیر چلنا نہیں۔ چنانچہ بنی و بھی ہو کہ باغیوں نے سلطان
 سے مانگ لیا کہ اس کو چھوڑ دینا۔ حضرت ممدوح کے ہمراہ یہ پڑوسی کہا کرتے تھے
 کہ حضرت فشتی رات کا کمر بستہ نہ رہتے تو رات قرآن میں گزارتے ہیں۔ درشت رات میں تو سکون کے ساتھ
 نہ کی تیرے سنانی دیتی ہے مگر خیر شب میں بجز تڑپنے و زہین پر نونے کے کوئی آواز نہیں آتی۔
 شریعت محمدیہ کا ہر ایک رتبہ نبی ممدوح میں مد کو پہنچا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ مسجد قرنین میں وہ وہ رہیں دو دن
 بیٹھے ہوئے زمین پر کہ باتیں کرتے رہتے تھے کہ ممدوح نے ان کی حضرت فشتی کے ساتھ اور مسجد سے باہر
 جا کر تڑپنے کی دیر بعد واپس آئے۔ میں نے کہا کہ یہ کیوں تشریف لے گئے تھے میری سمجھ میں تو کوئی بات
 گذشتہ کی نہیں آتی تو آپ کو ہر دن مسجد سے گئی۔ ممدوح چپ ہونے لگے اور بات کوٹا۔ مگر میں نے شر کیا کہ آخر
 کیا نہ درست پیش آئی تھی فرمایا کہ کوئی بڑی کوید ہے۔ میں باہر میں سے گیا تھا کہ چننا فی نہ حسنہ کی طرف نماز کے
 ساتھ رہا ہے۔ یہ زمانہ پہلے تھا تو تھا رہا ہے۔ پھر میں نے کشتی کے ممدوح کے پڑوسیوں کا بیان کیا کہ

اور فرورہ کی تفتیش کیجئے۔ انہوں نے بات سنا کر دوسری باتوں میں نیچے لگانا شروع کیا مگر میں بار بار وہی سوال کرتا رہا
ان کے متشدد و بیرک طلبہ صدق کا پانچ سو ق کہ ان کی تفتیش پر مو غلبت کروں گا یا نہیں۔ ان کے افغانی اور شیرازہ عمر
و ح و دیگر گزشتہ حتی کہ صبح نور ہو گئی اس وقت انہوں نے فرمایا کہ جب تک عہد و پیمان نہ دو گئے کہ کبھی ترک نہ کروں گا
میں اتنے تک کوئی ذلیلہ نہ تیاروں گا یہ چنانچہ میں نے اٹھ کا عہد و پیمان و مشق دید کہ پوری پابندی کروں گا اور کبھی نہ چھوڑوں گا
میر خیر یہ کہ لیا میں کوئی ذلیلہ نہ تیاروں گا جبکہ ان سے پہلے دوسرے تیار ہو چکے ہیں مگر انہوں نے ذلیلہ نہ تیار کیا تو یہ کہ روز نہ
سات خبر یہ تیار نہ کروں

[illegible]

ایک دن فرمایا کہ تمہارا نشانِ بشارت بادشاہِ وراپن زندگی پس واپس آئے ہیں اور محلیس میں قتل کیا گیا۔
وہ نشانِ بشارت بادشاہِ وراپن کے ہاتھ میں تھا۔ وہ لوگ ہیں تھے۔ ان کے عرش کیا اور بعد وہ قتل فرمایا نہیں۔

اور ایسا ہی سیدنا منصورؑ کی بابت فرمایا کہ وہ اقبال ہیں جس سے تھے اور نہ کچھ اہمیت تھی۔ اور یہی تھے
انتقال کے بعد اس مجلس میں حاضر نہیں ہوتے۔ ورس کا ایک خاص سبب بیان فرمایا جو ان دکانداروں میں مشہور ہے
آگے لکھی۔ نیز حضرت نے فرمایا کہ سید عمر کی وفات کے تین دن بعد میرے قتل ہوئی۔ یعنی مشہورہ مخرقات و مشاہیر
حدول و جہاں الہی کی قربیت ہو وقت بوقت و اغوش اور میں اور دیگر آدمی باقی رہے۔ ورنہ یہ وہاں کو فتح جس سے تعمیر
کریں گے جس کو تحقیقی منہج و مستعد کتاب بالخصوص نافلتنا اللہ فتوا مہدینا کی تشبیہ کے تحت میں سمجھتا ہوں
سکے گا اور ہم نے حقیقت نفس سے اس کا پہلی نافرمانی احمد رضا الشکر و ریحہ خشیہ کا دن تھا اور یہ سب شہرہ
صورت یہ ہوتی کہ میں اپنے گھر سے نکل کر اور قتل گاہی سے ایک صاحب زبیر کے ہاتھ سے لے کر چلے جا رہا ہوں وہ وہاں سے
چنانچہ میں نے پہلی خریدی اور اس کو لبیک کر کے لے کر آیا اور میری بیوی نے کہا کہ میں بن کر ہر جہاں تک جا کر روشن زقیون ہیں
اور دو کہ پہلی بھون اور پکا ہیں باہر سے اور اب انصاف تک میں پہنچ چکا کہ بدن میں غشہ مہاجر اور
بڑے زور کی کپاچی کر رہی ہوتی۔ اس کے بعد سارے دوست کے نذر بھرت چور نہیں رہی تھی۔ اس کے بعد
ہوئی۔ مگر میں آگے قدم بڑھتا رہا۔ یہ حالت فزوں ہوتی رہی تھی کہ سید عمر کی بن عمر کے مزار تک پہنچا تو
میرے سینہ اتنا لرزنا لگا کہ سینہ گردن میری ڈال رہی تھی کہ تھک سکتا تھا۔ یہیں پہنچ کر بے شک موت آئی۔
اس کے بعد دھوئیں کی طرح ایک چیز میرے بدن سے نکل کر میری ذات میں کہ صدق روح کے ساتھ رہتا ہے
کے ہی برہمی و باطنی مجھ پر پڑتا ہے۔ صریح طور سے کہہ سکتی کہ جو بہت ہی زیادہ میں ہو گئی۔ اس کے بعد دین
کی چیزیں منکشف ہو کر میری فزوں کے سامنے آئیں کہ تم میں کشتہ و رقبے و دیہات و جہاں کچھ بھی ہو زمین
پر ہے سب کو میں نے دیکھا اور میں نے نصیر یہ کو دیکھا کہ اپنے بچہ کو گود میں سے دودھ پیر رہی ہے۔ کشتہ و رقبے
کے خدائے نصیریت و حکومت نصیری کا مشاہدہ ہوا۔ ورنہ میں مندرجہ نظر آئے۔ مگر وہ زمینوں کو دیکھ کر کہیں نہ
میں چرند پرند کی مخلوقات آباد ہے سب کو میں نے دیکھا۔ اس کو میں نے دیکھا کہ گویا میں اس کے پیر ہوں
جو کچھ بھی اس میں مخلوق تھی اسے کس کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر دفعۃً ایک نورانیہ کو نہ سنہ و ن جہاں کی صورت
ہر جانب سے آنے لگا۔ میرے اوپر سے بھی نیچے سے بھی دھنسنے سے بھی بائیں سے بھی و آگے سے بھی
جیسے سے بھی اور مجھے شدید سرزد چڑھ گیا کہ مجھے موت کا گمان ہو رہا ہے۔ میں اپنے منہ کے تان زمین پر بیٹھ گیا۔
مگر اس روشنی کو نہ دیکھوں۔ مگر جب بیٹھ گیا تو وہ مجھے محسوس ہوا کہ میری ذات کی سب سے کچھ بھی ہو رہی ہے
کہ آنکھ بھی رہا و جو بند ہوتے تھے۔ دیکھ رہی ہے۔ دیکھ رہا ہے اور پاؤں بھی دیکھ رہے ہیں۔ نافرمان
نما می اعضا میں قوت بائیں و بید رہے ہیں نے اپنے پاؤں پر نظر ڈال جن کو بدن پر پہنچے ہوئے تھے تو دیکھ
کہ وہ نہ وہاں کو روک نہیں سکتے۔ میری زبان سے پھر کساری ذات میں دوڑتی ہے تب مجھے یقین آیا

کہ از نہ تھا تیرا در کٹر رہنا دوزن برابر ہیں۔ تھوڑی دیر تک یہ حالت رہی مگر پھر باقی رہی اور میں اپنی پہلی حالت پر
 آگیا۔ اس وقت میں کھڑا ہوں کیا اور نہایت کے باز تک نہ بٹن رک کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو اور میں رونے لگا۔
 تک کے بعد تھوڑی دیر کے لئے پھر وہی حالت میں ہوئی۔ اور پھر جاتی رہی سڑن میں کہ تا رہنا کہ کہ ایک
 ساعت کے لئے تھوڑی دیر کے لئے اور دوسری ساعت منقطع رہتی یہاں تک کہ میری ذات کی صاحب بن گئی اور
 ان میں سے تھوڑی دیر کے لئے اور رات میں تھوڑی دیر کے لئے منقطع ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد بھی
 نہ کہ کسی رشتہ میں فحاش نہ ہوتی تھی۔ اور اندک کمر پہ سے مجھ پر بڑا رحمہ فرمایا کہ اپنے دیا میں ایک حالت
 سے یہ میری جس کی صورت یہ ہوئی کہ منقطع سے لگے روز صبح ہوئی تو میں ہونا اور میں سے نہ رہنا نہ رہنے کے
 لئے بہت کوشش کیا۔ بعد ازاں میں ہونا سیدنا ق احمد جرنہ کی مجھے مل گئے۔ میں نے وہ واقعہ تو مجھے پیش کیا تھا ان
 سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک میرے گھر چلاؤ چنانچہ میں ان کے ساتھ ہوا۔ ان کا مکان غصہ میں کے متصل
 مقیم کے قریب مجھ کے گھر میں تھا۔ وہ مجھے گھر کے اندر لے گئے اور غصہ فتنہ میں بیٹھ کر اب اسٹوڈ
 کیا وہ کہتا ہے میں نے سارا واقعہ پھر دہرایا مگر ان پر جو میری فخر چڑھی تو دیکھا وہ درستہ میں واقعہ سن کر فرمایا
 کہ ایسا الٹا آتی ہے۔ یہ چار صدیاں گزریں کہ ایسا واقعہ بیان کرنے والا ہم نے کوئی سنا بھی نہیں اس کے بعد مجھے بہت
 مدد دینا اور ایک مرتبہ فرمایا کہ پانچ اشرفیاں دیں۔ اور کہا کہ ان کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو اور جب ختم ہو
 جائیں تو دوسرے کے پاس نہ جانا میرے ہی پاس آنا کہ چونکہ ورت ہوگی میں تم کو دلوں گا اور میں تم سے تہ کید
 کہتا ہوں کہ سید عبد اللہ تاودی کے پاس نہ جانا اللہ خیر نصیب ہوگی۔ غرض میں ان سے رخصت ہوا
 اور اس واقعہ کے بعد مجھے سید احمد جرنہ کی مدد قات نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ ان کو دفعہ مرض موت واقع
 ہوا اور وہ وقت ان کے گھر میں تھا۔ ان کی وصیت پر عمل کیا اور سید عبد اللہ تاودی کی جانب چلا۔ باب الحجیر سے
 پہنچا تو کیا دیکھا ہوا کہ دروازہ سے باہر ایک سیاح قوم شخص اس گھر کے پاس کھڑے تھے جس کے قریب
 مجھ کی بیٹی کے گھر تھا۔ اس نے مجھ پر ایک کہہ بی نہرقال میں متفکر ہو کر سوچنے لگا کہ آخر اس شخص کا ارادہ
 کیا ہے۔ جب قریب پہنچا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور سدا کیا جس کا میں نے جواب دیا۔ پھر کہنے لگے
 میں جانتا ہوں کہ یہ جامع مسجد تک میرے ساتھ چلاؤ وہاں بیٹھ کر ذرا دیر باتیں کریں۔ میں نے کہا بہت اچھا۔
 پھر قریب ہی جامع مسجد تھی وہاں گیا بیٹھ اور وہ کہنے لگے کہ میں نڈل نڈل امر سے پریشان ہوں اور میں
 سے ایسا ایسا قصہ دیکھتا ہے اور مجھے یہ یہ پیش آیا ہے۔ یعنی تمام واقعات جو مجھے پیش آئے وہ سب
 از زبان فریاد سنئے۔ ان کی اس گفتگو سے داند میرا سارا بوجھ اتر گیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ شخص اولیاء
 کا میں سے بہت خود ہی اذول نے بتایا کہ میرا نام عبد اللہ بن داودی ہے اور میں ہر نوک باشتہ و بول۔

اور یہاں شہزادہ میں صرف تہا سی غرض سے آیا ہوں مجھے بڑی خوشی ہوئی اور اس وقت میں نے مہرنا میر
احمد جرنڈی کے غلام کی برکت کو سمجھا کہ مرہوم بڑے اہل خیر و صلاح تھے۔ غرض سید عبداللہ بڑا دلی تیرت ساتھ
رہے کہ میری رہبری فرماتے تھے کچھ ویدراتی سے بچتے قلب کو قوت پہنچاتے اور تیرے دل سے وہ خوف مدت
رہتے تھے جو بقیہ رتبہ اور تمام شیخان و مفسدان و سوال و ذی قعدہ و غرض ذی انہ تک پاس پانچ دہائیے شہزادہ
میں مجھے پیش آتے رہے حتیٰ کہ عیدالضحیٰ کا تیسرا دن آیا تو مجھے سید ہرمنی اللہ تعالیٰ ہمدان میت نصیب
ہوئی۔ اس وقت عید اللہ بڑا دلی نے فرمایا کہ اسے عید اللہ بڑا دلی سے پہلے تو تیرے تہا سے متعلق اندیشہ تھا کہ تیرے ہاں
حق تعالیٰ شانہ نے تمکو اپنی رحمت کا ملکہ عینی و جود بادیہ و سید اللہ بڑا دلی اللہ تعالیٰ ہمدان سے ملایا اس لئے تیرے
دل مطمئن ہو گیا اور اب تم کو اللہ کی امان میں دے کر خدمت ہوتا ہوں چنانچہ مجھے چھوڑ کر وہ اپنا وطن تیرے
درحقیقت ان کا میرے ساتھ رہنا اس غرض سے تھا کہ جو مشاہدات تیرے پیش آرہے تھے ان سے بہت فائدہ
دخل ہوتے تھے مجھے بچائے رکھیں حتیٰ کہ مشاہدہ حیرت نصیب ہو جائے کیونکہ صاحب فتح پور سے کہہ رہے تھے کہ
اندیشہ نہیں رہتا۔ جو کچھ اندیشہ و غمضرات ہوتے ہیں وہ اس مشاہدہ سے چلے ہی چلے جاتے ہیں۔ تیرے
عید اللہ بڑا دلی کے ساتھ تیرے بہت تھے پیش آئے جن میں عجیب ترین یہ ہے کہ ایک دن انہوں نے
عورت کی صورت میں آکر نہیں بہت کچھ عجیب و غریب اپنی طرف لگی کیا۔ صورت یہ ہوئی کہ محلہ
جزائریں غامریں کھڑا تھا کہ ایک عورت پر داؤد سے منہ پڑا تھا اسے خوشبو میں نہلی ہوئی تھوکتے تھے
نہایت حسینہ و جمیلہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی اسے میرے سردار ذاتنہائی میں آپ سے باتیں کرنے کو میرا دل
چاہتا ہے۔ یہ سنکر میں بے تحاشا ہنس گیا اور جب آدھیوں کے مجمع میں پہنچا تو کہہ دیا اور میں کہ سب سے پہلے
مگر صلیف میں پہنچا تو کہہ دیا کہ دیکھتا ہوں وہ میرے پاس کھڑی اور مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ میں نے
اور شہزادہ میں پہنچ کر دم لیا اور سمجھا کہ اب اس کی امید منتہی ہو چکی ہوگی۔ مگر دیکھتا ہوں کہ وہ میرے پاس کھڑی
کھینچ رہی ہے میں پھر بھی لگا اور شہزادہ میں پہنچا مگر دیکھتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ اس پاس کھڑی ہوئی جیسے میں تیرے
بھاگا اور مسجد قرین کی شرقی جانب پہنچا اور سمجھا کہ بس اب نہایت مل گئی۔ مگر دیکھا کہ وہ میرے پاس کھڑی ہے۔
میں پھر بھی لگا حتیٰ کہ صفارت تک پہنچا اور سمجھا کہ بس اب نہایت مل گئی۔ مگر دیکھا کہ وہ میرے پاس کھڑی ہے۔ میں پھر
بھاگا اور اب دوبارہ شہزادہ میں پہنچا اور سمجھا کہ بس اب نہایت مل گئی۔ مگر دیکھا کہ وہ میرے پاس کھڑی ہے۔ میں
ہے۔ میں پھر بھی لگا حتیٰ کہ مسجد قرین میں پہنچا اور دل میں کیا کہ بس اب نہایت مل گئی۔ مگر دیکھا کہ وہ
نزدک سے پاس پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ وہ میرے پاس کھڑی ہے اس وقت مجھ پر غلبہ ہوا اور تیرے حق میں خوں چھڑا
اور لوگ آج ہوں کہ وہ عورت دفعۃً عید اللہ بڑا دلی بن گیا۔ اور فرمایا کہ یہ کہنا میرا تھا۔ اور تم کو آواز دے

کے لئے کیا تھا کہ نکلے ہوئے ہو اس لئے کہ دست کا مہرٹ لہجہ عورتوں کی طرف زیادہ بہتہ ہوا اور شہدہ
کو بیاہی گیا یا بیسیا میں چاہتا تھا اور بہت خوش ہوئے۔

حضرت سے بڑا آدمی کے بعض معارف اثنی و کتاب میں درج شدہ تھے کہ فرماتے تھے۔

میں زمانہ میں وہ اپنے وطن و پس ہو گئے تو میں نے اپنے حضرت سید عبدالعزیز سے بار بار سنا کہ
آج بھی حضرت عبداللہ بڑا آدمی کے ساتھ تھا اور انہوں نے چھوٹے سے یہ فرمایا، اور میں نے اُن سے یہ کہہ
کر کہ یہ نہ وہ تھے کہ میں قریب قریب ہر وقت آتی عبدالعزیز کے پاس رہتا اور بہت ہی کم اُن سے ملے
تھے کہ اگر حسیب یا ربیعہ سنا تو میں نے کہا حضرت کیا مولانا بڑا آدمی اپنے ملک کو واپس نہیں گئے؟

فرمایا اللہ دانوں کے دان کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں مگر وہ ایک دوسرے سے دور نہیں ہوتے۔ حتیٰ کہ
ایک اللہ دان بڑا شہر قی میں ہو وہ دوسرے اللہ دان سے ہو سو ڈان یا لہرہ وغیرہ میں ہو یا تیں کر لیتا،
ایسے وقت باتیں کرتا ہے جیسے اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے باتیں کیا کرتا ہے، اور جب کوئی تیسرا
مرد والے ان دونوں کے باتیں کرتا ہے تو وہ کہی کر لیتا ہے اور اسی طرح چوتھا بھی۔ حتیٰ کہ تم دیکھو
سے، اللہ دانوں کی ایک جگہ سے مشرق ہے کہ کوئی کسی ملک میں ہے اور کوئی کسی قدر میں مگر وہ آپس میں اس
سے باتیں کرتے ہیں جیسے ایک ٹھہر کے جہتین آپس میں باتیں کیا کرتے ہیں۔ حضرت بڑا آدمی کی سیدہ اللہ میں
تھے کہ وہی درخت سے فرمایا کہ ان کے تمام میں سر رکھا میں بھی وارث ہوا۔ خالصہ لکھتے۔

نیز فرمایا کہ اللہ ان بڑوں کے جن کی جگہ ملے وقت انجیب ہوئی حضرت منصور ہیں کہ وہ وقت سے
میں نے سنا ہے کہ ان سے ایک دن قبل تو بتا سکتے کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت منصور سوت بیٹے
ہو گئے تھے کہ یہ کیا کرتے تھے۔ میں اپنے بھائی عدنان کو سے کہ اس نبیت سے پوچھ کر دیکھوں شاید کوئی بتے کہ
وہ کیا کرتے تھے۔ رفتش فرمے کہ یہاں بتا دے ہوتی تھی میں وہاں پہنچا، اور وہ دیکھنے لگا ایک شخص
کہ سیدہ بڑا آدمی سے اس سے بات کہتے کر لی فارغ ہو کر حسیب واپس ہوئے کہ تو ایک شخص نے مجھے آواز دی
تو میں نے اس سے بات کہی کہ وہ کہا کہ یہاں سے چلے باتیں کرنا چاہتا ہوں میں اس سے پاس آیا تو اس سے
پوچھا کہ یہ کیا کرتے تھے کہ ان سے ایسا یعنی سیدہ کہاں تھا؟ خدا شہد! انہوں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟
میں نے کہا کہ میں نے یہاں بڑا آدمی سے نام سنا ہے پھر پوچھا کیا آپ کے لاک یا پھیلاتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں
میں نے ان سے کہا کہ میں نے یہاں سے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نہ تھی؟ میں نے کہا ہاں کہتے تھے
کہ وہ بیوی تو تھی کہ ان سے کہا کہ ان سے نہ دیکھا تو تیس موزوں تھے۔ پس یہ حسیب
بڑا آدمی تھا کہ ان سے کہتا تھا کہ یہ سیدہ حسیب حسیب واقعات پیش آئے جن میں چہرہ کا

تذکرہ اس کتاب میں انشاء اللہ آئے گا۔ غرض اللہ رسول کی محبت میں میرا ان کا ساتھ رہا حتیٰ کہ شہادت میں ان کی وفات ہو گئی۔ سورج گذشتہ ۲۹ محرم ۱۳۸۷ھ میں ہوا تھا لہذا قریب بارہ سال کے معیت رہی۔ میں نے حضرت ممدوح سے پوچھا کہ دونوں میں بڑا کون تھا؟ سید عبد اللہ برناوی یا حضرت منصور؟ فرمایا حضرت عبد اللہ برناوی بڑے ستارے اگرچہ دونوں قطب تھے نیز فرمایا کہ جب حضرت منصور کا انتقال ہوا تو ان کے اسرار کا بھی میں ہی وارث ہوا فالحمد للہ۔

حضرت ممدوح نے فرمایا کہ بمثلہ ان مشائخ کے جن کی لقاء و معیت میرے نصیب ہوئی حضرت میرزا ہیں جن کا وطن تھانوات کے قریب تھا جیسا کہ حضرت منصور کا وطن شہر شمس میں جبل حسب وقت۔ اور ان سے ملنے کی یہ ضرورت ہوئی کہ جب میرے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا تو میرے چچا محمد کو اور میرے بہن بھائی کو انتقال سنار کی بناوٹ سکھانے کے خیال سے کارخانے میں لے گئے۔ کارخانہ کا ایک کمرہ تھوڑے عرصے کے بعد دارتھار اور حضرت ممدوح اس تھانوی سے کارخانہ میں آکر رہتے تھے۔ مگر منصور مجھ سے ملنا بہت ہی مشکل تھا۔ آتے تھے سے پاس بیٹھتے اور باتیں کیا کرتے تھے۔ اس طرح پر ہم دونوں میں چھ ماہ تک ملاقات ہوئی۔ اور یہ میرا اُن سے ملنا حضرت منصور سے پہلے ہوا تھا یعنی سترہ سو میں مگر اُن کی وفات حضرت منصور کے چند روز بعد ہوئی اور اُن کی وفات پر اُن کی بالینی میراث بھی میری ہو گئی۔ ان کی معیت میں بھی میرے بہت کچھ وقت پیش آئے۔ جن میں بعض کا تذکرہ اسی کتاب میں انشاء اللہ آئے گا۔ اسی حاصل وہ مشائخ جس نے میری خدمت میں تھانوی رومانی حاصل ہوا یہ پانچ حضرات ہیں۔ اول سیدنا حضرت علیہ السلام دوم سیدنا ابن خلدون تیسری خادمہ حضرت بنی حزمہ پوہیتہ حضرت یہ سوم عبد اللہ برناوی چہارم منصور بن احمد اور پنجم محمد ابو جرح رحمۃ اللہ علیہم اربعین مگر آگے کتاب میں معلوم ہوگا کہ حضرت ممدوح کو ان کے علاوہ دیگر ارباب و کامیابین کی بھی لقاء و صحبت نصیب ہوئی اور حضرت ممدوح ان کے اسرار باطنیہ کے وارث ہوئے۔ لہذا ان کے اثرات وقت حضرت محمد بن عبد اللہ مصری ہیں۔ چنانچہ میں نے حضرت ممدوح کو یہ فرماتے سنا کہ جس دن میں دیوان صاحبین رئیس اوقاف واعوان میں داخل ہوا ہوں تو تمام دن احمد بن عبد اللہ نے اور اسی طرح دیگر ارباب دیوان سے ایسا کہ اس کے کوئی بات ہی نہ کی کہ مجھے کتمان سر کی تاکید فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت احمد بن عبد اللہ نے قدامی ارباب دیوان کو حکم فرمایا کہ اس بار میں ایک ایک واقعہ مجھ سنائیے چنانچہ ان حضرات نے تقریباً دو سو واقعات سنائے۔ کئی سال آجہ واقعات میں نے حضرت ممدوح سے سنے تھے۔ لہذا چند درج کتاب کرتا ہوں۔

پہلا قصہ:۔ فاضل حضرت احمد بن عبد اللہ غوث کا ہے کہ فرمایا۔ میرا ایک مرید تھا اور مجھے اس کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزیمت تھان اس کو سنانے لگا کہ چلیے اگر سیدنا محمد

میاں بیوی ہماری خدمت میں گئے رہتے تھے۔ اور اس وجہ سے مجھے اس کی محبت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔

ایک دن میں ایک بگہ کھڑا ہوا کھارہ اپنی چھوٹی سی بچی کو لے کر آیا جس کے ہاتھ میں قرآن مجید تھا مجھے پہنچا نہ چلا دفعۃً کیا دیکھتا ہوں کہ بچی میرے چروں میں پڑی ہے اور قرآن مجید اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سن کر اپنے پاؤں مٹانے اور بچے کو قدم سرک کر چا کہ اسے شخص خالص آخر تو چاہتا تھا کہ یہ ہے؟ یہ واسطہ تو بہت ہی بڑا۔ یا۔ بور میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ بچے سیر لہی عطا فرما دیکھتے ہیں کہ کہا عزیز من سیر ہی بڑی بھاری تپیز ہے۔ تو اسے بدست نہ کر سکے گا کہ جسے حق تعالیٰ قوت بخشے اس کے سر کوئی اس کو نہیں ٹکھا سکتا اور وہ ہائی آدمی تو اس کے تال کو محفوظ ہی کرتے ہیں اور اسی ہیں اس کی تباہی موت ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت آپ صحت فرما دیکھئے۔ میں کسی کو برداشت کروں گا۔ غرض اس کی اور اس کی بیوی کی خدمتوں پہ اور ان تعلقات و حقوق پر ہوتا ہے اس کے میرے ساتھ قلم تھے نیز معصوم بچی اور محرم شدہ کا واسطہ۔ نے پھر سفر کر کے میں نے ہاں کر لی اور اس کو سیر میں دیدیا اور اب شیخ عبد العزیز فرماتے ہیں: اس نے سیر اہل بیہوشی کے بیچ میں رہ کر سیر کو بھی بیہوش کر دیا ہے کہ وہ اس کو تباہ کر دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ ذرات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ شیخ کی ذرات ذرات کے سیر مگر یہ مرید کی عرف شیخ کی ذات سے بعد ہی منتقل ہوا کرتے ہیں، اور وہی سیر کے دینے کی قوت رکھتا ہے مگر ذات کے دینے کی طاقت صرف حق تعالیٰ سے ہے اس لیے جیسے جیسے چرخ سے دوسرے کی جی و رکش کرنا تو کیسے اور اختیار غیب کے۔ چہرے سے اس میں قیل و نہا بندہ کا اختیار ہی فعل نہیں۔ یہ سیر وقت مرید جبکہ چراغ کے جلنے کی مدت ختم ہو جائے اور اس کا تیل دوسرے چراغ میں جا کر یہ لگی ہو جائے۔ سیر کو سیر کا وارث ہونا کہتے ہیں جو شیخ کے انتقال پر کہ تہریت و فائدہ جہانی کے ختم کا وقت سیٹ بھورتہ تو کہ ہلیت واسے مرید کو ناسی ہے) اسی فعل یہ شخص سیر لہی سے کر چلا اور تین ہی دن شیخ کی نظر سے وہاں رہا کہ شیخ کی شان میں کلمات ناشائستہ کہنے لگا شیخ کو بھی کسی نے حدیث کی آپ کا فہم مرید آپ کے متعلق یہ یہ کہتا ہے شیخ نے تقاضا فرمایا اور مالدیا مگر اس پر بدرفتازان ہوتی رہی کسی تاریکی و غفلت میں چند روز گزارا کہ ایک قند آیا اور یہ اس کے ساتھ پوری سفر میں چلا گیا۔ وہاں جا کر قید ہو کر پھر نصرانی بن گیا۔ وہ بیباک و مدد۔ یہ بدنیسی تلب زرقست سراجی ہیں جنہاں بزمی کے سبب متقی ہوئی کہ اس سے کسی محروم ہو گیا۔

اچھا تھا قصداً ایک صاحب نے فرمایا ہیں نے ایک شخص نے ہو کہ میرا دینی بہانہ تھا یہ ہے کیا کہ وطن سے باہر نکلیں اور کسی وئی و تیش کر رہی ہو یا۔ بہت پکڑے و سلوک کی رستہ طے کرے۔ چنانچہ ہم سیر حث کرتے کرتے ایک شہر میں پہنچے در وہاں ایک حداثہ مل گیا۔ یہ بزرگ شریہ کی دکان رکھتے تھے۔

پس ہم میں سے کسی نے تو آگ لگنے کی خدمت اپنے ذمہ سے لی اور دکان سے تول کر سورا دینے کی

درخشش شمرید یک یا گزشتہ تھے۔ مدت دراز تک ہم ہر خدمت انجام دیتے رہتے تھے کہ شیخ کا وقت خیر آگیا اور
 اللہ تعالیٰ ہماری ہوائی۔ اس وقت میرے دینی بھائی نے اسے پاس کر لیا شیخ سے دینو ست کی کہ جسے سترہویں فرما دیا
 شیخ نے فرمایا تم میں تو ابھی اس کی رستہ آئی نہیں۔ اُس نے صبر کیا کہ نہیں حضرت مجھے تو عشا ہی فرما دیجئے
 شیخ نے یہ بھی ہرٹ و گھیا اور فرمایا کیوں جی تم اٹھا کر تے ہو کہ اس عشا کے رات تو تم ہو لیکن گراس رو دیا یا بوائے
 تو نہیں ملے یا حق تافل کا خیال تو نہ ہوگا۔ میں نے کہا اگر حضرت کی رستہ ہی ہے تو میری حضرت سے خوشی اجازت
 ہے۔ مگر یہاں چشمہ پوشی کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کا خوش اپنے پاس سے من فرمائے گا چنانچہ میں رشت ہو گیا اور
 دربار سے کب کی سے سترہویں۔ دس روز تک بعد شیخ کی وفات ہوئی درمیان میں اپنے دین و دین چھو گیا
 میں بس شیخ کی دکان پر کام انجاء دیتا رہا کہ جو کچھ مانتا وہ شیخ کے گھر و لوں پر خرچ کر دیتا شیخ کے ایک
 پیڑمیں درخت تھے کہ کین اور ایک درخت کا بیڑمیں دکان کو سنبھالے اور وہ شیخ کی خدمت
 کرتے رہتے کہ صاحبزادی کے بیٹے ہوئے در سب اپنے اپنے گھر و لوں کی ہو گئیں۔ صاحبزادہ صاحب بچ نب
 صاحب گھر کر کے دیرانی صاحبہ نے دیو رک سہتمہ پنا رکح کر لیا۔ بکری نے نہ ریا جس کی فی ہر دیا۔ ہر د
 لے گئے ہیں صاحبہ جس کا عزیز کر لیا جو کچھ پونجی تھی اس کو دینے پہنچا دیا اور سامان سفر لیا گیا۔ بکری نے
 تہہ دے کر شیخ کے مزار پر ہی گھر ہو کر آخری زیارت کر لیا اور روانہ ہو گیا لوں مزار آبادی سے بہت دور
 درخانہ ک جگہ میں تھا۔ چنانچہ میں پہنچی اور جب زیارت کے واپس ہونے لگا تو میرے دل نے کہا کہ ہائے
 یہ تو پارسا ہے اور شیخ کی زیارت کبھی نہ ہو سکے گی۔ اس پر چہرہ و شستہ ہی رہی ہوئی شیخ کی محبت
 نے میرے دل اور دین پر کیا چنانچہ میں و پس ہوا اور کشتہ بھر و پس بیٹھا، اس کے بعد پھر چپنے لگا تو دوبارہ پھر
 وہی رشتہ نہ رہی ہوئی اور میں و پس ہوا حتیٰ کہ زوں تک بیٹھا کہ پھر چپنے لگا کہ وہ کیا دیکھ گئے سی تھیں
 رشتہ نہ پھر۔ غرض اس میں کہ بار بار گھر چلتا در شیخ کی بھائی کے قریب رہتا ہوا و پس تاکت
 رہتا ہوا اور میں بیٹھ گیا سڑکوں میں رشتہ گذری رہی میری سب سے چینی و شیخ کی محبت میں ترقی ہو کر گریہ و
 زاری ہر رشتہ رہی تھی کہ پوچھتی در صبح نمود رہا گئی۔ اس وقت حسین خضر علیہ السلام تشریف لے
 گئے در تین تین فرما و رقی تو سے نے فتح نصیب فرما کہ چشمہ البیہت لکھ گئی اور باب شہید
 ہو گیا۔ اس رات باہر دہو کر میں دین روانہ ہوا۔ رستہ میں میرے دینی بھائی کا دین پڑتا تھا کہ جب میں
 در شہر میں پہنچی تو یہ سننے لگا کہ ایک انسان کو صدمہ لگ گیا کہ وہاں جمع کر رہے ہیں یہاں کے
 بڑے بڑے لوگ کو شمس بہار و یک تو میری دینی بھائی کو یہاں جمع کرنے و اس سے میں نے پوچھا
 کہ شمس بہار بڑے کیستہ؟ انہوں نے کہا یہ ایسا ایسا کہتا ہے۔ یعنی ساری جہت میں سے ایک

راز کا اُس نے افشا کیا جس کی عقول کا یہ محتسب نہ ہو سکیں۔ انہوں نے نہاد سے مستفاد کیا اور نہاد نے
 اس کے جلائے جانے کا فتویٰ دیا۔ میں آگے بڑھا کہ اپنے سہنائی کو بیستے تو پہچان بیاتہ تو مکر وہ پختہ حیات
 و پریشانی میں مجھے نہ پہچان سکا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ لوگ تم کو کیوں جلاتے ہیں۔ کہا مجھے یہ یہ کہتے ہوئے
 انہوں نے سنا جانا کہ میں نے حق بات کہی ہے میں نے کہا ممکن ہے کہ تم نے اس کے سوا اور کچھ بھی کہا ہو
 جواب دیا کہ نہیں۔ اور کچھ بھی نہیں کہا۔ اب میں نے بھیج سے کہا کہ صاحبو! جب تک میں سلطان کے پاس
 سے واپس نہ آؤں اُس وقت تک یہ مختار روکے رہو۔ میں ابھی جانا ہوں اور سلطان سے عرض کروں گا کہ اس
 شخص پر قتل کا حکم پیچ نہیں ہے لہذا تاوقتیکہ ان ساری کاروائی و فتویٰ رکنہ درجہ مجھے نہ ملے گا۔
 کہ میری تقریر پر سلطان اپنا حکم سرور دے گا لیکن اس لئے میری رچی بسے قتل کر کے نہ کوئی اور
 کی تودہ اپنی جان کی نیر نہ سمجھے۔ سب نے کہا بہتر ہے جب تک آپ وہیں نہ رہیں گے بہر کچھ فرمایا گئے۔
 چنانچہ میں بجنور سلطان پہنچا اور دیکھا کہ وہ وہاں بیٹھے ہیں کسی شخص کا تذکرہ ہو رہا ہے اور سلطان کو اس
 کے قتل پر ابھار رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا اسے ہمارے پارٹنر اور نذر قتل اس پہا کا نام و مذکور ہے اور
 ہر معاملہ میں آپ کو اپنے محبوب و پسندیدہ راستہ پر چلتا رہے۔ لکھتے ہیں ابن آدم کی ذلت پر چھپ کر فرشتے
 تعینات ہیں جو شخص کسی ایک ذات کو بھی ناحق قتل کرے کہ تو مقتول کی ذلت کے فرشتوں کی اتنی نیر نہ دے
 اس کے سوا کوئی مشغلہ نہ ہوگا کہ تان پر لغت پرسننے کی بددی کرتے رہیں کہ اس نے ذلت کو قتل کر کے نہ کوئی
 وجہ باہر نکالے اور معطل بنایا ہے اور نہ ہر جے کہ فرشتوں کی کڑوا مقبول مستجاب ہے لہذا اسے ہمارے پارٹنر
 اس بددعا سے ڈرنا چاہیئے نیز بد ذات پرست فرشتے بغرض مخالفت و کثابت عمل تعینات ہیں
 جب کوئی ذات بد وجہ قتل کی جاتی ہے تو ان فرشتوں کا سب صرنا یہ کام ہوتا ہے کہ مقتول کے عمل نامے سے
 اُس کی خصال کو نقل کر کے قاتل کے اتمانہ میں لکھ دیں۔ درق تل نے جو بھی عمل کیا ہے وہ اس کے
 اعمال نامے سے منتقل کر کے مقتول کے اتمانہ میں درج کر دیں۔ قاتل کے مرتے دم تک ان کا یہ شغل رہتا
 ہے، پھر اس کے مرتے کے بعد اس کی بدکاریوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ در مذکرہ کا تذکرہ پورنہ بارش کا مکہ
 رکھا ہے کہ جس کا تذکرہ دہائی کے ساتھ کرتے ہیں اس پر کھلائی بستی ہے۔ مگر یہ تذکرہ ہر کی کے ساتھ کرتے ہیں۔
 پر بڑائی بستی ہے لہذا مقتول کا تذکرہ بدائی کے ساتھ کرتے ہیں اور اس پر خیر و ثواب کا تذکرہ ہوتا ہے۔ درق تل کا
 تذکرہ دہائی کے ساتھ کرتے رہتے ہیں لہذا قبر و عام بزم میں بھی اس پر اتنا بستی رہتی ہیں۔ اس سے میرے
 پادشاہ کیا آپکو اس سے ڈر نہیں پڑتا؟ سلطان نے فرمایا کہ ان علماء میں سے قتل کا فتویٰ دیا ہے میں نے کہا مگر
 ان حضرات نے قتل کے فتوے میں جلدی کی۔ ان کو چاہیئے تھا کہ قاتل کے مذمت اور نیرتہ دونوں ہیں

[illegible]

لہذا ہرگز اور فوراً عقیدہ اہل سنت و جماعت کی طرف رجوع ہو چنانچہ عدد مہر بدرالدین زکریا نے بھی کتاب جمع البحر مع
 میں لکھا ہے) میرے ہمیشہ حضرت مہدوح کو اہل سنت کی مدح و ثنا کرتے سنا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اہل سنت
 سے بہت جی زیادہ تہذیب و راسخ و نامور کرتے تھے کہ ان ہی کے عقیدے پر مرنے نصیب ہو۔

پھر تین دیکھ کر یہ سب بات، یعنی اللہ کے تئیں جن کے منشا علمی اشتہار ہو تا ہے پیش کیا کرتا تو آپ دھر
 عقیدہ کی تہذیب و پختہ اور ایسی پیاری تقریر سے اس کا دل فرماتے جیسے دیکھا ہو۔ شمس جواب دیا کرتا ہے۔ غرض شری
 بہت دیر ہو گئی تھی وہ باتیں آپ کے دہن مبارک سے بہا رہے تھیں یہاں پر تہذیب جو نہ کچھ انکسوں نے دیکھی
 ان کے سامنے تھیں۔ اور وہ سب چیزیں کی تھیں کہ ان کے گھر بڑا ہی رنگہ معقول و معقول میں جان کھپان مدت ہائے
 ان سے بہا رہا تھا۔ رہے تھے کہ اگر کسی کو حق تعالیٰ توفیق بخشا ہے اور وہ اس مجلس میں آپ سے ملے
 تو اس کی دل بہ فرقاں کے اشتہارات ہیں آپ کے ساتھ دردت و عقیدہ تہذیب کی یکے بغیر قوت حاصل
 کرتا۔ اس کو ایسا کہ نصیب ہوتا کہ بہتر فرق کے تمام اشتہارات کے جواب پر پوری قدرت پالیتا۔

یہ سب باتیں آپ نے کشف و شبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے تہذیب و عقیدے میں یقین اسی کا کیا
 سینہ تھیں تو یہ عقیدت تھی (دیکھ لیا ہے کہ جسے کچھ چیزیں کون بیان نہ کرنا سب اور دیکھے بغیر تو خطرات و شبہات
 بہت تھیں پڑا کرتے۔ اس کا بعد میں سے احوال پیش سننے کے متعلق آپ سے استفسار کیا کہ روبرو اللہ اور
 یہ سب باتیں تہذیب میں سے ہیں کہ ان کی حقیقت کا عند اللہ کے تو نہ کریں، جیسا کہ معتدین کا مسلک ہے،
 یہ تو ہیں نہ وہی ہے کہ میرے سے مراد ذات ہے اور یہ سے مراد ذات، جیسا کہ متاخرین کا حریف ہے؟ فرمایا کہ تفویض
 اللہ میں ہے۔ اور شری بہت تہذیب و عقیدہ ہے کہ بندے اس کی قدرت سے بے شک ہو سکتے ہیں ورنہ اس کی کسی ایک چیز
 کی حقیقت و کثرت کا رسائی پاسکتے ہیں۔

اگر کوئی دنیا سے جنت کی باتوں کے بارے میں یقین نہیں لے سکتا ہے اگر ان کی اصل حقیقت سے واقف ہونا چاہیں
 تو ان نامکمل باتوں کو نہ وہاں کہ انکو نہ وہاں کے تہذیب سے نہ کچھ بیان کی گنجین کی طرح ہے۔ نہ وہاں کا سید نہ وہاں
 کسی دوسرے کی مثل ہے بکثرت تو ہے کہ کسی بندہ کی آنکھیں کھولے اور وہ تہذیب کے انکو کچھ دیکھ کر کو دیکھ کر
 ان کی حقیقت سے بہت میں اتنی جید و سبہ پائی فرق پائے کہ وہ دونوں میں بچہ نہ کی شرکت کے کچھ بھی نہ سب
 نہیں۔ اس میں دوسری زمین کے باشندوں کا حال ہے اس زمین کی نعمتوں کے مستحق کہ ان کے سامنے مشہد
 ہو۔ وہ وہاں کے تہذیب و عقیدہ کے ہی کی چیزوں کا نام یہاں سے تو ان کے سمجھ میں بھی نہیں آئے کہ کہ شہد و روٹی
 و غیرہ کی بات ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تہذیب دوسری زمین میں بالکل نہیں ہوتی۔

پس جب ایک زمانہ کا دور سفر و شد کے ساتھ یہ حال ہے کہ ایک تہذیب کی مخلوق دوسری جگہ کے

کی خوشیوں کے وقت ہمیں اپنے گھر آیا کرتی ہے اور ہم اسے ہمیشہ مونگا کرتے ہیں۔ کیا آپ ہمارے پاس جاتے ہیں؟ فرمایا جی ہاں۔ میں نے جنسی کے طور پر کہا کہ اسے میرے آقا اب کی دفعہ اس خوشیوں کی توفیق سے حضرت کو یا تقول سے پہنچا لوں گا۔ آپ نے بہر خوش طبعی جواب دیا کہ ہم گھر کے دروازے کو نہ میں جاؤں گے۔ اس کے بعد اس خوشیوں کے قصہ کا دوبارہ ذکر آیا تو فرمایا یہ تو سونگہ ہے۔ اور شوق کہل جاتا ہے۔ یہ ہے کہ محبت کا درجہ شوق تک پہنچ جاتا ہے۔ جب روحانی کچھتی نصیب ہو، ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تم سے نہ رات کو جہ ہوتا ہوں نہ دن کو۔ ایک بار فرمایا اگر گھنٹہ بھر میں پانچ سو مرتبہ تمہارا خیال نہ کروں تو مجبوراً خداوند کی توبہ سے مطالبہ کیجیو۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے اپنی ذات کو اور آپ کی ذات کو ایک کہہ سے میں دیکھا ہے۔ فرمایا خواب سچی ہے کہ تم مجھ سے نہ دن کو جہا ہو وگے نہ رات کو ایک مرتبہ فرمایا ایک آج رات کو ہم تمہارے پاس آئیں گے۔ فرادھیان رکھیو۔ پتا چلے کہ شب میں جبکہ میں کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا۔ آپ (الطریق کرامت) تشریف لائے۔ جب میرے قریب آئے تو میں نے آپ کی بات کو خوب مضبوط پکڑ لیا اور آگے بڑھا کہ بوسہ دوں۔ جب آپ کے ہاتھ اوپر کو بوسہ دیا تو آپ خامب ہو گئے۔

ایک بار سلطان نے میرے نام فرمان جاری کیا اور اپنے دو خاص آدمیوں کے ہاتھ تھپتھپاتے سر پہنچ کر بتاتے مسجد ریاض میں امامت انجام دو۔ پس خدا ہی جانتا ہے کہ (وطن اور حجاز کی مسجدیں توڑنے کے خیر لہے) مجھے کتنی پریشانی ہوئی۔ حضرت نے سنا تو فرمایا گیسو ڈالت کہ مکناسہ جہاں ہے تو یہاں ہی رہو۔ ساتھ ہی آگے گئے۔ باقی کوئی منکر کی بات نہیں۔ سلطان جو تم سے چاہتے ہیں وہ ہاں کا نہیں چاہتے ہیں۔ ہاں تو خدا کے ہاتھ مکناسہ پہنچا۔ مگر حق تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل فرمایا اور وہاں جو حضرت نے فرمایا کہ میں اپنا گھر واپس آ گیا۔ میرے شہر مولانا محمد بن عمر نے جو سن تو جیکے خط لکھا کہ تم مکناسہ کے گھر تہ سلطان آئے اور باضابطہ استعفیٰ دیا۔ رکھیے تم پر یہ غم بے نال ہو۔ مکناسہ پہنچے کہ فوراً مکناسہ واپس جاؤ۔ اور مکناسہ

۱۔ جس طرح ہڈیاں میں برقی کو حق تو ہے وہ وقت جتنی ہے کہ ہمارے پاؤں میں مسافت جو مسافت ہے کریں وہ اس کو بذریعہ تار کے یک سیکڑ میں عبور کر جاتی ہے۔ اور ان کی کمال دہائی وغیرہ ہو کہ نور میرے گھر سے ہے وہ اس کے لئے حجاب و ممانع نہیں کہ میرے اسی کے ذریعہ اندرون ملک کے نور لینے کا ہے۔ اسی طرح وہاں میں نور یہ میرے گھر سے ہے۔ میں نے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ نور میرے گھر سے ہے۔ کشف کا جرم اس کے راستے میں مزاحم نہیں ہوتا اور وہ پیکر جو چاہے میں شرق و غربہ میں آؤں یا کہ فوق السموات و تحت الثہین کا گشت کر لیتی اور تمام اجرام حتیٰ کہ گوشت و پوست تک میں بسر کرتی ہے۔ اسی ہ نام کشف ہے اور ممانعان غریبہ تو چاہتے ہیں کہ ہرگز انہیں نہ پہنچا دے۔ اس لئے ان کو یہ قوت خزانہ لہو سے پیش پیش عطا کی جاتی ہے کہ لہو نہ پہنچے۔ خود ہرگز نہ پہنچے۔ ہونے کے سبب ان کرامتوں کا ایک کرو اور ان عہد دوران کائنات کو سلطان با اختیار اور ہم پند علیہ و قدیر سمجھو۔ واللہ اعلم۔

گوارا نہیں کرتی کہ اگر وہ سر جلسے تو ماں کو قتل کر دے تو اس کے لئے ماں کی بی بی پر بھی ہاتھ نہیں
 کر دے فرمایا، اور دیکھی مرے گا نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ چاروں بیویاں جہاں تک کہ ۱۲ راتیں اور اس کے
 لئے جہاں اللہ بقید حیات ہیں۔ ایک مرتبہ ہم نے قسطنطنیہ کے شیخ عبد السمیع بن سٹیش کے مکان کی زیارت
 کے لئے سفر کیا اور نماز ظہر کے قریب وہاں پہنچے ہم سبھی رہے تھے کہ یہاں ضرور قیام کریں گے مگر نہایت
 شیخ نے رفتہ رفتہ فرمایا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو اور سواریوں سے تم کو تینا ہم زیارت کر کے بھی رہ چلا آتے
 ہیں۔ چنانچہ حضرت میں آپ کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر جہاں تزار تھی چڑھ کر اور قریب تین راتیں وہاں رہے
 تو حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کیا دنیا میں مانگیں ہیں اس لئے کہ میں یہاں رہتا ہوں تو میری ساری دنیا میں
 آپ کے لئے مخصوص رہیں کہ جب سے بیٹھتا تھا حضرت ہی کے لئے تیار رہتا تھا وہاں کی دنیا میں ہر روز
 کے لئے تو کیا خود اپنے لئے بھی کوئی دنیا نہیں مانگی حضرت نے فرمایا اور میں نے ارادہ کیا کہ یہاں نہ رہوں
 تمہارے لئے تھی۔ اور کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے دنیا میں نہیں مانگی۔ چنانچہ یہ ساری باتیں ہوئی تھیں کہ
 بعد ہم پیار سے اترے اور آپ نے جو کچھ تیار کیا تھا وہاں کے ٹھکانے میں لے آئے تھے اور کچھ بہت
 دوسرے اور آج وہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ دن بہت کمزور رہا تھا باقی رہا تھا جس سے کہ وہاں کے
 لئے ممانع ہیں۔ مگر اس پر بھی حتمہ نہ ہونے کا یہ ہے چنانچہ وہاں فرمایا۔ چنانچہ وہاں لیتے تھے کہ بات دہرائی گئی ہے
 حضرت کی زبان سے نکلا۔ لہذا ہم سواریوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور رات بھر رہے۔ سب سے پہلی کہ صبح صادق
 ہونے پر شہر میں دن میں داخل ہوئے۔ پس شہر میں گئے تھے کہ اس وقت وہاں کوئی نہ تھا۔ اور اس
 زور سے بارش ہوئی کہ ابھی پتہ نہ پورے سے دودن پہلے زور رہا تھا۔ میں نے نظر نہ کی تھی کہ اس قدر
 کی تھپتہ پر چڑھتے جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ فرمایا احمد دیکھ رہے ہو کیا یہاں کوئی نہ رہتا ہے۔
 رہی ہے۔ میں نے کہا کہ جہاں حضرت فرمایا اسی کی وجہ سے ہیں۔ تم کو رات بھر چاہیے کہ میں دست ہیں
 حضرت شیخ کے مزار پر پہنچے ہوں اسی وقت یہ بارش بھی نظر آئی تھی۔ مگر تھوڑے عرصہ میں بارش
 نہیں آئی پہاڑی دروں میں آتی جہاں ہمارے پاس نہ آئے۔ کہنے کی کوئی چیز تھی نہ سواریوں کو۔ کہنے کی
 اور پھر متواتر دودن یہ بستی رہتی تو ہمارا کیا حال ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ نہایت گرم تھے نہیں تو
 مصیبت تو اتنی کھاتے جس کی حد نہیں۔

اس کے بعد میں نے آپ کا ہاتھ چوم کر عرض کیا کہ آپ کو ہر گز خیر و عافیت فرمے۔ کہ پھر دودن کے بعد چہرہ

دنوں سے چلا تو اس وقت بھی خوب بارش ہو رہی تھی یہ ہے عرض بھی کیا کہ نہایت بارش ہی ہے تو ہم کہا کہ وہاں اسی
 گھنٹے کے گزرتے کہ چہرہ بچا دیا عرض تھا کہ اس سے باہر نہ رہو چاہا کہ جانوروں کے چرہ کے لئے جو خریدیں۔ مگر حضرت نے

کو بہت لطف پہنچا کرتا اور ایسے رستوں سے نکلتا تھا کہ کبھی نہ گھٹتا۔
 ایک دفعہ آپ نے مولانا خلی بن محمد اسعد نقشبانی سے تین کام کے شعبہ میں سے چار منزل پر مولانا
 سید شامہ میں بن فرمایا کہ میں ایک دن شیخ کے ساتھ چلے گا کہ میں سب ٹھکانوں پر سو رکتے تھے کبھی نہ گھٹتا
 پر پہنچے۔ حضرت نے اس جگہ کا نام بھی بتایا اور اس کی صورت و کیفیت سب بتادی۔ پھر میں رفتہ رفتہ کو وہ پہنچا
 کرتا رہا۔ رشتہ میں، غلہ ہو اور سارا خلیہ اس کے اور مرنے کے کمر کا، یہاں بیان کیا کہ یہ سفر کے سلسلے سے
 (اور دیکھو) جگہ کو بیان کر رہے ہیں، حالانکہ محض کشت تھا۔ اور کہو مرنے پر تیار ہونا نہ من کشت کو پہنچتے
 کی خوش سے زکر کیا تھا۔ مولانا خلی نے یہ بت کر کہا کہ حضرت نے آنکھوں دیکھا ایسا ایک کام ہوتا
 فرمایا ہے کہ نہ رونا پر برکت تھی نہ پیشی۔ اس کے بعد حضرت نے ان سے فرمایا کہ غلہ جگہ پہنچا تھا اپنے
 کھجور سے باندھ کر تھوڑا ایک جڑی کی قبر سے، آٹھ، دواں گھوڑے نہ باندھنا۔ چنانچہ وہ باندھنے
 پس بکر چھان بین کی تو حضرت کا فرمودہ بھی پایا اور میں جگہ مزار بنار یا گیا میں نے حضرت کو یہ بھی فراموش
 کئے کہ مولانا جو رستے کہہ رہے ہیں یعنی غلہ کشت۔ اور ایک مرتبہ اس کی تھوڑی سی بھی فراموشی۔
 ایسا مزار تھا کہ وہاں بھی بڑا تھا ایک شخص نے اس سے آریہ بڑا شہر دستی ہے۔ اس کے بعد
 یہاں رشتہ تھا اس نے کہا کہ رستہ وہاں ہے۔ حضرت اس اہلی کے خلیہ اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں
 بیان فرماتے تھے۔ مولانا خلی آپ کی تصدیق کرتا اور یہ بتاتا کہ حضرت اس جگہ پہنچے تھے کہ پھر جب
 وہ پہنچا تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کشت کو لو کہ پسند کرتے ہیں مگر اس جگہ بڑی تھوڑی سی
 تھوڑی سی تھوڑی سی اور اس کے ساتھ بھی جو مولانا سے اس کے مطابق ہوتا ہے۔ مولانا کے ساتھ ساتھ
 کہ اس میں مشاہدات حق سے مشابہہ و خلق کی تہذیب تہذیب اور یہ بہرہ مقدم ہے پستی کی حالت کے ساتھ
 اس جگہ کے لئے کہ کشت و کرامت کا حق صبر وہی ہوتا ہے جس کی محبت وہی ہوتی ہے۔
 اور یہ مولانا سے اس کی موافقت کی کہ کشت یا کرامت کے شہر ہو گیا، تو اس کو کوئی کس کی حالت
 نہ تھا۔ اور نہ تھے چنانچہ برقرار رکھی۔ ان دونوں باتوں کی تشریح انشاء اللہ آئندہ کتاب میں آسکتی ہے۔
 یہ ہر پہلو پیش کیا نہ صرف یہ ہے کہ یہ شخص مجھ سے ایک دقیق کتاب پر اس کے رستے اور میں
 حریف اس کی کشت کیا کرتا تو ان کو بہت پسند آتی اور وہ کہا کرتے کہ جس دنیا میں سے آپ بیان
 کرتے ہیں علماء میں کسی کو بھی ہم نے ایسا کھول کر سمجھاتے نہیں پایا۔ غرض شہر دس میں ایک
 دقیق سکھ گیا ہے میں حضرت کو سنا کہ اس میں سے ایک سیر بیان کیا تھا۔ انہوں نے یہ بت
 فرمائی کہ اس کا ایسا مطلب ہے۔ میں نے کہا کہ یہ معلوم نہیں کیونکہ سیر الہی کا افشا کرتے ہوئے ذکر کیا تھا۔

مگر ان کے شوق بڑھتا رہا۔ تب میں نے کہا والدہ میں اس کی شرح ہرگز نہ کروں گا جب تک شہد و پیمان نہ ہو کہ
 نہ کسی اسپنسے فلا ہر کرو گے نہ کسی غیر سے۔ چنانچہ انہوں نے شہد و پیمان دیا اور میں نے اس کا مطلب
 بیان کیا اور جتنے بھی اشکالات اس پر وارد ہوتے تھے سب کا ایسا جواب دیا کہ مسئلہ فقہ کی شرح
 کس کی ہے۔ یہ کہ پر وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ دیکھو اگر ہر سے حضرت سے کہیں
 ملنے کا اتفاق ہو اور گفتگو کا سلسلہ چلتے چلتے اس مسئلہ تک پہنچ جائے وہ حضرت تم سے اس کی شرح
 بیان کرنا پڑے گی تو اپنی نا اقلیت کی برکزد اور ایسے بھی نہ جیت کبھی سنا ہی نہیں ہے چنانچہ انہوں نے مجھ سے
 اس کے شہد بھی کر لیا۔ اس کے بعد میں اسی روز حضرت قدس سرہ سے ملے تو سب سے پہلی بات آپ نے یہ
 فرمائی کہ قدس سرہ سے تمہارے یہ گفتگو کی اور وہ مسئلہ بھی ذکر فرما دیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ٹھیک
 ہے مگر میری نیت خیر ہی کی تھی کہ حضرت کی زبان سے در کچھ نہ نہ معلوم ہو جائے گا نہ یہ کہ حضرت کو
 متذکرہ میں تھا۔ اس کے بعد میں حضرت کی خاطر مبارک کوٹھوٹا دیا کہ رخصت ہو کر آئی تو نہیں آئی، مگر
 پھر نہ یہ نہایت ہی عجیبے خلق کا لنگر ہوا اور نہ عرض آپ کے کشورت سے تنہا ہے شہر میں کہ ان کے
 جن کرنے کو ایک شخص تالیف کی ضرورت ہے۔ در کچھ تو یہ ہے کہ اس کتاب میں ہر کچھ نہ ذکر رہے وہ سب
 بات کی راہ ہے۔ آپ کی ایک بڑی کرمت یہ تھی کہ آپ کا کلام دلوں میں گونجتا تھا۔ ایک دن ایک
 شخص آپ سے ملے اور کہنے لگے کہ حضرت دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ میرے دل میں دوسو مول کا تائید
 فرما دے۔ فرمایا میاں دوسو سے بھی شہر راستہ کی ناواقفیت کے سبب یا کرتے ہیں کہ ایک شخص کسی شہر کے جسے
 واقف نہ کرے۔ اس کے راستہ سے ناواقف ہو کر ہر جگہ اس کے خیالات میں انتشار ہوگا۔ حقیقت کبھی
 یہ کہ اگر راستہ کو سب سے پہلے وہ اس طرح نہ پائے پڑے گا، مگر کبھی کہے گا کہ نہیں بلکہ راستہ کو پہلے
 بند وہ گھر کو پہنچے گئے گا۔ غرض یہ کہ اگر کوئی جگہ سے در توجہ شخص راستہ سے واقف ہوگا، اس کا
 قلب اس سے مختلف ہوگا اور وہ عین ان کے ساتھ چلتا رہے گا پس دنیا و آخرت کا راستہ جو کہ راستہ ہے
 اس کے لیے نہ کہ بچاؤ کی بات یہ کہ واقعی اس کی کیا شان ہے، کیا مستحق اس نے دنیا و جہان کی
 امت پائی اور اس کو چھوڑ کر نہ ترک عطا ہوئی اور جو اس سے ناواقف رہے اس کی حالت ہر شے ہوئی۔
 یہاں اس تقریر سے حق تعالیٰ نے مجھ پر یہ فضل فرمایا کہ جب تبویت کسی ضرورت سے کہہ دے کہ اس کے لیے شہر
 سے کی طرف جاتی تو یہ ضروری شخص اس کو چھوڑ کر اللہ کی راہ سے آتی تھی کہ قاضی ہی بات کا سترہ
 یہ کہ اگر حق تعالیٰ کے دلوں کیوں پڑتا ہے، اس کے دلوں سے اس معرفت کو تمام پر پہنچا ہے۔ میں نے آپ کو
 یہ بات کہ مستحق کہ مرثیہ جو ہے تو اللہ ہی کے دنیان میں ہوتا ہے و جب یہ بات کہ مستحق اللہ ہی کے

و حسیان میں جاگتا ہے۔ یہ کلام شکر اس کا مشہور میرے قلب میں اتر گیا۔ اور الحمد للہ کہ سونے کی حالت میں بھی اللہ میرے دل میں ہوتا ہے (مجم اس کا مطلب سمجھنے سے بھی عاجز ہیں۔ کیونکہ اللہ کی جنت و عظمت سے ہمارا دل خالی ہے۔ ہاں دنیوی ترقیات سے اگر سبق لیں کہ بعینہ یہی حال ہمارا جہاد و مال دنیا کے ساتھ ہے کہ اسی کے خیال میں سوتے ہیں اور اسی کے خیال میں آنکھ کھلتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بحالت شراب بھی دنیا ہمارے دلوں میں بھیجی ہوئی ہے تو شاید کچھ سمجھیں اور انکس کھلیں) ایک مرتبہ فرمایا کہ بندہ کا خیال حب غیر اللہ کی طرف جاتا ہے تو اللہ جل جلالہ اسے جہنم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر کوئی تو ایک پھر میں مستحب ہو جاتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ آتا ہے اور کوئی دوسرا بعد اور کوئی اس سے کم مدت میں، اور کوئی اس سے زیادہ مدت میں، لہذا ہر بندہ کو غور کر لینا چاہیے کہ اس کے قلب کا اعتدال بندہ کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ آپ کا یہ کلام الحمد للہ میرے قلب کی لگہ بن گیا کہ حب بھی اس سے غفلت کے سمندروں کی طرف قدم بڑھایا تو اس کلام نے رازادی پسند کھوڑنے کی کلام بن کر اس کو کھینچ لیا کہ ہوں ارم سے قطع تعلق کر کے نہاں دوجینے جاتا ہے، ایک بار آپ نے فرمایا کہ بندہ کو اللہ کی معرفت نصیب نہیں ہوتی جب تک کہ سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت نصیب نہ ہو جائے، اور شیخ کی معرفت نصیب نہیں ہوتی جب تک کہ قادی بشار اس کی نگاہ میں قنات نہ ہو جائیں کہ نہ کسی پر نظر جائے نہ خیال۔ لہذا سب پر نماز جہازہ پڑھنا اور ان کی طہارت سے توقع و انتظار کو اپنے دل سے نکال دینا چاہیے۔ اس کی بات حق تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل فرمایا کہ ہر قسم کی خیر و شر و نصیب ہونے کا یہی سبب نہ ہو کہ اس کی شرح اتنی تویل ہے کہ اس کے پیچھے پڑیں تو بہت دور نکل جائیں۔ اس لئے بتاؤ ذکر کرنا یہ حق پر کتنا رستہ ہے، چونکہ قادی سنات دین دنیا بلکہ سچ پوچھو تو میان کی اصل بھی یہی ہے کہ رستہ ہے جس سے پناہ نہ ملے کے توافق بقدر ضرورت تشریح کرتا ہوں۔ سچ کا مسافر حب شوق سے درجہ ہیں جس کا دور تک جہازہ نہ پونچھتا ہے تو سب سے پہلے جہازہ جانی جہاز کی تلاش کرتا ہے کہ کون سی جہازان و جہازان سے جہازہ جانے والے جہاز کھڑے ہوتے ہیں۔ اور حب پوری چھان بین سے چہ چہاں سے کہ جہازہ جانے والے جہاز کا ٹکٹ کھریدے وہ اپنی مناسب طبع، موسم، وقت اور جہاز کی رفتار و وزن وغیرہ کی گریہ و گنجائش کے بعد اس پر آ بیٹتا ہے۔

گویا نئی دنیا میں آنا اور لیبتا ملنا جس کا وہر ملنا پڑتا ہوا اپنی جہان و ان کو کچھ نہ کہہ کر آیا۔ یہاں اس کا مزاج بھی بدل جاتا ہے کہ بڑی سطح پر بن چیزوں کی رغبت سستی ان سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ درجہ نہیں ہاں باتیں ہیں کہ پہلے ہرج کی گریہ اور ہر دن اس سے بحث مباحثہ تھا کہ دھوکا کھائی جائے مگر اب اس کی گریہوں

محکمہ شہادت کی فہرست کی ایک کپی شدہ کہ عہدہ قضا۔ مگر حق تعالیٰ نے جو پر فضل فرمایا اور حضرت مہرج کی خدمت میں پہنچا دیا جنہوں نے میرے قلب کی کندکوں و دھڑکیں۔ جب میں بیعت تو اور حضرت نے میرے مرنے اور جہ کو دیکھا تو سب سے پہلے حکم دیا کہ کمیٹی کے جتنے بھی ہیں میرے پاس ہیں سب کو نیچے دول اور فدا کی مکرول۔ اور وہ سبب معاش کا ایک شغلہ تھا کہ اسباب دنیویہ کے منافی بھی نہ ہو اور درستی مقصود یہ تھی کہ کمیٹی کی محبت میرے قلب سے مٹائیں اور کیونکہ کسب دنیا جو نیک نہ کہ ب دنیا۔ چہ جائیکہ عشق دنیا۔ حذرت کی سنیں تدبیر میرے بعد آفریں کہ جس کندکوں حالت سے تھے کہ ناچاہت اس طرح نکال لیا کرتے تھے کہ مجھے خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس پہلے سے زیادہ حذرت ولذت میں ہوں اور حالت سالیہ کی کندکوں فدا کرتے آئیں گے۔ ساتھ میں ہو جاتی تھی۔ اور یہی میرے اور تمامی برادران طریقت کے ساتھ حذرت کا طریق تربیت رہا کہ جب کہ کو بری حالت پر دیکھتے تو مہر است کہ بھی نہ فرماتے کہ اس کو چھوڑ دیا یہ کہ نہ چھوڑنے پر لعن طعن فرمادیں، یا تعلق قطع کر دیں، کہ ایسی سوچ کا نتیجہ عموماً اپنا نہیں نکلتا۔ کیونکہ نفس اس کا زکر کرتا اور بسا اوقات حذرت اور مخالفت کا دشمن بن جاتا۔ لہذا شفقت و نرمی برتتے بلکہ اس کی حالت کی کسی درجہ میں تعریف فرما دیا کرتے تھے۔ پھر اس کو ابستہ ہوتے اوپر چڑھاتے کہ وہ خود ہی اپنی حالت قبضہ سمجھنے لگتا اور اپنے سینہ میں یکانشہ اور تازکی محسوس کیا کرتا تھا۔ غرض بلیوں کی فروختگی کے بعد چند ہی روز گذرے تھے کہ کمیٹی کی محبت میرے دل سے نکل گئی بلکہ اس سے کراہت معلوم ہونے لگی۔ اس کے بعد مجھے کتابیں بھیج دینے کا حکم فرمایا۔ اور دوسرے کو بتایا کہ فدا کی مکرول جسے میرا دل پسند تھی کرتا تھا اور نفس بھی اس سے خوش تھا۔ اس کے بعد نوکری سے رخصت اور حرم سے میرا دامن پکڑا کہ اہل شہادت کی خدمت میں جاتی اور تشریف لے کر آتے۔ اس نے اپنے پیش کردار کے پس حضرت مہرج نے اس سے بھی اور چہرہ دیا۔ اور اب اسے بعد نوکری کے دل کی توجہ کو کسی شغلہ دینے کے متعلق مخلوق پر نظر ہی نہیں جاتی۔ اس زمانہ میں تو یہ ہے کہ نیا بہت ہے۔ مشرقی و مغربی اتحاد و اتحاد کی ریسے کشن کے قصے سوچند وہ بھی سنیں۔ اور شہادت تعلق میں ایک دن حضرت نے مجھ سے چہرہ تمہارے پاس بھی بھیجے ہیں؟ میں نے کہا جی حضرت میرے فرمایا کچھ تمہارے لئے ہے۔ آنا۔ میرے پاس پر جہاں نے کہا ممکن ہے باقی ماند گئی۔ زانی کے موسم تک نہ چل سکے۔ میں نے کہا ہاں صبح ہے حضرت نے فرمایا اچھا فداں وقت تک بھی چل سکے گا، میں نے کہا جی ہاں فرمایا جتنا اس سے زائد ہو وہ سے چنانچہ میں نے آیا اور جب وہ وقت آیا جس پر گھر کو ختم ہونا تھا، تو ایک شخص لوتبہ اللہ مجھے گھر دے گیا جہاں میرا گمان بھی نہ کیا تھا۔ اور یہ بھی ہے۔ زانی کے موسم تک کو کافی ہو گیا۔

فرمایا کہ ہمارے پاس تناسخ جو وقت تک نہ چل سکے گا میں نے کہا حضرت سناؤ فرمایا کہ ہمارے پاس
 یہ سے پاس ناسخ نہیں رکھتا اور ایک دن وہ آئی تھی تو یہ کہ اس سے پہلے پاس کی ہر ہر ناسخ
 اس سے جو یہ دیکھ کر کہ یہ سے پاس بہتر ہے تینہ کی تمہیں اور جو سے تینہ سے پہلے یہ کہہ کر کہ
 مقصود لوجہ اسد دنیا تھا یہ قرض کا بہر حال یہ خیال بہت کر دہائی سبب ہر وقت مذمت کر کے کہ یہ
 آپ نے قرض کو نہ سہوتا فرمایا کہ کہی تو مگر شریعہ اور مروت و کسم پاد پر یہ کہہ دیا میں نے اس کی مذمت کیا
 بات کو پھر نہ کر کے کی چنانچہ یہ کہہ کر کہ یہ تینہ کی مذمت کرتا کرتا کہ اس سے پہلے یہ کہہ کر کہ
 سارا گھنہ فراموش کر دیا۔ ہمارے اس سے میری مامنت و فقر و تسلسل ہر وقت کی اس کے لب لالی سے
 شیخ کی برکت سے جسے توقع سے بھی بہت زیادہ فراموشی ہوئی۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے کچھ رقم مجھے قرض دی۔ یہ بقیہ میرے پاس آ کر نہ گئی۔ پھر اس نے
 امانت اور قرض دونوں میں سوال کر کے لے لیا مگر میرے پاس اس وقت میری ہر وقت کے قرض
 کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ یہ قرض اوکروں۔ میں نے یہ خیال تو یہ تھا کہ اس کو نہ سہوتا ہوں۔
 اس نے پہلے سے کہہ کر کہ یہ نہیں نہ کیا۔ شغل میں سے اس کی امانت نہ لائی۔ اس نے یہ کہہ کر کہ
 کر کے لے کر کہ شغل قرض کا تدارک نہ کر سکے۔ چنانچہ وہ خاموش رہا اور اب تک میں کہہ کر کہ یہ
 سے مجھ سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مگر وہ آیا ہی اس سے کہ وہ اب رقم لے کر جائے۔

ایک مرتبہ ایک جہتی عورت کے ساتھ تھا۔ یہ اتنے پیش کیا جو شہر نہ پہنچا۔ یہ کہہ کر کہ
 ایک دن میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے مطابق آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ کہہ کر کہ یہ
 میں اس سے کہہ گا بھی ذکر کیا۔ تو اس نے فرمایا میں تو اس سے کہہ کر کہ میں نے اس سے کہہ کر کہ
 رہا ہوں اور نہ مت بہتے نہ تھی۔ یہ کہہ کر کہ اس سے کہہ کر کہ یہ کہہ کر کہ یہ کہہ کر کہ
 خانہ کے میں قرض کو تقریباً پانچ برس گذر چکا تھا۔

اسی طرح میرے دوست مولانا علی بن عبد اللہ صاحب نے چنانچہ کہ میں نے کہہ کر کہ یہ کہہ کر کہ
 شغل پر پیش کیا اور فراموش ہے اس کی تصدیق فرمائی کہ یہ کہہ کر کہ میں نے کہہ کر کہ میں نے کہہ کر کہ
 پتی انکسول سے دیکھا کہ شغل سے اسے اپنے کو دل سے اس سے کہہ کر کہ یہ کہہ کر کہ یہ کہہ کر کہ
 جب میں واپس جاتا تھا تو شغل سے فرمایا اب غریب کے لئے ہمارے پاس ایک منیٹر تھا۔ اس سے قرض کی جتنی چیز
 بعد قرضہ آئی تو میں نے وہ منیٹر خریدا۔ اس کو ایک دوسرے سے کہہ کر کہ میں نے کہہ کر کہ میں نے کہہ کر کہ
 ہر وقت اس کے لئے کہہ کر کہ میں نے کہہ کر کہ میں نے کہہ کر کہ میں نے کہہ کر کہ میں نے کہہ کر کہ

[illegible]

جس کو انہوں نے سمجھا اور گردن کو حرکت دے کر اشارہ کیا کہ ہاں لیکن اسے اور نہ کہول دیا جیب کی ہمتا ہٹ۔
 اس کے بعد تنویری رہے مسکراتے رہے اور سنی ہاں میں روت پرنا کر کہی کہ میں نے حضرت سے سنا کہ فرماتے تھے۔
 سید علی کو لکھا تھا کہ میں نوے برس رہ کر بھی وہ نہ تھکتا نہ سبب نہ ہوتی جس پران کا رہنمائی ہے۔ اسی طرح یکے بعد
 دوسرے بعد اللہ تعالیٰ کی تازی کی آئی ہیں کہ میں نے حضرت پر مبنی کیا اور تصدیق نہ ہونے کے بعد راج کر رہی
 وہ کہتے ہیں کہ ان بعد از قتل تنویری نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ حضرت مدد کے ساتھ مولانا شیخ ادریس
 کے مزار تک گیا وہاں حضرت نے کسی حضرت سے ملنے اپنے مرن پر بیٹھا میں حضرت کو دیکھ کر چور کر پڑا بڑا دلالت
 خانہ پر پہنچا۔ یہاں پہنچا میں نے دیکھا کہ ایک شخص دھونے کی غرض سے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کی
 تلاش میں دروازہ پر کھڑا ہے۔ ہم شیخ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ میں بیٹھ گئے کہ دفعہ حضرت پڑے
 سے ہر سے اپنے گھر سے نکلا اور وہ درجی کو دیدے۔ مزار تک حضرت شیخ مولانا ادریس کے رستہ میں پہنچے
 روت کی وجہ سے کمر الٹا پہن کر گئے تھے اور میں آتا تھا کہ حضرت اگر پاؤں بھی پہنے ہوتے
 ہوتے تو مجھ سے پہلے گھر نہیں پہنچ سکتے تھے یہی مولانا عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت کی ٹھیک
 نہ ہو گئی۔ میں دوسری ٹھیک نہ کو اشل کی دکان سے لے کر آئے مگر وہ بنیائی پر ٹھیک نہ کی حضرت نے
 فرمایا ہمارے پہلی ٹھیک نہ تھا کہ وہ بہت صاف تھی۔ غرض ہم نے کتاب کا ورق ورق چھان مارا جس میں
 حضرت نے ٹھیک نہ رکھا کرتے تھے مگر وہ غلطی۔ دفعہ حضرت کا رنگ بال کیا اور جیب میں سے یہ کتاب نکال کر
 یہ بات سب سے تو فرمایا کہ اس ٹھیک نہ سے غبار کی سٹ اس کے بعد وہ کتاب اٹھائی جس میں ہم بار بار دھونے
 پر تھے۔ یہ تو اس ٹھیک نہ پانی مبارک پر پڑھی ہوئی تھی کہ دفعہ وہ نیچے پڑی اور اسے حضرت کتاب کو ہاتھ سے
 نہ دیا، دیکھتے کیا ہیں کہ پرانی ہاتھوں ٹھیک نہ کتاب کے اوپر پڑی ہے۔ یہ آپ سے صد جزا وہ سیدہ عمرت
 فرماتی ہیں کہ اس کے بعد اسے یہ ٹھیک نہ پس فرود کی یہی عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ سخت بڑا
 زمانہ تھا میں ہم حضرت کے پاس پہنچے تو پیشانی مبارک سے کثرت لپٹنے پکڑا دیکھتے تھے کہ یہ
 حضرت نے ہر سٹ اس کی سبب دریافت کیا تو فرمایا یہ لپٹنے مجھے اعتبار میں آتا تھا کہ جیب کا اشارہ
 دیکھ کر اسے اسے جیب پر ہونے پر میری حالت عام لوگوں کی سی ہوتی تھی اور یہ اشارہ ہوتا تو اس کی
 حالت سے تو میری حالت تھی۔ اور پھر جیب ٹھیک نہ ہوتا تو میری حالت عام انسانوں کی سی بن جاتی
 تھی۔ اس سے میرے سختے تعلیم ہوتی تھی۔ کہ جیب وہ دائمی بن گیا کہ کسی وقت بھی ٹھیک نہ
 نہیں ہوتا تو میری حالت اس کی عادی اور فاسد اس سے مانوس ہو گئی اس لئے سب بان پر کچھ اثر
 نہیں ہوتا۔ یہ سب سب سے پہلی مولانا عبد الرحمن ماسہ عبد الرحمن کی قیمت چرچہ وہ گئے اور

سلطان علی صاحب ہوگا) اس لئے میں دعا خیر کرنے کے لئے حضرت کے پاس آیا تو فرمایا کہ تیری صاحب کے
 متعلق تو کوئی خبر نہ کرو۔ باقی میری منشی کا میں ذمہ دار نہیں رہتا۔ منشی بھی میرے رہنے پر ہی اور وہی صاحب کے
 نے کہا کہ قلم پیش آیا تو چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قلمی صاحب پر تو ذرا کبھی بھی آپ نے نہ فرمایا اور منشی کے قلم
 کا حکم صادر ہو گیا۔ نیز میری منشی کے قلم کا قلم بھی عوام میں پھیل گیا نہ تو صرف چند ہی لوگوں کو معلوم ہو رہا تھا کہ میں حضرت
 کے مکان پر حاضر ہوا اور دستک دی۔ آپ باہر تشریف لے گئے اور بغیر اس کے کہ میں اس وقت وہاں خود ہی فرمایا کہ
 میری منشی ترس گیا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا میں نے تو تم سے کہا تھا کہ اس کے بعد فرمایا کیا میری منشی کی بہار
 پاس آکر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں حضرت میں۔ فرمایا اللہ انجاء بخیر فرمائے یہ سنکر میں ڈر گیا کہ کچھ
 کشاکش نہ ہو پیش آنی ہے اور کانپتے ہوئے حضرت کے ہاتھ پر چبڑا اور پھر دیکھا کہ میں یہ کہ حضرت نے مجھے تو
 بڑا نیشہ ہو گیا ہے نیز حاضرین نے بھی میری منشی کی منشی سے فرمایا کہ منشی قلمی صاحب کی منشی ہے۔ منشی
 انشا اللہ انجاء سلامتی ہے۔ چند نچے مجھے اس کا اندازہ لگ گیا۔ آخر کار اس کا چہرہ ہوا کہ میری منشی کی جن
 جن سے میں میل جول تھا سبکی منشی و طالب و تفتیش ہونے لگی اور جو کہ قلمی صاحب نے ان کو کہہ دیا تو قلمی صاحب
 ایک اور ذلت و خواری کے بڑے بڑے صاحب پیش آئے۔ یہ سیکرٹری میرا خوف پر خوف بڑھتا تو حضرت
 کی ذلت بڑھتا رہتا ہوتا رہا۔ آپ فرماتے کہ موت تو بہت نہیں باقی رہی تھی کہ مجھے ملے اور اس وقت
 سے ہاٹ کے ملے تو قلمی صاحب نے پاس میں آگیا اور میں اس کو لیکر حضرت کے پاس آیا حضرت اس سے بڑی مسرت
 و نیشہ سے ملے اور اس کے لئے دعا و خیر فرما کر میرے متعلق اس کو بہت کچھ نصیحت فرمائی اور چھوٹ فرمایا
 کہ انشا اللہ میرے والدین آؤ گے نیز قلمی صاحب کی معرفت اس کا کہہ دیجئے کہ میری منشی کے معاملہ کی تفتیش و
 تحقیق سے اس سے میری کبھی بھیجا۔ غرض میں ملنا سے پہنچ اور یہ منشی کی جو تہا یہ ہے یہ ہے پاس میں کہیں وہ پیش
 کر دیں۔ چنانچہ ہول سے وصول کر کے مجھے شخصیت کر دیا اور میں بکھرا ہوا اس واپس آیا۔
 اس کے بعد چند لوگوں نے چونکہ پسند نہ کیا میں مقترب نہ ہونا چاہتے ہیں افسر تفتیش کو چھ پر ہیر کا یا اور افترا
 بنا کر اس کو سنایا کہ قلمی صاحب کا بہت کچھ ہاں اچھی اس کے پاس باقی ہے۔ چنانچہ قلمی صاحب نے ایک ہاتھ
 نہ رہا کہ سپاہ میں موجود ہوا اور کہنے لگا کہ تاسمنا کے قلمی صاحب کو معلوم ہوا کہ قلمی صاحب نے خیر و خوبی کے
 لئے ہر کیا ہے تو انہوں نے افسر تفتیش کو کہا کہ سید غریب کو ہمارے پاس بھیج دو کہ موصوفہ سے ہم سے آکر
 کہ جائیں۔ ہندو گرا آپ پلٹنا چاہیں تب آپ کی مرضی اور نہ چہنا چاہیں تب آپ کی خوشی میں اس کو کہے کہ
 حضرت کی خدمت میں آیا اور اس لئے حضرت کے سامنے بھی یہی گفتگو کی۔ اور حضرت نے قلمی صاحب سے کہتے رہتے
 اس کے بعد قلمی صاحب نے قلمی صاحب کے سامنے کہ اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ مگر تفتیش اور قلمی صاحب کے ساتھ

ضروری ہو تاکہ افسر تفتیش کو دے سکے سپاہی بولا کہ ہاں حضرت راستے میں ہی پہنچے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ تشریف
یہ تو نامتناہی قاضی صاحب کی جلیبی تہا ہے۔ میں نے جو میرے پرانے دوست ہیں، لہذا ان ہی کے ساتھ جانا
کی جگہ کیا حاجت ہے اور پھر تفتیش اذقیہ ساتھ سے جانے کی کیا ضرورت۔ فرمایا جو میں کہہ رہا ہوں وہ دائرہ میں
فضول بات نہیں کہہ رہا۔ چونکہ مجھے اس بلا کی خبر نہ تھی تو اس شخص کے دل میں تھی کہ اس کی یہ ساری گفتگو
محض دھوکا اور چال تھی لہذا جب میں اس کو نہ سمجھا اور اپنی نادانی پر جبار با تو حضرت نے ان مقولوں میں
گویا اس کی تصریح ہی فرمادی اور وہ شخص بھی اس کو سننا رہا مگر منہ ہی اس کو رہ گیا اس کے بعد جب
ہم نے حضرت کے پاس سے اٹھنے کا ارادہ کیا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ موت کا اندیشہ کرو مت، البتہ قید و بند
مزدور ہے۔ چنانچہ میں قاصد کے ساتھ گئے۔ روانہ ہو گیا مگر تیس اذقیہ جس کی کشتی نے حکم فرمایا تھا، ساتھ ساتھ
نہلے حبیب ہم کس سے پہنچے تو افسر نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور حکم دیا کہ ہمارے گھر میں اس کو ٹھہرو کہ وہ
حبیب تک سلطان سے مشورہ نہ کر لوں یہ باہر نہ نکلے پائے۔ اور واقعہ یہ تھا کہ مجھ سے پہلے میرے ہمراہ چند
لوگوں کے متعلق اس نے سلطان سے مشورہ کیا اور ان کو قتل کرا چکا تھا اس سے فرمایا جانتا ہے کہ شورش کب
میرا کیا حال ہوا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں اب قتل ہی ہونا باقی ہے۔ مگر اللہ کی شان کہ جس وقت وہ شورش کے
روانہ ہوا اُسی وقت بہ برکت حضرت شیخ اُس مقتول و معتبوب میرنشی کا ایک عزیز حضرت، بوالعیا کی سیدی
قدس سرہ کا شلالت سلطان کی نذر کرنے کے لئے آیا۔ اس پر سلطان نے خود اس شخص کو اور جس کا بھائی
اُس میرنشی سے تھا سب کو معافی دیدی چنانچہ مجھے نجات ملی مگر سجنر کے بارہ میں مجھے گرفتار کر لیا گیا اور سجنر کی
قیمت تفتیش ہی اذقیہ تھی اس وقت میں حضرت کے اس ارشاد کی مطلب سمجھ کر تیس اذقیہ اپنے ساتھ لے آیا
مخزن فراہمی تم میں بہت سگزر ل رہا اور مارا پھرا۔ آخر حق تعالیٰ نے اس کو انصرم فرمادیا اذقیہ رہا انصیب
ہوئی۔ نا محمد اللہ علی احسانہ۔ ایک مرتبہ میں بعد غروب حضرت کے گھر آیا اور میر تک دروازہ پر بیٹھا رہا کہ
نہ رستگاری نہ کسی کو آواز۔ اس کے بعد حضرت کی آہستہ آہستہ مجھے محسوس ہوئی کہ میری ٹھیکوں سے اتر رہے ہیں اور
میرا نام لے کر فرمایا کیا تم گھنٹہ بھر سے یہیں بیٹھے ہوئے ہو۔ میں نے یہ کہہ کر کہ ہاں حضرت، آہستہ آہستہ کو
بوسہ دیا۔ ایک مرتبہ مدرسہ میں ایک جاہل سے کہ حضرت کی شان نہ پہنچتا تھا میری بحث ہونے لگی۔ جب
حاضر خدمت ہوا تو ساری گفتگو حضرت نے اقل فرمادی کہ رات تم نے فلاں شخص سے یہ کہا اور اس نے یہ کہا
اسی طرح ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضرت فلاں شخص کو آپ کے ساتھ بڑی محبت ہے کہ بہت تعریفیں کیا
کرتا ہے، فرمایا کہ اس کو میری محبت خاک نہیں اور تجربہ کرنا چاہو تو اس سے ایسی گفتگو کرو جس سے معلوم ہو کہ تم میرے
بذمیں ہو گئے ہو کچھ دیکھنا وہ کیا کہتا ہے چنانچہ وہ شخص حبیب میرے پاس آیا تو میں نے کہا میاں اب تو کچھ

اور ہی متعلق ہوا اور ایسی تقریر کی جس سے وہ سمجھا کر شیخ کے متعلق میرا خیال بدل گیا ہے یہ سنکر وہ فوراً ہی گئی
 گیا اور کہنے لگا میں تو آپ سے پہلے ہی کہہ چکا تھا اور اپنی چھپی خباثت ساری نہ کر دی تب میں نے کہا کہ
 جیسا کہ وہ ہیں تو آپ کو اذیت دے گا تو آپ کی حقیقت واضح ہو گئی اس پر وہ بہت شرمندہ ہوا ایک مرتبہ میں مقتدر بہ
 میں بیٹھا بڑا حضرت سے باتیں کر رہا تھا کہ دفعہ پیرانی صبح جب کہ کمرہ کی وزانی اور وہ بہت سی ہو کر گھر میں
 گھر میں تھیں کیونکہ ان کو بھائی کے امتحان کی خبر ملی تو پردیس میں تھے اور کس دفعی خبر سے ان کے کچھ بلنگے
 کا شمار ہو کر انکے حضرت نے دپر سے جہاں کا اور فرمایا اس کا انتقال نہیں ہوا اور جس نے تم کو یہ خبر پہنچائی
 ہے نہ کہ تمہارا شہید پہنچائی ہے۔ مگر سانحہ ایسا تھا کہ ان کو قزاقوں نے لے لیا مگر اس کے بعد پڑائی کے غلط افواہ تھی اور کچھ نہ
 سنا۔ اس کا اپنا حیات یہی ایک مرتبہ آپ بال خانہ پر چڑھ رہے تھے کہ ایک شخص جس کا ایک عزیز سلطان کے
 دل میں تھا کہ یہیت میں کہیں باہر گیا ہوا تھا آیا اور کہنے لگا کہ حضرت ذیل شخص سے جو تہہ بہ تہہ اور صالح ہے اسے خبر
 لے لیں کہ یہ عزیز بھرتیت سے مگر میرا دل بے چین ہے آپ فرمائیے کہ وہ زندہ ہے یا نہیں حضرت نے معاملہ کو
 دیکھا کہ یہ گریب ان کا اصرار ہوا تو فرمایا جب تم باز ہی نہیں آتے تو صبح خبر یہ ہے کہ غریب، جس کا حاج عبد کریم
 مسکریہ کہ اس کے عزیز کا یہی نام تھا، اللہ کی رحمت نازل ہو۔ اس کو تو ان عہد کے قتل کر دیا، اور مجھے اذیتوں
 کے اس سے بہت نصرت تھی، اصناف دی سنہ ہوا اس کے جنازہ کی نماز میں شریک تھا۔ چنانچہ لوہو میں یہی خبر آئی
 حضرت نے اس کے پاس ایک غلام ملزم تھا جس کو معاوضہ خدمت میں حضرت کچھ ماہور تنخواہ دیا کرتے تھے
 مگر وہ کہتے رہے پوچھو۔ اس کا ایک بھائی اس کی تخریب دیکھ کر سنانی کے نہ پہنچا۔ حضرت نے اس کو سمجھایا نہیں
 کہ اس کو تو پتا ہے کہ وہ نہ ناز نہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ حاکم ضلع کے پاس پہنچا اور بھرتی کی کو میرا بھائی شیخ
 نے اعتراف کیا کہ پاس مقرر رہا اور وہ مجھے اس پر قابو نہیں پاسنے دیتے چنانچہ سپاہی کو تعینات کر دیا گیا اور وہ
 مجھ کو اسے بڑے حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ افسر لوپس سنہ بدیا ہے حضرت نے فرمایا کیا نہیں؟ اس نے کہا
 بال قریب، اور اسے نوکر کو فرمایا حکم دیا کہ اسے چھ ماہوں کی رعیت ہوں اور پھر مسکین۔ پھر مجھ سے فرمایا
 کہ چار روپے ہر ماہ کی خدمت دے نہ ہو گئے۔ راستہ میں سپاہی کو نہایت ہوتی اور اس نے کہا حضرت میں بہت
 خدمت اس سے کیا کرتا تھا کہ بھائی کی مکتی جس کے گزرتا کر رہا تھا اب واپس شریف سے جیائیں حضرت
 نے فرمایا اسے اس کی کرتوتوں سے تم کو روکا کہ تم سے چنانچہ ہم بڑے آئے اور وہ ملزم کو اسے کر پٹے
 کے پر پہنچا کر کہہ دیا کہ اس کا بھائی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور شیخ کا ملزم واپس آ گیا کہ اس کوئی
 خبر نہ تھی باقی نہ رہا جہاں ایام میں مشہور قبیلہ بنی بڑا تھا کہ وہ قتل ہو گیا کہ انہوں نے بغاوت کی ورسٹن
 کی خدمت سے اس کی کرتوتوں سے اس میں آئیں تو قبیلہ تازہ سکے ایک اہل کو رہنے اس کو

باشندگان اور تاجدار پر برسرِ سرِ سر سے ایک جہاں تحریرِ مرتب کی جس میں بنی برتاسن کے ناموں کی طرف سے کہہ کر
ہم ہر طرح تمہارے ہم خیال اور محی و مددگو ہیں۔ اور اس کو مذکور ملت کے حضور میں جا پیش کیا۔ مسکن یہ دیکھتے
ہی ہیرک اٹھنے اور ارادہ فرمایا کہ انتقام لینے کے لئے گورنر کو روانہ کریں کہ دفعۃً خیال آیا اور محسن بندہ
احتیاط اس اہل کار کو بند کر لیا۔ باشندگان تازہ و احداث ملی تو کانپ گئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر
ہواگ جانے اور وطن چھوڑ کر روپوش ہو جانے کا مشورہ لینے گئے۔ حضرت نے پوش سننے سے رہے اور کچھ فرمایا
اگر تم مانو تو اپنی رائے ظاہر کروں۔ سب نے کہا کہ حضرت ضرور ارشاد فرمائیں کہ اسی کو معلوم کرنے کے لئے
تو ہم آئے ہیں اور یقیناً اسی پر عمل کریں گے۔ فرمایا تم کو سید با سلسلہ کی طرف رُخ کرنا چاہیئے، بتہ
سے چبے وزیر سے مل لینا چاہیئے۔ چنانچہ حسب ارشاد حضرت وہاں سب روانہ ہو گئے اور وزیر کے پاس پہنچے
وزیر صاحب ان کو با کد سلطانی میں لے گئے اور بہت کچھ کلمات سن کر کہہ کر بل کر سنے ان پر جو فرمایا
تھا اس سے بالکل بڑی وجہ پوش ہونے کا اظہار کیا۔ اس پر سلسلہ سن فوراً ہی بل کر کوہریا و قتل کر دیا
ایسا ہی ایک قتلہ در سر شخص کا پیش کیا کہ وہ فاس میں اس کو سر کا ہی ٹکڑا کا ایک ہیر تھا جن میں
مسلمانی غنا پر، کچھ اور پر میں آدمی سوال سنالہ ہو میں قتل کئے جائیں گے۔ ولفیش جارتی تھی یہ شخص
گرفتاری سے قبل گھبرا ہوا حضرت کے پاس آیا اور مفور ہو جانے کا خیال ظاہر کیا۔ حضرت نے فرمایا ایسا نہ کر دیکھو کہ
ضلع کے سامنے جا کھڑے ہو۔ اور کہہ دو کہ میں حاضر ہوں جو بھی آپ کا منشا ہو مجھے قیصل حکم میں دینی ضرور
چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ حاکم ضلع نے کہا اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے تو فوراً چلے جاؤ اور وہاں تیرے زمانے کے
ساتھ ہو کر فوجی خدمت انجام دو۔ یہ شخص حضرت کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا بس جہی کر، چنانچہ یہ شخص
روانہ ہو گیا چند ہی روز گزرے تھے کہ حاکم ضلع مع اپنے آوروں کے گرفتار ہو گیا اور ان میں اسی تعداد کے آدمی قتل
کئے گئے۔ جہنوں کو اس نے قتل کرایا تھا۔ حضرت کی برکت سے یہ شخص بچ گیا اور انہوں کو اپنے لئے لایا
مل گیا۔ یہ عادت حضرت کی تھی کہ جب کوئی مفور ہونے کا مشورہ لیتا تو آپ اس کو منع فرما
اور بتا کید کیا کرتے تھے کہ حاکم کے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ اور میں نے اس کا انجام ہمیشہ بہتر ہی پایا ہے۔
ایسے واقعات اگر دیکھ کر تو بہت طول ہو جائے۔ ایک افسر کو سلسلہ نے موصل کر دیا۔ وہ حضرت کی خدمت
میں دعا کے لئے حاضر ہوا کہ اپنے ہمراہ پہلے ہو جاؤں حضرت نے اس سے وعدہ فرمایا چند ہی روز
گزرے تھے کہ سلسلہ نے فرمان اس کی بجائی کا لیا۔ اتفاق سے حضرت نے چند حفاظ کلمہ اللہ کے متعلق اس
سے مفارش کی کہ قتل ٹیکس ان سے معاف کر دیا جائے۔ مگر حاکم نے مفارش کو نہ مانا اور صاف انکار کر دیا۔ اس
سے حاکم کا بجائی حضرت کی خدمت میں آیا اور حضرت نے اس سے وعدہ فرمایا کہ بجائی کا عہدہ تم کو مل جائیگا

چنانچہ چند ہی روز کے بعد وہ دنیا سے رخصت ہو گیا اور اس کی بہن س جگہ پر مامور ہوئی۔ اس نے حضرت کی تدفین
 جس کے متعلق میں نے پوری کردی۔ پھر پہلا نکاح مولانا محمد بن عمر بلوچی اور دوسریاں مسجد مومن اور لیس
 کی رکن سے ہوئی۔ اور پھر تو مولانا کی شادی تیسری مرتبہ علیا سے و تقییت اور اور خود رکن کی غفلت سلیقہ شادی
 اور حسن بن شریف سے ہوئی۔ اس کے ساتھ بہت ہی خیریت تھی۔ چونکہ حضرت کو نہیں اس کا عقد تھا کہ مجھے جتنی محبت
 پونہ کی کے ساتھ رہتے دنیا میں کسی کے ساتھ نہیں اس لئے کبھی کبھی پوچھا کرتے تھے۔ کیوں جی ہمارے ساتھ تھی
 نہیں اتنی ہی محبت ہے۔ جتنی بیوی کے ساتھ ہے یا وہ زیادہ پیاری ہے؟ میں سچ بولا اور عرض کر دیا کہ حضرت
 کہ جس کے کسی کی محبت زیادہ ہے اور رخصتیت میں بعد ورتن کہ حضرت کے مرتبہ سے باہل اور وہ وقت ہوتے سے وقت
 اتنی محبت ہے اس جواب کا اثر ڈاکر تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ میرے قلب میں جب تک اپنے شیخ احمد و رسول کے ہوا
 شہر کے تھے ان کی محبت کے اس کا کچھ سمجھ ہی نہ تھا۔ ان کے بڑے دل میں آپ میرا قدم آگے بڑھاتے اور اس حالت سے
 شہر کے آگے کر کے کی تدبیر میں گئے رہے۔ ان کے بارہا آیا۔ آخرت میں یوں شہر رمضان کے آخر کی صبح کو جب
 میں نماز کو آئی تو اپنے شیخ و گفتگو میں فرمایا کہ ولیماء اللہ کے ساتھ رہو۔ بعد از ان کے ساتھ رہنا سے
 فرمایا کہ وہ اپنے مرید کے لئے نہ بیوی پھر رکن نہ بکھر۔ ان کو بخش اپنا بنا لیا تھا۔ اس شہر کو باکل نہ سمجھتی
 کہ پھر ہی دن بعد میری بیوی متبر و رکن ہوئی اور بہت کچھ عرصہ کیا مگر دنیا سے رخصت ہو گئی۔ چونکہ اس کو
 بہت شہر سے محبت تھی اور حضرت بھی اس سے محبت فرماتے تھے اس لئے حضرت اس کے لئے دریں اور
 شہر میں کوئی کوئی نہ رہتے تھے۔ اس کو بھیجا کرتے اور یہ بھی امید دلایا کرتے تھے کہ شہر انیسب ہوگی۔ مگر
 اس شہر و رکن و آخرت ہوئی تھی جیسا کہ بعد میں خود فرمایا۔ اس کی دنات کے بعد میری گردید گنج کے
 رہا کہ بڑی محبت و اپنی نشانی چھوڑ گئی تھی کہ جب اس کو دیکھا تو قریب اس کا رہتا تھا۔ مال کے بعد وہ
 ہی چند دن اور زندہ رہا اور آخر انتقال کر گیا۔ اس کے بعد میں نے مولانا کی دوسری رکن یعنی پنی سانی سے
 نکاح کیا اور وہ اپنے حسن و جمال کی وجہ سے میرے دل کی مالک بن گئی۔ مگر وہ بھی زندہ نہ رہی اور توڑی رہے
 بعد از شہر کے گزرنے اس کے بعد رکن تھا۔ شہر کے شہر کی محبت کا وہ انیسب فرمائی جس سے بال کوئی محبت نہیں
 اور اس کی بعد رہتے یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ جب آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ محبت ابیہ کے متعلق تقریر فرما رہے تھے
 کہ کہیے ہوئی ہے۔ میں اس کے متعلق سوال پر سوال کر رہا تھا اور حضرت ان کا جواب دے رہے تھے۔ یہ سوال
 کیا تھا کہ نہ درق تھا یہ کہ اس میں جو ناشیہ کی رائے دے گئے تھے۔ انشاء اللہ اس کے بعد حضرت نے
 منہ کر دیا کہ بعد قیام کے متعلق آخر کیا تدبیر کریں گے؟ میں نے فرمایا کہ میں نے یہی کہہ دیا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان کو
 اپنے جہان سے بلایا۔ ان کی رکن کو دیر انداز کے ساتھ لے کر ان میں جہد ویدی مگر تم اب بھی انیسب کی

محبت کا ملہ پرتے ہوئے ہو رہا اب تمام ہرزخ سے نکال کر حق قنان ان کو کہاں پہنچا دے کہ تمہارا قلب ان کی محبت سے خالی ہو جائے۔ پس حضرت کے ان کامات سننا ان کی محبت کو میرے قلب سے دھو دیا اور بے ساری محبت خالص شیخ کے ساتھ ہو گئی کہ میرا نکات ہمیں میں نے اپنی دوسری ماں سے کیا مگر اس کے ساتھ وہ ایک زمانہ کہ دل اسی کا ہو کر رہا خالص اللہ علی السلاۃ والعافیتہ۔ ایک مرتبہ حضرت خدوہ پیرانی صاحبہ کو حمل قرار پانے لگا آپ حضرت سے کہنے لگیں اسے میرے مردار اللہ نے مجھے کافی نیکہ دیئے ہیں اس حمل کی مجھے ضرورت نہیں ہے خصوصاً جبکہ خانگی امور اور مہمانوں کی خدمت کا بوجھ میرے سر پر ہے اور کوئی بات ہی بھی ہمارے پاس نہیں ہے جس سے کام میں ملدے ہیں۔ لہذا اگر تم واقعی ان بوجھوں کو سمجھتے ہیں تو دعا کر دیجئے کہ وہ حمل مجھے جس کی حاجت نہیں ہے۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ حضرت شیخ ان کو ہمیشہ اس کی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ وہ مہمان پالینے اور مہمانوں کے بعد کبھی اپنا منہ نہ لکھیں۔ مبادا ایسی چیز نظر آجائے جس کی برداشت نہ کر سکیں۔ مگر اتفاق سے ایک بار وہ شب میں ان کو منہ کھل گیا اور ان کو شیخ کے پاس تین مردان غیب دکھائی دیئے اس سے ان کے دل میں اتنا خوف ہو گیا کہ نور ستارہ حمل ہو گیا۔ حضرت شیخ کی اس حالت کا، بلحاظ اور بعض زمرین نے بھی مشاہدہ کیا تھا کہ آپ کو کبھی کبھی اپنے جسم سے ایک خفیف غیبی موت حاصل ہوتی تھی کہ دیکھنے والے سمجھتا تھا کہ روح بدن سے نکل گئی اور نہش میں حرکت باقی ہے نہ ہوتی ہے اور نہ گول میں چنانچہ ایک دن آپ پر یہ حالت طاری ہوئی کہ جانے والے ہیں ایک شخص آپ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے دیکھا کہ بچی کی طرح ایک روشنی پھیلی ہوئی ہے مگر بالکل کسی اس میں شرت نہیں اور بے اس سے زیادہ مصافحہ اس نے باہر آکر دوسروں کو خبر دی اور جب بتنے بھی موجود تھے سب نے وہاں جا کر آپ کی اس حالت کو دیکھا۔ گے دن جب میں خدمت سے واپس آیا تو آپ نے یہ کہہ دیا کہ یہ آپ نے اتفاقاً دیکھا ہے اور فرمایا کل میری ایک ایسی بات کہ ابور ہو گیا جس کے پیشہ نفس رکھنے کی حالت تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت وقتہ تو میں نہیں چکا ہوں مگر اس میں راز کیا تھا۔ فرمایا وہ تو راز غیبی ہے۔ مولانا علی احمد علیہ وسلم اور پھر بڑی بڑی مشیرانہ بیان فرمائیں۔ نیز حضرت ممدوح کی ایک کرامت میں نے سنا ہے کہ عجلت و رمازی کی ایسی اضل میں خود حضرت کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی وہ یہ تھی کہ حضرت ممدوح بچپن میں محمد بن عمر دانی کے پاس حاکم کی خدمت میں خود رجوع ملازم سے انجام دیا کرتے تھے جب وہ سفر حج میں روانہ ہوئے تو حضرت اسی کام پر ان عجلت و رمازی کے پاس ملازم ہو گئے۔ عجلت و رمازی نے خود بچہ سے کہا کہ ایک دن سید عبد العزیز نے میری بیعتیں اٹھا کر اس پر کھدیا یا اللہ عجلت و رمازی میرے آقا محمد بن عمر کی وفات ہو گئی اور وہ جو رستہ الہیہ میں پہنچ گئے۔ کتبہ سید عبد العزیز ابن سعود رشتہ ماہ ذی القعدہ ۱۲۸۵ھ میں نے آواز دی اور کہا یہ کیا لکھ رہے ہو۔ انہوں نے فوراً قلم اٹھا کر تحریر کو قلم زد کر دیا اور فرمایا کچھ نہیں لکھ سکتا۔ میں اس سے پہلے بھی ان کی کرامتیں دیکھ چکا تھا اس لئے متعجب نہ رہا۔

اور حبیب حجاج و پس اسے تو معلوم ہوا کہ محمد بن عمر کا داد دینے والوں میں سے ایک ہو گیا۔ یہی سنت سنت دینا تھا کہ
 کہ فتح تو حضرت کو مستلزم میں ملتا ہوئی پھر یہ واقعہ کیسے ہوا۔ فرمایا فتح اور کشتی، تو فتح اس وقت سے نسل
 ہو گیا کہ حبیب نے حضرت بنی فشتالی کی امانت کو پہنچا تھا۔ مگر وہ تمام اتنی کہ حبیب کسی شے کی طرف رجحان کرتا تو وہ
 شے نام نہ ہو جاتی تھی گانہ بجز اس کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا جس زمانہ میں آپ محمد بن عمر کے پاس ملازم کے منصب پر
 پائی رہ کر رہا آپ کا وہ تھا ایک ذرا دیر ہو گئی تو غریب آپ پر بڑبڑایا اس پر آپ کو شامہ آیا وہ فرمایا وہ بھی میرا
 پیاسا ہے چوبک در ہوا۔ لہذا یہ دیکھ کر بھی نہ ہو گی۔ چنانچہ صبح سے لے کر عصر تک بہت سی کڑیاں جھلیں مگر پانی
 نہ ملے گا۔ پھر رات میں محمد بن عمر کہیں گئے ہوئے تھے حبیب سے تو سارا قصہ معلوم ہوا کہ کھینٹنے کے پیار سے محمد بن عمر نے
 تیرے وقت پر سے ساتھ بیٹھتے رہے اور تمہاری خدمت کرتا رہتا ہوں مگر تم نے خسار دینا چاہتے ہو جس سے تم کو ڈر نہ ہو۔
 کہ اس کو کیا فائدہ پہنچا۔ اس میں نقصان تو میرا ہے اور یہی کوئی فائدہ نہیں۔ غرض شیخ کو ترس رہے تھے اور فشتالی نے
 کہ بتیہ کرتے رہتے حضرت نے خود فرمایا کہ یہ شرمناک ہے۔ کیونکہ در حقیقت اگر میں کام نہ بھی کرتا تو وہ مجھے حیرت دیا کرتے
 اور یہ کہ کر کے کہ میں تم کو بیک وقت کی غرض سے رکھے ہوئے ہوں مگر کام کی ضرورت نہ ہوتی۔ لہذا یہاں سے کڑیاں دیکھ
 سکتے ہیں۔ درہم کہ تم لوگوں کو آپ جولاہا تو آتا نہیں اور دیکھو پانی آجوں تک نہ۔ ہاتھ دیکھا تو پانی پانی تک نہ ملتا
 یہ قصہ میں نے بہت لوگوں سے سنا۔ ورنہ خود حضرت مدوح سے بھی سنا۔

آپ کی ایک بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ سے کسی علمی مسئلہ میں نہ ملے۔ توں دریافت کیا تو فرمایا وہ دانی ہونے کے
 سبب کہ یہ مسئلہ بہت بڑا تھا۔ پتا رہتی کہ جس مسئلہ پر سب کی اتفاق ہوتا اور جس میں اختلاف ہوتا، دونوں کو واضح فرماتے
 تھے۔ اور دوسرے پاس کے مسئلہ میں جتنے بھی اقوال ہوتے سب کا ذکر کر دیا کرتے تھے۔ یہ سب پر سوال کیا میں
 اتنا کہ کر رہتا رہا۔ نیز قرون ہائید میں جو تراش ہو چکے تھے ان کی بھی واقفیت نامہ رکھتے تھے۔ ایک دن میں
 آپ کے ساتھ ہوا۔ اٹلیس میں تھا کہ کرج درجی درگزرا کہ سبب دریافت کر بیٹھا تو اس بار میں آپ سے ایسی
 انیس ترقی پائی جس کو آپ نے جیسا شخص نقل کر سکتا ہے مسئلہ شکوہ اس کتاب کا تذکرہ کیا جو قرون میں
 ہوا۔ جب وہاں آئے تو حضرت محمد بن عمر نے ہوا۔ اتنی اور اس کو حقائق ابن جبر سے تاجہ سنتی میں اور قریبی سے تذکرہ میں
 ہوا۔ مدبر ارم نے اس کے اپنی تصانیف میں مفصل بیان کیا ہے۔ میرا ارادہ بھی ہوا کہ ان کی میں سے آپ کو سنائی
 کہ یہ شخص اس واقعہ سے کہ وہ اس نے چاہا بیان فرماتے تھے کہ وہ اس نے ہوا۔ ہاں میں نے اس کو سنایا۔ کہ انہوں نے
 کہ اس کو سبب یہ ہوا تھا۔ ورنہ اس شخص کا نام جس کو آخر میں میں اس کتاب کو خطاب دیا جو شامہ مع دیگر سسر
 کے ہیں کہ انہوں نے سبب نہیں ہے۔ غرض آپ کی کہ میں اتنی بہ شہرہ اور ان سنت ہیں کہ اپنی اور اپنے دوستوں
 کا قصہ اس سے کہ کو فرمودہ و ترقی کریں تو ایک نیم کتاب بن جائے۔ مگر یہ کہ اسے اتنی ہی مقدار کافی ہے۔

اس لئے اس پر گفتگو کرتا ہوں، سترہویں مرتبہ ایک بڑی کرامت، یعنی صدیقی نے تصدیق و استقامت علی لدین سے، اس بحث کو پس
نے شروع کیا تھا، سی مرتبہ ایک بڑی کرامت پر اس کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ شروع میں جب مجھے آپ سے ملاقات ہوئی
اور آپ کی وسعت عین ان رفیقان ایمان کو میں نے دیکھا تو آپ کی آزمائش کی غرض سے صبح اور موعودہ صبح میں آپ سے
استفسار کرتے تھے کہ میرے پاس صدیق مر جلال الدین کی سیوطی کی تالیف کے کتابہ بدرالمتن شریف فی ردیث فتنہ
موجود تھی جو ایک عجیب کتاب ہے کہ حقیقی اور عیشہ عام ہر گون میں مشہور ہیں سب کو حدیث تہجی پر ترتیب دیکر ہر مرتبہ کے
مقتضی یہ نسخہ برعکس کرنا چاہئے یا من گھڑت (موضوع کسی حدیث کے تحت کتاب سے منسوب نہ رہنا چاہئے کہ نہایت
نفیس کتاب ہے چنانچہ میں نے حضرت شیخ سے پوچھا کہ، مِنْ ثَمَّ أَنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ بِمَنْفَعَةٍ كَثِيرَةٍ سَيَاخِرُ
کیسی حدیث ہے۔ فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے چنانچہ علامہ سیوطی نے بھی یہی کہا ہے میں نے
پوچھا اور کُنْتُ كَذَّاءً لَا لِيَعْرِفُ لَوْ فَرَمَا يَہُیٰ ابی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے۔ علامہ سیوطی نے بھی
یہی لکھا ہے کہ لا اصل له پھر حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ كَوَسْطَانٍ فَرَمَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے نہیں فرمایا چنانچہ احمد بن حنبل کی قول بھی یہی ہے اور علامہ ابن الجوزی نے اس کو الموضوعات میں کتابت ہے۔
اور ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مجہول ہے۔ علامہ زرکشی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ہذا تفاد
موضوع ہے، البتہ ہی علامہ سیوطی نے اپنی دوسری تالیف، التلخیص المصنوعہ میں اس حدیث
الموضوۃ عند میں اس کو موضوع لکھا ہے، اگرچہ درمستشرقہ میں ایک دوسری تصحیح حدیث کو کتب بائنا
ہے مگر اس سے حدیث مشہور کا صحیح ہونا ثابت ہوگا۔ اس کے انشاء پر مستور موضوع رہی گئے: یہ ہمہ ہذا شاید
بھی حسن کی مرسل حدیث ہے اور ابن جریر نے شریعت میں لکھا ہے کہ حسن کی حدیث مرسل قابل استدلال نہیں
ہیں پھر اس حدیث کے متعلق دریافت کیا اِتَّخَذُوا عِنْدَ اَنْتُمْ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ كَوَسْطَانٍ فَرَمَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نہیں فرمایا۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے الحادی فی افتادہ میں یہی لکھا ہے۔ پھر اس حدیث کے متعلق دریافت کیا اَوَّلَ مَا خَلَقَ
بِتِلَاٰثٍ لَا تِلَاٰثٍ سَخَرَتْ لِيْ وَالتَّحَاكُّ تَسَرَّتْ لِيْ وَكَوَسْطَانٍ فَرَمَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا چنانچہ
ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے پھر علامہ عروسی کا فیما بین ابن الجوزی کی بابت دریافت کیا فرمایا یہ حدیث
نہیں ہے چنانچہ علامہ سیوطی کی درمیں ہی تو ہے پھر اَلْکَلْبُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ كَوَسْطَانٍ فَرَمَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا
ابن جریر نے شریعت میں سیوطی نے سالی مصنوعہ میں اور ابن الجوزی نے اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ كَوَسْطَانٍ فَرَمَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بالتفاد کے متعلق سوال کیا فرمایا حدیث نہیں ہے چنانچہ علامہ ابن کثیر نے اور انشر میں علامہ ابن الجوزی نے اور علامہ
سیوطی نے درمیں ہی لکھا ہے، لکن میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی نہ حدیث میں نہ دریافت کیا اور آپ کا جواب بالکل
علامہ حدیث کے متعلق پایا اس سے زیادہ عجیب و غریب بات یہ پائی کہ میں جب اس بحث میں آپ سے گفتگو کرتا تھا تو ایک حدیث

میں آئی ہے مگر سلمہ بنی نہیں آئی اور دوسری حدیث جو سلمہ میں آئی ہے مگر بخاری میں نہیں آئی آپ درود کو متعین فرمادیتے تھے۔
 حریب پر راہم تھی کہ چپا اور مجھے محقق ہو گیا کہ حدیث کی شناخت آپ کو پوری ہے تو میں نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کی سوانح معلوم
 کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ تو حریب دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام پسند نہیں سکتے پھر دوسری مرتبہ یہ سن کر کہ یہ تو انسانی
 حریب کے زعم میں بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے بابت آتی ہے حریب گری کہ میں نے اس میں کوئی حریف تو نہیں دیکھا ہے اس وقت
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حریب کسی کے منہ سے نکلتا تھا تو اس سے ایک نور برحق ہو گیا اور حریب دوسرے کا عدم منہ سے نکلتا تھا
 تو نور سے نور ہو گیا پھر ایک مرتبہ میں نے اپنے ہی سوال کیا تو فرمایا پھر رت کر یہ اس کی حد ملتی رہے میں یہی کہ بات ہے
 قرآن کی روشنی تو سب پر ترقی ہے اور حریب اس کو خدا نہیں مانتی تو یہ سطور اپنی حیات پر رہا ہے اسی مرتبہ میں قرآن حریب نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا زمانہ تھا تو ان کے انوار میں نور از زمانہ پیش ہوئی ہے اور حریب دوسرے کا زمانہ مشیت میں تو ان کے زمانہ پر نور ہے
 یہ حریب نے معلوم ہو گیا کہ اس میں آپ کا قدم اتنا روشن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہن مبارک سے نکلے ہوئے افکار
 و شناخت میں کبھی نہیں ڈکھتا تو میں نے قرآن اور حدیث میں فرق کے متعلق آپ کو آزانما چاہا آپ نے حدیث قرآن تو کیا بھیج سکتے تھے
 حریب کے دوسری سوچیں بھی آپ کو یاد نہ تھیں چنانچہ میں ایک مرتبہ قرآن مجید کی کوئی کی کوئی آیت پڑھا اور پوچھا کہ حضرت یہ قرآن
 کیا حدیث ہے آپ فرماتے کہ یہ تو قرآن ہے پھر دوسری مرتبہ ایک حدیث سناتا اور پوچھا کہ یہ حدیث ہے یا قرآن تو فرماتے
 کہ یہ حدیث ہے قرآن اس کا بھی بہت کچھ امتحان کیا حتیٰ کہ ایک مرتبہ میں نے کہا کھا ففعلوا صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمایا
 انا لا ادری ہذا من القرآن واللہ بے یومہ رسول فرمایا اس میں کچھ قرآن ہے اور کچھ
 حدیث ہے اور میں نے حدیث العصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سے نکلنے والی حدیث سنائی تو فرمایا کہ یہ حدیث ہے
 یا قرآن حریب نے اس حدیث سے استفسار کیا وقت غلام کی ایک بیعت تھی ہوئی تھی یہ سن کر وہ اس حدیث سے
 حیرت ہو گئے حریب نے علم ہو گیا کہ حدیث و قرآن میں امتیاز بھی آپ کو پورا علم ہے اس لیے تو نے خیال کیا کہ قرآن
 اور حدیث قدر سیر میں فرق کے متعلق آپ کو آزانما چنانچہ میں ایک حدیث سنائی پڑھا اور آپ سے
 دریافت کرتا کیا یہ قرآن ہے؟ فرماتے یہ تو قرآن ہے نہ ایسی حدیث ہے جیسی تم چاہتے ہو کہ حدیث
 میں درود ہی قسم ہے جس کو حدیث ربانی کہنا چاہیے میں نے آپ کا ہاتھ چوم لیا اور عرض کیا کہ حضرت ہاں
 آرزو ہے کہ یہ حدیث قرآن میں سمجھا دیں۔ کیونکہ حدیث قدر کی کو کچھ تو مشابہت ہے قرآن سے اور کچھ بہت
 ہے غیر قدر کی حدیث ہے قرآن کے ساتھ مشابہت ہے بلکہ حدیث میں احادیث کے اور غیر قدر کی حدیث
 کے ساتھ مشابہت ہے اس بارے میں کہ اس کی قدرت کو خدا نے نہیں قرار دیا کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہیں
 معلوم ہے کہ حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہن مبارک سے ہیں اور آپ کے نور قیام میں موجود ہیں
 مگر یہ بھی ان میں سے فرق ہے کہ قرآن میں جو نور ہے وہ قیامت تک رہے گا اور حدیث میں جو نور ہے وہ قیامت تک رہے گا

[illegible]

اور اگر صرف دائمی انوار ہیں تو اس کلام حدیث سے غیر قدسی۔ اور چونکہ آپ نے ہر جگہ اس کے ساتھ اذات حق جوئے نہ ہونے
 لازم و ضروری ہے۔ لہذا جو کچھ بھی آپ کی زیات مبارک سے نکلا ہے وہ سب وحی الہی ہے۔ البتہ انور کی باتوں کے
 اختلاف سے اس کی تین قسمیں بن گئی ہیں۔ اولہ کلام۔ میں نے عرض کیا کہ بات تو بڑی پیاری ہے مگر سوال یہ ہے کہ
 حدیث قدسی اللہ کا کلام نہیں ہے۔ اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا اللہ کا کلام تو جہیب نہیں سکتا اور گویا وہ خود کلام اللہ ہے
 کہ میں کلام خدا ہوں میں نے کہا کہ بذریعہ کشف؟ فرمایا کہ بذریعہ کشف نہیں اور بعد وسط کشف نہیں کہ حق تعالیٰ نے کسی
 کو بھی عقل عطا فرمائی ہے جب وہ کلام اللہ پر کان رکھے گا اور اس کے بعد کسی دوسرے کا کلام نہ سنے گا تو میں نے عرض کیا
 میں فرق محسوس کرے گا۔ گھوڑے کے ساتھ صحابہ کو کہ بیش از بیش عقل کھتے تھے ابائی مذہب چھوڑ کر ان کو ادھر سے ادھر
 صرف کلام اللہ ہے اگر عقل کے سبب قرأت کا کلام الہی ہوتا سورج کی طرح ان پر واضح ہو گیا، اور اگر عقل کے
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف افاضت قدسیہ جیسا کلام ہوتا، اور قرآن نازل نہ ہوتا، تو آپ پر شکر بن عرب
 اور صدیق شکرین ہیں، کو ان ایمان نہ رہتا وہ چیز جس کے سامنے سبکی گردنیں جھک گئیں وہ قرآن مجید ہے
 کہ اللہ سبحانہ کا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے؟ کہ وہ بہت پرستی میں
 غرق تھے، اور اللہ کی پہچان و واقفیت ان کو پہلے سے نفیس نہ تھی پھر کیسے متفہم ہو گئے؟ کیا کہ بیشک یہ اللہ کا
 کلام ہے زیادہ سے زیادہ یہ سمجھ کر بشری حاکم سے یا اللہ کا کلام ہے اور اس جیسا کہ کوئی انسان نہیں کر سکتا
 سو ممکن ہے مثلاً فرشتوں کا کلام ہو۔ فرمایا ایسے دعوے پر جس کی کوئی نظر پڑی ہو، اللہ کی توحید میں سرزد نہ کرے گی
 ہے تو بدیہی و فطری علم اس کے دل میں پڑے کہ یہ سورج کی روشنی ہے۔ اسی طرح جس سے بھی کلام الہی کو
 سنا اور اس کے معانی کو اپنے قلب میں اتارا سنا اس کو علم الیقین ہوا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے نہ کہ جو شائبہ شک
 و شان کبریا فی اس میں موجود، و حسب سطور تعزیر مشتمل ہے، وہ حاصل علم و بصیرت و معرفت حق و حقیقت ہے نہ کہ جو
 ایک صاحب عقل انسان بیدار دنیا کے کسی بادشاہ کی تقریر کے تحت یہ اس کی غیب کی تقریر ہے تو شاہی تقریر میں ایک
 خاص دم نہم پائیکا جتنی کہ فرض کرو کہ ایک اندھا کسی مجمع میں آجیئے جہاں بادشاہ بھی جیسا بیٹھا ہو اور ایک ابدی
 سب کی تقریر ہو نہ گئے تو جس وقت بھی بادشاہ کی تقریر اس کے کان میں پڑے گی وہ فوراً امتیاز کرے گا کہ
 پہلی تقریر اس سے جدا ہے۔ اور یہ فرق ایسا بت ہوگا کہ برائے نام بھی اس کو شبہ نہ رہے گا کہ جو کلام نہ ہوا
 وہ بے رعبی فطری طور پر اس کے فطرتاً ہی بریگا۔ وہ حکوم و موعوب کی گفتگو میں کتابی وہ اپنے کو تعلق نہ پڑے
 ہاتھ مار مار کر کہے مگر نہیں ہو سکتی (جب قافی کا زنی کے ساتھ یہ رنگہ بیٹھ تو کیا پوچھا اللہ کا کلام قدیم ہے۔ حضرات معجب نہ
 قرآن بن سے اپنے رب کو پہچان، اس کی صفات پہچان، اور جس رب سے ہے جس کو پہچاننا نہ صرف قرآن کا سنا
 ہی ان کے لئے اللہ کا علم یقین حاصل ہونے میں اللہ کا انکھول سے دیکھنے کے قائم منت مہر کیا اور جس کی

وانی ان کا یہاں پہنچانا، بن گیا جیسے بنشیں کر وہ اسے بنشیں پر کبھی نہیں چلتا ہے۔ آپت فرمایا کہ کلام الہی کی پہلی
 کئی باتوں سے ہوتی ہے اور اس کی بشر بلکہ تمامی مخلوقات کی وقت سے باہر ہونا کہ یہ جو مسئلہ کے حسبِ نہ ہو
 کرتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کا علم چونکہ عید اور اس کا حکم ناندہ ہے کہ اس کے اجراء کو کوئی ہستی روک نہیں سکتی، لہذا
 اس کا دم اس کے موافق ہوگا اور متعلق کا علم رہش کی کوئی عید بھی نہیں اور اس کا حکم بھی نہ ہے۔ کیونکہ
 دونوں کے سکے کے باہر میں ہیں، لہذا اس کا کلام اس کے علم کے موافق ہوگا کہ وہ بناتے ہیں میرے اختیار
 میں کیا نہیں ہے۔ دوم کلام الہی میں ایک خاص ضرورت ہے جو دوسرے کے کلام میں نہیں کیونکہ ہر کلام اپنے
 مسئلہ کے اس کے موافق ہوتا ہے۔ لہذا کلام قدیم اپنے ساتھ اہمیت کی صفات اور ہستی کی شان کبریائی
 کے ساتھ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جہاں اس میں دشمنوں کے لئے سزا کی دھمکی ہے وہیں اس میں دوستوں
 کے لئے رحمت کی دھمکی ہے۔ اور جہاں دُعا دھمکیا ہے وہیں خوشخبری کا سنا ہے کہ روزوں متفرد کی عیدیں مخلوق
 اور ساتھ ساتھ ہیں اگر اس کے کلام میں اس شریعت اور کہ وہاں نہ ہوتا کہ وہ فرما رہا ہے درنہا میکہ
 سزا کا اس کی ایک عید ہے، تمام شریعتیں اس کے لئے ہیں، سارے بندے اس کے قدم ہیں، زمین اس کی
 متعلقہ ہے، آسمان اس کا ملک ہے اور تمامی مخلوقات اس کی پیدا کردہ ہیں، کوئی ہستی بھی اس کی مخالفت
 نہیں کر سکتی۔ تیسری پہچان کے لئے کافی ہے۔ دوم سب کے لئے یہ راہ۔ یک نون کا شریعت کی کیا ہی غی سے نہ ہو کہین
 نہ فرمائی کرنا چاہئے، مگر تاکہ ہن میں نہ وراثت الہی کی ہر ایک کا درجہ تعالیٰ کو کسی کا نہیں کیونکہ وہ غالب ہے۔ ہند اس کا
 کلام نہ ہو۔ سہم یہ کہ کلام قدیم سے اگر حروف و اشیاء کو یہ دیکھا جائے اور اس میں معانی قدیم باقی رہ جائے تو
 اس کا ایک وقت، ساری مخلوقات کے ساتھ ایسا پاؤں گے کہ عقلی وحی و استقبالی میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ کیونکہ معنی قدیم
 میں نہ تو عید ہے، نہ تجزیہ کر کے پانچویں صورت نہ اندیشہ ہے جب تک کہ بعد حروف و اشیاء سے نکل کر ختم نہ ہو جائے
 دوسری صورت کہ نہ نکل سکے گا، درمیان حیرت کی ضرورت معنی قدیم پر پانی پانی ہے اور دیکھتا ہے کہ ان کی کوئی حد
 و قیاس نہیں۔ سس کے بعد حروف پر نظر آتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک صورت ہے کہ اس میں معنی قدیم
 کو پاریا گیا ہے، جب اس صورت کو چھوڑ کر ہے تو ایک غیر متناہی شے دکائی دیتی ہے، یہ تو باطن قرآن ہے
 اور جب صورت پر نظر دڑتا ہے تو اس کو دو چٹوں میں محدود اور ورق میں محصور و محلیہ دیکھتا ہے، اور یہ ہر
 قرآن ہے۔ یہ جیسے کہ ان کے لئے قرآن کو سنتا ہے تو معانی قدیمہ زحمت نہ دے گا، ایسا صفت دیکھتا ہے
 کہ جس کا یہاں ساری صورت ہے وہ نہیں سکتی کسی طرح وہ معانی قدیمہ سس کی نگاہ حیرت سے
 پہچان سکتے ہیں ہر ایک کا فرق وہ متیر ہے جو غفلت عقلی مدعیہ سس کی معرفت ہے جس کے کلام نور
 کو یہ قرآن کے بیان واقع ہوا ہے کہ سب شے کلام مدعیہ کے لئے اور سسینہ کے عدوہ کا قلم میں بھی

[illegible]

جو مروجی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اس دیوار میں جنت اور دوزخ کھڑی نظر آئی ہیں۔ لیکن جبکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعیرت کا ملہ جبکہ آپ نماز کسوت میں مشغول تھے جنت و دوزخ کی طرف متوجہ ہوتے
لہذا تمامی پردہ کنار کردیاں پہنچی اور پھر اس کو نور البصر تک نہ کر اس دیوار میں منقوش کر گئی جو اس وقت آپ کے
سامنے تھی۔ ہذا پس نے فرمایا کہ مجھے اس دنیا میں جنت و دوزخ کچھ کھڑی دکھائی گئیں اسی حقیقت پر یہ حدیث
متفرع ہے۔ پس اگر دیوار میں جنت و دوزخ نظر آنے کی حدیث پر شکل ہے تو اس اسوہ بہشت و دوزخ
کی کتاب والی پر بھی اشکال ہے، اور اگر اس پر کوئی اشکال نہیں تو اس پر بھی کوئی اشکال نہیں۔ مگر
مبنی صرف یہ ہے کہ کتاب کو قلمی کتابیت سمجھ لیا جائے کہ وہ زہری کتابت تھی۔ علاوہ از یہ اگر قلمی کتابت ہو تو
یہی حدیث اپنے آخری حصہ سے منقطع ہوگی کہ بس میں نہ کو رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول کتاب
کو پھینک دیا۔ لیکن جو تحریر اللہ جل جلالہ کی طرف سے آئی ہو، بالخصوص جبکہ اس میں اللہ کے قبول و بزمیہ و اور
بہترین مخلوقات حضرات انبیاء و اولیاء و صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما و مقادیر لکھے ہوئے ہیں، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پھینک دیتے جبکہ آپ سے زیادہ اللہ جل جلالہ اور اس کے پیغمبروں اور فرشتوں کی تعظیم کرنے والے ساری ناس میں
کوئی ہوں نہیں۔ یہی اصل تحریر ہے مراد صرف وہ صورت ہے جو ابواسطہ لکھتا ہے، زہری کو اصل ہوئی اور زہری
اس کا آجنا نہ محال ہے نہ مشکل کہ آخر تمامی مرئیات رات دن نظر ہی میں رہتی ہیں اور یہ وہ اس کے
بہت چھوٹا ہونے کے بڑی سے بڑی چیز اس میں منقوش ہو جاتی ہے جتنی کہ اساتذہ ہائے دین و دہرہ و دیگر
کی اسی مسور کی دل سے چھوٹی چٹائی میں سما جاتا ہے لہذا حدیث مذکور از قلم مکانات ہوئی، یہی حدیث تہائی
مجازات اور شائق کا کہ از قلم محالات نہیں بلکہ عوام کی عقل ان کی حقیقت سمجھنے سے قاصر و کمزور ہے۔
۱۲۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے اس کے متن میں نہ فقرات
ممدوح سے چند مرتبہ استفسار کیا اور حضرت نے مجھے متعدد جواب بھی دئے مگر تسکین فیہ نہ ہوئی اور مجھے شافی نہ
کی شوق و امتداد رکھنا۔ بلکہ کیونکہ اشکال کا اصل سبب یہ ہے کہ لغت حرفت کا مقصد یہ ہے کہ لغت باطنی
ہے اور جیسا اشکال سورتوں کے شروع حروف مثلاً اللہ ص ق ن وغیرہ کی متعین ہیں ہے، غلط حرف
کہ مفہوم سمجھنے میں کوئی اشکال بھی نہیں۔ مگر ترجمہ تناو افصح ہونے کا باعث ہے کہ اس میں تنا
اختلاف ہوئے کہ دیکھنے والے کی حیرت میں اضافہ ہی ہوتا ہے اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
مراد عام ہے کہ ایک ہی ہوگی مگر علماء کے اختلاف کی تعداد اس کے معنی بیان کرنے میں چالیس توں
تک پہنچ چکی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی بہت ہی دقیق اور پیچیدہ ہوتے ہیں، اور کچھ ترجمہ نہیں ہے
کہ اصل مراد ان تمامی اقوال سے باہر اور ہی کچھ نہیں۔ حالانکہ یہ حدیث حضرت عمر بن الخطاب

[illegible]

سب باتیں کہ جوت ہو ویکھی کسی بشریات سے نہ ہو پھر اس کو مشہور میں لایا جائے۔ در صورت یہ ہو کہ
 حق تعالیٰ نے اس اور علم سے اس کی مدد فرمائی ہو تو جس نے عمر سبب تفصیل علم میں گزری ہو وہ اس کے
 ساتھ کسی ہمیشہ میں بات بھی نہ کر سکے گا اور اس کی وہی معلومت کے سامنے اس کی کسی معلومات کو پاسنگ کی وجہ
 بھی نہ ہو۔ اور تہمت قبض کی خدمت یہ ہے کہ آیت کا روئے سخن اہل کفر و منکرت کی طرف ہو کہ بھی ان پر ہونا ہو
 و کہ ان کے اور کبھی وہی مثلاً فرمات الہی فی قلوبہم فہم یفہموا آیت ان کے قلوب میں اعلیٰ و شکوہ
 مرثیہ ہے یہ اندیشہ کہ مرثیہ میں خدا نہ فرمایا اور ان کے لئے درناک مذہب ہے۔ ان کے کرتوتوں کی سزا میں
 ان کا سبب یہ ہے کہ نور کا شکر اور اہل علم کا شکر باہم شیعہ جنگ میں رہتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام
 کی خدمت میں اس کی حیرت جاتی تھی تو آپ کو لقب بھی ہوتا تھا اور آیات مذکورہ اس صحت میں دہن مبارک سے نکلتی
 تھیں۔ در صورت یہ ہے کہ آیت شریفہ میں مخلوق پر غلبہ ہے خداوندی ورت کی تفصیل سے بحث
 نہ کہ غلبہ علی اللہ کی تو بہر حال اللہ کے انعامات پر جاتی تھی تو آپ کو انبساط ہوتا تھا و آیت تمام
 سبب سے نکلتی تھی۔ حضرت ممدوح نے فرمایا کہ یہ حروف سب میں ہر حرف کی علامت تقریباً ورنہ حقیقت یہ ہے
 کہ ساتوں حروف میں ہر حرف تین سو چھپا ستہ وجود ہیں۔ ہر وجہ کی شرح کی جائے اور ہر آیت میں جتنی بھی
 حرف ہیں ان کو وضع کیا جائے تو یوں کو ان محمدی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے اور ہر ممکن ہے کہ آپ پر یہ بات
 سے بڑھ کر کوئی بھی سبب رکھ کر کسی سبب جس کا خد و حبیب ہے۔ ہاں جس کو حق تعالیٰ نے فتح کبیر عطا فرمائی ہے اسے نور
 ہی نور حاصل ہو گیا ہے کہ جس کو فتح نصیب نہیں ہنرموی ہے کہ جسے اس کی حالت پر چھوڑ جائے کہ اللہ ہر انہی ہم
 کے لئے تشریف لے کر گیا ہے اس سبب میں جتنی بھی حدیث آئی ہیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حروف سبب
 سے ہر ایسے شے ہے جسے قرآن الہامی کے نصق کی کیفیت کے ساتھ تعلق ہے۔ مثلاً حضرت عمر کا ارشاد
 کہ میں نے آسمان پر نہ گیا کہ ان حروف پر قرآن جمید پڑتے ہوئے سنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں
 پڑھائے تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا صحیح ہونا ہی ہر کہ اور ارشاد فرمایا کہ قرآن سات حروف
 پر نازل ہوا ہے جسے ہر کسی آسان معلوم ہو وہ پڑھے۔ اور حضرت کی تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حروف سبعہ ذات
 تہیکہ ہاں ان اصوات عربانی تو ہیں مگر ان میں حضرت ہشامؓ اور حضرت فاروقؓ کا اختلاف کیسے ممکن ہے
 کہ ان کو نہ تہیکہ ہے جو اب محمدؐ فرماویں کہ قرآن سات انوار ربانیہ پر نازل ہوا ہے حضرت نے فرمایا کہ لفظ کا اختلاف
 ہو چکا ہے اس بارے میں ثبوت کے اندر نہ کہ سب سے وہ فرما جائے ان ہی انوار ربانیہ کے اختلاف کی کہ حروف کا
 وجود و انہی ناشی بہت و تفصیل سے۔ اور زبیر ناشی ہے حروف سات سے۔ اور زبیر ناشی ہے حروف سات
 سے۔ اور ہر آیت کے کلمات صلی اور فلاق مخصوص ہیں۔ حیرت میں نہ حضرت کی یہ خدائی تقریر

[illegible]

پائے گا اور خیر سے تکلیف پائے گا۔ اور قبض کا جزو ثانی یعنی انحصار تو یہ کہیں کی جا تا رہے گا کہ جب وہ کسی
 اس کو مزہ آتا ہے اور کھیلنے میں کثرت ہوتی ہے تو نصف کا حصہ دیتا ہے اور باقی نصف اس کے لئے کہ نصف
 اسی سے ممکن ہے جس کو خیر میں لذت ہے اور شریعت کے لئے کہ جزو دوم یعنی لذت سے لذت
 یہی قبض ثانی میں ملے گا کہ اس کو خیر سے لذت ہوگی اور یہی وہ لذت ہے کہ قبض
 ظہانی میں ان کے سب شریعت پر عکس ہو جائے گا۔ پس اگر تاملی چیز قبض منہی ہوئے تو یہ قبض ظہانی ہوگا
 جو شیطانی اور تمرد کنڈ میں پڑتا ہے۔ یہ ہے کہ قبض کا جزو اول یعنی لذت سے لذت
 ظہانی میں اضافہ ہی ہوگا کہ کسی کی شریعت میں قبض کو بھی ممکن نہ ہوتی ہے اور اگر قبض کے لئے
 جزو دوم عکس ہوئے اور قبض نہ ہوئے تو قبض کا جزو دوم منہی کا سبب رہتا ہے کہ قبض اس کے لئے تو
 منہیت ہونے کے سوا یہ حال میں کسی قبضی کو ذوق ہوگا۔ یہی حال ہے کہ لذت سے لذت میں
 ثورانی کا علی ترین درجہ حال ہو رہا ہے۔ اور اگر لذت میں وہی قبض ملے گا کہ قبض میں لذت ہوگی
 ہاں سبب ثورانی میں جس تجاؤز اور شان تو منع ہوگی کہ دوران اس کے جزو دوم میں یہی اور قبض ثورانی کا جزو دوم
 ہو جائے گا جیسا کہ قبض میں غریب ایک جزو یعنی انحصار متعلق ہوگا۔

اسی طرح نبوت کے ساتھ اجزاء ہیں اولیٰ حق کوئی اور میں کا مشورہ اور لذت سے لذت پائے
 یا کہ کہنے پر مجبور کرتا ہے۔ اور یہ اس کی طبیعت ثانیہ اور شریعت ثانیہ ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 مخالفت اور غریب سے لذت لینے نہ ہو بلکہ گردن کٹنے کی اپنی طبیعت ثانیہ ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 چند چیزیں شریعت میں لذت ہے چاہے کہ ان غریب صلی اللہ علیہ وسلم تو یہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 کھیلنے یا گھر سے نہ ہاں آخر دشمنی پر پل پڑے اور سبب سے لذت لینے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 مگر پاؤں توڑ دینا آپ کے ستمندوں و ثبات قدم میں مندرجہ ہے۔ اور یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 اور ظہانی حق کو اس کے خلاف کا تصور بھی ممکن نہ تھا۔ اس لیے بعد غریب تو یہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 بعد کے کسی شریعت پر ہندوں کو ہمارے ہاں کے ہمارے اور میں کی طرح پڑتا ہے اور ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
 کہ حبیب کوئی چور غریب کہتے تو وہی ہوتا ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 داتا یا کسی ہی ان کو کھانے کی چیز دیجاتی حتیٰ کہ ان کو قتل بھی کر دیا جاتا ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 اس دن میں سے حضرت ممدوح کا مقصود حق کوئی کہ مراد سبب سے لذت لینے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 پر انصاف ہے کہ حق یہ کہنا کہ ان کی طبیعت ثانیہ بن گیا تو یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ
 دوسرا قصہ یہ بیان فرما کر کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ یہی وہی ہے کہ

موجود ہے۔ اور اس کا کام یہ ہے کہ خلعت کی انواع مختلفہ کی طرف توجہ کرے اور ان کو یہ سستی نہ دے
 بلکہ ان کے سامنے میں کچھ دفع کرتے ہیں ان کو ایسا متبادر کرنا چاہیے کہ ہر شے اپنی جگہ کا متبادر کیا کرتی ہے اس وقت
 کا نظر کے سامنے آئے اس کے ساتھ بغض رکھتے ہیں مدد پہنچتا رہے گا۔ درجیب اس کے استفسار دہنی ہو جائے گا تو بغض کی
 دائمی ہو جائے گا۔ پس باطل کے ساتھ یہ دائمی بغض ہو ایک لحاظ کے ساتھ بھی کہ نہ پہنچتا چیز ہو نہ اس کے ساتھ نہ ہونے
 عفو ہے اور اس کا منشا وہ نور ہے جو نمازات میں قائم ہے اور اس نور کا قتل و قتل بھی ہے کہ جو اس کو ہلاکت پہنچا دے
 اس کو نفع پہنچا دے، اور اس سے توڑے یہ اس سے جوڑے اور اس پر حکم کرتے یہ اس سے دور کرے اور اس سے کہ
 بہ سلوک کرے یہ اس پر احسان کرے۔ پس وہ عفو ہے کہ یہ ثنائت ہو نہ ہوتی چیز ہے اور اس سے کہ اس سے کہ اس سے کہ
 اس کا سبب نور مذکور ہے اور وہ نور سبب میں دیکھا جاتا ہے چنانچہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے عفو و درود کی یہی شہادت ہے
 یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ ثنائت میں جو محبت کا ملکہ جس سے ہر کوئی درجہ نہیں ہے۔ آئندہ سے علیؑ علیہ السلام
 دوسرے کو چھل نہیں ہوئی، اور اس کا سبب یہ ہے کہ ارمیت و تقبیل و تہجد ہر سہ نور کے قلمی اجزاء ہیں جو ثنائت
 محمدی میں آیا ہے وہ کسی ذات میں نہیں آیا، درجیب ذات محمدی میں یہ اکیس خصوصیات ہیں یہ تمام اکیس خصوصیات
 یہ خصوصیات ثنائت کا تو ان کے انور میں نہیں ہو گئے اور سرور کی شہادتیں اور درجہ چھل نہیں ہو گئے اس سے
 کی پہلی شخصیت ان کیس خصوصیات پر ترقی تو یہ اکیس انور اس خصوصیات ثنائت میں ہو گئے۔ یہ پہلی خصوصیات
 ثنائت کا نزول بائیس خصوصیات پر ہوا۔ بائیس انور اس میں گناہ ہیں۔ وہ پہلی خصوصیات ثنائت کا نزول بائیس خصوصیات
 پر ہوا اور ان کے تیس انور اس میں مندرج ہو گئے۔ علیؑ علیہ السلام کیس خصوصیات ثنائت کی پہلی خصوصیات ہیں
 مرکب ہو، بائیس نور سے۔ یعنی ایک نور اس کا نور درجہ اکیس انور کے تیس خصوصیات ثنائت کے نور ہے کہ ثنائت
 کی دوسری خصوصیات ہیں مرکب ہو، تیس انور سے۔ یعنی ایک نور اس کا نور درجہ بائیس انور کا نور ہے کہ نور
 نور ثنائت کی ثنائت کی تیس خصوصیات ہیں مرکب ہو، چھل انور سے۔ ایک نور اس کا نور درجہ تیس انور کا نور ہے
 کے سوا اس کی دوسری خصوصیات ہیں کہ تیس خصوصیات ثنائت پر ہیں۔ یہ انور اس کے چھل انور کا نور ہے کہ نور ثنائت
 اور آپ کی معرفت انیس کی شرح تو ہر دان از طاقت ہے نہ کہ یہ ہے کہ ان خصوصیات ثنائت کی ثنائت ثنائت
 دیکھانے کے سامنے آئے اور یہ اس کے اجزاء و خصوصیات کی جو تفصیل کی گئی ہے اس کی حقیقت و حقیقت کو دیکھنا
 تحریر کے سامنے آئے اور یہ ان تمام اجزاء کے انور کو ان تمام نور پر تہذیب کو بیان کیا ہے کہ ایک ایک خصوصیات
 نور دیکھنا انور اس میں سلسلہ درجہ کرتے جاؤ اور یہ دیکھو کہ آخرت علیؑ علیہ السلام کی شان کتنی بیشمار و شریف ہے کہ
 اختیار زبان سے لکھا ہے کہ بعد از ان بزرگ توئی تمہارا تہذیب علیؑ علیہ السلام و کہ بعد از حسنہ و جہاد و فساد
 کسی طرح روح کے ساتھ جہاد میں جہاد دل ذوق و نوار کہ ایک نور ہے جو روح میں سرایت ہے جو ثنائت

جزوہ طہارت ہے۔ یعنی روح کی وہ فطری صفائی و تسکین الٰہیہ جس پر ہر انسان پیدا کی گئی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں سنی و زہنی۔
 صفا حسنی کے روح میں ہونے کی وجہ تو یہ ہر سب سے کہ روح ایک نور ہے اور سب کا سب نہایت درجہ صفا و تسکین ہوتا ہے
 رہی معنوی صفا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معرفت با حقیقہ و معرفت حق ہر یہ دونوں خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ اس کی شرح یہ ہے
 کہ اپنے رب کی پہچان تو تمامی مخلوقات کو حاصل ہے کہ ناطق ہو یا صامت اور جاندار یا ذی حیات ایک چیز بھی یہی
 نہیں ہے کہ چیز جس میں یہ بالسنی معرفت موجود نہ ہو کیونکہ عدم سے وجود میں نہ آتا موجد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ہذا جو شے الٰہی
 نسبت سے بہت ہوئی وہ اپنے خالق سبحانہ سے وقت و عمارت ہوئی جس کا کہ شوق تمام کی بحث میں بیان ہو چکا ہے
 پھر حق تعالیٰ جس بندہ پر مہربانی فرماتا ہے اس کے باطن کوئی ہر بنا دیتا ہے اور اس کا فیضان ہر اپنے رب کی معرفت سے
 جو اس کے ہر جز کو بالحق نصیب تھی باخبر و گاہ ہوتا ہے کہ باطن کی طرح بیرونی ہر جز و باطن کی عمارت بن جاتی ہے وہی عمارت
 کا علیٰ درجہ ہے جو حق تعالیٰ نے تمامی ارواح کو پیش از ہر شے جمیع اجزاء و اشیاء کے ساتھ در اندک کی حالت میں مگر باوجود اس
 صفائی و عینیت میں متفق ہونے کے ذاتی چٹائی بڑی کے اختلاف سے بہت فرق ہے کہ کسی ملک و قوم
 چھوٹا ہے در کسی کو بڑا پس جس کا حجم بڑا ہو گا وہ ہر سب سے کہ اس کے جز و اشیاء کثیر ہوں گے اور کسی کے عمارت
 زیادہ ہوں گے در تمامی ارواح میں باعتبار مقدار کے بھی سب میں بڑی و ضعیفی متعلقہ ہے کہ سب کے سب غنی و کم
 روح محمدی ہے کہ ساتوں زمین اور ساتوں آسمان کو چھوئے ہوئے ہے مگر یہ اس کی رسالت آپ کی ذات مبارکہ سے اس
 کو اپنے اندر ستایا ہے اور اس کے تمامی سر پر حاوی ہو گئی ہے سبحانہ اس کی قدرت جس نے ذات محمدی کو یہ قدرت
 بخشی۔ پھر روح کا قید و چوکیدہ فضا میں ہر وقت و محبت ہے نہ کہ قیدی کی طرح گرنے کے ساتھ در دوزخ کے امیون کا وہ چوکیدہ
 چکا ہے اس لئے روح نے اپنی حسی و معنوی صفائی سے ذات کو پہنچائی کہ صفا حسنی سے ذات میں خزانہ صفا
 پیدا ہوتا ہے اور صلاحت و ثبات میں چار باتیں ہوتی ہیں۔ اول ہر کسب و کار کا ثقل جاتا رہتا کیونکہ ثقل و ثبات ہر
 اسی قدر میں جہاں ثبات ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ شہرتیں برپا ہوں گی اور یہ برصاف و صفا سے اس میں کدھکے ہوئے
 آتے کی سبب ہو آوے۔ کیونکہ خراب و خرد کی بولسی ہوتی ہے جیسے سڑی ہوئی کھجور کی بد بو۔
 سوم۔ رنگ کی صفائی اور اس کی شناخت یہ ہے کہ زردی ناک ہو کہ شرب خون کا رنگ سیاہی ناک ہو کرتا ہے
 اور جتنا سیاہی کی طرف بڑھے گا اسی قدر اس میں جہت زیادہ ہوگی۔ چہاں کہ مراد صفا ہو اور اس کی
 عمارت یہ ہے کہ شیریں ہو کیونکہ حبیب خون کا مزہ چلی ہوئی چیز کا ہوتا ہے۔ نہ صرف حبیب جو ہر غنہ و صفا
 صفا ہوگی تو تمام خور و شربانی اس سے نکل جائیں گے اور شہادت نفسانیہ کی سیار کٹ جائیں گے پھر جب ذات
 کو یہ صفا حسنی و معنوی دیتی ہے اور اس کو ہر کسب و کار کا فیضان ہر اپنے رب کا عارف
 بنجاتا ہے پس ذات محمدی چونکہ روح شریفہ پر عید کئی اس سے اسکی صفا حسنی و معنوی ذات مبارکہ کو فیضان

دوسری سے جڑ کرنے کی قابلیت بخشی کہ مثلاً ایمان کا نور ایک نور ہے مگر اس کی بشمار انواع ہیں کہ ہر مومن کا نور
جدا ہے اور کسی سے ہر ایک کا فرق و بہشت میں جہد ہو گا مگر غوام نشتر تو کیا معنی اگر مہا سنگھ بھی ہوں تب کی
میتا ہی ہوئے، اور ان کی معلومات بھی کتنی ہی شمار سے بیرون کیوں نہ ہوں ہر حال محدود ہو چکیں، جن کو غیر
مخلوق سے ملنے کی نسبت ہے جیسے سیدنا خضر علیہ السلام نے ایک سمندر سے چوچ پکڑ کر پانی لیا
و سے پرندہ کوڑیہ کر پانی سے سیدہ سدر سے کہا تھا کہ میری تمامی تکوینی معلومات اور آپ کی تمامی تشریفی معلومات

نہ ہر یہ دباغیہ کو معلومات ابھی سے نسبت ہے جو اس پرند کے چوچ بھر قطرہ کو اس بھرنا پیدا کنے کے لہر چ
پانی سے نسبت ہے۔ اور یہ بھی محض سمجھانے کے لئے تھا ورنہ ہر سب سے سمندر کا پانی یکے قطرہ آب سے کتنا ہی
بیشمار بیرون کیوں نہ ہو پھر بھی قطرہ کی حرج محدود و متناہی ہے، اور معلومات ابھی کی نہ کہیں حد ہے نہ کوئی قہر۔
بنا معنی نہ کہ یہ تمامی مخلوقات کی معلومات سے بیشک بیش از بیش اور بے شمار سے ترقی بیرون ہیں کہ درجہ
محقق انسانی میں بھی نہیں سما سکتیں مگر معلومات ابھی کے سامنے بہت کم اور محدود ہیں۔ رہا یہ کہ ہر عقیدہ

و قوت و ران کے عواقب سے آپ کی نادانیت امتداد میں آتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
بہت عظیم، بے لعل کائنات انسانی کے لئے معلومات کے استعمار میں توہر اور اتفاقات کی تفریق نسبت کو یکے سے ہر
ذات و ذاتی ہے نہ کہ ایک اور توہر نہیں ہے، ان اتفاقات مشغول ہے اس سے اچھا و بڑھ کر مسلمان میں ہر شے میں مستعد
نہ ہو گی چنانچہ کئی مہمات کی شرح میں مولف نے اس کو بیان کیا ہے یا ممکن ہے کہ تیرہ سو مہمات یا کسی
مہمات سے قیاس سے اپنے محبوب کے لئے اس غیب کو شبہا وہ نہیں نہ یا تو یہ شرح میں مہمات غیر متناہی
میں بشیر مہمات پر سطح نہیں فرمایا، ان چند جزئیات اور ان کے حقوق پر بھی مطلع نہیں فرمایا کہ صاحب فراموشی کا معاملہ
کون سا ہے۔ اس میں شانِ مہم کی تحقیق بھی نہیں اور آپ کی کتب و مذاہن معلومات کا موقوف میں کوئی سہ لہ
جہد یا ملک بھی نہیں، تیرہ سو چارم بھی ہے اور اس کا یہ مطلب ہے کہ روح کے تمامی جز میں ہم کس شرح سریت
ربانہ سے جیسے نامی یعنی نبیارت و سماعت اور قوت شہد و لمس و ذوق، جز و روح میں سریت
کے لئے ہیں کہ نہ بھی روح کے تمامی جز میں قائم ہے اور پھر بھی تمامی جز میں موجود ہے۔ اور سمیع بھی
تمامی جز میں پائی ہوتی ہے حتیٰ کہ روح کا ایک جز بھی مینا نہیں جس میں تم و تنوع و تفرق و ذوق و لمس موجود
تہجوں چنانچہ ہر جہت سے دیکھتی ہے اور ہر جانب سے سننے، چمکنے، اور چھوتی ہے پس روح کو
جہت سے محبت ہوتی و وہ پردہ اٹھ جاتا ہے جو دونوں میں حایل تھا تو روح اس وسیع کوزت
کے پھر آتی ہے اور ذات بھی اپنے تمام جزا سے کٹے اور چھپے اور اوپر اور نیچے اور دیس اور بائیں جہت سے
دیکھنے لگتی اور سوا کھٹے اور کھٹے لگتی ہے۔ غرض جو شانِ روح کی کتنی وہ ذات ترائی کی ہوتی ہے

[illegible]

پھر پھر بھی خود لایا اور خود ہی اس کو پھونکا اور خود ہی اس کا چہرہ بنایا اور پسپا پھر خود ہی کڑی لایا خود ہی اس کو
چیرا اور خود ہی چوکھٹ اور کواڑ بنائے۔ پھر خود ہی چنان کی اور رڑے رکے بنائے۔ منسوب بنیادوں پر مستحکم ستونوں کا ترسیل
مکان مکمل کر لیا اور ان اول تا آخر کسی ایک کام میں بھی کسی سے کوئی مدد نہیں لی، اور جو کچھ بھی کیا وہ اپنے فکر اپنے
فکر اپنے دماغ اپنے ارادہ اپنی تجویز اپنی قابلیت سے کیا حتیٰ کہ مکان کا ہر جزو اور ہر شے ایسی ہو گئی گویا اس کی مبعوث
و فطری ہے اور اس کے فکر و دماغ میں ہر وقت حاضر ہے کہ کہیں غائب نہیں ہوتی۔ اب فرض کرو کہ وہ کچھ دنوں کے
لئے باہر چل گیا اور اپنے ساتھ ایک ورثہ شخص کو لے کر واپس آیا اور دونوں اس مکان کو دیکھنے لگے۔ ہر چند کہ آئندہ سے
دیکھنا دونوں کا یکساں ہے، مگر پہلے شخص کو اس مکان کا جتنا علم ہے وہ اس دوسرے شخص کے علم سے بدستور بڑھا
ہوا ہو گا کہ اس کو مکان اور اس کے تمام اجزاء کے اجزاء اور عمل کی تفصیل اور تفصیل کی تفصیل سب ہی کچھ معلوم
ہے۔ کیونکہ خود اسی نے بنایا ہے اس لئے مکان کے تمام دیواریں اور بیروں و اندرون کا جتنا اسے علم ہے
دوسرے کو ہرگز نصیب نہیں۔ یہی حال علم کامل کا ہے کہ وہ شے کے تمام دیواریں اور اجزاء اور اجزاء
اور تفصیل و تفصیل انتہا صیل کو محیط ہوتا ہے اور نور و غیر گہری سطح میں بھی صرف غائب تک پہنچتی ہے
اندر نفوذ کر کے باطن تک پہنچتا تو بڑی بات ہے اور یہ مثال بھی محض تقریبی ہے کہ علم کامل کی تہذیب کسی
تمثیل میں آہی نہیں سکتی، جسے حق تعالیٰ نصیب فرماتا ہے وہی شے کہ سب سے میں نے دریافت کی کہ ہر شے اور
علم میں آتی کیونکہ وہی؟ فرمایا کہ نور علم بمنزلہ برتن کے ہے جس میں سفید و صاف اور ایسا قاصد پانی ہو جیسا کہ وہ پانی
اصل خلقت میں ہے۔ اور فرض کرو دوسری برتن میں مختلف قسم کے متباہین قطرات آب سے مرکب پانی موجود ہے
کہ ایک قطرہ گرمی اور ایک شہریں اور ایک ترش اور ایک ٹھنڈا وغیرہ وغیرہ۔ پھر ہم اس مرکب پانی کو کسی
خالص پانی کے برتن میں ڈال دیں تو یہ دونوں مخلوط ہو کر آمیز ہو کر بمنزلہ ایک پانی کے بن جائیں گے یا نہیں؟ میں
کہا کہ ہاں بن جائیں گے فرمایا پس جب برتن گویا علم ہے اور دوسری برتن بمنزلہ معلومات کے ہے کہ معلومات مختلف ہوتے
کی ہر متباہین و مختلف ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ مختلف قطرے مل جلیں گے ایک ہو جاتے ہیں یا یہ متمیز و متباہین
رہتا ہے؟ فرمایا سب خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے پانی اپنی تہذیب پر ڈالا اور فرمایا دیکھو مشاہدہ تو علم ہے۔ اس
کے بعد دوسرے پانی کی ایک قطرہ لے کر اس پر ڈال دیا اور فرمایا بتاؤ یہ قطرہ اس میں خلط ملط ہو گیا یا نہیں؟ میں
کہ خلط ملط ہو گیا۔ فرمایا یہ گویا مجملہ معلومات کے ایک معلوم ہے۔ پھر دوسرے قطرہ لیا اور اس کو بھی اس پر ڈال دیا اور فرمایا
بتاؤ یہ بھی مل جلیں گے یا نہیں؟ میں نے کہا سب میں مخلوط ہو گیا۔ فرمایا یہ گویا دوسرا معلوم ہے۔ پھر تیسرا قطرہ لیا
اور اس کو بھی ڈال کر یہی فرمایا۔ اور کہا بس علم میں معلومات کے آنے کی یہی شان ہے کہ نور علم بتا دے ہر
شے باطل خاں ہو جاتا ہے اور پھر تدبیر اس میں معلومات آتے رہتے ہیں اور نور علم بتا دے رہتا ہے کہ علم بمنزلہ

غرضت کے لئے۔ اور شے اگر پہچانی جائے تو اس کا غرضت بھی پہچاننا ہوگا۔ اور چیزیں جتنی زیادہ ہوں گی اسی قدر غرضت
 بڑھتا ہوگا۔ لہذا اس غرضت میں یہ عجیب فاعلیت ہے کہ پہلے قسط پر بہت چھوٹا یعنی صرف اتنا ہے جس میں فقط
 ایک علامہ سمجھ سکے، اور جب دوسرا معلوم آتا ہے تو اسی قدر پردہ بڑھ جاتا ہے اور جب تیسرا معلوم حاصل ہو
 جاتا ہے تو اتنا اور بڑھ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ معلومات کی کوئی حد شمار نہیں لہذا نور علم کی وسعت اور بڑھوتری کی بھی
 کوئی حد نہیں رہتی۔ چنانچہ دوسرا مرحلہ فاعلیت ہے اور اس کا ایک نور ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ معلومات میں سے ایک
 بات کو نہ جانے دے مگر تحقیق کے پاس پہنچنے کی بات ہی ہے اسے محفوظ رکھے۔ اور اگر بر تقدیر
 نا اہل کے پاس پہنچ جائے تو اس کے پاس قائم نہ کئے بلکہ خزانہ میں واپس لے آئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی بھی شان تھی کہ انوار علم کا نیک فرما ہے۔ اور نیک رہنمون و منافق سب ہی ان کو سنتے تھے۔ مگر جو منافق و بد
 طبیعت ہوتے تھے ان پر چل کر بھی نہ رہتی تھی کیونکہ یہ نور ہوتا تھا۔ نور علم کو نہ جانے کے پاس چھوڑ دیتا تھا
 بلکہ اپنی اصل پر یعنی ذات محمدی کی طرف واپس لے آتا تھا اور سب نور علم کے تحقق تھے جن کے متعلق حق تعالیٰ
 فرماتا ہے: *رَكَائُوا اَحْسَنَ بَحَاثًا فَطَنًا*۔ اور معلوم ان کے پاس پہنچ کر تو وہ ویرانہ رہتے تھے۔ غرضت علم کی دو قسمیں
 ہیں۔ ایک پاک علم کہ جس کے نور میں صفی ہے، دوسرا ناپاک علم جس کی روشنی میں گندھاک کی سی نیکیوں سے
 اور راجہ ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کامل آدمی ناقص۔ پس فرض کرو کہ چار شخص ہیں۔ ایک کا علم ہر سب سے
 کامل ہے دوسرے کا ہر سب سے کمزور ہے۔ اور تیسرے کا علم کامل ناپاک ہے اور چوتھے کا ناپاک ہے
 مگر تیسرا اگر چاہوں کسی ایک شخص میں پیدا کر باتیں کرینگے تو وہ ہر ناقص علم و ناقص علم کا ہر کامل علم
 دے گا۔ اور ناپاک علم کا کچھ بھی نہ رہے گا کیونکہ وہ ناقص نہیں ہے۔ اور ناپاک علم ناقص علم و مستفید ہوگا ناپاک
 کامل علم دے گا۔ اور پاک علم کا کچھ بھی نہ رہے گا کیونکہ وہ ناقص نہیں ہے۔ اور چونکہ ملاقات علم کی شان ہے
 نہ صرف اس لئے علم بلکہ علم غیب کے پاس نہ پہنچ سکے گا۔ اور اسی طرح علم غیب کے پاس نہ پہنچ سکے گا بلکہ ہر ایک
 اپنے علم غیب کی طرف توجہ کرے۔ غیب کے پاس جانا کتنا ہے اور طیب طیب کے پاس رجز سوم معرفت لغات و
 اصوات ہے۔ یعنی چونکہ علم کامل میں تمام چیزیں آتی ہیں اور یہ اپنے تئیں و لوزم اور فی تیات و طر حنیات کے آتی ہیں
 اس لئے تمام لغات زبانیں اور حیوانات کی بولیاں و حیوانات کی آوازیں بھی اس کو معلوم ہوں گی کہ معلومات کی
 دو قسمیں ہیں حیوان اور جہاد و جہاد کی بھی مختلف آوازیں ہوتی ہیں۔ مثلاً پانی کی سردی و گرمی جدا ہے۔ اور درخت
 کی کڑواہٹ و شیریناں کی بھی تو میں میں نہ حق اور غیر حق نہ ملحق یعنی انسان کی مختلف زبانیں ہیں۔
 اور مختلف لغات کسی طرح غیر ملحق یعنی پرند اور دیگر حیوانات کی بھی جہد بولیاں ہیں کہ انسان ان کو
 سمجھ نہ سکا۔ اور معلوم کر لیتا ہے کہ فلاں جانور بول رہا ہے۔ اور صاحب علم کامل ان سب لغات و اصوات سے

و تحقیق کہتا ہے۔ اس بارو میں نہایت محنت سے جو تیری میرے سبب سے کھینچا میں نے کچھ نہیں پڑا کہ مذکورہ
کتاب میں بھی آئے گا۔ ان صاحبان محققین کی کوئی آواز نہیں ملتا دیکھو یہاں دشت و شیر و کشتیوں کا علم
وہ بت اندھا جان چکا کہ بہت کم نفع کا نفع باطنی بہت برفاق و رفیق کے درمیان میں ہے۔ اس کتاب کی بی
کے سے معجزہ بنا کر کسی دلی سے کہے کہ مستحکم صورت میں بھی اس کو نہ ہر فرد دیتا ہے بڑا پیار و خواہش و تحقیق
کہ جزو روح میں نور تیز کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ بہت کی تحقیقات نفسیہ میں اور کسی شے سے متاثر
وجہ کر دیتی ہے۔ پس جب درجہ بدرجہ تمام شے و معجزہ ہو کر آتا ہے، خود درخت سے پر پھونچتی ہے تو نور تیز کی کہ شے
وہ اس معجزہ و علم یعنی معرفت علویہ کا کہ شے نہ ہو جاتا ہے کہ یہ شے کا نفس میں ہی خفا ہے۔ نفس
نظر کے سامنے آتا ہے۔ اور جب معرفت و نور میں یہ عام اثرات میں قدر و عدم جیسا کہ قدرت و غیرہ سے کہہ رہا
تجربہ نہ ہو۔ اور باقی و درجہ بدرجہ کمزورت و غیرہ میں مکلف نہیں کہہ سکتا۔ یہ ہے کہ اس نورانی
سبب کہ نہایت کب ہو گی اور کس طرح ہو گی اور اس سے درجہ بدرجہ کو تیز کر کے کہہ سکتا ہے۔ اور اس کے
نہایت، نہ بد کیے ہوئے چاہے پھر سے کہی کہ خفا میں کہ نور و نفس میں ہی ہے۔ اور یہ قناعت کس کے لئے ہے
اور قناعت اسباب اور ان کے متعینیت کی ہو سکتی ہے کہ شے کے متعلق یہ قناعت ایک نورانی اور شے کے
کی کہ نور و نور قناعت شے کا کہ اس میں کوئی اور شے نہ ہو۔ اس طرح معرفت و قناعت شے کی قناعت و تیز ہو جائے
اور نور تیز نہ کہ بزرگ کو تیز کر کے نہایت یا نورانی شے پر سکتا ہے اور پھر یہ نورانی قناعت شے قناعت کو قناعت
ہر جہتی کے خواہی کہ درجہ درجہ کی پھر اس قناعت و نور کے سامنے آئے۔ اس کی صورت بہت درجہ
جگہ ہے کہ نہایت محنت سے کہہ سکتا ہے کہ یہ نورانی قناعت شے قناعت میں ہی ہے کہ یہ
جزو تیز و نورانی جن و نفس کے ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ قناعت بہت کم صورت میں کہ
تین تیز و نورانی شے اور نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت
کی معاشی خواہی کہ اسباب و نورانی شے قناعت میں کہ نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت
کسی کتاب میں کہ نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت
وہ شے و نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت
کہ کیا تعلق شے قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت
داخل ہے جس کو فی زمانہ قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت
اور ان شے قناعت کی نہیں جانتے کہ قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت
کشمیر علوم ہیں۔ نیز اس نور و شے کے اسباب و نور کی معرفت کی کہ نورانی قناعت شے قناعت میں کہ نورانی قناعت

[illegible]

کی چیزیں اس وقت اس کی نگاہ میں صرف سامنے کی ایک جہت رہ جاتی ہے اور باقی جہات اس کی نظر
 میں محو ہو جاتی ہیں۔ یہ حالت علم کا مال کبلاہتی ہے جو صرف صاحب قیاس کو نصیب ہوتی ہے اور یہی مقہوم ہے
 اس حدیث کا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم کو اپنے پیچھے سے بھی سینا ہی دیکھتا ہوں جیسے
 اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں، کہ باوجودیکہ صحنہ یہ آپ کے پیچھے ہوتے تھے مگر ان کو اپنے سامنے سے دیکھتے تھے
 جیسا کہ سامنے سے دیکھتے تھے۔ پس اگر صاحب علم عزت و جہت میں کچھ بھی فرق محسوس کرے تو
 اس کی علامت ناقص ہے۔ مال نہیں۔ ساتویں مرتبہ نور سے نسبت ہے اور اس کا پہلا جزو روح کو ذات نفسانی میں لانا
 و محبت کا قیام کرنا ہے اس کی شرح یہ ہے کہ پاک ذات میں نور ہو کر رہتا ہے جو ان کے میان باقی رہتا ہے
 ہیں۔ اور ان نور کے مختلف قوت پر وہ رہے روح کے قیام و سکونت میں منفعت اور قوت کا کہ نور میں مادہ
 کشش کا اور روح نور انور جسم میں امتیاز ایمان کا نور ان کے نور سے بہت زیادہ صاف اور چمکدار ہے۔ ہذا
 جب کسی ذات میں اس نور میان کو دیکھتی ہے تو اس کی حریت کچھتی اور اس کو شیریں و خوشگوار پر لذت دیتی ہے
 پھر تیس ذات میں نور ایمانی مثلاً ایک باقیہ بر بہت اس میں روح کی سکونت جس میں محبت و رضا کے ساتھ ہوگی جس
 پر بعد از یادہ اس کی سکونت با نرفضا اس ذات میں ہوگی جس کے اندر نور میان مثلاً دو باقیہ کی برابر ہے۔
 چنانچہ تیس۔ غلو و زریہ میان کی نور میں کثرت ہے۔ علم صاف کے اجزائے ہر شے کے جہاں
 ایک نور میں نور ہے اور ان اجزائے نور کا ٹکس ذات پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دنیا میں بھی شمع پہنچتا ہے
 کہ نور میان قوی و شمیم ہو جاتا ہے۔ اور خدای تعالیٰ ہر ہی شے کو بھی ابھر جنت کی نعمتیں بن جائیں گے۔ اور ان
 سے متبع ہو کر مفرض کر کے در شخص میان میں باقی مساوی ہیں۔ مگر ایک سے دت پھر اعمال حسد کے اور سزا
 کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ تو جس وقت دونوں سو جائیں گے نیکو کار کو نور میان زیادہ چمکے گا اور کھیلے ہوگا اور
 دوسرے نور میان کی بہ نسبت کمند و بے حریت ان نور کو دیکھتے ہی سمجھ لے گا کہ اس سے اعمال حسد کے اور سزا
 فداں نیک کام کئے گئے کہ ہر عمل نیک نور میں پیدا ہوتا ہے اور ہر سہم کہ رسالت یعنی حق تعالیٰ کی
 رسانی سے بڑھ کوئی کام نہیں اس لئے اس کے اجزا اور نور سے بڑھ کسی ایک نور نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت
 رسول عبید صدوق و سیدم کے ایمان کے نیک بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر حضرت انبیاء میں متبعین کی
 قوت و کثرت کے معنی سے انہی فرق مرتب ہوتا ہے (کہ چونکہ متبعین کی ہدایت و صلاح کا مسئلہ پیغمبر کی ہدایت
 ہے اس لئے ان کے ایمان و قدامی اعمال صاف و بقیہ قرار دے ان کے ایمان و قدامی پیغمبر کے ایمان میں
 کثرت ہے۔ میں لہذا جس کے متبعین جتنے زیادہ ہوں گے اسی قدر اس کے پیروں میں صاف نور ہو سکے گا۔ اور ہر
 کثرت متبعین میں کوئی رسول نہیں یا اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر نہیں پہنچا۔ ایک شیب نہیں کہ کثرت

محمد پر قمانی مسلمان کے متبعین کے مجموعہ سے بھی زائد ہو) اس لئے آپ کا جرم قمانی پیغمبروں کے طور سے موقوف ہے۔ اور اس لئے آپ کے بیان کو فوراً ہی تنقیح اور غنیمت ہے جس کی کیفیت نہ بیان ہو سکتی ہے نہ کوئی اس حد تک پہنچ سکتا ہے۔
 شہنشاہِ عالمگیر کی ذات میں ان کی ارواح کی رہائش جس محبت و رضا کے ساتھ ہے وہ دوسروں کی ارواح کو غیب نہیں۔ اور یہی خاص رہائش ہے جس کو ہم نے جزا و رست میں شمار کیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ذاتِ محمدی میں روحِ محمدی کی رہائش تمامی مرسلین سے بھی موقوف ہے، لہذا یہ جز و رست بھی ذاتِ محمدی میں انتہا و کمال پر تھا۔ نیز روح کی رہائش میں اس اعتبار سے بھی فرق مراتب ہوا کرتا ہے کہ کسی کو نور ایمان جسم روح کے مساوی ہوتا ہے، اور کسی کا چھوٹا، اور کسی کا بڑا پس جس کو نور ایمان جسم روح سے بڑا ہوتا ہے اس مومن کی ذات میں اس کی روح، قیامِ زیادہ تو ہی ہوتا ہے، نسبت مساوی اور کم اور بڑوں کے راتوں میں مطلق نور ایمان نہیں یعنی قدرتِ کائنات کے اندر ارواح کی رہائش (برہند نہیں بقدری کی طرح) قہری و جبری ہے بلکہ تدریجی و درجہ درجہ قدرتِ ان کی ارواح کو ان سے انتہا و درجہ کا بغض و تنفر ہے۔ جز و دوم۔ علم کامل ہے ان چیزوں کا جن کا تعلق حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معتدلیت سے ہے اور ان چیزوں کا بھی جن کا تعلق مخلوق سے ملحق ہے۔ پس وہ علوم جن کا تعلق اول کوئیت سے ہے ذکر یہ تینوں علوم، جزاء علم میں بیان کئے جا چکے ہیں، وہ سب اس علم کامل میں داخل ہیں۔ مگر پھر غلام کامل کو جزا بیان کرنا، اس لحاظ سے ہے کہ یہاں ان تمامی علوم شلشہ کی کمال معرفت مراد ہے کہ علوم مذکورہ کا انتہا کی کمال منہ جزاء رسالت کے ہے ہذا وہ ہر سوال میں ہونا رزمی ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ کمال انتہا پر تھا درجہ پر ہے۔

جز و سوم۔ ہر شخص کے ساتھ قول و فعل میں سچی کا برتاؤ ہے کہ اقوال ہوں یا افعال سب ہی حق تعالیٰ کی محبت و رضا کے موافق ہوں۔ کیونکہ مخلوق کو حضراتِ مرسلین کے اقتدار کا حکم جیسا کہ ان حضرات کی ہر قول و فعل میں یہ شانِ قہریہ ہے کہ ہر بات کہتے ہیں حق ہی کہتے ہیں، اور بولتے ہیں تو سچ ہی بولتے ہیں، اور شورشِ جہی میں بھی واقعہ کے مطابق وہی بات زبان سے نکالتے ہیں، اور جب کسی بات کی خبر دیتے ہیں تو وہ ضرور ہو کر رہتی ہے اور اگر کہیں اپنی ہر اس کا خدمتِ نظر آوے تو اس کی تصدیق ٹالنے کی جائے گی کہ حقیقت یہی ہے کہ جو ہم نے بیان کی ہے، اور اس قسم کے چند قصات اثنائاً کتاب میں بھی مذکور ہیں۔ اسی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ کرامہ میں وہ سب جو فضیلتوں کی شانِ حبت میں خوبیاں کے بارہ ہیں ہوئی ہیں۔

جس طرح اہل حبت جن شے کی بھی خواہش کریں گے وہ ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ اسی طرح حضراتِ انبیاء و پیغمبروں کا جب کوئی بات نہ زبان سے نہ لیں گے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی۔ اور یہی مضمون حدیث میں جو کہ جز و رسالت ہے، نہ جہتِ حق کو لیا ہے جو کہ جز و نبوت ہے، اور اس کا بیان نور نبوت کے اجزاء میں ہو چکا ہے۔

چار انگ کے لئے یہ تینوں اجزاء ثابت ہوں گے مع کمال تکس یا ضمیمہ کے۔ اور پانچویں مرتبہ کے لئے یہ پانچ
اجزاء مع بغض باطن کے درجہ مرتبہ یعنی مد بقدر چھ انگ کے لئے ان پانچوں اجزاء میں شامل ہو گا۔ اس سے پہلے
کا قیام اور اس کے ساتھ اس کے ساتھ جو ذرات مشتمل سے خارج ہوتے ہیں اس طرح ہوں گے کہ مرتبہ دوی میں
کمال صورت یا ضمیمہ ہو گا۔ اور دوسرے مرتبہ میں یہ مع بغض باطن کے۔ اور تیسرے مرتبہ یعنی مد بقدر تین انگ میں
یہ دونوں اجزاء مع سکون غیر ذرات۔ اور چوتھے مرتبہ میں یہ تینوں اجزاء مع حواسہ القذاذ کے۔ اور پانچویں مرتبہ میں
ان چار اجزاء مع کمال حس باطنی کا۔ اور چھٹے مرتبہ یعنی مد بقدر چھ انگ میں یہ پانچوں اجزاء مع سکون ذرات
برقنا و محبت کے اور چھٹی صورت میں ابتدا کمال حس باطنی سے۔ اور دوسرے میں ابتدا کمال صورت باطنی سے۔ اور
راز یہ ہے کہ مد و نا انگ حب کہ نفس مشتمل میں آیا تو باطن کی صورت اشارہ ہوا اور کمال حس باطنی میں
ہوا۔ اور بر خلاف مثلاً ماد اور سماء کے کہ غیر مشتمل ہونے کے سبب دو الفاظ میں داخل ہیں۔ اور اندازہ کی تلاش اس لئے
کو تحقیق باطنی سے تعلق ہے۔ لہذا کمال صورت یا ضمیمہ کی طرقت اشارہ ہوا کہ حس باطنی کا مرتبہ تو می نفسانیہ کی تکمیل ہے
اور صورت یا ضمیمہ کی مرتبہ خلقتی وغیرہ تیسری محاسن مثلاً وزی وغیرہ ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ مرتبہ مد
چھ اجزاء میں ہیں۔ حق بات میں نہ شرانہ ہم جنس کی طرقت میدان۔ سو ستی ہم ہری ک کشود۔ سو ستی باطن
کی کشود۔ اجسام موزیہ کا عدم احساس اور جہاں ہم جنس جانے کی طاقت ہم گردن و دوش سے خارج
کلمہ میں ہے جیسے لیسو و او جو و ککد تب تو مد کے پہلے مرتبہ یعنی قلمہ کے ساتھ نہ شرانہ اور دوسرے مرتبہ
یعنی دو دوا کی مقدار کے لئے مع ہم جنس کی عزت مسیون کے۔ اور تیسرے مرتبہ یعنی تین دوا کی مقدار کے لئے
دونوں مع قیام حواس ظاہری کے اور چوتھے مرتبہ یعنی مد بقدر چار دوا کے لئے مع قیام حواس باطنی کے اور
پانچویں مرتبہ کے لئے یہ چاروں مع عدم احساس کے اور چھٹے مرتبہ یعنی تیسرے کے لئے یہ پانچوں اجزاء مع
قوت سریان کے کہ ہر مرتبہ میں مائیل پر ایک کا اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور اگر دو محدود نفس نامہ میں ہوگی۔
تیسرے قیام کو امنا تو پہلے مرتبہ یعنی قلمہ کے لئے قیام حواس باطنی دوسرے مرتبہ کے لئے باعدانہ قیام حواس ظاہری
تیسرے مرتبہ کے لئے یہ دونوں مع میدان ہوتے ہیں جنس چوتھے مرتبہ کے لئے یہ تینوں دوا کوئی میں تو موزیہ
پانچویں مرتبہ کے لئے باضافہ عدم احساس اور چھٹے مرتبہ یعنی تیسرے کے لئے یہ پانچوں اجزاء مع قوت سریان کے
ثابت ہوں گے کہ ہر مرتبہ میں مائیل پر ایک بڑھتا رہے گا اور اس اضافہ کی سبب ہر مرتبہ مد بقدر دو دوا کے مد میں
گویا دو دوا ہیں اور بقدر تین دوا کے میں گویا تین دوا ہیں۔ اور یہی حال اشتہار کا ہے کہ قیام مد کے لئے قیام
گویا اس میں انگ اور بڑھ جائیں گے۔ چنانچہ حق کے لئے بانوہراتیہ ہا۔ یہ چھ اجزاء میں مد و ذرات
جہاں کے صورت سامنے کی جہت میں انحصار۔ انجام سے دو انتہیت۔ اس حال تحقیق کی معرفت۔

ایک کلمہ پر درمت کرتا اور سجدہ کرتا ہے کہ اس کو جس طرح پڑھنا چاہیئے۔ پس جس صورت میں یہ تصور و عمل ہو جائے اور
کھینک بہت شرم صورت کچھ بھی ہو۔ پس جس طرح قرآن مجید کی کتابت شروع ہوئی ہو یا غیبی قیام یا بخیرہ تخلیق یا
نسخ جس قوم اور جس ملک میں جس خط و لوح پر وہ نسخہ ہے کہ کوئی خاص طور پر مورث شرعی نہیں ہے۔
اس طرح الترویج وغیرہ کی کتابت بغیر دو درمقدودہ صورت کرنے کے موقوف نہیں ہے۔ جس طرح کہ کوئی فاضل یا
مورث شرعی نہیں۔ مگر حضرت شیخ کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ رسم خط و قیامت ہی ہے۔ اور بارگاہ نبوت سے اس کی
تعمین ہوئی ہے۔ نہ حضرت صی یہ کہ اس میں ہاں پر بدل ہے نہ کسی اور کا۔ اور حضرت نفس مدعیہ کہ جس نے
امروز یا آقا کہ ندن کلمہ میں ندن حرمت کا اضافہ ہوا اور ندن کلمہ میں ندن حرمت کی کمی کہ اس اضافہ و کمی میں وہ
پوشیدہ میں جن تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی عربی زمانہ جو ہیت ان سے واقف نہ رہا۔
امستیں اپنے ادیان و ازمنہ میں ان سے آگاہ کہتیں اور نہ یہ آئینہ اپنی عقل کے ذریعہ اس کے کیسے کر لیا کرتی
سمجھ سکتے کہ ان سرکار حق تدبیر نے اس خط و نسخہ کے ساتھ قصور رکھا ہے۔ اور یہ رسم خط و قیامت
و انجیل میں پائی گئی نہ زبور یا صوفی بنیاد میں اور جس طرح قرآن بہ خوبی و بے گمراہی سے نقل
عاجز ہے۔ اسی طرح اس کا تمام خدائی معجزہ ہے کہ ساری دنیا مل کر بھی ان سرکار کی رعایت و حرمت میں رزق و روزگار
سمجھ بھی نہیں سکتی۔ اور یہ عقل یا سمجھ کہ ہرگز نہیں آسکتی کہ اس انداز ندن سرکار کی رعایت سے قرآن ہی
و نہ پڑھنے میں دونوں یکساں ہیں نیز کوئی یہ سمجھے کہ کائنات کھاپا پائی ہو اس کے ذریعہ اس میں
کیا رزق ہے۔ اور سورہ حج میں وَذُرْنِی سَعُوْا فِیْ اٰیٰتِنَا مُعْجِزٰتٍ کے مفہوم میں اختلاف نہ ہو۔ اور سورہ مبارکہ
میں ہر جی ہے وَذُرْنِی سَعُوْا فِیْ اٰیٰتِنَا مُعْجِزٰتٍ مگر سَعُوْا میں رفت نہیں ہے۔ اس میں رزق یا بہت زیادہ
فَعَفُوْا لَهَا قَدَّ وَعَفُوْا عَنْ کَیْرِ رَاجِحٍ کے مفہوم میں رفت مذکور ہے اور عَفُوْا کَیْرِ رَاجِحٍ میں رفت
نہیں ہے اس میں کیا رزق بہت درایت اور کَعَفُوْا الَّذِیْ یَبْدُوْہُ عَقْدًا اَلَا الَّذِیْ سَعَفُوْا کے ساتھ رفت بہت زیادہ
اَوَلَیْسَ عَسٰی اَللّٰہُ اَنْ یَّعْفُو عَنْکُمْ مِّنْ شَیْءٍ اس میں کیا رزق بہت زیادہ عَفُوْا کَیْرِ رَاجِحٍ میں
الفت ہے اور یَا وَجَّہُ تَبٰرَکَ وَتَعَالٰی وَہم اس میں نہیں ہے اس میں کیا رزق بہت زیادہ عَفُوْا کَیْرِ رَاجِحٍ میں
صرف سورہ یوسف اور سورہ زمر میں عَفُوْا کَیْرِ رَاجِحٍ ہے۔ مگر یوں نہ کہ یہ رزق بہت زیادہ عَفُوْا کَیْرِ رَاجِحٍ میں
کے ساتھ کیوں آیا۔ یا سورہ فطرت میں عَفُوْا کَیْرِ رَاجِحٍ میں عَفُوْا کَیْرِ رَاجِحٍ میں اس کو حد
کیا گیا۔ اور عَفُوْا کَیْرِ رَاجِحٍ میں سب جگہ رفت یا مگر سورہ نمل میں کَمَنْ کَفَرَ وَکَفَرَ وَکَفَرَ وَکَفَرَ
کہیں یہ رفت کے ساتھ یا مگر سورہ فرقان میں بغیر رفت کے یہ ان میں کیا سورہ میں نیز زُحْرَفٌ رُحْمٌ قَرِیْبٌ
تَجَرَّوْا عَنِ بَکْرٍ مَّصْبُوْرٍ دَکَّکَ وَکَکَ وَکَکَ اور بعض جگہ بھی قاتل کی صورت میں۔ کسی طرح مفہوم

اجزاء و رسالت کے میں آگاہ کر دے کہ اسے سب سے پہلے مجبور و دیکھو و مشہور و تیغوں کے مل کے لئے۔ اور
 سکینت کے لئے۔ اور اس کا تشبیہ مفتوح مشاہد کے لئے کہ سورہ نہ تحریر میں جہاں جی فتح مع تشبیہ یہ ہے وہ
 مشاہد کے لئے ہے۔ پس آئیں بروئے حرفت و قبض ہے اور یہ ہے حرکت نور است، و درم میں اس کے برعکس
 ہے کہ حرفت کی جہت سے نور رسالت ہے و جزم کی رو سے نور قبض۔ و اس میں براہ سے حرفت ثابت ہے،
 بروئے حرکت نور است، و درم میں بروئے حرفت و ذمیت ہے و جزم نور قبض۔ و درم میں بروئے حرفت
 نور روح ہے اور بروئے حرکت نور قبض اور پہلے درم میں بروئے حرفت نور رسالت ہے و بروئے حرکت
 نور ذمیت۔ اور دوسرے درم مشہور ہیں بروئے حرفت نور است یہ بروئے حرکت بھی نور است۔ و
 ۵ میں بروئے حرفت نور قبض ہے اور بروئے حرکت نور ذمیت۔ اور دوسری قدموں میں اختلاف و تفرق
 انور بدل ہو گئے مثلاً زید بن ربابہ شکی کی قرأت کعبہ سے فارح اور شاذہ و مفتوحہ کے ساتھ ہے
 الحکمۃ بتی جس کی لغوی توجیہ تو یہ ہے کہ مفعول معلق ہے بمعنی حمد الحمد۔ و قرأت شہرہ میں
 رفع بذمیر مستند ہونے کے تحت۔ و باطنی توجیہ تابع ہے پیش و زمر کے ذمہ کہ پیش ہوا ہے ذمیت
 تحت۔ لہذا یہ مطلب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہ کے لئے حمد کا استحقاق زیادت سے کیا
 نہیں ہر فرمایا اور آپ کی ذات مغیرہ نے ملکیت ہو کر اس کی التذکرہ میں یہ۔ و زمرہ پانچوں کے لئے
 لہذا یہ مطلب ہوا کہ آپ کو اس بحدہ کامل و حاصل تھا کہ قسم کی حمد و ثناء کا لہذا ہی مستحق ہے۔ یہ آپ کی
 ذات میں اس سے ملکیت و ملتذ ہوئی یا نہیں تو یہ شریف اس سے سب سے سب سے سب سے پیش کی قرأت
 مشہورہ الصبح و افضل ہوئی۔ اگرچہ بلین و ترکیب تقابلی و ستر باطنی دونوں قرأتیں ہیں یہ شرف و استغناء
 میں امام حسن اجمری کی قرأت ہے دو اورت دونوں پر زمر الحکمۃ بتی و ہر کی توجیہ میں درم و انسیب
 اتباعاً ہے کہ وال کے تبعاً درم کو کوئی فرقہ دے دیا۔ اور باطنی توجیہ یہ ہے کہ زمر کی حرکت تو اس
 حسن باطنی کے لئے کئی جس کا یہ مطلب تھا کہ حمد اپنی کو وجہات سے ہوئی اس کے اس کے
 مفہوم سے متاثر ہوا۔ برضات نصب کے کہ وہ حمد کامل کے لئے ہے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ
 حمد ہوتا معلوم کیا۔ اور تکلیف و تاثیر سے سکوت ہے لہذا قرأت مشہورہ الصبح و حسن ہوئی۔ یہ مشہور
 قلیتہ کی قرأت سے لگے میں زمرہ پرانہ کہ حقیقت سے حمید و کسر کی حرکت ہو رہا ہے۔ میں یہ لکھ کر ہوا
 جزو آگیا اور کسرہ جہاں نہیں لازم پر شروع یا درمیان میں آئے کہ وہ کامل حسن باطنی کے لئے ہوا کہ اس
 میں اگرچہ وجہان کا تاثر و حسن فزون پر ہو ہے کہ ثبات تفسیر و تینغ کے زیادہ مناسب ہے لکھ چو نہ یہ حسن
 کلمہ کے قدم ہونے سے قبل درمیا فی درم سے ہوا ہے لہذا اس کی مرجع و رفت ہوا کہ لغت کا احسن

مجبوریت سے روت سے خود غارت نہیں بلکہ عامی سب اگرچہ آست پر اترتا اور پانی میں پرتا ہے مگر نہ روت سے
 حاصل ہونے والی چیز یہ ہیں جو مجاہد و ریاضت سے کنار کر بھی حاصل ہو سکتی ہیں، چہاں کہ اس قدر میں حدیث
 شریفہ نذات علی سبعة درجات کی شرح و تفسیرت حاصل شدہ علیہ وسلم کی سہرا رقبہ و نور ہند
 پر اس کی تفریق نہ ہو سکتی کہ نبی کریم اور رسول غنیم کے قلب کو قرآن کریم اور قرآن غنیم کے نزول کی فریقیت
 کیہ و در حدیب انوار ہونا چاہیے وہ شیخ ہی کی تقریر سے نکشوت ہو اور نہ عام طور پر ہر عیار سے
 اور پانی زبان کے لحاظ سے جو معنی اس حدیث کے بیان کئے گئے ہیں ان کو مقام نبوت سے نہ کوئی مس ہے
 نہ سہرا کیونکہ مختلف تنفیقات کا اختلاف حسین میں اسرار باطنیہ کا دخل نہ ہر باطن سے پہلے بہرہ و محروم کلام
 بنا کر ہے نہ کہ غفرت سے لے کر علیہ وسلم کی سیدہ الہیہ پر نازل ہونے والے کلام اللہ یا مثلاً یہ تفسیر کہ سات
 درجہ سے نرو قرآن مجید کے ساتھ نمایاں ہیں، حدال حرم وعدہ و عیدہ خبر استخبار و نہ حیرتوں کے متعلق
 یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ قرآن سات مفاہین پر نازل ہو ہے۔ لہذا جس طرح آستان محبوب پڑتا ہے۔

نیز اس بارہ میں صحابیہ کی خدمت و باہمی نزاع کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جبکہ یہ مفاہین سب سید کے نزدیک
 مسلم ہیں یا مثلاً یہ قیہ کہ روت سید سے مراد امر، ہی وعدہ و عیدہ وغیرہ ہیں اگر قرآن مجید کی کسی حالت میں کہ
 سب کی کسی نام کے کرے گا، در کسی میں ممانعت ہے کسی کام کی وغیرہ کہ یہ نہ ہو بلکہ یہ ان کی امت
 سب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ کہ قرآن سے قرأت سید و شاذہ کی تو توجہات کی ہیں ان کو نہ روت شیخ کی تقریر
 کہ سات رکوع یا قدیر تو دونوں کا فرق و امتحان ہو جائے گا کہ قرآن کی توجہات کیا کر چکے ہیں یا نہ ہیں۔ ان
 کی کوئی خصوصیت ذاتی ہے کہ کے ساتھ شایع نہیں ہوتی۔ مثلاً کہ ایک یا دو لفظ نہ ہو کہ اس کے ساتھ
 سے تعلق نہ رکھتے ہیں کہ غصہ و کثف کی طرح تخفیف کے لئے ہے کہ یہ بے لگوانی غصہ اور
 غصہ پڑھ دیتے ہیں۔ صراحتی ہر ہے کہ غصہ اور کثف قرآن مجید کے الفاظ ہیں جن سے عربی زبان کے
 الفاظ میں جتن کو تھائی ہے عربی بولت ہیں پس اس کے سکون بغرض تخفیف کو بہت، در حد کے ساتھ کہ
 تخفیف میں ہوئی۔ اس طرح شدائی کے کثف کی قرأت میں کہ تیر ہی ہی عبادت کو جرات ہے تیسرا فی ہے
 اس میں صفت اتق است ہے مانکہ التفت و لعین غائب کے صیف ستموں کرتے کرتے تیر سب کا تیسرا ہے
 یا میں ہر نفس، در ہر ہر فی مردم میں مستقل ہے اس کو نبوت محمدیہ سے کیا خصوصیت، ہاں شیخ کی تقریر
 کہ وہ جو کہتی و شمر اور فی چیز و انتہائیں کے لئے ہے۔ اور نتیجہ میں اس مقدمہ پر روت کی اس کے لئے
 ان سے نہ ہو۔ روت من بعد کے لئے ہے جس کی قدیمے نہ رہا نہ اپنی۔ بلکہ بے خصوصیت، روت سے
 ہے جس کی منہ سے نہ رہا نہ اپنی۔ بلکہ بے خصوصیت، روت سے نہ رہا نہ اپنی۔ بلکہ بے خصوصیت، روت سے

سے متعلق ہو کر معصیت اور جہنم سے منع دینا ہوا اور انھیں حق سمجھیں اتنا قوی ہو کر کہ انھیں میں سے بن
 یہاں کی زندگی اہل جنت کی کی ہوتی ہے، یعنی اہل باطن اور تمامی مخلوق کی عبادت اللہ کے لئے درجہ کی
 تسبیح ذات باری کے لئے مشاہدہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لِنَبِيِّهِ إِلَهُ**
 کہ وہی چیز ہے جس پر اللہ کی تسبیح و حمد کرتی ہو، مگر ان کی یہ حمد تسبیح و حمد انہیں کوئی دینی نیت
 خواہ جس درجہ رفیع و اعلیٰ واللہ کو مستثنیٰ دیتی ہے، اور یہ اہل جنت کی کسی حیات بت کے زیر سے معصوم ہیں
 جو اس قرأت کے ختم ہونے کے بعد وہیں رہیں اور ان کے بعد وہیں رہیں کہ ان کے زیر حیات
 مثل اہل جنت کے لئے ہوا کرتا ہے پس یہ قرأت کسی عبادت کی ہو سکتی ہے۔ چونکہ حضرت معین بن
 جابر رضی اللہ عنہ کی بھی قرأت تھی کہ وہ ہر عرصہ میں سے تھے۔ ہر غارت قرأت مشہور کیا کہ انھیں کے
 کہ جتنی ہی عبادت کرتے ہیں کہ ہر عرصہ میں اپنے نفس کو عبادت میں داخل کر لیا کہ عبادت کو اگرچہ کسی کی
 عبادت نہیں کیونکہ وہ ہر وقت کو خیر کی عبادت میں دیکھ رہا ہے۔ درجہ میں اس کا نفس بھی داخل ہے
 مگر غارت کو خیریت ہے کہ تا وقتہ اسے اپنے آپ کو داخل عبادت کرے۔ لہذا قرأت مشہور ہے کہ وہ
 افسانہ ہوئی کہ وہ شامل ہے عرصہ میں انھوں کو ہفت قرأت شادہ کے کہ انھوں نے عبادت کے ساتھ عبادت
 پتھر میں ہر وقت یہ عبادت ہے کہ زمین و آسمان کے ہر حصہ خود دونوں میں گزرتی ہیں۔ عبادت میں ہر وقت ہے
 کہ یہ فیض نہ کرنا کہ باطنی عبادت کے بعد ہی قرآن مجید کی تفسیر میں کہ ایسا خیال نہیں قرآن مجید کی ہر آیت
 کہ ایک ہی وقت میں قرآن مجید میں غلبہ و غلبہ میں قرآن مجید۔
 کے ہیں۔ اور غلبہ و غلبہ میں قرآن مجید۔ اور غلبہ و غلبہ میں قرآن مجید۔ اور غلبہ و غلبہ میں قرآن مجید۔
 تا جہاں ہے۔ پس اگر قرآن مجید کی تفسیر میں کہ ایسا خیال نہیں قرآن مجید کی ہر آیت
 ہو جائے۔ اور باطن سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ جہاں میں داخل ہونے سے قبل اوقات کی یہ کیفیت تھی۔ اور
 عبادت جہاں کے بعد ان کی یہ صورت ہو گی۔ نیز معلوم ہو جائے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں کہ ایسا خیال نہیں قرآن مجید کی ہر آیت
 اور یہ دعوت ہے کہ یہ ایک ہی شہر ان سابقہ و لاحقہ اس سے کس طرح اخذ کی جا سکتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ
 اجزاء سابقہ یعنی جہاں سے قرآن مجید احوال انھوں سے تحقق رکھنے کے بعد احوال انھیں سے تحقق رکھنے
 واسطے عرصہ و وقت کی ضرورت ہو گی۔ اور جہاں میں داخل ہونے کے بعد ان کی یہ صورت ہو گی۔ اور یہ سب کچھ
 اگر قرآن مجید کو اس لئے پڑھا جائے کہ وہ ہر قسم کی تفسیر کو ان عرصہ کے نور سے کہ یہ جہاں کو
 نہ ہو کہ اس پہنچا دیا ہے۔ تو وہ وقت پر ہوں گے جن کو شکر عمل حیرت ہو جائے گی۔ اور اس وقت معلوم ہو گا
 کہ جہاں سے اس میں ہر عرصہ میں قرآن مجید کی ایک سحر بر سر ہوا ہے۔ اور یہ سب کچھ

[illegible]

پس ہر جے کہ اس سے مرد خدا قرآن کے تلفظ ہی کا اختلاف ہے کہ مثلاً کوئی پڑھتا تھا کہ یٰس یٰس اور کوئی پڑھتا تھا یٰس یٰس اور کوئی یٰس یٰس وغیرہ وغیرہ جس پر قرآن سے سب سے مشہور یہ دیگر قراءت شاذہ کا مدرب ہے کہ اگر حرز باعینہ یعنی قبض و بسط و رسمت و غیرہ سات نور مراد ہوتے تو نہ تو یہاں کسی بہ کا اختلاف ممکن تھا۔ نہ یہ ترتیب جو رسم کی حدیث بروایت ابی بن کعب میں آئی ہے کہ حضرت برہیلہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حق تعالیٰ سے حکم فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیں۔ اگر جب آپ نے اللہ سے درخواست کی کہ میری امت اس کو برائت نہیں کر سکتی تو وہ حرفت کی اجازت ہی۔ اور پھر تمہیں کی حتیٰ کہ آخر میں سات حرفت پر قرأت کرنے کی اجازت ہوئی، کہ حرز سب سے باعینہ نوزت تیری کے امور طبیعہ تھے نہ کسی کے بعد دیگرے نہ اس میں کسی صحتی کا ایک کوینا اور کسی کا ایک کوینا کوینا ہوا ہے۔

معنی ہے خصوصاً جبکہ حضرت عیسیٰ مد علیہ السلام کی حق تعالیٰ سے یہ درخواست کہ قرآن بیک کوست حرز سب نازل فرما جائے مدینہ منورہ میں ہوئی تھی روز ہر ہے کہ نور باعینہ آپ کو ورسدت ہے کہ وقت سے غیب سے مدینہ میں ان کی درخواست کا کوئی موجب ہی نہیں ہو سکتا حضرت کشن نے فرمایا کہ نور باعینہ کی کشتی مجزا ہے جس کے ہے درمختص اختلافات ہنرمند یہ ہے کہ جو شخص اس پر کوٹا جت کرے گا وہ جسم کا مشر نہیں بلکہ در حقیقت جسم ہی کوٹا جت کر رہا ہے کہ یہ نام ہی جسم کے ٹکس کا ہے، پس یہ کہ ورسدت جسم کی ورسدت چاہتی ہے اور یہ کہ لہو جسم کا تعدد چاہتا ہے۔ ہند جس نے ایک حرفت نزل لیتی ایک تذوہب اس نے ایک حرفت جسم لیا۔ یعنی قراءت کے لئے ایک نور باعینہ مبین کیا اگرچہ اس کا وجود وقت گدی میں ہے۔

فعل کے دو حرفت لئے اس نے دو حرفت جسم لئے یعنی جس نے دو تذوہب اختیار کئے اس نے دو حرفت لئے نور باعینہ کے دو نور مبین کئے اگرچہ موجود ہیں سکتے۔ فعل ہر جسم نے سات حرفت جس نے سات نور جسم کے ہیں سات تلفظی اختلافات پر تو در ہوا تو ساتوں نور باعینہ محمدیہ کو جو کہ طبیعت محمدیہ میں قدیمت ہو چکا ہے، خداوند کے سات وقت یاں پس اختلافات تلفظی کا ثبوت عین اختلافات نور باعینہ کا مثبت ہے اور اس پر قدرت و قدرت ہی جس نور باعینہ کے سات و موزوں کا کشتہ و کشتہ ہے۔ جب میں نے عرض کیا کہ حضرت کی برکت و منانیت سے کچھ نور سب سے باعینہ تو ثوب سمجھ میں آئے مگر سب سے اختلافات متفیہ بھی اگر حضرت در سمجھ دیں تو پھر کہہ ہوگا کہ اس کے در اختلافات لغات ہے جیسے کہ بعض مصرعہ کا فون ہے مگر پھر اس میں مختلف قلوب ہیں کہ کسی نے سات لغات کچھ بیان کئے در کسی نے کچھ دیا، اختلافات حرام و رہے جیسے کہ دیگر مصرعہ کا فون ہے اور نور سب سے باعینہ دلیل حضرت محمد اللہ بن مسعود کی یہ حدیث مروی ہے کہ قرآن سات حرفت پر نازل ہوا ہے یعنی زجر ہر حرفت از مہ فکرم متشابہ انداز سب امثال۔ ہند حدیث کو حدیث کو حدیث سمجھو در ترجمہ کو حرم، اور جس بات کا

جن کو روایا و احادیث کہتے ہیں لہذا اجزاء و ثبوت میں داخل ہوئی ہیں کہا کہ کس بنا پر تو دو جزو ہوتے ہیں ثبوت کے۔ لہذا حدیث میں یہ ہونا چاہیے تھا کہ اچھی خواب دو جزو ہیں مگر اجزاء و ثبوت کے۔ مگر کہہ سکتے ہیں کہ علیہ السلام نے اس کو اجزاء و ثبوت کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ خواب کا مدار درحقیقت نزاع حشر میں ہے۔ کہ جزو آدمیت ہے۔ باقی لہجیرت کہ جزو روح ہے۔ اس کی معرفت کرتی اور وہ رہتی ہے۔ جیسے دور بین سے کسی چیز کو دیکھیں تو دیکھنا درحقیقت کا۔ مگر نظر اور قوت بانہرہ کا ہے۔ اور بین دور بین کی اور نگاہ کی موافقت کی ہے۔ لہذا دو جزو نہیں بلکہ ایک ہی جزو ہو کہ حق تعالیٰ نے جب کسی بندہ کو شہنائی حصہ نکل لیتا (اور مادہ ظہر سب فرماتا) ہے تو اس کے فکار و تخیل سے سب امور پیش میں گھبراہٹ کرتے ہیں۔ اس کو اچھی خوابیں نظر آتی ہیں۔ اور جن میں یہ شہنائی حصہ موجود ہوتا ہے اس کے فکار اس کے فکریں و خیالیں ہذا اس کو بڑی خوابیں نظر آیا کرتی ہیں۔ شہنائی کی یہ تقریر محض کشف اور صدق و معرفت ہے۔ ورنہ غیب میں کس کی نہ بھی ثبوت کے اجزاء و بیان نہیں کئے۔ بلکہ ان کی شمار کو متعلق ثبوت کی معرفت رکھتے ہیں۔ ان پر بحال کرنا ہے البتہ علامہ حلیمی نے خواب کو ثبوت کا چہیا لیسواں جزو ثابت کرنا کے لئے حضرت نبی و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصائص کی ایک فہرست دی ہے اور چہیا میں کی شمار پورا کرنے کے لئے بہت کچھ تفصیل سے لکھا ہے۔ یہاں ثبوت کا سبب بانی جزو اللہ پاک سے بدو و سفر کی مکرنا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ میں تمام امور ہوتے ہیں۔ ان کے رشتہ چہارم فرشتہ کا نصب میں اقل و پیغمبر کماں عقل و شہنائی قوت و طاقت کہ ایک پارسیل پر ہی صورت یہ دیکھا ہے۔ ہفتم اجتہادی مسائل میں غلطی نہ کرنا۔ ہشتم زیر کی فہم کہ ایک حکم منصوص سے کثیرہ کی مستند کرنا۔ نہم کماں رہ کر وہ چیز دیکھ سکے جو دوسروں کو نظر نہ آوے۔ دہم کماں سماعت کہ منتہائے زمین کی وہ باتیں سن سکے جن کو دوسرے نہ سکیں۔ یازدہم کماں ششم چہیا کہ یعقوب علیہ السلام سے ثابت ہوا کہ حضرت یونس کے روتہ کی بو کو (مسافت لبیدہ سے) سونگھ لیا۔ دوازدہم بدنی طاقت کہ ایک شب میں مہینہ بھر کی مسافت کے روتے۔ سترہم آسمانوں پر عروج و حسیا کہ شب معراج میں نکلا ہر پیراں چہار دہم وحی کا آنا گھڑیاں کی گونج کی طرح۔ پندرہم بدنی طاقت کہ کرنا چہیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی ایک یہودی عورت نے ہنری کے گوشت میں زہر ملا کر دیا۔ ثبوت نے آپ کو خبر دی کہ میرے اندر زہر ملا ہوا ہے، نہا تاتے کا بولنا کہ جس شب میں جہانم سے نجات مجید کسنا تھا اس کی اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درخت سے لٹی تھی۔ کچھ اور بولنا چہیا کہ مہر کی تیری کے وقت وہ تنہا بچوں کی طرح رویا حسین سے مبارک گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ پر بھسا کرتے تھے۔ پندرہم کماں بولنا کہ حضرت علی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو بھی درخت یا پتھر پڑتا تو وہ آپ کو سدھ کرتا تھا۔ پندرہم کماں بولنا کہ مہر کی تیری سے

[illegible]

[illegible]

نبوت سے نسل جاتا ہوتا نہیں بلکہ یہ واقعی اور حقیقی ہے مگر دوسرے لوگ بجز تھینہ کے اس کی حقیقت کو سمجھ نہیں
 سکتے اس لئے کہ نبوت اس مرتبہ کا نام ہے جو کسی نبی کے ساتھ مخصوص ہے اور وہی نبی اور غیر نبی کا ماہ الفرق و امتیاز
 ہے اور اس کے چند شریک ہیں مثلاً اللہ کی ذات و صفات اور مذکورہ در آخرت سے متعلق امور کی حقیقی معرفت جو نبی کو حاصل
 ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہو سکتی، نہ نبی کے مثل کثیر معلومات اور نہ اتنی زیادہ تحقیق اور قوت لیتیں نیز نبی کو
 ایک فیض نور سے ہے جس کے ذریعہ وہ مذکورہ کتب اور عالم ملکوت کی ایسا مشاہدہ کرتا ہے جس میں اور
 دوسروں میں ایسا ذات ہوتا ہے جیسا بینہ اور نہ ہوتا ہے۔ نبی کو وہ نور ملتا ہے جس کے ذریعہ وہ آئینہ ہوتے
 والے واقعات کا اور ک اور لوح محفوظ کی کتایت کو ایسا مطالعہ کرتا ہے کہ اس میں اور دوسروں میں نہ کہ الطبع
 اور حسیہ تخیل کا ساتھ ہوتا ہے۔ نبی کی ایک خاص شانت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے لئے خوارق عادات
 امور ایسے ہوتے ہیں جیسے دوسروں کے لئے اختیاری افعال۔ پس ممکن ہے کہ ان خواص نبوت کی انواع
 اور پیران کے جزاء نہ کہے جائیں۔ مگر اول تو کیا ضرور ہے کہ چھپا لیں ہی نکلیں۔ ممکن ہے چھپا لیں نکلیں یا
 نہ؟ اس خفیہ۔ دوم اگر چھپا لیں پورے ہی کر لیں اور خواب کو اس کا جزو بنادیں تو فربہ ہے کہ وہ محض تھینہ اور
 غلطی ہوں گے۔ نہ وہ جو کہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھی، نہ غلامہ و نازی لکھتے ہیں کہ عالم کے لئے
 ضروری نہیں کہ وہ پیشی کا چہرہ اور تفصیل علم ہی رکھتا ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے یہ عالم کے لئے ایک مدتیہ و زبانی ہے
 چھپا لیا ہے چکر وہ علم جو تا ہے اور اس کے اس کا علم کچھ ہی نہیں دیتا، پس بعض مسائل وہ ہیں جن کی مراد ہی معلوم نہیں،
 نہ زبان نہ تفصیل، جیسے حوت مقدسہ و میثاق، اور بعض خود ہیں جن کی مراد اجماعی کا میں علم ہے مگر تفصیل کا علم
 نہیں۔ اور یہ مسئلہ کہ یہ دنیا لہذا ہے کہ چھپا لیں جو اور میں کا ایک جزو ہے، اسی قبیل سے ہے کہ اجمالی علم
 حاصل ہو گیا۔ مگر چھپا لیں کی تفصیل معلوم نہیں، اور ابو سعید شافعی نے لکھا ہے کہ بعض اہل علم نے اس کی
 یہ توجہ کہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا نہایت رسالت پر مہیہ تک
 خواب میں وحی فرمائی کہ خواب میں تو کچھ دیکھتے صبح ہی اس کو چھو رہو جاتا، پھر اس کے بعد تیس سال تک
 صبح کی میں وحی نہ ملے ہوتی رہی۔ بعد وحی منہ می کی مدت ہوئی بیداری کی مدت کا چھپا لیا وہاں حصہ پڑا
 مگر اس تقریر میں چند غلطی ہیں۔ اول یہ کہ وہ منامی کے بعد کی مدت میں علیرکھا خدوت ہے۔ کسی کے نزدیک
 چھپا لیا سال سے ایک بیٹا سال تیس سال مدت تفیق نہیں ہے۔ دوم اگر تیس سال تسلیم بھی کر
 لیں تو چھپا لیں کی راجحہ کے متعلق یہ توجہ صحیح ہوتی۔ مگر دیگر روایات کا راجحہ میں ۵۴۰ سال، ۴۰ سال، ۲۰ سال
 اور ۱۰ سال وغیرہ آئے ہیں، کیا جواب ہوگا۔ سوئم وحی منامی کی مدت کا چھپا لیا ماہ ہوتا بھی ہے دلیل
 اس پر یہی خدوت نبوت ہے۔ چہاں وہ وحی منامی کے بعد کی مدت تیس سال بھی خالص وحی بیداری

کے لئے نہ تھی۔ بلکہ اس میں بھی آنحضرتؐ کو سچی خوابیں نظر آئیں۔ لہذا اس وحیِ فانی کا اتنا حصہ اور اس سے
 نکل کر ابتدائی چھ ماہ میں شامل کر دئے تو بنایا ہوا تند سب پھر جاتا رہے گا۔ اسی اصل "ان خیراتہ" سے
 مذکورہ کے برابر دینے کی بھی ارجحہ کوشش کی گئی ہے مگر سب میں بڑا اشکال تو یہ ہے کہ اس حدیث سے مقصود
 آدمیوں کی زیادہ صالحہ کثرت و فضل بیان کرنا ہے کہ اس کو نبوت کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی ایک
 کو چھپانے کے ساتھ ہے، اور اس توجیہ کا مطلب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ شریفہ میں جو صورت
 اتفاقیہ پیش آئی (کہ چھ مہینے صرت سچی خوابیں نظر آتی رہیں اور پھر تمامات بواسطہ جبریل امین نازل ہوتے
 رہا، جن میں کافی بے گناہوں کا مفہوم یہ ہوا کہ (تو دریا و صالحہ نہیں) بلکہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربی
 دیکھنے کا زمانہ آپ کی بیداری کی وحی کے زمانہ کا چھپا لیاواں حصہ تھا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ صالحہ کی بہ خواب
 میں یہی نسبت ہوا کرے۔ چنانچہ ابن ابی حیرہ نے بھی اس کو رد کیا اور کہا ہے کہ بس میں بدین یا دنیا کا کوئی
 سائر انامہ حاصل ہوا۔ اور ایسا کلام ایسے فصیح و بلیغ پیغمبر کی طرف منسوب کرنا جس کو جامع انامہ ہونا مسلم
 نہ کس طرح مناسب ہو سکتا ہے۔ شاید اس تامل کا مقصود صرف اتنا ہے کہ نبوت میں اور دنیا و مافیہ میں
 فی العید مناسبت ثابت کر دے اور اجزاء کا عدد کسی طرح کھپا دے۔ مگر یہ سید۔ ولین دیکھیں کہ شان کے تہ
 نہیں، پھر روایات مذکورہ کے ختمات رفع کرنے میں علماء نے بہت کچھ تکلفات کیں ہیں کہ امام حیرہ سے تو یہ کہ
 ہے کہ اسے بہت دور کی روایت پرسلوٹ کی سچی خواب کے بارہ میں سے اور چھپانے کی روایت سے تو من و دنیا
 کی خواب کے بارہ میں اور اس کی درمیان کی واسطیں ملحوظ رات یہ صحت و دینداری درمیان مومنین کے بارہ
 میں اور بن لیل کہتے ہیں کہ اعداد میں صحیح ترین روایتیں ہیں۔ کیا چھپانے کے اجزاء والی اور دوسری شے
 اجزاء والی اور خواب کی بھی دو قسمیں ہیں ایک علی و واضح۔ مثلاً خواب میں دیکھا کہ کسی نے اس کو بل دیا
 ہے اور صبح کو بیداری میں یہی صورت پیش آوے کہ کوئی شخص اس کو بل دے دے یا اسے دوستی قسم وہ خواب
 ہے جس میں تعبیر کی ضرورت ہو، پس محتاج تعبیر خواب نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہوگی، و واضح
 خواب تعبیر لیاواں جزو۔ کہ جتنے عدد کم ہو گئے اسی قدر خوب غلطی سے بعید اور صدق سے قریب ہوگی۔ اور
 بعض علماء نے اس پر اتنا اختلاف کیا ہے کہ وحی کی بھی دو صورتیں ہوتی ہیں کہ کبھی حضرت جبریل وحی نازل کر
 آپ اس کو بکھڑاتے، اور کبھی وحی آتی تو آپ کو سخت سردی میں سپینا آجاتا تھا۔ واللہ اعلم۔

۴۰۔ میں نے حضرت مدوح سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا کہ کوئی خواب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور کوئی
 کاتبِ شریفان کی طرف سے۔ فرمایا کہ ذاتِ انسانی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو ہر وقت حق میں مشغول اور حق کے ساتھ
 وابستہ ہیں۔ اور دوسرے وہ جو ہر وقت باطل میں منہمک اور باطل سے وابستہ ہیں۔ اور ان میں

[illegible]

تبعید دی کہ سات سال کی سپید اور کو خشک سال کے سات سال کھا جائیں گے اور انیسائیں ہزار فرمایا چنانچہ
 اس میں حصہ تھا سیدنا یوسف علیہ السلام کا کہ آپ کی کشتی اور تیلی خانہ سے رہاں اور کشتی پر تعلق
 یہی سبب ہوا لہذا اس کی خواب سچی ہو گئی۔ خداوند عز و جل کو فرمایا خواب سچی نظر آیا تو سبب شریفی کے واسطے کہ
 اس خواب کا تعلق ہو۔ اور ہارٹ و منہ کی اس خواب کا تعلق تمامی رہاں اور ہاں ملک کے ساتھ تھا کہ قند کو مہیت
 سب ہی پر پڑتے وانی تھی سم لہذا اس خواب کا واقعہ کے موافق تشریح و تفسیروں کی غرض سے ہوا۔ تاکہ حق
 دیکھنے والے کی خاطر میں نے کہا اچھا منہ کی تپاں خانہ کے قیدیوں کی خوابیں تو ان ہی کے لئے خاص تھیں۔
 غیر کا ان سے کوئی تعلق نہ تھا حالانکہ وہ واقعہ کے موافق اور سچی ہوئیں۔ فرمایا وہ سب کے سب یہی سبب تھے
 کا حق اس میں شامل تھا کہ حیل خانہ سے رہاں اور حق تعبیر میں کمال یوسف کی کشتی اور تپاں پر تعلق ہوا
 سبب وہی خوابیں بنیں۔ الحاصل اہل خدمت کی خواب کبھی سچی نہ ہوں گے جبکہ اس میں کسی اور تپاں کا حق شامل نہ
 یا اس میں خواب رکھتے والے کے لئے مذہب حق کے حق ہونے کی شہادت ہو یا اس کو تپاں مستحق
 سبب بنے وغیرہ۔ پھر میں نے پریشان کن خواب کے تعلق دریافت کیا کہ کوئی اور واقعی ہوتا ہے ان تصورات چپاں
 اور کوئی دھوکا پریشان کرتے کے لئے شیطان کی طرف سے ہوتا ہے کسی قسم کا بھی تصورات نہیں چپاں۔
 نیز وہ قصہ بھی سنایا جس کو دارمی نے سیمان بن سیار سے روایت کیا ہے کہ ایک تہہ رتھانے میں خواب ہوا
 تجارت پر اس میں گیا ہوا حق خواب دیکھ گیا اس کے گھر کا ستون گر گیا۔ اس کے گھر چھوٹا ہو گیا۔
 اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: تشریف لے کر
 شوہر لیا نیت والپس اس کے گھر اور تہہ رتھانے سے بلن سے دیندار بن کر رہا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ آئی اور تہہ
 تشریف فرما تھے اس لئے حضرت عائشہؓ سے اپنی خواب بیان کی حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں: اربعہ خواب
 سچی تھے تو تعبیر یہ ہے کہ تہہ رتھانے کو تہہ رتھانے سے بددین بن کر رہا۔ اور تہہ رتھانے سے بددین بن کر رہا۔
 صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ حضرت عائشہؓ نے اس خواب کی اور اپنی تعبیر کہ آپ سے تہہ رتھانے کی۔
 صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارا گزارا اور فرمایا اسے عائشہؓ حیب کہی کہ اس کو تعبیر دیا کرو تو اپنی تعبیر دی کہ تہہ
 اپنی تعبیر کے موافق ظہور پڑتی ہے، فہمے جس طرح پانی مانع سے شربت کا کہ کوئی نہ پئے یہ چکر رہا۔
 برحق میں بھی پانی کو ڈلو گے پانی اسی شالی پر ہو جائے گا۔ اسی طرح خواب میں حق تعالیٰ نے یہ فرمیت کہ تہہ
 کہ تعبیر دینے والا بڑی یا بھلی جیسی بھی تعبیر دیا وہ اسی مثال پر ہو جائے گا۔ پھر ممکن ہے کہ صحیح تعبیر ہو جائے۔
 جو تعبیر دی ہے اور اگر تعبیر کے نزدیک صحیح تعبیر اس کے خلاف ہے تب بھی اس کو بدل کر دینا نہیں تعبیر دینا مذہب
 میں و ظل نہ ہوگا۔ اور اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے حق کے دشمن کو یہ یقین کر رہے ہوں گے کہ حیل پر نہ ہوگا۔

[illegible]

[illegible]

کے ہاتھ میں آئی، مگر انہیں عین حق نے اس کو جو بڑی گمراہی کا رجحان تھا کسی کے لئے جو وہ ثابت ہو جس کے لئے وہ ٹوٹی تھی، اگرچہ اس حدیث میں نہیں آیا مگر مسند ترمذی نسائی بن ماجہ مستند احمد و دیگر کی متعدد روایتوں میں یہ لفظ آیا ہے۔ ہذا تعبیر حدیثی مذکور محض حدیث کس کو قرار دینا چاہیے۔ اور اب مطلب یہ ہوگا کہ حضرت شہادت پر ایسے ایسے اعتراض اور ہوسے ہوئے کہ قریب حق ان کی سستی ہو گئی اور وہ اپنے دونوں سبکیوں (یعنی حضرت صدیق و نوری) سے جو موجد ہیں گمراہی سے تھے فقہانہ اور ان کے شہادت نصیب ہوئی کہ جس نسبت کا یہ میں صاحبین پہنچے کسی میں یہ بھی دخل ہے۔ اور حضرت قتیبہ بن سعد ابو محمد بن ابی زید۔ ابو محمد نعیمی جو دیگر مسندیں اور محمد بن بشر و زری وغیرہ اس حدیث کس طرف سے ہیں کہ حضرت صدیق کی شخصی تعبیر میں نہ تھی بلکہ اس نسبت میں تھی کہ حضرت علی مد علیہ السلام کے تعبیر میں ان فراموشی کے انتشار نہ دیکھا اور خود بیان کرتے ہیں سبقت کی، لہذا کچھ صحیح اور کچھ غلط ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ تعبیر تو صحیح بتائی مگر سبقت و محبت میں غلطی کی، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیق شہادت کے متعلق اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی اور حبيب جازت مانگی تب تعبیر دی گئی، ہذا نہ یہ سبقت و محبت ہے نہ خفا و لعلی۔ نیز حضرت کے رشتہ کچھ ٹھیک بتائی کچھ غلط، اور ان کا مطلب یہ ہے کہ تعبیر کا کچھ حصہ ٹھیک ہے اور کچھ غلط ہے، نہ یہ کہ قبیلہ تور کی صحیح ہے مگر فقہ سبقت و محبت میں غلطی کی اور امام طحطاوی اور بن عربی و ابن الجوزی وغیرہ کی ایک جماعت غلط ہے کہ یہ توں ہے کہ ان کے رشتہ کی تعبیر قرآن کے ساتھ دینے میں حضرت صدیق سے غلطی گئی کہ درجہ ان کی تعبیر ایک شہادت ہے۔ نہ چاہیے تھا کہ تعبیر بھی دو چیزوں سے دی جاتی۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب سے کہہ کر حضرت نقل کیا ہے مروی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میری ایک انگلی چھوئی گئی کہ ہوا ہے اور وہی انگلی شہید، اور میں دونوں کو چات رہا ہوں۔ جب صبح ہوئی تو میں نے حضرت علی مد علیہ السلام سے پوچھا تب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو ریت و ترتر دونوں پر چھو گئے چنانچہ یہ دونوں سہانی کتب ہو گئے اور ان کی پس جس طرح اس حدیث میں گئی و کشتہ کی تعبیر دو چیزوں سے کی گئی کسی طرح کسی حدیث میں بھی دونوں کی تعبیر دو چیزوں سے ہونا چاہیے تھی کہ فرات و سند یا بقیہ و کشتہ یا حلف و کشتہ وغیرہ۔ اور بعض غلط کہتے ہیں کہ غلط واقع ہوئی باوجود کہ سند کے ساتھ تعبیر دینے میں اس کا مناسب تعبیر نہ تھی مگر جس کا نور عام پر کسی نہ کسی و زمیندان حسب استعداد مستقیماً تفسیریں اور کشتہ پس (ہے) اور کشتہ کی تعبیر دینے کے مرتبہ سند و سند رسول اللہ سے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ غلط تعبیر ترک ہے کہ سے دیگر خواب کے کچھ حصہ کی تعبیر قرآن سے چھوڑ دی۔ اور یہ ان کی۔ یعنی وہ صاحبین اور صحابین

خالق تبارک و تعالیٰ کے ہر چیز کو اپنی جڑ تک اور بہت کو موٹا کرتا ہے۔ اگرچہ وہ وقت نہیں دیتا جو شہد سے حاصل ہوتا
 ہے۔ ہر قسم کے شہد کے ساتھ ہر قسم کے صدقات و قربات سے فرتقی معاش نصیب ہوتی اور مصائب و ہزینت
 دور ہوتی ہیں۔ اور مینائی میں ترقی نہیں ہوتی۔ خیر صد یہ ہے کہ شہد سے اندرونی قوت آتی ہے درگھی سے
 برائی فریبی اور سببوں نشوونما۔ کسی طرح قسم آن سے نور میان و غرمان میں قوت آتی ہے
 اور قسم ثانی سے بدلی نیش لذت و حیرت کی تازگی و فرحت حاصل ہوتی ہے، ہر شہد کی تعبیر ہوتی۔ بنیاد سے حاصل
 درگھی کی تعبیر ہوتی صدقات و قربات، میں نے عرض کیا کہ ان دونوں میں افضل و بہتر کون سی چیز ہے؟
 ذرا تم کس صورت کو اپنے لئے پسند کرتے ہو؟ کیا یہ کہ کس کی طرح ڈبلے پٹے ہو مگر طاقیت ہو چاہیے آدمیوں
 کی برائی یہ کہ سے ہوا نقی کی طرح مگر طاقیت نہ ہو چھنے اور اکتھنے کی بھی۔ میں نے کہا کہ پہلی صورت بدرجہا
 بہتر ہے۔ و تھنے کی طرح ڈبل پتہ ہوں مگر طاقیت چاہیے مردوں کی برابر۔ فرمایا کسی پر قیاس کرو اعمال و فہری
 کو کہ ایک قسم مقوی میان ہے اور دوسری قسم مستکن بدن ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اعمال کی دونوں قسمیں
 تو زمین سے آسمان کی طرف چڑھتی ہیں اور خوب میں شہد و گھسی پک رہا تھا۔ آسمان سے زمین کی طرف
 پھر غرضیت کی طرف ہوتے ہیں۔ تب میں نے کہا کہ کیسے نیچے ہوتی۔ فرمایا کہ چڑھنا اور اترنا تو، سر
 منافی ہے کہ ایک چیز ہر سے لئے جبکہ ہم نیچے ہوں، اوپر چڑھ رہی ہے، اور وہی چیز دوسرے کے
 لئے جبکہ وہ اوپر ہے نیچے اتر رہی ہے۔ پس ممکن ہے کہ خواب لیکن جسے جسے کی روت خوب دیکھتے وقت آسمان
 سے آگے ہوتا ہے مقابل بہت میں رکھیں کہ سر ہمارے سروں کی طرف ہوا اور پاؤں آسمان دور کی جانب
 بنا ہوا ہے۔ نزدیک یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حال چڑھ رہے اور جا رہے ہیں زمین سے اوپر آسمان کی طرف اور
 آسمان کے نزدیک یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حال اتر رہا ہے۔ جسے زمین سے میرے سر پر آسمان کی طرف۔ و چونکہ
 خوب کا مقصد وہ ہے کہ تائب کہ خوب دیکھنے اور کس کو تائب سے اور شب آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ پس گراسد
 کی سبب ان زمین پر ہمارے سروں سے اونچی رکھا جاتا تو وہ آسمان جو اس سے نکل کر اوپر چڑھ رہے
 تھے اس کو نظر نہ آتا کہ سماں نے آسمان کو ان کو خوب دیکھتے واسے کی نظر سے اوجھل کر دیا، اس
 نظرات سے چڑھنے کو اترنے کی ضرورت دے دی گئی کہ صعود اور نزول میں بھی تعبیر کی ضرورت ہوتی یہ کہ نزول
 وہ ترقی و اپنی حالت پر ہے اور وہ کشتی جو آسمان سے زمین تک چلی ہوئی ہے، میان کامل ہے مگر ہر
 حال میں زمین باقیات میان جسمانی و مرد میں ہوتا ہے کہ اپنی ذات کے متعلق بھی وہ یہ رو رعایت ہوتی
 ہر ایک اور شریعت مگر سے ہیں اور تمام رعایا کے متعلق بھی۔ اور بس شہد کی ضرورت اس لئے ہوتی کہ
 وہ کشتی میں ہوتی ہے باطل سے۔ اور سبب و وسیلہ بنی ہوئی ہے اس میں سے شہد اور گھسی پکوانے کا

کر دو لوگوں پر بستہ ہے اور کوئی کم مقدار میں سے رہا ہے اور کوئی زیادہ تعداد میں۔ کسی طرح وہ ایمان کا
جو لوگوں کے ہر دستہ اعمال کی ہر یہ کی قبولیت عند اللہ کا سبب بنتا ہے وہی ہے جس کے ساتھ حکومت بھی
ہو کہ مومن مسلمان ہی امتی عامہ قلم رکھے گی۔ اور مرد و شریعہ جاری کرے گی۔ اور صنف و کا مدد کرے گی
ظہر کی درست درزی کا ستر باب کرے گا اور اس دور میں کے فیصلہ کو نافذ کرے گی کہ بسن کے ایمان کا
کی مقتضی بھی یہ ہے اور جب ایسا ہوگا تو ملک میں حسنات زیادہ ہوں گے۔ اور مصلیٰ کا قصد و بہت کہ
کہ نہ ہوگا نہ کر سکیں گے نہ چوری نہ ڈکیتیاں ہوں گی نہ باطل خون ریزی۔ بلکہ مساجد یاد ہوں گی نمازیں
سے بزرگ پر ہوں گے صلی، اور متبعین شریعت مودوں سے کوچہ کوچہ چری ہوگی علیہ اذنی کے
اور گوشہ گوشہ سے خدا بند ہوگی عبادت خدا و طاعت رسول کی۔ غرض تمام دنیا خیر و بر ہوگی۔
اور مسلمان بہتر سے اس کے ہوگا جو لوگوں کے لئے اسلام کا ستون منبہ و کمرہ اور پختہ و شہرت
کا معنیہ برسا رہا ہے۔ یہ حالت پر کے کمال کے درجہ پر صرف زمانہ سرور عام دیا بیان صلی اللہ علیہ وسلم
میں تھی۔ ارجیکہ خواب دیکھنے والے نے خواب دیکھا تھا۔

یہی بات کہ وہ امر اثلثہ کون حضرات ہیں جن کا خواب میں تدریسے رات کا شہ زوریات
کبھی عہد نبوی کا نمونہ ہے) سواویہ و عارفین کا اس میں خندہ ہوتا ہے۔ ایک گروہ جن کا لقب صنف ہے
کہ وہ متبعین ہیں حضرت بکر صدیق کے ازیر کے شیوخ بھی کسی حد تک ہیں سے ہیں اس کی رستے تو یہ ہے کہ
فلسفہ اثلثہ یعنی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم مرد ہیں اور قیر سے کی رستی کھٹنے یعنی حضرت عثمان کے متبعین
اس سے مراد وہ جو اور عمر حضرات میں جو آپ پر کئے گئے در اس کے جڑ جانے سے مراد آپ کی شہادت
ہے کہ حضرت حق ہی پر دن بت پائی روز نہ بریہ معزوں نہیں ہوئے اور ایک گروہ کی جن کا لقب صنف ہے
حسین ہے کہ وہ متبعین ہیں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لئے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی فریت اور بن بیت رست کے وہ شرف مرد ہیں جن میں دو کی فلسفہ پر رست اسد یہ کہ تدریس
اور قیر سے پر پہلے تو سب متفق ہوں گے مگر پھر اختلاف و افتراق ہوگا اور اس کے بعد پھر سب متفق ہو جائیں
گے۔ رستی کھٹنے اور پھر اس کے جڑ جانے سے مراد یہ ہے۔ اور در حقیقت ہی رستے صحیح ہے اور خواب سے
مقصود آل رسول ہی کے تین حضرات ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بہت
بڑا ہے اور آپ کی جگہ پر بیٹھا اور آپ کی سیر بھی پر چڑھنا مرنے کی کا م بہت یا اول دنیا کو اور جب آخرت
میں نفع آتی ہے۔ اس کی ایک ہی تھی اور اس پر تین امر اسی طرح چڑھے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چڑھے
تھے تو اس میں کو یا اختلاف ہے کہ امر اثلثہ ہم نہیں ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے معتمد ہی ہر چاہے

مگر آپ نے حب فرمایا ہی فرمایا کہ صفائے کلمہ کلمہ نہیں بلکہ مرد و شہادت مزاد ہیں جو غایتِ زہد و خدشتہ و عبادت میں
 ہوئے) اس کے بعد یہی دو دلیلیں بیان فرمائیں اور کہا کہ میں نے نہ کہ حدِ یقینہ گروہ میں سے ہوں نہ کہ باتِ دہی کہی
 چاہئے جو حق اور واقعی ہو۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تعبیر میں غلطی نہیں
 ہوئی؟ ہاں کہ اصابتِ تعبیر بھی اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے وہ خود سے مکر و خیرت ہو بجز تو وہ فرمایا میں
 اور صحابہ میں بھی سب سے افضل و برتر۔ اور آپ نے بھی بار بار فرمایا ہے کہ عزتِ الٰہی و معرفتِ ہادی محمدی سے
 جو درجہ سیدنا ابو بکر کا ہے وہ امت محمدیہ میں کسی کو نہیں نصیب ہوا۔ پھر اسی سید عارفین و رانہ بھی ہیں کہ
 کا صحیح تعبیر سے ناواقف رہنا بڑے تعجب کی بات ہے۔ فرمایا کہ سیدنا ابو بکرؓ کو تعبیر کا علم تو سب سے بھی
 ہزار ہا درجہ بڑھا ہوا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وائز می کے سبب وہ سب شائبہ ہو
 گیا تھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے کی حالت میں تمامی وائزین جنس کے ذر
 غائب ہو جایا کرتے تھے اور ان میں اشتقاقِ باقی نہ رہتا تھا جیسے سورج کے سامنے ہاتھ درشت نہ رہے
 روشنی غائب ہو جاتی ہے اور اس میں شعاع و چمک باقی نہیں رہتی) اور اس کا سبب یہ بھی تھا کہ مہموم
 کے انوار صفتِ محبت کے نور پر پڑنے لگتے تھے اور ان تمام شعاعوں کے ایک جگہ پڑنے سے تشویش و شوق بڑھ
 جاتی تھی۔ لہذا قوتِ فکر یہ اس میں مشغول ہو جاتی اور سارے باطن و اندرون کو جلال و کمال محمدی میں مگر دیا
 کرتی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ محبت و شوق کے انوار جب مشتعل ہوتے اور انوارِ عالم غائب ہو جاتے ہیں تو سب قوت
 علمی مبحث میں گنگو کرنے والے کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے مجبور ہو انسان کہ علم تھا مگر غائب ہو گیا
 کیونکہ قلب کی توجہ ایک ہی شے کی طرف ہو سکتی ہے جب ایک چیز کی طرف متوجہ ہو جائے گی تو دوسری طرف
 سے قطعاً بے تعلق ہو جائے گا۔ اور عارفین کے لئے جن کے سردار سیدنا ابو بکر صدیقؓ ہیں ذاتِ محمدی سے بڑھ کر کوئی
 مقصود نہیں اس لئے جب وہ ذاتِ معبرہ نفوس کے سامنے ہوتی تھی تو نہ علم کی طرف التفات نہ تھا نہ کسی سے مبالغہ
 اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علم خود ذاتِ محمدی کا ایک نور ہے۔ لہذا ذاتِ حب نفوس سے وصال ہوتی تو اس کے نور سے
 تعلق ہوتا تھا تاکہ وہ صاحبِ نور ذاتِ تک پہنچا دیں۔ مگر جب خود ذاتِ سامنے موجود ہے تو ساتھ درسا کل
 سب ساتھ ہو گئے اور ساری توجہ ذات میں مستغرق ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کہ ذات کی طرف توجہ کس شے سے
 نصیب ہوتی ہے؟ فرمایا تین باتوں سے۔ محبت اور تقسیم اور حق۔ لہذا اسے جو کمال آنحضرت کو عطا فرمایا ہے اس
 پر تعجب کہ سیدنا یونس علیہ السلام کو دیکھ جب عورتیں بے اختیار برہنہ ہوتی ہیں یہ تو انسان نہیں ہے یہ بڑی فریاد
 والا درشتہ ہے، تو کیا پوچھنا سیدنا ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ کو دیکھ کر عارفین کیا کہیں گے۔ ہاں یہ تینوں
 امر کامل ہیں بہتے جب تک کہ عارف کو ذاتِ محمدی کے متعلق ذاتِ باقی حصر کے درجہ میں حاصل

لہذا نفس کے سامنے نہ میں سے جو شے بھی آجاتی ہے اس کو نقشہ نفس میں کرنا ہے اور مرد مرہ زنی
 نے اس کی بھی تردید کی ہے کہ یہ بھی دعویٰ بدریں ہے اور نقشہ شصت ہے جس کی کہ نقشہ تیسرے
 کا کچھ ہے۔ بڑائی۔ چھٹی۔ تریب۔ بعد صراط و صراط و غیرہ۔ غرض کا نہیں کچھ سکتا۔ نہ نہ دعویٰ ہے
 کثر چیزیں زخمی ہیں۔ اور مقترہ کی رستے یہ ہے کہ وہ محض خیریت میں ہیں کہ کوئی نصیحت ہے نہ
 بنیاد۔ اس سے تصور ان کو خوب کی حقیقت کا نکال کرنا ہے۔ جب کہ غلبہ قہر کا نکال کر دیا ہے کہ جو بہت
 سمجھ میں نہیں آتی اس کے منکر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بن کر بنے کما سبب کہ خوب کے متعلق بھی معتزلہ اپنے اہل
 پر چلے کہ موم پر جمع کاری کر کے مومن شرع کا نکال کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کا توں ہے کہ نہ جہت
 کوئی چیز میں نہ ان کی باتیں کرتے۔ کوئی چیز ہے اور نہ فرشتے یا نکال باتیں کرتے کوئی چیز ہے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام
 کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے تو میں فریاد مچا دیتا۔ تو سب سے
 کے نزدیک رسول اور اس کے اشد کی کوئی وقعت نہیں۔ جو بات ان کی عقول قہر سے بار ہوئی اس کا
 نکال کر دیا۔ اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ تدبیر کو بھی حق تعالیٰ نے درکان اور دو آنکھیں دی ہیں۔
 ان کے ذریعہ جو بات سنائی یا دکھائی دیتی ہے وہ خوب کہلاتی ہے غرض۔ شرح و تفسیر نہیں
 ہوتا کہ خوب کی حقیقت و سبب کیا ہے۔ فرمایا کہ جس طرح بیدری میں بشر کے لئے درجہ ہیں ایت
 خواہر یعنی وہ خیانت جو درجہ پر گذر کرتے ہیں دو درجہ اور کات یعنی وہ علوم جو عقل کے ذریعہ معلوم ہوتے
 یا وہ محسوسات جن کو کس کے ذریعہ درک کیا جاتا ہے۔ سی طرح سونے کی حالت میں خواب نظر آتی ہے کہ
 خواہر کے ذریعہ جن کو حق تعالیٰ نے تدبیر میں ڈالتا ہے۔ اور کبھی کسی چیز کے درک اور مشاہدہ کے ذریعہ نہ سمجھ
 خواب کی بھی دو قسمیں ہو گئیں۔ اور کات۔ اور خواہر۔ پھر درکات کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایت وہ جو منسوب ہیں
 روح کی طرف اور دوسری وہ جو منسوب ہیں ذات کی طرف۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ دیکھنے والی شے درجہ
 روح ہے۔ اور اس کا دیکھنا بوسلہ بصیرت ہوتا ہے۔ اور بصیرت کی تحقیق سبقت حریفہ کی حدیث میں ہے۔
 روح کے مفصل ہو چکی ہے۔ پس جو شے روح کو بصیرت کے ذریعہ نظر آتی ہے وہ تو منسوب ہے روح کی
 طرف۔ اور جو ذات انسانی اور اس کے قلب کی نگاہ سے روح کو نظر آتی ہے کہ مختلف مقامات
 خواب میں مکان یا مسجد یا باغ وغیرہ دیکھتا ہے۔ وہ منسوب ہے ذات کی طرف۔ و نہایت کے لئے
 سمجھو کہ روح کو دو قسم کی سماعت نصیب ہے۔ ایک بدن میں محسوس ہونے سے قبل کی کہ شرق ہو یا مغرب یا جہان
 اس کو سنائی دیتی ہے۔ دوسری بدن میں مقید ہونے کے بعد کی کہ صرف مکان کے ذریعہ سن سکتی ہے۔ اور وہ
 کبھی ایک معین مسافت تک۔ اس طرح اس کو درنگ میں حاصل ہیں۔ کہتے خوب وقت سے قبل کی جگہ

بصیرت سے ہوتی ہے اور روح کے ہر جزو سے ہوتی ہے کہ ایک لمحہ میں تمام فی معصرت سے کہہ سکتے ہیں
 ورنہ نزدیک و دور کا کوئی فرق اس وجہ میں نہیں رہتا حتیٰ کہ خود اس کی بدلت و بخشش اس کے نزدیک سب وی
 ہوتے ہیں۔ اور دوسری وجہ بذات سے ہے کہ جو صرف قلب کے ذریعہ ہوتی ہے کہ قلب میں معصرت کو غور و فکر
 کے ذریعہ اپنے اندر لے سکتا ہے وہی اور کھلتے ہیں، پس انسان حبیب ہو جاتا اور کوئی شے دیکھتا ہے کہ بھی
 روح کی نظر سے دیکھتا ہے، اور کبھی نظر قلب سے ورنہ دونوں میں فرق نہ ہوتا صدفی و مستندہ کی کا ہوتا
 ہے کہ جو دیکھتا منسوب ہے روح کی طرف وہ پاک صاف ہوتا ہے۔ پس کس کو یا تو معصرت ہی تعبیر کی قدرت
 نہیں ہوتی اور یا ہوتی ہے تو بہت قریب تعبیر کی ہوتی ہے اور جو منسوب ہے ذات کی طرف کہ قلب کی
 ایک غصغہ گوشت ہے، اس میں صدف کی نہیں ہوتی بلکہ لاش رہتا ہے۔ اور وہ بھی دور کی اور غفلت کہ
 اس کی تعبیر واقعی اور شکل پر ہوتی ہے۔ مثلاً ذہن کو زبردستی کو زبردستی کر دیا۔ سب بھی وقت قبل از وقت شہ کو
 خواب میں تھرا کر پس اگر بنگہ و روح دیکھتا ہے تو بھینہ ہی صورت نظر آئے گی اور اگر بنگہ و قلب دیکھے گا
 تو اس طرح دیکھے گا کہ مثلاً رستہ میں جا رہا ہے اور کوئی کھڑی گئی جس سے زخمہ آیا۔ چونکہ پہلی صورت
 میں صدف کی و مستندہ کی تھی کہ نور روح سے دیکھا اور نور ہر شے کا بھی غصغہ گوار کرتا ہے بند و قند ہتی
 صدفی کیفیت پر دکان کی دکان کی صورت میں نور ذات سے دیکھا ہے ورنہ اس کے نور میں باطن
 شریک ہے اور باطن کسی شے کا اصل نقشہ نہیں ہو سکتا بلکہ کس کو تغیر و تبدل کر دیتا ہے۔ مثلاً ذات
 خواب میں بصیرت منیڈ کہ درپردہ بصیرت ہوتی ہے اور انسان بن کر کھڑی دکان سے گزرتا ہے۔
 اور چونکہ بنگہ بنی کے کہ اس کی ذات مستندہ ہے ورنہ ذات حقیقی نہ ہوتی ہے۔ اس لئے طبی
 کے ہر شے میں کہ درپردہ تعبیر ہوتا اور تعبیر کی قدرت پیش آتی ہے۔ اور ذات کے کہ درجے ہیں۔ ہر درجہ
 و معصرت سے تعبیر کا ہر کھتا ہے ہر امر تکب ہونے سے ذات پر ذاتی ہے مثلاً باطن ہر کھتا ہے کہ یہ کھتا ہے کہ
 کہ اس سے اس کی ذات میں ایک شخصیت کی ذات نظر آئے گا کہ کھتا ہے کہ وہ ہر کھتا ہے کہ وہ ہر کھتا ہے کہ وہ
 ہر کھتا ہے کہ وہ ہر کھتا ہے کہ وہ ہر کھتا ہے کہ وہ ہر کھتا ہے کہ وہ ہر کھتا ہے کہ وہ ہر کھتا ہے کہ وہ
 اس سے تو نہ چپ کا پس یہ شخص حبیب قلب میں اس ذات کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ کوئی چیز دیکھے کہ غفلت
 اس میں غصغہ مستندہ کے کہ۔ مثلاً کس نے خواب میں جنت کو دیکھا اور کس کے اندر جاتے کہ وہ
 نہیں کیا، تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ نفل کے درجہ میں کسی نہیں کہہ سکتے کہ وہ کوئی شے کہہ سکتے ہیں کہ وہ
 جو لئے نہ سزاوارت سبب ہوتا ہے جنت کہ ہر شے میں ہر بصیرت جنت شریک ہے۔ اور اس
 کے اندر ہر کھتا ہے کہ وہ نہ سزاوارت شریک ہے کہ وہ کوئی چیز دیکھے کہ وہ نہ سزاوارت شریک ہے کہ وہ نہ سزاوارت

نظر آتا کہ کار خیر ہاں روک پائے اور نہ غریب۔ مگر خوب میں خفیہ تغیر کیا۔ اور اس کو سبب وہی خلعت خفیہ بنادیا۔
 سے تلب میں آئی تھی۔ دوسرے درجہ وہ خلعت ہے جو کسب و حرام کے ارتکاب سے ذلت میں آتی ہے۔ تب
 کسی نے بجا لیت صومہ بھون کر کھ پی لیا کہ گو کسب و حرام سے گند و نہ ہوگا مگر اس کی خلعت پہن دینے سے
 زیادہ ہوگی اور اس کی خراب میں تغیر نسبت زیادہ ہوگا۔ مثلاً خراب میں دیکھا کہ جنت ہے اور وہ اس میں
 جہانے کا اردو کر رہا ہے مگر کسی نے اندر جانے سے روک دیا ہے، اس کی تعبیر یہ ہے کہ فرض کفایہ
 ا مثلاً نماز، خیرہ وغیرہ پر پڑھنے کا اردو کرتا ہے مگر رکعت جاتا ہے اور ان نہیں کرتا۔ وہ جہ تہجد و تہجد
 ارکھ فرض کفایہ سبب دخول جنت ہے۔ اور اس میں خلعت تو کی ہے کہ جنت میں دخلت سے روکتے
 ہ کی صورت نظر آتی جو گویا وہ خلعت ہے جو فرض کفایہ سے روک رہی ہے اور وہ پید ہوئی ہے کسب و
 سے مرتکب ہونے سے تیس درجہ وہ خلعت ہے جو فرض کفایہ سے روک رہی ہے اور وہ پید ہوئی ہے کسب و
 با میں ہوتا ہے قصہ کہ گئے تھے تو اس قصہ کی وجہ سے خلعت نسبت بہ حرام سے بڑھ جاتا ہے۔ اور خراب
 میں تغیر زیادہ ہوگا۔ مثلاً دیکھ کہ کسب و حرام سے روک رہی ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی خلعت
 زانیہ ہے۔ کیونکہ کسب و حرام سے روک رہی ہے اور اس سے شہرہ سے شہرت۔ اور اس میں کسب و حرام سے روک رہی ہے۔
 ہے۔ یہاں اگرچہ تعبیر میں زیادہ تغیر نہیں مگر خوب کے مقصود میں جنت و خلعت زیادہ ہے کہ یہ تیرہ آتی و تہجد
 اور تہجد میں سبب شل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلعت کا شریک بھی نفس تعبیر یہ پڑتا ہے کہ تعبیر و تہجد
 و تہجد ہوئی ہے۔ اور کسب و حرام میں دیکھ ہوئی چیز پر پڑتا ہے کہ وہ گندی و رنجش ہوتی ہے۔
 جو کہ درجہ وہ خلعت ہے جو بالقدح ارتکاب حرام سے آتی ہے۔ مثلاً کوئی فحشہ زنا کرے یا روزہ
 رمضان توڑ دے کہ یہ قصہ حرام ہے و قبول سے زیادہ خلعت۔ اسے کہ مثلاً خراب دیکھ کہ ایک بڑے مسکن
 کے گئے چل رہا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کو ایمان صحیح ہے مگر معاصی کا مرتکب ہو رہا ہے
 کیونکہ معاصی میں خراب دیکھنے و سننے کے ایمان ہے کہ کبر سنی و بڑبڑا پا و نہت کر رہے ہیں بنیہت
 و تہجد پر۔ ہذا ایمان کی پختگی معلوم ہوتی ہے کہ اس کے لئے چاند و نہت کر رہا ہے معاصی پر کہ یہ تہجد
 ایمان اپنے ایمان کا اتباع نہیں کرتا۔ اور یہ پڑتی پڑتی ہے۔ پس اس خراب کی تعبیر یہ خلعت تو کی
 ہوئی کہ نہ بڑے مسلمان کا صدق ایمان صحیح پر و نش ہے، ورنہ اسے چھٹے کا اسد زنی رہتا
 معاصی پر کھنڈ بڑے مسلمان میں خنڈ و رنجہ ہے نیز نفس خراب میں بھی خلعت تو کی ہے کہ نہ تہجد
 کہ معاصی و تہجد میں کوئی مہوئی چیز نہیں پانچواں درجہ وہ خلعت ہے جو عقیدہ خفیہ میں ہے
 سبب کی وجہ سے یہ ہے کہ عقیدہ در صرح کا ہے۔ ایک خفیہ۔ اور عقیدہ خفیہ۔

کرنے لگتی ہے تو فوٹ اگر معلوم اور حکمت سے من کل انجورہ پاک ہوتی ہے جب تو جہنہ بد نیل و تیر سے
 کو دے دیتی ہے اور صبح کو جب آنکھ کھلتی ہے تو وہی ظہور ہوتا ہے، اور گزرات میں کہ یہ نیک و نیک
 ہوتی ہے تو روح جب اپنی دیکھی ہوئی خواب اس کے حوالہ کرتی ہے تو حسبِ مقدارِ حکمت اس میں جہنہ و
 تغیر آجاتا اور اسی درجہ کی جہنہ یا خفی تعبیر کی ضرورت پڑ جاتی ہے اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ روح اور ذات کی
 جدا نظر سے جس طرح خواب کی دو قسمیں ہوتی ہیں، اسی طرح روح کے اس خواب کو فوٹ سے جو گزرتے وقت میں تھیں
 ہو جائیں گی یہ گزرتے معنوی ہے تو روح کا دیکھا ہوا خواب اپنی اصل صورت پر ذات کو وہی تہ ہے اور جہنہ و
 میں دیکھا تھا وہی واقعہ کی صورت میں پیش آ جاتا ہے اور گزرات منظر ہے تو روح کا دیکھا ہوا خواب اگرچہ اس
 واقعہ اور غیر متعلق تعبیرات گزرتے کو جب متاثر ہے تو حسبِ درجہ ات حکمت متغیر و زمانہ تعبیر ہو کر متاثر ہے کہ
 ممکن ہے ایک، تقابلات ذات ہیں حکمت سے کہ دوسرے لفظ سے اس میں نور ہے۔ بہر حال ذات کی لفظی
 قسمیں ہو گئیں۔ ایک صنف و لفظ در یہ ذات معنوی ہیں یعنی حضرت نبی و پیغمبر سے کہ
 اس میں نہیں۔ روت صنف و جزئی۔ در وہ یہ ہے کہ ایک درجہ سے ہو اور دوسری جہت سے ہو۔
 اسی لئے اس کے کئی درجہ ہیں۔ پہلے درجہ بارگاہِ عظمیٰ میں عدم جہل مرکب کا ہے کہ اس میں نہ تو
 تمام صفاتیوں سے باز ہے۔ اور اسی لئے اس کی خواب کو تعبیر کی ضرورت ہی نہیں۔ مثلاً حق تعالیٰ سے خواب
 میں دیکھی کہ اس سے خوشی ہے و تبسم فرمایا ہے اس کی تعبیر و فصح ہے کہ خدا اس سے رشتہ دار ہے
 اعمال پاک ہوں۔ دوسرے درجہ جو اس کے بعد ہے بارگاہِ عظمیٰ میں عدم ہیں سبب کا ہے کہ اس کی
 صفاتی پہلے درجہ سے نسبت کم ہے مگر قریب قریب ہے۔ اسی لئے اس میں قلیل تعبیر کی ضرورت ہے مثلاً
 خواب میں دیکھے کہ فرشتوں کے ساتھ لڑ جھگڑ رہا ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پھر سے کہیں
 یا کچھ لڑائی ہوگی یا سبب عداوت اس کو کوئی غصہ یا ہڈی ٹوٹے گی۔ اس کی تعبیر کا درجہ یہ ہے کہ چونکہ فرشتوں
 در حقیقت روت ہے اور اس نے جن فرشتوں کو دیکھا ہے وہ اس کی ذات کے خلاف کرنے والے فرشتے
 ہیں، بہر حال ان سے دنی حکمت کر رہی ہے۔ یعنی روح سے جب زہر مٹھ بھیرتے ہیں پر لگنے والی کٹینہ
 وغیرہ واقعہ دیکھا تو اس فہم میں بدلتے فرشتوں سے جھگڑنا شروع کر دیا۔ گویا کہنے میں کہ یہ فرشتے
 بدن میں تھیں کہ تیری کاتالی کا نتیجہ ہے پس یہ خواب گویا یہاں کہ جس میں ایک لفظ حذف کر دیا گیا ہے کہ جہنہ
 اس کو مقدار مان لیا گیا تو فوراً کرم صبح و در صعب و فصح ہو گیا۔ تیسرے درجہ جو اس کے بعد ہے غیبی و شقیہ
 نہ تو ہیں مرکب کا ہے کہ یہ صنفی و قابل سے کچھ کہ ہے اس لئے اس کو تعبیر کی ضرورت ہوگی۔
 شر خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے ثواب زدہ و پریشان۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس

مصیبت میں گرفتار ہو کر مگر حق تعالیٰ اس سے نجات بخشی ہو اور میں اس کو جزا شمت کو دیکھ کر بغیر یہ
 سمجھ کر کہ اللہ کے سامنے کھڑے ہونا نعمت آخرت ہے ہو کر اور نعمت مومنین کے ساتھ ہو کر پس اگر خوب دیکھنے والے
 کی ذات نعمتوں سے پاک صورت نہ ہوتی تو خدا پر شوبہ میں دھمکی اور ڈرائی جاتی اور اس کے بعد جب وہ
 ربانی اور غیبی نعمت سے گھر چاہے اس سے پہلے کہ وہ اس کے سامنے کھڑے ہو اس نعمت میں اس کی کوئی
 رہائش نہ ہو تو وہ خوش نہیں ہوتی تو بغیر وہ ہوتی ہے وہ بزرگ ہی۔ اس کی دیکھنے والی تہمتیں وہی رہتی
 ہیں اور بغیر کی ضرورت ذات کے حوالہ کرتے وقت ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ روح کی نجات میں کوئی نعمت تھی۔
 روز میں سے بغیر کی حاجت ہوئی پس اگر خوب کا دیکھنے والے کوئی عارفین و دہریہ میں سے ہو کر یہ نعمت
 نہیں دیکھتے ہیں تو اس کی بغیر دوسری ہوگی کہ وہ ان ذات کے حوالہ کرتے وقت بھی کسی نعمت کا ذکر
 نہیں کرے، چنانچہ درجہ عقیدہ شفیقہ میں غلام ہیں سبب کا ہے۔ اور اس کی صفائی نسبت اس سے بھی کہ ہے
 مشر حضرت غلام کو دیکھ کر اسے دیکھ کر تپس رہتے اور خوش ہو رہتے ہیں۔ اس کی تہمت درزی
 شہر ہے کہ اس شخص کے لئے ملک مرے کی خوشی کی وجہ اس کی درزی غلامی ہو سکتی ہے۔ مگر ذات
 کے حوالہ کرتے وقت میں نعمت کی اور بغیر میں نعمت واقع ہوں کہ ملک مرے کے ہمت کا شہرہ درزی
 عمر کی طرف ایک غلام اور اہل شہرہ ہے۔ پانچ دہرے بیدار خلیفہ میں غلام ہیں کہ ہے۔ یہ صفائی
 قابل ہے کہ اس شخص کے لئے ملک مرے کی خوشی کی وجہ اس کی درزی غلامی ہو سکتی ہے۔ مگر ذات
 دیکھنے والے کو شہرہ صفائی کا غلام ہو کر اس کے ساتھ بہت زیادہ محبت ہے۔ کہ حضرت بیکرہ میں وغیرہ
 دیکھنے والے کی غفلت سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ شہرہ بہت نفی ہو کر اور
 ذات کے حوالہ کرتے وقت نعمت کی وجہ سے شہرہ بزرگ اس سے اس کی نعمت سے زیادہ ہوئی۔ تہمت درجہ
 عقیدہ خلیفہ میں غلام ہیں سبب کا ہے کہ یہ نہ سمجھتے کہ یہ شہرہ بہت زیادہ محبت ہے۔ مثلاً کسی مقدمہ پر فرستوں
 کو موجود دیکھ کر اس کی بغیر یہ ہے کہ غلام اس کے مسجود بغیر ہوگی کہ اس کی عبادت و تسبیح و تہمت
 ہو کر اس کی وجہ بغیر توفیق پر ہے مگر نعمت ذات کے حوالہ کرتے وقت ان کو کہہ کر غلام نہ رکھتے اور
 کہہ کر غلام کی مسجد پر شہرہ قابل کے کہ وہ اب بھی اگرچہ نعمت صدیق اور بہت غلامی نہیں تہمت درزی مگر
 غلام تو ایک ہی ہے۔ اس کے ساتھ اس کا بہت زیادہ محبت ہے۔ مثلاً کسی مسجد پر نعمت سر فیض کو دیکھ کر اس
 کی بغیر یہ ہے کہ وہ کوئی بزرگ ذات ہو کر یا بزرگ درجہ کی خوشی وجہ بغیر یہ ہے کہ نعمت سر فیض کی تعلیم
 نعمت اور ان کے حوالہ کرتے وقت اس کے اس میں تو بزرگ ذات ہونے کے وقت کی نعمت قابل کے زیادہ توفیق اس کا ہے
 ہے۔ کہ نعمت دوسرے کے ساتھ حضرت سر فیض کا تعلق تھا مشہور نہیں تھا غلامی میں اس کا تعلیم

عمر و زندگی کے ساتھ ساتھ دوست و دشمن اور ہر دور کس کے خاص اور اختیار کا بھد انہی میں ہو جاتا ہے
 ہذا میں ہمیں اس سے زیادہ نصرت ہوئی۔ انہوں نے درجہ بہ درجہ کامیابی کا یہ کام ہے مثلاً خوب ہیں شہریت
 کو دیکھ کر اس سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کی تعمیر سے کہہ چکے ہیں کہ اس پر توجہ ہو کہ اس کو چاہی ہو کہ
 یا لوگ اس کی بدولت غیبت کریں گے۔ وہ یہ تعمیر بنا رہے ہیں اور ان کی نفس خراب ہے۔ ان کے ہاں جو یہ
 غیبت ہو رہی ہے اس سے ان کی دیکھنے والے کے سے پریشانی ہوگی۔ اور ان کے ہاں یہ ہے کہ ان میں نہایت
 وجہ عدم سہو درمیان ہے مثلاً کسی مذہب پر دیکھ کر تعمیر سے کہہ چکے ہیں کہ اس کی تعمیر یہ ہے کہ اس کی
 تبدیل ہو جائے گی کہ غلط ہو رہا ہے تو غلط ہوئے گا۔ اور اس پر توجہ ہوئے گا کہ اس کی تعمیر یہ ہے کہ اس کی
 ذات کے حوالے سے بہت وقت تعمیر میں آئی ہے کہ حقیقی تعمیر سے تعمیر میں نہایت کی بات ہے۔ ان میں
 ہے وہ پھر ان سے کہہ کر ان کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر
 اس میں ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر
 یکساں ہے۔ اس میں درجہ بہ درجہ کمزوری ہے کہ ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر
 شہریتوں کا دوست اور یہ بنا ہوا ہے اس کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر
 اور یہ ہے کہ اس کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر
 کے قریب پہنچ گئی۔ کہ یہ کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر
 نہیں تو ہمارے میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں
 دو ظہیر ہونے کی حالت منسوب ہونے والے درجہ بہ درجہ میں ان میں ان میں ان میں ان میں ان میں ان میں
 طوفان شہریتوں کو توجہ ہے اگر توجہ ہے تو ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر سے کہہ کر ان کی تعمیر
 تقریر کا نتیجہ تو یہ ہے کہ تعمیر کا سبب وہ نصرت ہے جو ان میں بہت سی ہے۔ اور ان کے دیکھنے سے
 تعمیر کی ضرورت نفس خراب میں ہوئی۔ لیکن جب کسی ذات میں ہر طرح معصوم ہونے کے سبب نصرت ہے
 ہو جیسا کہ حضرت ابنیہ و سیدہ سمر کی ذوات مقتدرہ ہیں تو ان کی خوب کو اختیار تعمیر میں نہ ہونی چاہیے کہ
 جو تعمیر واقع ہوئی ہے مثلاً سیدہ سمر کی خوب جو قرآن میں مذکور ہے کہ گیارہ سو برس وہ نہ ہو سکی
 کرتے دیکھا۔

حاکم سیدہ کو نہ دے ان کے گیارہ سو برس اور ان کو بہت سی تعمیر سیدہ اب رہے

علیہ السلام کی خوب کہ بیٹے کو فک کر دیکھ۔

ان کے واقعہ یہ ہے کہ مینڈ سے کو فک کیا تھا۔ یہ مینڈ سیدہ و مورا نامہ عمل سیدہ

س کو کہہ دیا کہ قلم مقدم بنادیتا ہے کہ وہ وہی ہے جس کے معلوم کر لینے کا مسئلہ بن جاتی ہے۔ اس کی صورت یہی ہوتی ہے کہ کوئی رمز اور اشارہ سے باتیں کرے۔ مگر اصل یہ چیز ہے جو جنہی کو خوب میں نظر آتی ہیں، وہ انہیں جن کو حق سمجھنے کے ساتھ معنی طبع کرنے کے لئے وضع فرمایا ہے۔ اور حضرات انبیاء و کس کی مراد یہی ہے کہ انہیں اپنے جیسے ہم منہجوں میں اشاروں اور رمز و نمز کو سمجھ لیتے ہیں کہ کسی کام کا حکم دینا ہوتا ہے تو انہیں اشارے سے ایک خاص اشارہ کرتے ہیں اور اگر منع کرنا ہوتا ہے تو دوسرے خاص اشارہ کرتے ہیں۔

اور اسی لئے حضرات انبیاء و کس نے اس کی تفصیل کرتے اور اس کو بیداری کی جی کے مثال و حسیہ عمل سمجھتے ہیں اور اس میں اشارہ ہے کہ نبی کو حق ہے اسی شے میں واقع ہوتا ہے جنہیں میں مشاہدہ حق ہو رہا ہے۔ اور حضرت انبیاء و کس میں ہوں یا بحالت نوم ہمیشہ وہ وقت مشاہدہ ہی میں رہتے ہیں کہ مخلوق سے غافل نہ رہیں۔ ان کے مشاہدہ حق کی مثال پرند کی سی ہے کہ کبھی سکون سے نہیں بیٹھتا۔ کبھی درخت کی سس شاخ پر ہے کبھی سس شاخ پر ہے اور کبھی زمین پر ہے کبھی فلک میں۔ سبی صورت ان حضرات کو کبھی مشاہدہ حق و حق میں ہوتا ہے۔ ان زمین کے دیکھتے وقت در کبھی خاص ہوتا ہے۔ ستاروں اور سورج چاند پر نظر جانے کے وقت۔ کہ جب کسی چیز پر نگاہ جاتی ہے تو فوٹو برتر کی غفلت و جدیت نشان کو استعمال ہوتا اور فوٹو میں بیان مشاہدہ ظہور نشان میں ہوتا ہے۔ لیس حبیب حق تو ہے چاہتا ہے کہ کس مشاہدہ کی حالت میں ان کو کس جنہی چیز پر مطلع فرمائے تو وہ چیز ان کو سبب شئی میں دکھاتا ہے جس میں ان کو مشاہدہ حق ہو رہا ہے۔

چنانچہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی روح سب سے ذرا سون کی صورت چڑھی اور آپ کی نظر کو کتبہ اور شمس و قمر پر پڑی تو آپ کو رات روز کی تبدیلی کے فرق قریب کا (مشاہدہ حاصل ہوا)۔ اور حق تعالیٰ نے ان کو کس پیش آنے والے واقعہ سے باخبر بنانا چاہا کہ ان کے زلیخا اور ان کے کیا کیا ہو گئی ان کو سب سے کرم کے ذکر شریعت لیتا ہے۔ انہیں عقیدت کے لئے سجدہ کرنا چاہتا تھا (بڑا کو کتبہ اور شمس و قمر ہی میں سجدہ کی بات ان کو دکھائی کہ چونکہ ان میں ان کو مشاہدہ حق ہو رہا تھا۔ تاہم جس مشاہدہ میں مشغول تھا یا ستر مشاہدہ اور حضرت یوسف کا قصد ارادہ کس کے سو کسی دوسری شے کی طرف نہ جاسے۔

اسی طرح سیدنا برہم علیہ السلام کی انہیں جب لڑکھائی گئی تو غفلت نہیں کا مشاہدہ ہوا کہ انہیں کرم کے ذکر انہیں ہے۔ انہیں جب حق تعالیٰ سے ملنے کا ارادہ کیا تو انہیں ان کے ذکر کرنے سے ستر ہو کر پیش آنے اور سب سے ان کو فرمائے تو انہیں مشاہدہ یعنی صاحبزادہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور اس نود کی غفلت کے مشغول نہ رہے۔ اس کو دیکھا یا۔ یہی حالت تھی کہ انہیں ان کی ترویج میں توجہ کی ضرورت ہوئی۔

یہی حال یہ تفصیل تو قلم و رشتہ کے متعلق ہے جن کو درک کرتے ہیں۔ رہتی دوسری قسم جس میں

فوراً ہی بندہ سے صادر ہو جاتی ہے۔ یا تھوڑی دیر بعد یا اور کچھ تاخیر سے جس کی انتہا سات دن ہیں۔ چنانچہ ایسا ہوتا ہے کہ بندہ ایک کام آج کر رہا ہے حالانکہ دل میں اس کی حرکت ایک یا دو دن پہلے پیدا ہوئی تھی مگر حرکت اور عمل میں سات دن سے زیادہ کا وقفہ نہ ہوگا، اس کی مثال نباتات کی سی ہے کہ باوجودیکہ سب کا ذریعہ ایک ہے مگر کوئی چیز بیج ڈالنے سے ایک دن بڑھ اُگتی ہے اور کوئی اس سے بھی قبل اور کوئی اس کے بعد۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ خواطر کا مدار قلب میں ارادہ ہی پر ہے تو اب یہ سمجھو کہ انسان کی روحانیتیں ہیں حالت نوم اور حالت بیداری۔ حالت بیداری میں تو ذات اصل ہے اور روح اس کی تابع۔ اور ذات کا حکم ہے حقیقت سے جہل اور اشیاء کی ناواقفیت۔ لہذا بندہ کے قلب پر بحالت بیداری مثلاً حج کا خیال گذرا تو فقط حج ہی کا گذرے گا کوئی زائد نہ آئے گا۔ یا مثلاً آسمان یا جنت یا دوزخ کا خیال آیا تو فقط ان چیزوں کا شعور آئے گا نہ آسمان پر پڑنا یا جنت کی سیر، مگر حالت نوم میں حواس معطل ہو جاتے ہیں اور اعضاء کو سکون و آرام ملتا ہے اور فعل نہیں قلب میں بروقت جاری ہے کہ نہ چاہئے میں بند ہو جاتا ہے نہ مومن میں لہذا اب جو قلب پر اشیاء مذکورہ ہیں سے کسی شے کا خیال نہ آئے گا تو روح اس کی طرف متوجہ ہوگی۔ کیونکہ ذات کا حکم منقطع ہو چکا ہے اور روح فوری طور پر ذات سے واقف پیدا کی گئی ہے لہذا توجہ کرتے ہی اس کو ایسا اور اک کر لیتی ہے گویا سنگھ سے دیکھ لیا۔ پس اگر خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ مثلاً آسمانوں کے اوپر ہے یا حج میں ہے یا کسی خاص جگہ پر ہے تو اس کی حقیقت یہی ہے کہ قلب پر آسمان یا حج کا خیال گذرا اور روح نے متوجہ ہو کر آسمان اور حج کی حقیقت تک رسائی پائی اور نظر آیا کہ آسمان پر ہوں یا حج کر رہا ہوں، غرض اور اک تو خواطر اور اک دونوں میں ہوتا ہے۔ مگر فرق تما ہے کہ اور اک سے پہلے اگر خیالات کا قلب پر ورود ہوا ہے تب تو صفات معدوم ہیں جبکہ اگر پریشان خیالات کہتے ہیں، اور ان کی کچھ تعبیر نہیں ہوتی۔ اور اگر خیالات کی حرکت سے کوئی تحریک نہیں ہوتی بلکہ ذات یا روح کی طرف سے اتنا توجہ واقع ہوئی ہے تو وہ خواب ہے ورنہ اس کی پسند و ناپسند ہیں جن کا بیان مفصل کیا جا چکا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں نظر آنے کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن میں تعبیر کی ضرورت نہیں، اور دوسری کہ ذات محمدی کی رویت ہو یعنی وہ ذات مرطوبہ نظر آوے جس کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ کیا تھا۔ پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں کہ خواب دیکھنے والا اگر اہل فتنہ اور عارفت ہوتا ہے تو عین ذات محمدی کو دیکھتا ہے کہ آپ دنیوی حیات کی طرح اپنے مقام رفیع میں تشریف فرما ہیں، اور اگر اہل فتنہ نہیں تو کبھی تو اس کو بھی عین ذات کی رویت نصیب ہو جاتی ہے ورنہ شر اسکو عین ذات کی نہیں

بہ صورت ذات کی صورت یہ تھی سب سے اس کی وجہ یہ ہے کہ ذلت کی صورت میں ہو کر سب سے زیادہ میں
 لبرائی ہو گیا ہے۔ اور اس نور میں آپ کی صورت اس طرح منقسم ہوئی ہے کہ ایک آئینہ کے سامنے کوئی نظر
 نہ آتا تو وہ خود آئینہ کے اندر نہیں آیا بلکہ اس کی صورت اس میں نظر آتی ہے۔ اور جتنے آدمی بھی آئینہ پر
 نظر ڈالیں گے وہ صورت یہ دیکھتے ہیں کہ سب کو نظر آئے گی، یہی وجہ ہے کہ یہ شمار مخلوق ایک ہی وقت میں تحت
 کجاہل پر خلائوں میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوئی ہے کہ کوئی مشرق میں سب سے زیادہ کوئی مغرب میں اور ایک
 شمال میں ہے تو اس سرحد میں دیکھ کر سارے عالم پر انکے ذات فہم کی آئینہ بنا ہوا ہے جس سے اپنے اپنے
 مقام پر پہنچنے والے سب نے صورت مبارکہ کو دیکھ لیا ہے کہ آپ کی ذات عہد بابت وقت انکے فہم میں
 سب کے پاس پیش کی، پس صاحب وقت جب اس صورت مبارکہ کو دیکھتا ہے تو وہ حالت میں ہو جاتا ہے
 (غراب) تو اس کی نسبت تین چیزیں چلتی ہیں (اور چشم قاب کو جس نے صورت محمدیہ دیکھی ہے وہ اس سے اور زیادہ
 نور حاصل ہو چکا ہے) ہر ذات مبارکہ تک پہنچتی ہے اور عین ذلت کے لئے اس سے فیض بہاؤ ملتا ہے۔ اور یہ
 شخصیں انصاف سے خود کو سب سے کم سمجھتے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کے لئے فرمائے تو کہیں وہ بھی نہیں فرماتا کہ مثلاً اگر
 سب کے لئے اس سے کم ہے تو خود شریف ہے، اتنی سے کہ کوئی اپنے حق میں اس کی کمالت سے مرستہ تعلق
 کو معلوم فرماتا ہے، شرف یہ ہے، آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر موقوف ہے کہ جس کو چاہیں اپنی ذات میں
 اضافہ کر دیں اور جس کو چاہیں محض اپنی صورت شریفہ دیکھیں نیز آپ کی صورت علیہ السلام کا تمام رد و سر
 صبر و تحمل میں بھی ہوا کرتا ہے کہ تمام انبیاء و علیہم السلام آپ کی اُمت و قوم کے تمام انبیاء کی مدد میں
 آپ کی صورت شریفہ کے لئے ہیں کہ اپنے زمانہ کا ہو جس میں اس کو مانگتے ہیں کہ آپ کے نور و فیضات روحی
 سے مستفید ہو کر نفع پہنچا سکیں اس اعتبار سے کہ آپ ہی کی روح مع الجسد فی قیام
 تربیت شدہ دل بہت بے غشویٰ ہے نہ کہ وہ ذات محمدی کی صورت شریفہ ہے، یہی سبب ہے کہ اکثر مدین
 کو شرف میں آپ کی زیارت اپنے شیخ کی صورت میں ہوتی ہے۔ حضرت انبیاء کی تمام کتب و تصانیف تو یہی ہے کہ کسی کو
 معلوم نہیں مگر بعض کا قول سب سے ایک رکھنا ہے ہرگز نہیں اور ان کی تعداد اولیاء و اہل بیت و اہل بیت حضرت محمدی کی
 ہر دامن ہوا و سجدہ جسم و خدو سے مستحق ہے فرما کر انبیاء میں مسرت ملیں گے سارے جہاں مسلسل کیا۔ اور قیامت تک
 ان کے آئینہ دست و میاں میں ہر دن انہیں حضرت میں کسی ایک کے رنگ پر آئے اور سب کو یہ سچا ہے کہ صورت
 کی صورت یہ ہے کہ سب کے لئے صورت محمدیہ کے لئے دنیا میں دو رکھنا ہے ہر صورت میں جو میں کہ
 جس صورت کسی کے پاس دو رکھنا ہے ہر جہاں میں کہ جس میں کو چاہے کہ سب کے پاس کسی کے پاس
 کسی صورت ذات محمدی کو خفیہ رہے کہ جس میں یا جس دل کی صورت میں چاہے کہ سب کے پاس

ہی کے روحانی بچے ہیں اور سب کی صورتیں آپ ہی کے خمرات فیضان و تماشائی ہوں گے ہیں چنانچہ فرما کر
 کہ بکتے ہیں کہ میں نے ایک تیرہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شیخ غیبی عزیز کی صورت میں
 دیکھا اور گود میں سے کرچا ہوا کہ آپ کو اپنے اندر داخل کروں۔ صبح کو حضرت شیخ سے تعبیر ہوئی تو فرمایا کہ اگرچہ
 نہیں ہو سکتا۔ تنہا تنہا کر کے تبدیل ہو گا۔ مطلب یہ تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شان و شوکت
 خاصہ کا اپنے اندر بیٹا تدریجی طور پر نصیب ہوا کرتا ہے۔ روحانہ علم۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں تعبیر کی حاجت ہوتی ہے۔ در تعبیر اس میں نفس خراب ہے کہ اندر نہیں ہوتی
 کہ جس نے خرابی میں آنحضرت کو دیکھا درحقیقت دیکھا تو آپ ہی کو ہے کہ شبہ نہ آپ کی صورت نہیں ہے
 سکتا ہذا خراب محضات تامل نہیں، البتہ حالات کے درجہات میں تعبیر ہوگی کہ جس درجہ کی رہتا ہے کہ آپ
 میں خلعت ہے اسی درجہ پر حدت مبارکہ میں تغیر نظر آئے گا۔ جیسے بعض شخصوں کی نہایت چمک کی نسبت
 میوڑی دکھاتا ہے اور کوئی کشیدہ چوڑی یا موتی دکھاتا ہے۔ نسل کشیدہ میں صورت خود ہی کی جو اصل شے
 کی تھی مگر کشیدہ کی مادیت سے اس کو بدل دیا ہے، درحقیقت کے درجہات جو اس میں واقع ہوتے ہیں اور یہ
 ہیں کہ مثلاً کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ اس کو دنیا کماٹنے کی ترقیب دے رہا ہے یا
 یہ علامت ہے کہ خوب دیکھنے والے کی ذات میں خلعت پہلے درجہ یعنی سہو کارہ کی ہے۔ اس کی درجہ بہت کمزور ہے
 محمدی کی بعض شان تو حقیر ہے کہ رستہ کی غیبت دہنا ہے نہ کہ دنیا کی کی درجہ میں ہے کہ آپ کو خراب ہے دیکھا کہ اس
 کہ ماں داریاں فرما رہے ہیں، تو اس کی ذات میں خلعت درجہ یعنی سہو کارہ کی ہے۔ درجہ بہت کمزور ہے
 تو ہی ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ کی ذات میں خلعت فرما کر اس پر نہایت کمزور ہے اس کی ترقیب دینا ہے نہ کہ بہت
 اور جتنے مثلاً آپ کو کسی شخص جگہ پر دیکھا تو اس کی خلعت درجہ یعنی سہو کارہ کی ہے۔ اور جس نے بہت
 نوجوان بچہ کی شکل میں دیکھا، اس کی خلعت چوتھے درجہ یعنی سہو کارہ کی ہے۔ اور جس نے بڑے شہرور دیکھا مگر تیسرے
 درجہ کی ہے، اس کی خلعت پانچویں درجہ یعنی سیدہ خفیفہ میں جہاں سب سے کمزور ہے اور جس نے آپ کو سیدہ زہرا
 دیکھا، اس کی خلعت چھٹے درجہ یعنی سیدہ خفیفہ میں جہاں مرکب کی ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ خراب اور اس کے
 عجائبات کی پوری تحقیق فن تعبیر کی پوری واقفیت پر موقوف ہے۔ اور فن تعبیر ایک فنی علم و علم سہو کارہ
 راز میں رکھنا ضروری ہے۔ اور یہ سب یہ تصور رہا کہ میں فن تعبیر کے متعلق حضرت مملوک سے بار بار استفسار کرتا
 رہا لیکن حضرت یہی جواب دیتے رہے کہ جو بھی تمہارا دل چاہتا ہے خود سے دریافت کرو مگر فن تعبیر کی حاجت
 کچھ نہ دریافت کرنا کہ راز ہائے خفیفہ میں سے ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ علم تعبیر سیکھنے اور پڑھنے سے
 نہیں آتا کیونکہ اس میں ضرورت ہے خراب دیکھنے والے کے بیرونی حالات سے واقف ہونے کی۔

غفلت و بے توجہی سے پورا کیا تو اس کی عبارت میں مطلق حسن نہ آیا اور تصور و تخیل کی عمر مت یوں
 عبارت کرنے سے اس کے باطن پر اثر ڈالی جیسے اگر وہ عبارت کے تحت دینی معاملات میں متفہم و
 فانیہ سے معمور ہے تب تو بہت شخص کی طرح ہے، اگر وہ غیر متد سے خالی ہے اور صرف امت کی
 متوجہ ہے تو دوسرے شخص کی مثل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بخاری کی توافل ایمان بیان کیا ہے۔
 اور پھر مسند حسن۔ در مسلم نے یہی کلام بیان کیا ہے اور پھر ایمان اور بعد مسند حسن میں
 نزدیک بخاری کا فعل مستحسن ہے کیونکہ کلام گویا ایمان کے پڑنے میں لہذا ایمان ہے۔
 کہ بدن کا وجود ہے ہوتا ہے پڑوں کی تیار می سے) میں نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے **قُلْ لَّيْسَ بِي**
أَمَنَّا قُلْ لَّيْسَ بِي **أَمَنَّا قُلْ لَّيْسَ بِي** **أَمَنَّا قُلْ لَّيْسَ بِي** **أَمَنَّا قُلْ لَّيْسَ بِي** **أَمَنَّا قُلْ لَّيْسَ بِي**
 اہل لیسٹی کہتے ہیں کہ ہم ایمان سے آئے۔ اسے محدثان سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں آئے۔ بلکہ یہ کہ
 کلام سے آئے۔ کیونکہ ایمان کہی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اس سے معلوم ہے کہ کلام
 ہے ایمان سے نہ آیا بخاری کی کتب تفسیر کلام کے بارے میں ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام کی
 مذکور ہو کہ وہ گویا ایمان کا لباس ہے۔ اور بخاری و مسلم کا اختلاف تقدیم و تاخیر بھی کسی میں نہ رہا۔
 سے قرار کرنا اور کلام سے فی رحیم کا آیت میں تذکرہ ہے، تو وہ تو سابق و ہیکل شخص سے اس سے
 کچھ بھی حاصل نہیں۔ اس کی مثل تو ایسی ہے جیسے کہ شخص فوجی سپاہیوں کو دیکھ کر نہ دیکھتا ہے
 اور گویا بڑا رہے ہیں۔ نشانہ کی عزت نہ آتا ہے ہٹ کر رہا اور کچھ بھی نہ پکڑتا۔ کلام سے
 نشانہ چمک نہ پائے۔ ان کی دیکھ دیکھی یہ شخص بھی ان کی نقل کرتا رہتا ہے کہ یہ تو
 میں کو بندہ وق قرار دے اور دوسرے کو سمیٹ کر اس کی جڑ میں سے آئے گویا گھوڑا سب کو توڑ
 ہے اور کچھ کو کمان کی طرح بنائے۔ راجبیا شہادت باندھتے وقت نہ بچی کیا کرتا ہے) اور پھر دیکھتے
 نشانہ پر گمنا ہے یا نہیں۔ ہر شخص نقائی سے کیا ہے جبکہ اس کے پاس بندہ ہی نہیں۔ یہی شہر ہے
 شخص کی جو صرف زیور سے کلام ہے کہ نماز پڑھتا ہے مگر اس کا اندرون کہتا ہے کہ تیری نماز پڑھتے ہیں
 رکھتا ہے مگر اس کا باطن کہتا ہے کہ روزہ کوئی چیز نہیں۔ غرض زکوٰۃ و حج و جہاد سب کچھ کرتا ہے مگر اس کا
 اندر سے شہادت دے رہا ہے کہ محض صورت کیا ہے۔ اس کا فیہ ایک میدان میں ہے۔ وہ باطن اس کے
 میدان میں۔ جیسے وہ نقل خوب سمجھتا ہے کہ میرا باطن میں بندہ ہی نہیں بلکہ محض ایک بندہ ہے۔
 کسی طرح منافقین بھی خوب سمجھتے ہیں کہ کلام کی کوئی بات بھی ان کے باطن میں نہیں۔ کیسی کسبی
 فرائض و سنت ممدوح ہے کہ حق تعالیٰ نے منافقین کا جی نہ تیرا دیا ہے کہ **قُلْ لَّيْسَ بِي**

قَالَ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَىٰ ذِكْرِ عَظِيمٍ (کہ جب یہ لوگ اپنے شیطانوں اور شرک و کفر پرستوں سے نصرت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں رہا نماز روزہ سو) بس میں تو ہم صرف نذوق اور محو کر رہے ہیں۔ اس تمثیل میں کہ ان کے نماز روزہ کو محووں سے تشبیہ دی، حق تعالیٰ نے ان کا خبط باطن واضح فرمایا اور انہوں نے گندگی کھوں دی شیخ کی بس تقریر سے ہے میر خیاں ہر روز کہ منافقوں کا منہ روزہ حق زکوٰۃ اور چوسا و ذخیرہ ہے و کتاب اور باطن سے نکر اس کا قبول نہ ہوا ان کے کفر کی وجہ سے ہے۔ لیکن کس شان سے کھل گیا کہ درحقیقت ان کا نماز روزہ ایک نذوق و محو ہے جو مستقل خباثت اور گندگی طبیعت ہے، وہی وجہ ہے کہ وہ کفر سے بھی زیادہ نجس اور فحش ہیں کہ کفر نے سد ہر قبول نہیں کیا تو اس کا نذوق بھی نہیں مٹا یا، و اللہ اعلم۔

(۸) میں نے حضرت ممدوح سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا ہے کہ قرآن مجید کی اور نہ حدیث میں سے حضرت خضر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ رسول متبوع صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی امت کے گناہوں پر نذران تو اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں پایا کہ کسی شخص کو قرآن مجید کی کوئی آیت دی گئی و وہ اس کو بھول جائے یا اس نے فرمایا یہ حدیث تو صحیح ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور میں موجود ہے مگر یہ کسی کے بارے میں نہیں جس نے کوئی آیت یاد کی اور پھر اس کے منہ کو کھول دیا کہ جس کے منہ میں پر عمل کرتا رہا۔ کہ اس کے بارے میں ہے جس کو قرآن مجید گھر سے باہر بھیج دیا اور اس کے گھر سے پتے آپ کو محروم کر دے اور اس کے ہاتھ اس کی قدر چھین گئے کہ جو ہر حق آیت قرآنی میں مضمر تھا اس سے منہ پھر کو نصرت کا اتنا شک کیا کہ دنیا و آخرت میں اللہ سے دور کرتے ہیں چیزیں۔ جیسا کہ آشتیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین کا حال تھا۔ پس یہ حدیث انہیں کے بارے میں وارد ہوئی وہ انہیں کی عزت شدہ کر رہی ہے۔ کیونکہ یہ ہی اعتبار سے یہ بھی آخرت کی نصرت یعنی امت جاہل ہیں۔ اور ہر سب کو امت جاہل ہیں منافق اور کفر باطن سے پھر کہ کوئی گناہ نہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ تو قرآن کی باتیں ہیں کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا کہ منافقین اس سے محروم رہے، فرمایا قرآن میں تین نور ہیں۔ ایک اللہ کی طرف سے میری کفر و کفر تمثیل، حکم کا نور اور تیسرا ممنوعات سے پرہیز کرنے کا نور۔ پس جو شخص قرآن مجید سنے اور ان تینوں نور سے اپنے آپ کو محروم رکھے، وہ اس حدیث سے محروم ہے نیز آپ نے فرمایا آیت صَادِقٌ آتٰی سے ان کو پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ و درود کا نفع ہے اور معنی ہے کہ حق آتی سے جس کے ساتھ عمل و امتثال کا تعلق ہے اور یہ اسرار مصداق عین نور مذکور ہیں اور وہی حدیث میں مذکور ہے کہ آیت قرآن مومن کے پاس اللہ کی طرف سے گویا چمکندہ درمزداری نوٹ ہے جس میں اس کا حق درج ہے۔

اور جنت ر پہنے پاک کو کھو یا نہیں کرتا۔ اگر سن ہو کھودیا اور تو بھی کہ تو سن کا حق ضائع ہو گیا۔ کسی حالت میں
میں دوسن کا حق ہے۔ اگر سن کو مختل نہ رکھ دے جنت کے حکم پر عمل کیا تو جنت میں اس کا حق ثابت ہو اور اگر
جنت کا مستحق بنا اور اگر سن میں کوتاہی کی اور سستی ہو تو حقیر کی صورت میں اس سے بڑا حق ہوتا ہے۔
گناہ کا مرتکب ہو جس کی صورت میں جنت میں شرافت ہے۔

۱۹ میں نے حضرت ممدوح سے اس حدیث کی بابت سوال کیا کہ جنت اور دوزخ میں بڑا فرق ہے یا نہ تو فرمایا
کہنے لگی میں نامور ہوں مثلاً لوگوں پر اگر فرعون و شداد بیت سلیمان و صاحبانِ سعادت کی مینہ پانی کر دے
جنت بولی میرا کیا پورا پورا ہے میرے اندر تو بجز فضائل کے کوئی بھی دخل نہ ہوگا۔

میں نے عرض کیا کہ جنت تو اپنی قدر میں گویا خود قرار کر لیا کر قبیلہ دوزخ کو بہت کر دے اور میں نے
بڑے لوگوں کے لئے۔ اور یہ نہ کہ فضیلت اہل لوگوں کے لئے ہے تو کیا عالم آخرت میں مسکن کے
اس کے ساکنین کے حوالہ کا تابع ہو گا کہ اگر مکان کے مکین کبر و شوکت و غرور پسندی و سے ہو کر آ
مکین کے کچھ وصفت میں مہمان میں بھی کسرت کرتے ہیں اور ساکنین اہل تواضع و شرم و خجالت اور
توان کے کچھ وصفت اس مسکن میں بھی رعایت کریں گے۔ ورنہ ہر سب سے کہ جنت میں جانا نہ ہوگا اور نہ
یہاں۔ اور جنت میں جانتے ہوئے اہل تواضع و شرم ہیں لہذا جنت پر کسی میں رشتہ و رشتہ داروں کے
ہوئے۔ اور جنت پر اس میں رشتہ داروں کے اور نہ ہوئے۔ پس یہ جنت سنائی دے تو جنت میں جانتے ہوئے
اور جنت کے گھر مقصود ہے انہی رشتہ داروں کے یا شہداء کی محبت کا۔ ہر دوزخ میں جنتی دلیل و دلیل کے
دلیل و دلیلیہ اور دلیلیہ دوزخ۔ اور جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ
اگرچہ دیکھو تو دوزخ کے مقصد پر غلبہ و تہمت جنت ہی کی دلیل کو دیکھو کہ جنتی دلیل سے جنتی
جنت سے کہ یہ سے اندر کوئی نہ کہے گا کہ جنت کے جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ
خوشی و شادی و مسرت و ہوا پسند ہے کہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ
جو قبیلہ ہیں، جو بر و بر ہیں، پسند ہے کہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ
اور کچھ دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ
لے کہ کہ میرے اندر نہ جنت و شادی و مسرت و ہوا پسند ہے کہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ
کی جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ
و شادی و شادی و مسرت و ہوا پسند ہے کہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ
دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ
دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ جنت میں جنتی دلیل و دلیلیہ

Handwritten text in Urdu script, likely a historical document or manuscript. The text is dense and covers most of the page, with some lines appearing to be headings or sub-sections. The script is cursive and characteristic of 18th or 19th-century Urdu calligraphy.

کراس سے کوئی شے نہیں ملے گی اس کا مجھے شک ہے

۱۱۔ اندیش میں رہتا ہوں کہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 گئے نہیں۔ پس اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 اور وہ جیب سے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 پہچان میں گئے اور اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 راوی ہے۔ کیونکہ بہت اعلیٰ مقام پر ہے اور اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 کے کوئی شے نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 پہلی حالت میں مومنوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 کہ دوست جیب سے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 باہمی کے طور پر کرتے ہیں۔ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 شک ہے کہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 لیکن نرم ہو کر تیار ہو گیا۔ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 اقلیت میں ہو کر ترشہ ہوئی ہوگی۔ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 اس سمجھو کہ پہلی حالت میں تو اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 مومنین اور دشمنوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 کلام میں پایا رہتا ہے۔ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 وہ پورے اور حق تعالیٰ کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 الہی رحمت سے ملنے والے تھے۔ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 خالص خدمت میں آج کہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 میں یہ تب تک تھا کہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 محسوس کرتے ہیں کہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 اس پہلی حالت میں تو اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے
 وراہی کی حالت میں اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے

ساقی وہ غور نہیں کرے کہ وہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے

اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی شے کو نہ لے سکے

[illegible]

[illegible]

لود کی گئی ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہد کا دوسرا حصہ ناقابل برداشت ہونا ہیجان کرنا ہے۔
 ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مشاہدہ مہربانہ معرفت ہو کر ثابت اور عزت ہو جائے۔ جیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتے
 عباد سے بھی قبل اس وقت حاصل ہوئی جبکہ صرف محبوب اپنے حبیب کے پاس حق و قیاس کوئی نہ تھا۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ مخلوقات ہیں۔ اور اسی وقت آپ کی روح شریفہ کو نور قدسیدہ و معرفت بشارت
 سے اس رجبہ سیراب کیا گیا تھا کہ ہر حق و سب کو نور کے لئے نسل اور مرستند ضیاء کے لئے نادر بن گئی تھی۔
 سب سے مندرجہ کی کہ میں بنی بنی ہوا تھا اور حضرت آدمؑ ایسی تھی اور پانی میں یعنی تپہ ہی بنے ہوئے تھے۔
 جب زمین میں آپ کے مہر اور درایت کا وقت آیا اور آپ کی روح مہرہ آپ کی ذات مقدسہ میں داخل ہوئی
 تو چونکہ کمال محبت و رضا کے ساتھ اس کی رہائش ہوئی اس لئے روح اپنے معارف و سرور سکونہ کرتی
 رہی اور ذات مقدسہ بچپن ہی سے تدریجی طور پر معرفت و مدارج میں ترقی کرتی رہی۔ اور روح باقی رہی جس کی ترقی
 چالیس سال کی ہوئی تو وہ پردہ جو ذات اور روح کے درمیان تھا اٹھ گیا اور دونوں کا باہمی حبیب باہمی نور ہو گیا
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مشاہدہ حاصل ہو جو دوسرے کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ حتیٰ کہ جب
 آنکھوں سے دیکھنے کی طرح اس کو مشاہدہ فرماتے تھے کہ تمام مخلوق کو حرکت دینے والا اور ایک ٹیکہ سے زمین
 منتقل کر سکتے والے صرف وہی تھے۔ سبحانہ و تعالیٰ ہے کہ ساری مخلوق ایسی ہے جیسے خالی نفوس اور وہ میں ہوتی
 ہوئے مٹی کے برتن، چونکہ اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کسی قسم کا کوئی نقصان۔ اس وقت حق تعالیٰ نے
 پیغمبر شایار و شاعر میں خلوت نبوت پہنچا کر، مصداق خلق کے لئے مبعوث فرمایا کہ آپ اس مشاہدہ میں
 اور تمام مخلوق کے آپ کی نظروں میں خالی، جسام و محض تصویر میں بنی ہوئی تھیں تاکہ آپ ان کے لئے تصویر
 بنیں اور ایزدسانی و سب کشتہ کی کوئی فعل ان کی طرف سے نہ سمجھیں کہ سب ہو بدی و دینے کا اور وہ ہر
 ہو جائیں۔ جبکہ آپ سے پہلے دیگر بنیاد علیہم السلام کی اپنی مقبول کے ساتھ برتاؤ ہوا اور اسی سے
 نے فرمایا ہے کہ دیگر بنیاد نے اپنی دھاروں کو دنیا میں پراکریا (کہ قوم کے ہرک ہو جانے کی بددعا فرمائی) اور
 میں نے اپنی اس دنیا کو قیامت کے دن شہادت کے لئے موقوف رکھ چھوڑا ہے کہ آپ کی وہ دعا بھی رتبہ
 شاہی پر وائے ہر بنی کو عطا ہوئی ہے (رحمت بنی) اور رشاد و تدبیر و کائنات ایزد رخصت و بھائیوں کا
 اور ارشاد رسالت آپ ائہا انار رخصت ادا خلق کا مصداق ظاہر ہوا۔ اور یہ تو اس مشاہدہ کے تہہ
 زمانہ کا حال تھا چہ ہی یکہ بر لحد آپ کو ترقی ہوئی رہی اور ہر لمحہ آپ بے کیف مقامات میں اوپر چڑھتے رہے
 میں نے عرض کیا کہ اب اوپر کوئی درجہ بھی باقی ہے؟ فرمایا ہر سے حق تعالیٰ سب سے کمال کے کمال کی طرف
 انتہا نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سے اس زمانہ تک بھی زندہ رہتے تو کہتے نہیں بلکہ ہر

خندہ ترقی ہی کرتے رہتے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ شاید تو تمامی انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوگا اور کسی وقت بھی نہ ہوتا ہوگا ورنہ اگر اس کا کہ اللہ ہی خالق ہے ہمارے اور ہمارے افعال کا محض ایمان باغیب ہوتا تو ہمیشہ تمام مومنین ہی کہے نہ بنجاتے۔ فرمایا بیشک مشاہدہ ان حضرات کو بھی تھا مگر پردہ بائیکہ دور نہ ہوتا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بائیکہ اُنکے ہمارے اس کے بعد حضرت ممدوح نے کشفی حقائق بیان فرماتے ہر شکل سے بڑے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ قرآن مجید میں انورہ سید اور معارف ربانہ اور سررازہ سس درجہ بارزہ وقت میں کہ سیدنا موسیٰ صاحب توراۃ السیدنا عیسیٰ صاحب انجیل اور سیدنا داؤد صاحب زبور علیہم السلام و السلام گزرزندہ رہتے اور نزول قرآن کا زمانہ پاتے اور اس کو سننے تو قرآن کا اتباع اور تمامی اقوال و افعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار کے بغیر نہ رہتے۔ بلکہ سب سے پہلے دعوت محمدیہ پر ایمان لے آئے اور آپ پر ایمان لائے درجہ بار کے لئے تلوار کے آگے آگے ہوتے۔ "اِن تَجْرُسْ بَعْدَ هَذَا" اس مضمون کی حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ضرور میرا اتباع کرتے۔

۱۹۰، قبیلہ اشقریش ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری کے لئے چند اونٹوں کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا واللہ میں نہ تم کو سواری کے اونٹوں کا اور نہ میرے پاس ہیں کہ تم کو دیدار آسکے بعد آپ نے ان کو اونٹ ملنے فرما دیئے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حق کے خلاف اور صدق کے مو کوئی کلام نکل ہی نہیں سکتا پھر اختیاری شے کا انکار فرمانا اور قسم کا کرکنا کہ نہ میں اور نہ میں سے پاس ہیں، کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ فرمایا بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول حق ہے اور ہر کلام آپ کا کہم حسب مشاہدہ اور حسب باطن نہ کہ کرتا تھا اور مشاہدہ کی تین قسمیں ہیں کہیں تو آپ ذات الہی کے مشاہدہ میں ہوا کرتے تھے اور اس کی ندرت و کینیت ناقابل بیان ہے کہ دنیا میں کوئی چیز بھی اس کے مماثل نہیں۔ یہ وہ لذت ہے جو بل جنت کو دریدہ خدا کے وقت و حیات میں غیب ہوگی۔ اور کہیں ذات باری اور اس کی طاعت اور فیہ القدر کے مشاہدہ میں ہوتے تھے اور اس حالت میں مشاہدہ قوت و فیہ القدر کے سبب ایک ثواب اور ثقی و اضطراب ہوتا تھا ان دونوں مشاہدوں میں آپ مخلوق سے نفاصل ہو جاتے اور کسی کو بھی نہ دیکھتے تھے اور اس کی کچھ تشریح حضرت جبریلؑ کو نہ پہچان سیکنے کی حدیث میں مذکور ہے کہ حق آپ کے کلمات کے نزدیک تھوڑے البتہ کے مشاہدہ میں ہوتے اور قدرت کو تمامی کمالات میں ساری و باری دیکھتے تھے اس وقت میں آپ کی ذات صفہ باطن سے نفاصل ہو جاتی اور ذات کے افعال باقی رہ جاتے تھے۔ اس تفسیر کے مشاہدہ میں حضرت شریف کی تعلیم اور مخلوق کی تربیت و تعلیم اور ان کو اللہ تک پہنچانے کی خدمت

انجام پاتی تھی۔ پس جو کچھ بھی زبان مبارک سے نکلتا تھا ان تین مشاہدوں سے باہر نہ ہوتا تھا کہ اگر وہ وقت
وقت کہتی آپ پہلے مشاہدہ میں ہوئے اور کہتی دوسرے مشاہدہ میں اور کہتی تیسرے مشاہدہ میں۔
اور یہ حدیث دوسرے مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت فرستادے کہ
قوت و قدرت کے مشاہدہ میں اپنی ذات سے بھی غافل نہ رہے چہ جائیکہ دوسرے۔ اشعر بنی کی دُعا سے کہ
سواری کے لئے اونٹ وید کیجئے اتفاق سے اس مشاہدہ کی حالت میں واقع ہوئی اس لئے آپ نے فرمایا کہ
نہ میں اونٹ دوں گا اور نہ میرے پاس ہیں۔ اور بات بالکل سچی فرمائی۔ مگر جب آپ مشاہدہ کی حالت میں
آئے اور اتفاق سے اسی وقت آپ کے پاس اونٹ آگئے تو آپ اس مشاہدہ کے حکم پر چلے اور جو اس کی تشریح
تھی کہ اتنا جہاں احکام الہی کا اور ادھوں حقوق خلق اللہ کے وہ جاری ہو چکا تھا آپ نے فرمایا کہ اشعر بنی
گئے۔ اس پر وہ بدلتے گئے اور حضرت نے ان کو اونٹ عس فرمائے۔ انہوں نے بدلتے گئے کہ یا رسول اللہ آپ
نے تو قسم کھالی تھی کہ ہمیں عس نہ فرمائیں گے اور پھر عس فرما دیئے۔ مگر حضرت نے وہ جبر پور دیا جو چاہا
کہ اول قسم کھانا اس حالت کے موافق تھا جس کو اس وقت کا مشاہدہ مقتضی ہو رہا تھا (کہ آپ نے فرمایا
ہیں نفس پر اختیار نہ رکھتے تھے چہ جائیکہ اونٹوں کا دینا) چنانچہ فرمایا کہ میں نے تم کو سواری کے لئے اونٹ نہ
دیئے بلکہ اللہ نے دینے میں یہاں یعنی میں نے قسم یہی تو رکھ لی تھی کہ میں نہ دوں گی۔ اور نہ میرے پاس اونٹ ہیں
جن پر تم کو سوار کروں، اور یہ واقعہ ہے کہ تم کو سواری کے اونٹ دینے والے حق تعالیٰ نے نہ کہ میں ہی کرتا
ہوں۔ اس لئے کہ زمین مبارک سے جو اونٹ نکلا وہ حق تعالیٰ کا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر آپ نے قسم کھائی کہ
دیا جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے کہیں ایسا قسم نہیں کھائی کہ اس کے خلاف کو جبر پور
اور اس کا کٹارہ نہ دوں، اور اس کو اختیار نہ کروں جو بہتر ہے۔ حضرت مدوح نے فرمایا اس قسم میں حضرت نے قسم
قسم نہیں دیا۔ اور حدیث میں اس کا ذکر ایک مستقل مقام اور مسئلہ کا ہے۔ اور ترجمہ شرمیہ کی تیسیم ہے۔
بالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس واقعہ میں قسم کا کٹارہ دینا قطعاً صحیح نہیں ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ
کا بر ملا وکال بھی یہی تحقیق ہے اس کے بعد حضرت مدوح نے فرمایا کہ پہلے مشاہدہ کی حالت میں جس کے متعلق
ہم نے کہا ہے کہ اس کی لذت بہل جنت کی سی لذت ہے، یہی ہے جیسے ایک بادشاہ آئے جس کا مندرجہ
مذکور مشہور ہے اور اس کے پاس بہتیار اور ہر قسم کے آلات قتل موجود ہوں مگر بادشاہ اپنے بہتیار کو
کوڑے اور آدے قتل کو پر سے رکھ دے اور گھوڑے سے تر آدے اور اپنی رہنمائی میں ایک شخص کو بولے۔
اور اس کے ساتھ، میناٹ و خوش طبعی کرنے لگے، اور فرج دوسروں کے قحطی سامان انتہائی دیکھ پر ہونے لگا۔
حتیٰ کہ اس کو اپنے ساتھ لے کر ایک کپڑے میں سوجا دے۔ نہ سمجھ کس زبان سے کہتا ہے۔

کی خوشی اور لذت کا وقت ادا کیا جائے۔ کس کی قدر و قیمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے اور کون سے مفق ہیں
 جن سے اس کی اصل حقیقت ظاہر کی جاسکے۔ کس مثال سے اس مشاہدہ کی لذت کا بڑے نام کچھ اشارہ ملے گا
 در نہ حقیقت میں وہ کبھی در یہ کبھی۔ چہ نسبت خاک زمانہ ہم پاک۔ کس مشاہدہ سے کو ایک سکون و تسخیر
 و خوشنودی و انشراح صدر کے مدوہ ایسی غیب لذت حاصل ہوگی جس کس کی رگوں میں گوشت میں، خون میں،
 بڑی میں، و ہاں میں اندریں روئیں میں، عظمیٰ قدامی جو اہر ذات میں سرسبزیت کئے ہوئے ہوگی۔ حتیٰ کہ اگر
 کس کا ایک پال سے کس لذت پر متفرق میں جو کس میں موجود ہے تو وہ مسوی ہوگی اس لذت کے جو کس کی
 عقل اس کے غیب میں موجود ہے کچھ بھی کہ نہ ہوگی۔ پھر سب سے بڑی لذت مثلاً جماعت کو اس لذت مثلاً
 کے کچھ کچھ حصہ کا کچھ بھی نہیں، اور پھر اس تبویٰ کہ ستر کرور کی ایک جزو قرار دیں، وریوں کیسے کہ مشاہدہ
 کی لذت اس کے غیب ہے تب بھی کس لذت کے قریب قریب نہ کہ پہنچے گی۔ اور دوسرے مشاہدہ کی مثال
 یہی ہے جیسے یک شخص بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا مگر کس وقت جبکہ وہ اپنے کلمہ و رقبہ و سلطنت میں
 تکیہ توڑ پھینکی لذت کا کچھ اثر کس مشاہدہ میں نہیں موجود ہوگی کہ۔ فر مشاہدہ ہے سب سے بڑی لذت
 کی کہ کس کے ساتھ ایک ناقابل بدوشت بیست و خف در دشت بھی ہوگی کہ جو ششخص بادشاہ
 کو کھڑے پر سرور، یا قریب نیزہ سے ہوئے، سکھو حرکت دیتے، وڑھتے، دھکاتے ہوئے دیکھتے تو
 باور اور دشت کس پروری ہوتی ہے اس کا حال کچھ نہ پوچھ سہل مشاہدہ میں کچھ نمونہ ہے خوب کا اور
 در کس مشاہدہ میں مشاہدہ بہت ہے بیاری سے کہ کس میں مشاہدہ و جلال و عظمت کو وہ سے قلیق و ضواری
 بہت بہت اثر غیر سے ہے خبری معنوں میں ہوتی ہے۔ اور تیسرے مشاہدہ کی طرف اشارہ ہے کس
 مشاہدہ میں کہ میرے تہیہ پر ایک ہاں ساتھ ہو کر رہتا ہے۔ یعنی مشاہدہ ذات مستور ہو کر مشاہدہ قدرت
 و کائنات کی طرف ناہی رہتا ہے۔ پس میں کس قدر کیا کرتا ہوں، چہ نہ کہ ساری تفویق کو بھی جمع کر لیا جائے
 تو ان میں بوقت نہیں کہ پھر اور دوسرے مشاہدہ میں دائم رہ سکیں و ضروری ہے کہ راحت پانے کے لئے
 تیسرے مشاہدہ کی طرف نزول کریں۔ لہذا حبیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس مشاہدہ کی طرف آرتے تھے
 اس کو انداز قرار دیتے اور کس قدر کیا کرتے تھے۔ و اللہ اعلم۔
 ہاں حبیبہ میں نے حضرت ممدوت سے پھر کس مشاہدہ کی تقریر سنی اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
 وہی نور مدان سے باہر نہیں نکلتا اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب میں ترکاں سنی کو پیش آتا ہے
 جو اس کی حقیقت کا اندازہ وقت ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ حضرت سیدہ زینبہؓ کی بارہ میں بھی ہو کر حال
 حق و حقیقت میں نہ تاہر شکر و ان حدیث پیش کی جس میں چوں شکل رجب حق کہ حق مسلم چاہے حضرت سیدہ

دستہائے کھجور کی تائیر کر رہے یعنی نودخت کے کھجور داویں درخت پر ڈال رہے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام
 کا ان پر گزر ہوا تو ریافت فرمایا یہ کیا کر رہے ہو؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس سے پہلے کچھ آتا ہے قرآن
 یہ نہ روتے تھے کچھ اچھ آدے۔ چنانچہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تائیر نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کھجور اچھ نہ آئی بلکہ روکی آئی
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو دیکھ تو فرمایا کھجور کو کیا ہوا کہ ایسی آئی رہی یہ تے عربوں کی کہ یہ
 رسول اللہ آپ نے ایسا ایسا فرمایا تھا۔ تیرا آپ نے فرمایا تھا اپنی دنیا کی تدبیروں سے زیادہ واقف ہیں
 حضرت ممدوح نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اگر تائیر نہ روتے تھے کچھ اچھ آدے۔ بالکل
 اور سچا کلام ہے مگر دہن مبارک سے اس کے لئے نکر ہے جس کو پختہ یقین ہو کہ حق نہ ہے یہ تو ہر
 ہے اور یہ خفگی یقین بس پر مبنی ہے کہ فعل نہیں کا تو میں ملتے میں زیارت خود بلد و سند وید سبب سے ہوا
 مشاہدہ کرے کہ نہ کسی درد کو سکون ہوتا ہے نہ بال کو حرکت نہ قلب کو اشتیاق ہوتا ہے نہ رنگ میں پرک نہ
 چمک کی کوئی جھپک، اور نہ آبرو کا اشارہ مگر کہ داخل بلد واسطہ حق تعالیٰ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اس کا ایسا مشاہدہ فرماتے تھے جیسے عام لوگ امور محسوسہ کا مشاہدہ کیا کرتے ہیں کہ یہ منہجوں آپ کا
 سے نہ بیدار می میں غائب ہوتا تھا نہ بحالت خواب۔ بس لئے کہ آپ کا قلب جس میں یہ مشاہدہ تھا
 سوتا نہیں تھا اور ظاہر ہے کہ اس مشاہدہ واسطے کی نفر سے اسباب گر جائیں گے ایمان بالنبی۔
 کر کے شہود و عیاں تک پہنچے گا۔ ہند اسکو دلائل خلقک و ما تعملون میں مشاہدہ دیکھی ہوگا جو نرس
 نہ ہوگا۔ اور وہ یقین نصیب ہوگا جو اس مشاہدہ کے مناسب ہے یعنی آیت شریعہ کے معنی پر کہ بیشک اللہ ہی
 کیا ہوتا ہے اور وہی ہمارے تمام اعمال و افعال کا خالق ہے، ایسا پختہ یقین ہوگا کہ غیر اللہ کی طرف کس
 منسوب ہونے کا قلب پر چوٹی کے سر کی برابر کہیں دوسرے نہ گزرے گا۔ پھر کوئی شک نہیں کہ کسی کینہ
 کا صدور اشیاء کے لئے فارق العادہ بن جاتا ہے اور تمامی اشیاء از خود ظہور پیدا کرنے لگتی ہیں کہ یہ
 ہے جس کے ہوتے ہوتے نہ صیب باقی رہتا ہے نہ واسطہ نہیں بس مقدم والد شش اگر اسباب کے ساتھ
 اور فعل کے رب کا رباب کی طرف منسوب ہونے کا کوئی شہادہ فرماتے تو لا محالہ اس کا قول باطل ہے اور اس کا
 کلام مجسم صدق ہوگا۔ البتہ جس کو شش ایمان بالنبی حاصل ہو اس کے نزدیک دلائل خلقک و ما تعملون
 میں مشاہدہ نہیں بلکہ اس کا مشاہدہ یہ ہے کہ فعل منسوب ہے اس کی طرف جس کے ہاتھوں اس کا خبر ہو
 اس کو آیت شریعہ کے معنی اور فعل کو خدا کی طرف منسوب کرنے کی جانب صحت اس کا وہ ایمان کہ پختہ
 ہو حق تعالیٰ نے اسے پیش ہے جس اس کے لئے قہر جازب ہے۔ ایک من و انب اللہ یعنی اس کے
 ایمان کہ بس کو کینہ پختہ حق کی طرف اور نہ سر معنی نبی لفظیت۔ یعنی کینہوں کا مشاہدہ

شبہات پیدا ہونے لگے۔ مثلاً جو کہ چہرہ میں کوجہرہ ہوتا ہے وہی چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 فعل کہ فاقہ ہوتی ہے سب کو یہ کہہ دیتے ہیں مثلاً چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 حقیقت یہ کہ فاقہ کی وہ قوت ہے کہ نہ صرف چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں بلکہ ہاتھ کی بنا پر بھی
 ہوتی تو کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر بھی چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 ہوگی وہی کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 مرمت ہو جائے گی تو کوئی پر بھی اسکی کو چھینکے جائے گا کہ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 رد بھی کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 فی صحت بہ چیز پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 کھڑے رہ کر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 کے رہ کر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 کے نشہ و زہر و جزاکہ چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 چونکہ کسی کا چہرہ کو مشاہدہ نہیں صرف یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 میں کو چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 علی و اولیاء اس حقیقت کا مشاہدہ کر چکے ہیں کہ یہ صورت چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 کے مقصد و فاقہ ہونے کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 سر و جزاکہ چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 زہر و جزاکہ چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 غیا نہیں پڑ سکتا پس یہ تو حال ہے کہ چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 در نہ یہاں ہی نہیں ہیں کے لئے تنہا کہ فی سبب کہ چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 و فعلی وہ ایک شہر ہے کیونکہ اس کے دہرہ کی قرار کرتے ہیں کہ وہاں چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 دیا نہیں مگر اس کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 ہونے کو جس کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 انبیاء اور قرآن کے ہزار ہا ہر صلی و علیہ و آلہ و سلم کے ہونے کا یہ سبب ہے کہ چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 کیسے تین ناموں کے ساتھ اس کے ناموں کے ساتھ چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں
 رہے ہیں اب تنہا در تھوڑے سے چہرہ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاتھ کی بنا پر ہی سب کو یہ کہہ دیتے ہیں

سویا کرتا تھا کہ ساعت قبولیت میں آنکھ کھل جائے تو شرمیری آنکھ ورت سے وقت میں ٹھہر کر رہتی ہوگی۔
 کچھ دیر بعد سلامی کے وقت میں بکرہ و بکرہ بد کے ان حضرات سے کہیں جن کو ساعت قبولیت و ہجرت
 میں نے ہی سنا کہ وہ اس عمل کو پڑھ کر سوتے ہیں تو ان کی آنکھ اس وقت کھلتی ہے تین دن کے بعد
 مکہ کا مصلح مقدم ہے (یہ ایک عجیب عمل ہے کہ جو ہمیں اس کو سوتے وقت پڑھتے ہیں وہ جس وقت ان کے پاس
 وقت آنکھ کھلے گی)

(۱۲) پھر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا مہینہ و ریاست کیا کہ اس میں کبھی کسی بہت قدرت ہے۔
 کوئی کہتا ہے صفر کا مہینہ تھا کوئی کہتا ہے ربیع الثانی کوئی کہتا ہے تہہ کوئی کہتا ہے رمضان اور کوئی کہتا ہے شوال
 اور کوئی کہتا ہے کہ صحیح مہینہ کسی کو معلوم نہیں حضرت نے فرمایا ماہ ربیع الاول تھا پھر میں نے دیکھا کہ یہ سنت کی ہے
 فطرت ہے کوئی کہتا ہے دوسری تاریخ تھی کوئی کہتا ہے ساتویں تھی اور کسی کو دیکھنے کے کثر ترجیح دی ہے کہ یہ
 ہے نویں تھی اور کوئی کہتا ہے بارہویں تھی۔ فرمایا ساتویں ربیع الاول تھی اور یہی واقعہ نفس و روئے ہے ساتویں
 کی شب میں ولادت شریفہ ہوئی۔ پھر میں نے پوچھا اس وقت ولادت میں کبھی مکہ کا اختلاف ہوا ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ
 یعنی جس سال ابرہہ مہینی نے باغیوں سے مکہ پر چڑھائی کی تھی اس واقعہ سے پہلے ولادت ہوئی اور
 کہتا ہے واقعہ قبل سے پہلے مہینہ بعد اور کوئی کہتا ہے چالیس مہینہ بعد کوئی کہتا ہے کہ یہ مہینہ بعد
 واقعہ قبل سے پندرہ سال بعد حضرت نے فرمایا غام الغیل ہی میں ولادت ہوئی مگر باغیوں کا یہ واقعہ
 سے پہلے اور آپ ہی کے وجود یا صعود کی برکت سے کہ آپ بوقت شریفہ نہ سنے و نہ سمجھتے تھے اس وقت
 مکہ سے باغیوں کا حملہ دوزار پایا اور اہل مکہ کو نجات بخشی۔ پھر میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ تو فرمایا ہے کہ
 دن پہلے ولادت شریفہ ہوئی۔ اگر یہ دریافت کرتا تو آپ اس کا بھی تعین فرمادیتے پھر میں نے دریافت کیا کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل (اور لیٹن) مادر میں رہنے کی مدت کتنی تھی؟ فرمایا اس مہینہ پچیس سو چار دن
 شریف میں بال تھے یا نہیں کہ عشاء کا اس میں بھی اختلاف ہے۔ فرمایا تھے بال نہ تھے جن کو آپ نے
 بہت ہی قلیل تھے اور کسی کا نام حضرت رحیم کو رکھا دیش میں کیا ہے یعنی سپیدی جس میں قلیل سیاہی ہے
 ہوا اور اس میں بال کم ہونے کا سبب یہ تھا کہ آپ کے سینہ مبارک پر دروزوں موندتوں پر بال نہ ہوا
 اس لئے دونوں لفیوں میں بال بہت کم ہوئے، بعض روایات میں دیکھتے ہیں کہ حضرت کے دروزوں پر
 پر بال تھے مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا کہ حضرت مدوح سے سنا کہ دروحہ معلوم ہوئی کہ غسل کی جگہ نہ ہو
 بال نمودار ہوئے، تب شرح ہو۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا
 مبارک دروزوں میں ہوئی قلیل یا دونوں میں فصل کثرت؟ فرمایا ہلی ہوئی نہیں قلیل۔ پھر میں نے حضرت سے

[illegible]

یعنی کفر و عذاب وغیرہ) وہ شخص پر عمل کرنے والے کے لئے صحیح نہیں۔ اور جو عترت میں جو یہ بات کہیں سے پہنچے
خبر صد یہ ہے کہ پہلے اور پانچواں جو یہ آیت لے لیں کہ آخر جزو سے مناسبت نہیں ہے اور باقی جو بات کہیں
اور آسمان کو فرق قائم نہیں تھا، بیکسر مستحکم اور آسمان کا تقابلاً ہوتا ہے، لہذا انہیں یہ ستر قلم ہے۔

حضرت مدوح نے فرمایا کہ جو بات مذکورہ میں نہ آیت کے انور کے ہیں نہ کسر، صحیح صاحب یہ بات کہ حق تعالیٰ نے
اسے میرے بند و کتاب اور رسول کی جنس میں جو بھی تباری طرف نازل کیا گیا ہے اس میں بہت حد تک قرآن میں
کہ اتباع کرو۔ یعنی کتابوں میں اتباع کرو قرآن مجید کا کروہ بہترین ہے اگرچہ دیگر کتابیں ہیں، تو قرآن میں وہ
بشریکہ اصل اور غیر عزت نہ ہوں اچھی ہیں۔ اور رسولوں میں اتباع کرو ہر سے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان
انبیاء اچھے ہیں مگر آپ بہترین پیغمبر ہیں، قرآن میں آیت میں آیت آیا ہے جس کا خوب مترجم یہ آیت
کہ جو تم پر نازل کیا گیا ہے اس کے بہترین کا اتباع کرو۔ اور تورات و انجیل الٹ پر نازل نہیں گئیں، بس ان سے
انہیں یعنی یہود اور نصاریٰ پر نازل کی گئی تھیں۔ فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم میں ان میں بہت
ہیں، کیا سب اور کیا عجم کی یہود کے لئے تورات، اور نصاریٰ کے لئے انجیل، یہودیوں و نصاریوں کی یہ سب
ہو اس اور اس لئے رشاد ہوا کہ اسے بنی آدم کی مختلف قوموں و رجحانوں میں قرآن پر نازل کیا گیا ہے۔
اگرچہ وہ سب اچھے اور شریفوں والے تھے مگر اب جو کتاب اور جو نبی تباری عزت ملیا گیا ہے، وہ بہترین اور سب سے
افضل ہے لہذا اس کا اتباع کرو کہ افضل کے لئے مفسر کی طرف جانا، عقل کے لئے نصرت ہے۔ ان
مفسرین کا بھی یہی قول ہے کہ احسن سے مراد قرآن ہے مگر یہی وضاحت حضرت ہی کی تقریر سے ملتی ہے، آیت
کے ثمرات یعنی کفر و عذاب کا ترتیب بھی صحیح ہو گیا کہ جو کس بہترین کا اتباع نہ کرے گا وہ عذاب میں رہے۔
شرعیہ محمدیہ نے قرآنی شرائع کو منسوخ کر دیا ہے، ہر مذہب۔

ان میں نے دریافت کیا کہ عمود آیت قرآنیہ میں سرعت کو مقدم کیا گیا ہے، عبارت پر مشدّد ہے: **الْأَلْفُ مِائَةً وَخَمْسُونَ نَسْفَتُكَ وَأَنْتَ لَكَ السَّمْعُ وَالْأَبْصَارُ** اور **الْأَلْفُ مِائَةً وَخَمْسُونَ نَسْفَتُكَ وَأَنْتَ لَكَ السَّمْعُ وَالْأَبْصَارُ**
أَنْتَ السَّمْعُ وَالْأَبْصَارُ وَالْفُؤَادُ كُلُّ أُولَئِكَ كَأَنْتَ عَنْتُكَ فَسُدُّوْا لَهُمْ سَمْعَهُمْ وَابْصُرَهُمْ
نائدہ بڑا اور نفع عام ہے کہ دن اور رات کا نائدہ صرف صاحبِ اجزاء ہی سکتا ہے۔
اور جس کی سماعت اگرچہ صحیح ہو مگر دیکھنا کچھ نہیں۔ اس کے ساتھ دن رات دونوں برابر ہیں۔
نور اور ظلمت کا احساس بھی صاحبِ اجزاء ہی کر سکتا ہے۔

آفتاب و ماہتاب اور ستاروں سے راستہ معلوم کرتا، صاحبِ اجزاء ہی کا کام ہے۔

عجائبات مصنوعات کا زیادہ تعلق اشیاء کی صورتوں اور ان کی ہریت ترکیبہ ہی کے ساتھ ہے۔ ان کا
 زیادہ صرف آنکھوں واسطے کو ہو سکتا ہے۔ کہ بنی آدم کی شکل جدا ہے اور حیوانات کی شکلیں حسب اوقات
 کی صورتیں سے مختلف ہیں اور پھولوں کے رنگ بے شمار متباہن۔ اسی طرح آسمان کی آفرینش
 بے انتہا ہے۔ ہر کی نظر میں تو بشارت کو ترجیح ہے کہ دنیا کے ساتھ دین کی بھی کثر خوبیوں کا مدد راسی پر ہے۔ ہر
 اس کا فکر مقصد ہونا چاہیے تھا۔ فرمایا بشارت کے خاص بن جو کچھ بھی تم نے منوں سے سب صحیح ہیں اور کسی نے
 اس کی غرض کا حق تعالیٰ نے احسان فرمایا ہے۔ مگر سمجھ میں ایک فائدہ اتنا بڑا ہے جو ان سب کا حق مقدم
 ہو سکتا ہے کہ غیب نہیں سب پر ظاہر آجائے۔ اور وہ یہ ہے کہ بھیجا ہوا رسول اور بھیجنے والا خدا اور تمام
 مومنین جن پر ایمان نہ واجب ہے۔ جب کہ درک سماعت ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ دراصل تمام شریعتیں گویا
 موقوف ہیں توقد سب پر اس کی شرح یہ ہے کہ فرض کرو بنی آدم میں قوت سمع نہ ہو اور وہ کوئی بات
 سن نہ سکیں تو جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے پیغمبر آئے گا اور کہے گا کہ میں اللہ کی رسول ہوں اور تمہاری طرف
 بھیجا گیا ہوں تو یہ ان کی آواز آنکھوں سے تو نظر نہیں آسکتی اور سننے کا ان میں مادہ نہیں ہے ہند رسول کا کیا بیان
 رہا پیغمبر وہ کہے گا کہ میرے پیچھے ہوتے کہ خدمت خداوند فلان پیغمبر ہے۔ تو چونکہ وہ سننے ہی نہیں سکتے
 پس ہود ہو۔ پیغمبر وہ کہے گا کہ اللہ صلی علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ اس کو یہ کہ نہ سمجھو کسی کو اس کا سبھی قرار نہ دو
 نہ سماعت کی وجہ سے پیغمبر کا کام معلوم رہا۔ پیغمبر وہ کہے گا کہ اللہ کو حکم ہے کہ ایمان نہ دو پیغمبر پر اور اس
 کے تمام رسول پر اور اس کے درشتوں پر اس کی کتابوں پر اور قیامت کے دن پر مگر انہوں نے چہرے پر کچھ
 شہدائے نہیں لئے رسول تعین نہ پا۔ پیغمبر وہ کہے گا کہ اللہ کا حکم ہے نماز پر مسمو، روزہ رکھو، الزم کرو، وہ کرو،
 فلاں کا راس نہ فریش بنایا ہے ورنہ وہ حرم کی ہے فلاں شے مباح ہے اور فلاں مستحب، مگر چونکہ
 مومنین سب بوجہ ہیں اس لئے رسول کی تعلیم معلوم ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر قوت سمع نہ ہو تو رسول کی
 خدمت ہو سکتی ہے نہ رسول کو نہ غیب پر ایمان کا وقوع ہو سکتا ہے نہ شہادہ پر میات کا صدور نہ اتباع
 شریعت کی کوئی صورت ہے نہ امتثال و طاعت ہی کا کوئی طریق اور اس سے لازم آتا ہے کہ نہ ثواب ہے
 نہ عذاب۔ اس لئے جنت بھی آگ بھی۔ ورنہ نہ کہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا رشتہ ہے۔

وَمَا كُنَّا لَنُؤْتِيَهُنَّ آلِهَةً مِّنْ دُونِنَا لِيَدْعُنَا إِلَىٰ دُونِنَا

ہم حیب تک رسول نہ بھیجیں کسی کو غیب نہیں دیتا اور حیب رسول ہی کا نہ ان پر یہ ہو گیا تو عذاب کیا اور
 جہنم کس کے لئے؟ خدا مہربان ہے کہ بنی آدم کسی شے سے نہ ہو تو شریعت بھی سب قہر ہو جائے اور سب منزلہ
 ہو کر رہ جائیں۔ اور ان کے لئے ہدایت نہ ہو۔ پس انسان اگر حیات مادیہ کا مستحق ہو اور نہ مادی میں

جس کو ابن جریر نے سورۃ احقاف میں بیان بھی کیا ہے کہ حضرت حارث بن حسان بکری فرماتے ہیں۔ میں نے
 علاؤ بن الحضرمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس حویل حدیث میں یہ قصہ بھی مذکور
 ہے میں نے کہا اللہ اور رسول کی پناہ کہ میں عباد کے نمائندہ کی طرح بنوں راورد بار محمدی سے بچنے کی پناہ
 کے ناکامی لے کر جاؤں، حضرت نے باوجودیکہ آپ زیادہ واقف تھے مگر لذت لینے کے لئے ان سے دریافت کی
 کہ عباد کے نمائندہ کا کیا قصہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ قوم عاصی و فاجر میں مہینہ ہوتی تو انہوں نے ان کا
 بنا کر قبیل بن عنترہ کو معاویہ بن بکر کے پاس بھیجا کہ حرم الہی میں بارش کی دعا مانگے اور ایک روایت یہ ہے
 کہ قبیل بن عنترہ اور مرثد بن سعد مہینہ ستر سرداران قوم کے مکہ آئے اور مکہ میں اس وقت حکومت خاندانہ کی تھی جن
 سردار معاویہ ابن بکر تھا۔ یہ لوگ ایک مہینہ معاویہ کے مہمان رہے مرثد نے اپنے رفقاء سے کہا مجھے تمہارا
 بارش نہ برسیگی جب تک کہ ہود پر ایمان نہ لے آؤ مگر قبیل نے یہ سن کر معاویہ سے کہا اس کو قید کر دیجئے کہ
 ساتھ دعا باران کے لئے بیرون شہر نہ جائے کیونکہ یہ ہود پر ایمان لے آیا اور ان کو سچا سمجھنے کے لئے
 مہینہ بھر بعد شہر کے باہر ہار بارش کی دعا مانگی تو دو بادل نمودار ہوئے ایک سیاہ اور ایک سفید اور کسی کو
 اختیار دیا گیا کہ جس بادل کو چاہے انتخاب کرے قبیل نے یہ سمجھ کر کہ پانی سے خوب بھریا ہے سیاہ کو انتخاب
 کیا۔ تب ایک ندا آئی اچھا اسی کو لے کر راکھ بنا دیگی اور عاصی میں کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑے گا
 کہ نمائندہ کے مکہ میں آنے کا واقعہ اور ہوا کے عذاب سے ہلاک ہونے کا سانحہ اسی قوم عاصی کا ہے جس کے
 مہینہ حضرت ہود تھے نہ کہ دوسری قوم عاصی کا جس کے نہ بنی کا نام معلوم نہ صورت عذاب کا تعین حضرت ہود
 نے فرمایا ہاں عاصی دو قوموں کا نام ہے۔ یہ قوم عاصی ثانیہ کہنتی ہے جس کی طرف حضرت ہود بھیجے گئے تھے
 بنا کر کشر لیتے سالیقہ کو (بدعات سے مصاف کرین اور اس کی رواج دین۔ اسی قوم عاصی کا یہ قصہ ہے کہ سورۃ
 احقاف میں آیا ہے اور اسی کا نمائندہ مکہ میں آیا تھا اور اسی کو ہوا کا عذاب دیا گیا تھا اور یہ سیدنا اسمعیل
 کی اولاد میں تھے اور نسب نامہ اس طرح ہے۔ ہود بن عابر بن شجاع بن احرث بن اعباب بن قیدار بن تلیق
 مگر عاصی ثانیہ ساری حضرت اسمعیل کی اولاد میں نہ تھی بلکہ صرف حضرت ہود علیہ السلام اور ان کا کہنتی اور نہ قوم
 جدا مجید کوئی اور تھا کہ الی عاصی اقصیٰ میں قوم کو ان کی برادری تالیقہ کہتا گیا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام مع اپنے
 انہیں کے ساتھ رہتے رہتے اور انہیں کے ساتھ سفر کرتے اور آتے جلتے تھے۔ اسی قوم عاصی میں مرثد بن سعد تھا جس کے
 پاس ایک بڑا خیمہ فوات العاصی (اپنے کھنڈی دار) تھا علما و کا خیال ہے کہ ازم فوات العاصی ایک شعبہ تھا
 جنت کی شکل پر مونس سے تعمیر کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ صحیح نہیں اور نام ہے قبیلہ عاصی اور کلمہ ذات عاصی
 قبیلہ ہی کی صفت ہے، یعنی کھنڈی دار قوم ارم۔ خواہ یہی قوم کے اعتبار سے کہ کسی کے

زمین کے کتبہ عايشان تھے۔ یا ذاتی لہجہ سے کہ ساری قوم کے نیچے گھنٹوں والے تھے۔ چنانچہ میں نے ان کو
 سکونت دیکھا ہے اور وہ قریب قریب اسی کے ہیں جو عمارتوں کی صورت میں بیات کی سبب و وجہ
 تھی۔ مگر یہ غلط ہے کہ ان کو وہاں میں ملے ہو سکے۔ ان کا بادشاہ بنی شہر میں رہتا تھا کہ چاروں کناروں سے کوئی
 شخص اس تک نہ پہنچتا تو سارے ہی دن برہنہ سر اور برہنہ پانچیموں ہی میں چلتا تھا۔ کیونکہ شہر میں
 کچھ بے رحمیوں کے بارے میں تھی۔ زیادہ تھی کہ شہر میں سمانہ سکتی تھی اس لئے شیعوں میں رہائش تھی۔ اور
 چونکہ چلنے والے کو شیعوں کے سایہ میں اور بچے ہوئے فرش پر چلنا پڑتا تھا اس لئے ٹوپا اور جوتا کی عزت
 نہ تھی، حق تعالیٰ نے ان کے لئے سطح زمین پر پانی کے دریا اور چشمے بہا دیئے تھے جس سے ان کی حالت بہتر
 کرتے تھے اور یہ دریا دندی نامی ہے۔ ان کے شہر سے بہت دور مقامات سے آئے تھے۔ ان کے بادشاہ کے شہر
 سے زمین کی اتنی بلندی تھی جتنی اور تیرا نہ نکاتیر جیسے۔ اس کے گھونٹے رحمن سے یہاں بند تھی جو تھی
 اور گھنٹے رحمن پر خیمہ کھڑا کیا تھا، فرس سونے کے ٹرن چڑھتے ہوئے تھے اور شیعوں کے سٹیٹس میں شیعوں کی تھی۔
 میں نے ان کا پایہ سونا دیکھا ہے۔ اب تک ان کی زمین میں کہیں کہیں مدفون ہیں۔ اور یہاں پر ساری قوم کے
 خیمے ملے ہیں اور زمین کے غرضوں اسی قوم کی طرف منسوب ہو دیکھو۔ یہ جیسے تھے جن کا نسب نامہ یہ ہے
 اسی کو تھانہ نہ کہا جاتا ہے۔ ہر دفعہ سوہ نوت خیمہ سرم کی قوم ہے جس کی طرف حق تعالیٰ نے کیسے فرمایا
 تھا۔ جن کا نام گھوٹیل تھا۔ اور وہ رسول سے مستقل شریعت رکھتے تھے۔ یہ خدمتِ حیات ہو کر کہ شریعت بہتر
 کے لئے دے۔ نیز حضرت نے فرمایا کہ ہر سوا مستقل کے لئے کتابہ زمیں ہے اور مجھے تمامی سرزمین کی کتابیں یاد ہیں
 ہر جہت سے بہتر کی کتاب کا نام مختلف ہوں۔ میں نے کہا کیا حضرت دارکتیب و سلیم کہنا۔ کہتے ہیں؟
 فرمایا کہ کتابیں مختلف ہوں اور کتبہ نہ سکوں اس کے کیا معنی؟ کہ کتبہ اس کے بعد کہ آپ نے ایک ایک کتاب
 لہائی اور فرمایا والی تودنی ہی نہیں ہستہ جب تک تمامی کتابوں پر تفصیل بیان نہ کر دے کہ اس کو دوسری
 طرف سے، جب لی کیا نہ لگائی نہیں۔ میں نے کہا کیا ماحی ازلیا و جن کو خلق فرمایا ہو تو یہ جیسے ہی ہستہ
 ہیں؟ فرمایا نہیں صرف ایک یعنی شوش، اس وقت میں پورے علم ہوں کہ حضرت مروج غوث ہیں اور آپ کے
 علم شرو بھی اس کا پتہ دے رہے ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ مرد اونی یعنی قوم ہو کر کو حق تعالیٰ نے تیار کر کے
 منڈایا ہے کہ کہ کراہل آسمان سے پھر رہے ہیں۔ جب کہ چاہئے کہ تو ہر طرف سے کہ کراہل آسمان سے فرمایا رہے ہیں
 نہ کہ اس سے بہتر نہ ہو۔ اس کے وقت میں کثرت عجیب باقی ہیں مگر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مایہ میں
 ان کو قسٹ نہیں دیا کہ مایہ کے نام سے ان میں ان قوموں کا شمار ہے۔ مگر حق تعالیٰ نے ان کو قسٹ
 نہیں دیا۔ ان کو نہ تھے اس لئے کہ ان کا مذہب ہے۔ چند نیش نہ تھا کہ میں نے کہا کہ ان کو قسٹ دیا گیا ہے۔

[illegible]

مسافت یعنی دور دور اور کسی اور اون سے کڑیا جلتے تو بکریاں بچ رہیں گی۔ بکری و سسک لٹے۔ در میں مدت ہیں
 بکری والہ کیستی کی خدمت کرے گا جس میں انگوڑ کی کاشت ہو رہی تھی تو کیفیت اپنی حالت پر اگر قبضہ میں آجائے۔
 اپنے مالک کے۔ گویا اس پر موقوف ہے کہ دونوں فریق رضی بھی ہوں اور نہ فیصلہ کشی وہی ہے کہ تین دنوں میں
 بقدر نقصان سکھائیے (وقت) پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جس سے قانون کے موافق فیصلہ دیا وہ نہایت درست ہے
 صلہ کے درجہ کا فیصلہ دیا وہ صحیح ہے باقی تینوں قصوں کی ترجمہ یہ ہے کہ سید و در عظیمہ سدھ کے فیصلہ کے
 فیصلہ کے موافق تھا کہ قبضہ یا شہادت یا قرینہ قویہ دلیل ثبوت یا قرینہ قویہ دلیل ثبوت ہے چاہے حقیقت
 اس کے خلاف ہو مگر قانون کتابت کہ خبری ثبوت کے موافق مقدمہ طے کروا لہذا یہی وجہ ہے اور کہ
 جائز ہیں نہیں کہ اس کے خلاف فیصلہ دے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تہمید کی کہ چھپو ہوا ثبوت
 کھل جانے اور یا ظہن کسی طرح ظاہر بن جائے اور جب وہ ظاہر بن گیا تو آپ نے فیصلہ اس کے موافق دیا چھپنے کا
 ثبوت اور اس کو صحیح کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ دونوں ظاہر پر متفرع اور فیصلہ قانون کے موافق ہیں۔
 فیصلہ دونوں صحیح ہیں اگرچہ باطن کے ظاہر بن جانے پر پہلا فیصلہ وجہ انقض ہو گیا مگر اس وقت میں کہ
 جانے سے یہ کہان لازم آیا کہ فیصلہ دیتے وقت بھی وہ ظہور تھا۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ قبضہ ہے کہ بھرت
 قوتی کے سامنے کسی عامل کی شہادت دی اور قوتی نے ان کی شہادت پر فیصلہ سن دیا تو کسی فیصلہ کو خود
 کوئی نہیں کہہ سکتا بلکہ قوتی پر جب یہی ہے کہ شہادت پر فیصلہ دے اس کو خلیفہ کی کیا خبر کہ شہاد
 چاہے کہ سچ کا جامہ پہنا دیا ہے اور نہ وہ اس کو مکلف کہ شہادت دیکھ کر بھی بدگمانیہ کرے
 سید اس کے بعد اگر گویا کو شہادت آفرینے لڑا یا اور نہیں ہے) تو یہ کہ قوتی کے سامنے کر پڑی
 اور شہادت کی تر ریزا استہدات سے رجوع کیا تو بقیہ پر یہ وجہ ہے کہ ان کے رجوع کا مقصد
 اس کے موافق فیصلہ دے اس ایک ہی قوتی کے دو فیصلے یا ہم متضاد ہیں مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ قبضہ
 شہادت اور قوتی مطلق ہے اسی شہر اس کا وقع ہے کہ میر کی وقت شخص خود اپنا نفس مردود تھا اس کے
 بنی کے پاس گیا جو بھروسہ کے رہنے سے اور قوتی شہر سے حضرت عبدالمکریم بھری مرد ہیں جن کا ذکر پہلے
 ہے۔ ان کے پاس جا کر بیٹھا تھا کہ دو شخص آئے اور کہتے کہ اس شخص نے میر کی وقت مجھے
 چھپا کر جو نہایت ہی قیمتی تھا اور وہ اس کے پاس موجود ہے دوسرے نے کہا میں سامنے حاضر ہوں اس کا
 اختیار دیتا ہوں اس کے کپڑے اور جو کچھ بھی میر کے بدن پر پہنچا تھا اس کے مزید پرک میں نہ
 نہ کہیں کہتا ہوں کہ یہ قوت میر کے پاس نہیں ہے۔ قوتی نے اس کو کہ اس کے حق میں فیصلہ دیا ہے کہ نہ
 یہ شخص نے کہا کہ جس حکم نہ سنو اور شخص کے بعد دونوں فریق کی طرف متوجہ ہو کر کہ یہ فیصلہ

[illegible]

اسی طرح زید، عمر، مرد، عورت، گدھا، گھوڑا، (غرض فرتی، انگریزی، عبرانی، جرمنی، ہسپانی، کسی زبان کا بھی کوئی لفظ کیوں نہ ہو ہر ایک کے حروف بھائی کسے زبان سریانی مخصوص ترقیہ ہے۔ مثلاً سیرا
تلیط زبان عبرانی نام ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور سریانی میں ہوتا تھا اللہ مشتق ہے۔ عربی
وہ رہا ہے اور اب اس قلی کا ہر حرف مفرد معنی دے گا۔ اس کی اصل تمام لغات کی اصل ہے
یہی سریانی ہی زبان ہے اور تمام لغات اسی پر متفرع ہوئے ہیں جس کا سبب وہ جہل ہے جو نہ ہونی چاہیے
چھائی سریانیت کی موصوعیت اور یا بھی مخاصبت کا معنی اس صحت شفا معرفت پر ہے جس میں
کا نام نہ ہو حتیٰ کہ جو حضرات اس زبان میں گفتگو کرتے ہیں وہ زبان سے لفظ نکالتے کے پہلے زید، عمر، مرد، عورت
(نور قلبی) اس کے مفہوم سے آگاہ ہوتے ہیں، اور اس لئے اپنا ذاتی الضمیر سامع کے ذہن میں گزارنے کے لئے اشارہ
اشارہ کر دینا ان کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لہذا بغیاں اختصار حروف مفردہ کا استعمال کرتے ہیں اور ایک حرف
سے معانی کثیرہ کا اشارہ کر کے پوری عبارت کا وہ معنی دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اصل ہر حرف معنی دینا
محبت ہوتی ہے۔ نکتہ درست کنندہ حروف اور الفاظ سے حتیٰ کہ اگر ان کے مکان میں بہت دور
کے بغیر ہی مضمون کو دوسرے کے سامنے مستحضر کر دیں تو پھر سریانی لغت بھی وضع نہ ہو۔ اور سریانی
سریانی زبان میں گفتگو صرف اہل کشف ہی کر سکتے ہیں کہ تمام الفاظ سے پہلے ان کے ذہن میں
کا بذریعہ کشف معلوم کرنا صاحبان کشف ہی کا کام ہے، یا اروج سریانی میں باتیں کر سکتی ہیں کیونکہ ان
ظہر پر معرفت و ادراک سے نوزی گئی ہیں اور یاد رکھ کر ان کی آفرینش ہی معرفت پر ہوئی ہے۔ ہر حرف
ان کو باتیں کرتے دیکھ تو دیکھو گے کہ دوسرے لوگ جس مضمون کو ایک چیز یا دو چیز ہیں دیکھتے ہیں
اس کو ایک حرف یا دو حرف اور حد ہے کہ ایک کلمہ یا دو کلمہ ہیں اور کریں گے۔ مثلاً مصرعہ حرفت سیرا
سمجھو کہ بنی آدم پر جب جہل کا غلبہ ہوا اور وہ ان کثیر معانی کو جن کے لئے حرفت مفردہ وضع کی گئی
تھے نہ سمجھ سکے اور یہ حروف معطل رہے معنی بن گئے تو ان کو پناہ مفردہ اور کرنے کے ان حروف کے ساتھ
دوسرے حروف ملنے کی ضرورت ہوئی تاکہ اس مجموعہ سے جس کا نام کلمہ ہے وہ معنی دے سکیں۔ اگر یہاں تک
حروف واحد سے اور ہوا کرتے۔ مثلاً غرض حروف بھائی کے معانی اور ان کے سہرو ہوتے ہیں۔
نادرانیت کی بدولت ایک بڑا علم ضائع ہو گیا۔ مگر اب ہم جب کسی زبان کا کوئی کلمہ دیکھیں تو اس میں کوئی
حرف ضرور ایسا ملے گا جو اپنی سابق وضع یعنی سریانیت کے وسیع ہیں اس پر سے مفہوم کو دکرے گا۔ یہی ہے کہ
اس دوسری وضع میں درست کر رہا ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ سریانیت ہی سے منتقل ہوا ہے۔ ہذا کیونکہ اس سے
اچھا ضرور لئے ہوئے ہو گا۔ پھر یہ کلمہ کے باقی حروف ان کے نزدیک مبہمل رہے معنی دینے کے لئے۔

یہ بات کہ اس میں کبھی ہر حرف مجرمانہ اور مستحق مفہوم ادا کرے گا مثلاً طائفہ عربی لغت میں عربیہ لغت کو
 کیر لیتے والی چیز یعنی چار دیواری کو کہتے ہیں۔ مگر سریانی زبان میں حرفت جو اس کلمہ کا پہلا حرف ہے اس کے
 معنی کو ان کر رہا ہے۔ اور باقی حرفت یعنی آتی طائفہ لوگوں کے نزدیک پہلی و بعد از وہ ہیں۔ لیکن سریانیوں کے
 نزدیک یہ بھی تہ کی طرح اپنے معانی جدا جدا بنا رہے ہیں۔ اسی طرح مثلاً مادہ عربی زبان میں پانی کہتے
 ہیں مگر سریانی میں یہ معنی حرفت سمجھ رہے ہیں اور ہر سب میں جو اس کلمہ کا آخری حرف ہے اسی طرح سیاہ
 کے معنی ہیں آسمان اور سریانی میں اس معنی کو حرفت حرفت سے داکر رہا ہے۔ مثلاً عربی لغت اور تفسیر کے
 تفسیر میں ہے اور کہتے ہیں کہ اس کی طرف پہ پاؤں لگے کہ ایک حرفت سے معنی اور باقی حرفت پہ ناندہ
 خزانہ لگے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ سیدنا آدم علیہ السلام جب رحمت سے نیچے زمین پر تارے گئے تو انہی
 تاروں کے سوا کسی اور تار کی لغت میں باتیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ جنت کی سکونت کی زمانہ قریب تھا۔ ہند
 موافق کی معرفت ان کو نور و صفائی کے ساتھ حاصل تھی۔ چنانچہ یہ بات ان کی واد میں بد تبدیل و غیر
 اپنی اصل حالت پر باقی رہی جتنی کہ سیدنا آدم علیہ السلام گذرے تو اس میں تیسرا تبدیل شروع ہوا اور
 تک اس کو اصل سے منتقل کرنے اور نئے لغت تارے لگے۔ سب سے پہلے لغت جو مستحق ہو وہ
 ہند کی زبان ہے اور اسی کے سریانی لغت کے قریب ترین ہندوستان کے سکریت ہے اور اس کے
 اس وقت سریانی زبان بتایا جاتا ہے۔ چونکہ الیوانیہ کی سکونت بعد مہابھارت میں رہی اس لئے سریانی
 زبان سب سے پہلی تبدیل میں سکریت اور حضرت آدم علیہ السلام کا سریانی زبان میں باتیں کرنا اس لئے
 تھا کہ پہلی جنت کی زبان یہ تھا ہے۔ اور آپ جنت میں چونکہ اس زبان میں کیا کرتے تھے لہذا زمین پر گئے
 تو اس کو ساتھ لے کر آئے۔ میں نے عرض کیا کہ منسیرین نے تو خَلَقَ الْإِنْسَانَ ذَلِكُمُ الْبَيَانُ کو غیر
 میں یہ کہ بتا کر انسان کے سر پر آدھیں درجہ نہایت مراد سے سریانیوں میں کرم کرنا ہے جہاں میں انھیں تریختہ
 آئی ہے۔ فرمایا یہ صحیح ہے کہ حق میں سنا ہے کہ سریانیہ حضرت آدم کو تیسرے فرما میں درود ملی لغت میں ہے
 اور سکریت کے ہر آپ نے نیچے والے یعنی ادیم دامت محمدیہ راغوث وقت میں ہیں ان سب زبانوں کو چاہے
 اس کے میں۔ مگر گنہگار حضرت آدم غایب سکریت سریانی میں فرماتے تھے جس پر یہ ہونے اور شونا
 پانی کھنکی کو آپ پریشہ۔ ہفت جنت میں درجہ جنت کی زبان سریانی تھی۔ چنانچہ ایک ہندوستانی شخص نے سریانی
 زبان میں سریانی زبان سے روایت نہایت زبان ہو کر زبان بکوں سے گنہگار اپنی دوسری زبان میں کر کے۔ میں نے کہا کہ
 جنت میں عربیہ لغت کی جنت میں عربیہ لغت سے عربیہ لغت سے کہ آفریقہ صفاۃ اللہ علیہ السلام عربیہ لغت سے کہ عربیہ لغت سے
 عربیہ لغت سے کہ عربیہ لغت سے عربیہ لغت سے عربیہ لغت سے عربیہ لغت سے عربیہ لغت سے عربیہ لغت سے

نے فرمایا ہے اچھا بچہ عقلی نہ بھی لکھا ہے کہ یہ ہمیشہ بند صلا ہے اور ان چاروں میں سے کسی ایک
 میں شمار کیا ہے) نیز حضرت نے فرمایا کہ بچوں کے کلام میں غور کرو گے تو ان میں سے کسی ایک کو
 اس کی وجہ یہ ہے کہ بچپن میں جو تئیں وہ نشوونما پڑتی ہے وہ تئیں ہی رہتی ہے اور تئیں ہی رہتی ہے
 سے باتیں کیا کرتے اور اگر وہ روتے تو ان کو چپ کیا کرتے اور ان کا کلام کلام ہی کے لئے ہی رہتا ہے
 کرتے اور یہ سب سُرِیا فی زبان میں ہوا کرتا تھا، ہاں اس کی چاروں چیزوں کا تئیں ہی رہتا ہے اور
 اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا کہ سب اور بھی زبان سیکھتے نہ وہی بولتے چلتے رہے، لیکن جب بچپن میں
 ورس غایہ السدس، تئیں ہی واقع ہوتی تو وہ نہت بولتی ہو گئی اور بولوں کے پاس سے اس کا بچہ بولتا رہتا
 بچوں کے پاس کچھ باتیں نہ گئی دوسری وجہ یہ ہے کہ بچہ تئیں تک دودھ پیتا رہتا ہے اس کے
 کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور کھانا نہت رضاعت سے بچہ کو تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 مرچا ہے کیونکہ بچپن میں تئیں ہی رہتا ہے اور وہ تئیں ہی رہتا ہے کہ سبب فرشتوں کے تئیں ہی رہتا ہے
 اور بڑے ہو جانے پر فرشتوں کے ہوجانا بہت راز ہے وہ تئیں ہی رہتا ہے کہ وہ تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 نہیں کر سکتا اور بچہ ہی رہتا ہے کہ اس کی زبان تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 جو کچھ مشاہدہ کرتا ہے بچہ فطری روح کرتا ہے اس کی تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 فطری روح کرتا ہے چنانچہ نمل شیر خرگ کی زبان سے تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 لغت میں درج کرتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 یا حنا کی طرح تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 چھوڑ کر تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 پر بھی جس سے وہ تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 اور لیپٹاں مادی کی طرح مقبول سمجھ کر کلمے کی رغبت کرتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 تو ماں اس کو کہتی ہے بچہ جو سُرِیا فی زبان میں شروع کیا یہ بہت ذلت کی بجا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 اسی کی کہ یہ تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 پاس جب اس سے چھوٹا کوئی بچہ لایا جاتا ہے تو اس کا نام رکھتے ہیں مگر جس کے معنی سے یہ تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 انجمن چھوٹی اور پیاری چیز کے ہیں لگویا بچہ سے سُرِیا فی زبان میں کہتے ہیں کہ یہ تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 اور اسی کے آئینہ کی ٹپکی کو عربی میں مومو کہتے ہیں اور نہ مومو کے برابر عزیز اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے
 ہوتے ہیں یعنی مومو یعنی مومو کے تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے اور تئیں ہی رہتا ہے

[illegible]

کائنات اور ساری مخلوقات پر اور ہر حرف یعنی ہر وضع ہوا ہے تمامی خوبوں کے لئے یہ اس کائنات میں ہے۔
 ہیں رشتہ وضع ہوئی ہے برائیوں کے لئے جو اس کائنات میں ہیں اور انہیں کے لئے کشتیوں سے وضع ہوئی ہے
 تاکہ دالالت کرے اس ذات مقدر سے ہر حرف نے تمامی عوالم کو پیدا فرمایا ہے پس حرف اول سے کائنات بنا ہے
 تمامی کائنات کی طرف اور حرف دوم سے اشارہ ہوا تمامی خوبوں کی طرف ہے کائنات میں موجود ہیں زمین
 میداود صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات انبیاء و مرسلین، آسمانی کتابیں جنت، لوح، قلم، تمامی انہیں کے لئے ہے اور
 زمینوں میں ہیں اور کچھ فرش ہیں اور اس کے اوپر اور اس کے نیچے ہیں سب وہاں ہو جائیں گے اور حرف
 سوم سے اشارہ ہوا تمامی شرور کی طرف کہ اس میں جہنم اور ہر ذات خبیثہ، مثلاً شیطان، مرد و عورت، کفار
 شر اور گندگی، ہر سب وہاں ہو جائیں گی۔ اور حرف چہارم یعنی کچھ پتھر ہیں سب حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف
 رفتہ کن عمارت ہے کہ بعض معانی کے صفت ارادہ پراکت کر تے ہیں اور اس پر دولت کرتے ہیں اور
 محتاج نہیں رہتے جیسے دیگر زبانوں میں بھی، استفہام اور تمسنی وغیرہ کے لئے لفظ نہیں ملتا ہے بلکہ
 ہر زبان سیاق عبارت سے اس کو ادا کر دیتا ہے لہذا یہاں اس ترجمہ سے کہ وہ سوال کرنے آئے ہیں استفہام
 ہو گیا گویا پوچھتے ہیں کہ تمامی کائنات اور انبیاء، ملائکہ، کتب سماویہ، جنت، اور تمامی خوبوں کے لئے
 تمامی برائیوں کے لئے خلق کیا اللہ سبحانہ بہت یا کوئی اور؟ پس اگر فردہ سوم میں ہوتا ہے تو ایسا ہی ہے کہ
 دل میں مفتوح اور پھر اس پر ہوا ساتھ پھر تفتوح ادا کے لغت پھر آسماں اس کے جہت ہوا مفتوح اور پھر
 پھر حق اور اس پر ہوا ساکن پھر آسماں اس کے لئے مسبقاً ہی وضع ہوا ہے کہ اس کے لئے اس کے لئے
 آفتاب یہ ہے کہ مسبقاً ہی تفتوح مسبقاً ہی اشارہ کر ہی ہے تمامی کائنات کی طرف اور حرف دوم یعنی حرف ثانی سے اشارہ ہوا
 اور تمام انور کی طرف جو آپ سے مستخرج ہوئے مثلاً انور مائیکہ، انور انبیاء و مرسلین، انور لوح و قلم، انور زبان
 اور ہر چیز جن میں نور پایا جاتا ہے اور یہ فرق کہ یہاں حرف سے مراد ہے ہر حرف و غیرہ کے لئے اور حرف ثانی سے
 حرف سے اور تمام خوبیاں انہیں، اس کی بنا پر ہے کہ جواب دینے والا چونکہ امرت خود یہ میں نسبت ہوا ہے تو
 کہ سب انہیں کی نیکی داخل اور تحت لواد میں ہی شامل ہو جاوے، اس لئے تمام نور و شمع کی مراد ہوتا ہے یہ تفسیر
 کے مخالف نہیں ہے کہ برائیوں اور شر یعنی جنت و عرش اور زمین و آسمان وغیرہ سب اسی اصل کی نور و شمع
 شائیں ہیں اگر فرق ہوا تو صفت عموم و خصوص کا ہوا اور حرف سوم یعنی حرف ثانی سے اشارہ ہوا ہے تمام انور
 ہونے کی جانب جو پہلے حرف میں داخل ہوتے ہیں یا جواب دیتے ہیں کہ ہاں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں اور تمام
 انبیاء برحق ہیں تمام فرشتے برحق ہیں اور تمام کتب سماویہ برحق ہیں ان میں اور کچھ بھی حرف ثانی سے
 داخل ہے سب حق ہے، اس میں کوئی شک اور کسی قسم کا بھی شبہ نہیں ہے یہ حرف چہارم یعنی حرف ثانی سے

اشارہ کر رہا ہے اپنے مابعد کے مدلول کی طرف کیونکہ ہندو مفتوحہ سریانی زبان میں چند حروف اشارہ کی جیسے
ہے۔ ہذا اور ہنن کا لفظ یہ زبان میں اور یہ اور دو زبان میں۔ اور تہ پنجم یعنی نہ سب سابق شر اور
برائی پر ولایت کرتی ہے کہ دروزخ اور ہر چیز جس میں خلعت و شرب اس کے تحت میں داخل ہو جس کی
اور حرف ششم یعنی م ساکنہ سے اشارہ ہے اس چیز کے حق ہونے کے بارے حروف سابق یعنی ن میں رہا ہے
جس کو کسی کے ساتھ اشباع دیا ہے یعنی زیر کو کھینچ کر بصورت یا پڑھا گیا ہے اور ن میں ضمہ کے
کھینچنے سے پہلے واؤ پیر ہو گئی ہے سب سابق شر و ست علیہ کی طرف، یاں کی ذکر وہ خالق ہے، کا ہے
متصرفت سے ہے۔ پس حاصل ہے یہ کہ کہتا ہے تمامی کائنات کا اور جو اس کے بنی برحق کا اور ہی نبی
کا جو کہ برحق ہیں، و تمام فرشتوں کا جو کہ برحق ہیں، و تمام انور کی جو کہ برحق ہیں، و بخند ب جہنم کا جو کہ برحق ہے۔
اور ہر قسم کے شر کا جو کہ برحق ہے، سب کا پیدا کرنے والا۔ سب کا مالک و رب، با اختیار، عالم، مقدر، و ہی اللہ
سبحانہ و تعالیٰ ہے جس کا نہ کوئی سہیم ہے نہ شریک، نہ نہ کوئی اس کے حکم کا ٹانٹے والا ہے نہ اس کی مشیت کو روکنے
واریہ نروہ یہ لفظ اور حق جو یہ ویت ہے تو فرشتے کہتے ہیں کی جس یعنی نون مفتوحہ جس کے بعد اٹھتے اور
نہ کے کھینچنے سے پیدا ہوا ہے ولایت کر رہا ہے نور پر جو ہر وقت میں دیکھ، ہا ہے اور ہمارا مکتوبہ اشارہ کر
رہا ہے مٹی کی طن اور اسٹ ساکنہ ولایت کر رہی ہے، سابق کے حق ہونے کی طرف، مطلب یہ ہوا کہ یاں
تہ نور ایمان بتیہ کی نسبت میں جس کی اصل مٹی ہے قائم اور رک رہا ہے و حق اور صیح ہے، وقوع
سے میں حق ہے جس میں کوئی شک شبہ نہیں، گم یا اس حاکمیت کا مضمون ہے جس میں مذکور ہے نہ مومن کا جو اب
سنداشتے کہتے ہیں، یہ زمانہ ہے جو ہمیں علم ہو چکا تھا کہ تم الہائین اور صاحب ایمان ہو، پھر میں
تو نے جو کے چند غلط فہمیوں کی نسبت دریافت کیا تو ان کے تعلق حقائق کا، اختلاف ہے کہ وہ سریانی میں یا کسی
زبان کے مثلاً الفلک والہ غلام و اسٹور سے رسا اور اشارہ میں کیا ہے، سریانی لفظ ہے معنی کتب اور
بن الہی مامہ سے انحراف کے انتقال کیا ہے، کہ قبلی زبان کا لفظ ہے، یعنی کتب فرمایا و مٹی کی قول صحیح ہے کہ
سریانی لفظ ہے، یعنی کتب اور تفصیلی معنی یہ ہیں کہ ہندو مفتوحہ سب سابق اشارہ ہے مابعد کی طرف اور
مٹی ساکنہ و فتح ہوا ہے مومن شیعہ کے لئے اور مفتوحہ اس پر غلام ہے جو وقت بشری سے فرما
ہوا اور سا مفتوحہ اور اشارہ ہے مومن کی طرف، مطلب یہ ہوا کہ وہ کتابیں ہیں میں یہ یہ خوبیاں ہیں جو بشری وقت
سے باہر ہیں یا اشارہ کرتی ہیں کہ جو الہی کہتے ہیں اچھے معاملہ نہیں یہ سریانی ہے یا عبرانی فرمایا سریانی لفظ
ہے اور اس کا قرابہ ہے وہ حروف تائین کو حق ہی سے نے فتح نصیب فرمائی علم کے متعلق بغیر سیکھے اور
یہ دیکھ سب تائین کلام سے یعنی مرہا اور فی اور یوت کے سے اشارہ ہے ہرگز کثیر کی طرف ہی ہر بار اشارہ

دست کر رہی ہے پھر آن کسورہ شاہ ہے قرب کے لئے اور کئی دفعہ اس شخص کے لئے جو سکون دے۔
 نہ پور مشد بجلی اور نور آن مفتوح شاہ ہے اس خوبی کی طرف جو ذات میں قنم اور مشتعل ہو۔ ترجمہ یہ ہے کہ یہ
 خوبی جو میرے قریب ہے اور بل فتح کی ذات میں ہو کرتی ہے وہ ایک نور ہے نورانیہ میں اس سبب سے کہ
 میں سے اور وہ ان کی ذات میں قنم و مشتعل رہا کرتا ہے یا مشد نصیت ہٹ کہ ابن ابی حاتم نے کہا ہے زبان و شاہ
 کہا ہے۔ اور حسن نے سُرِیانی، اور ٹکڑہ سے سورانی، اور بوزید نصیری نے عبرانی میں آؤ۔ سُرِیانی
 نہیں ہے۔ یا مشد شہر کہ جو ایتقی نے اس کو سُرِیانی لغت بتا یا ہے۔ فرمایا سُرِیانی نہیں ہے
 و سُرِیانی زبان میں تو شہر کے معنی پانی کے ہیں۔ یا مشد حدن کہ ابن جریر نے نقل کیا ہے۔ حدن
 ابن عباس نے حضرت کوپہ جبار سے دریافت کیا جنات حدن کا کیا ترجمہ ہے۔ کہ جب نے فرمایا کہ سُرِیانی
 زبان کا لفظ ہے یعنی انگوروں کے باغات۔ اور ابن جریر نے اس کو مدنی زبان کا لفظ بتایا ہے فرمایا سُرِیانی
 ہے اور اور پھر اس کی تفسیر میں اپنے درجہ کی بات کہی کہ اس کا لغت سُرِیانی نہیں، یا مشد کہ سُرِیانی کے
 سُرِیانی لفظ بتایا ہے معنی ساکن۔ اور ابو تقاسم نے قبضی لفظ کہا ہے معنی سہل۔
 فرمایا سُرِیانی لفظ ہے اور دلائل کر رہا ہے قوت مار لیٹ ق پر کہ مشد ہم کہیں کے قوت سُرِیانی
 ہے۔ یعنی اتنا قوی ہے کہ دوسروں میں یہ قوت نہیں۔ و مشد ہم کہیں کے یہ شخص رہو قوم کہ جب
 یعنی جیسا کہ جس کا کوئی مفاد نہیں کر سکتا۔ غرض اسی قسم کے بہت سے لفظ ہیں جنہیں لغت
 سے دریافت کئے جن کو بخلاف حدیث و روایت ہوں یہ سنت محدود نے فرمایا کہ سُرِیانی زبان سے
 واقفیت صرف غوث کو ہوتی ہے یا اس کے ماتحت سات قبیلوں کو اور پھر یہ زبان شہر میں جنات
 احمد بن عبد اللہ نے سکا کہ تھی تقریب ایک مہینہ میں پھر حضرت مروج سے حروف تہجی کو پڑھتے ہیں
 کے لئے وضع کیا گیا ہے ۸ رذی حجہ ۱۱۰۰ میں شہر تھیں تفسیر فرمایا۔ بعد ازاں ایک دن سب کو کیا قاری
 ہیں تو ایک مہینہ میں سیکھیں تھی اور تم نے ایک ہی دن میں سیکھ لی۔ میں نے آپ کے ہاتھ و پاؤں دیکھ
 کیا کہ یہ حضرت ہی کی برکت اور پڑھنے و سمجھنے کا سلیقہ ہے۔

دن قرآن مجید کی بات میں نے حضرت محدث سے دریافت کیا کہ وہ لوح محفوظ میں بغیر قرآن مکتوبہ میں
 فرمایا اور بعض نسخہ مکتوبہ میں ہے۔ میں نے پوچھا وہ بعض نسخہ کونسا ہے؟ فرمایا بعض سورتوں کے شروحات ہیں
 جو حروف مقدوسہ ہیں۔ چونکہ برسوں سے جس چیز کی مجھے تلاش تھی وہ آج باقی آئی۔ میں بہت خوش ہوں
 اور مستفاد کیا کہ جس کو انقرآن ذی لکڑہ کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا اگر لوگوں کو جس کے معنی ہوں
 کی حقیقت کہ علم ہو جائے تو کسی کو بھی اللہ کے حکم کی مخالفت پر کبھی جرأت نہ ہو۔ سُرِیانی

بیت نہ فرمائی۔ کچھ میں نے کسی عرصے کے معنی دریا فت کہے۔ فرمایا اس میں بڑ عجیب ازبہ و سچ کچھ بھی ہو
میں میں جس کے شروع کا یہ کلمہ ہے، مذکور ہے، مثلاً حضرت زکریا، ذلت بھی، حضرت مریم، ذلت عیسیٰ
حضرت مریم، ذلت اسمعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ادریس،
حضرت آرم، اور حضرت نوح، عظیم و غنی بنیاد اسم کے قصے۔ نیز ہر قصہ جس کا اس کے بعد سورۃ میں تذکرہ ہے
وہ سب کسی عرصے کے معنی میں داخل ہے اور اس سے زیادہ حصہ اس کے معنی کا بھی باقی رہ گیا ہے۔ وہ یہ روز
یعنی حرارت بھی مثلاً ذلت میں اس طرح کے ہوئے ہیں کہ ایک ذلت میں سے
ساتھ ساتھ بہت روز کی شکل بہت بڑی ہے اور اس کی تفسیر کہیں اس کے اوپر بھی ہوئی ہے۔ انہیں اس کے
نیچے اور کہیں اس کے پیچھے ہیں۔ اس کی مثال کچھ ہو سکتی ہے تو یہ کہ دست و پاز کی تحریر میں یہ کوئی بات
یا دہائی ہے تو کسی جگہ کیر کینا پھر وہ متروکہ مضمون کھد دیتے ہیں اور کاغذ کھل کر نیا کرتے ہیں۔ اس سے یہ
تذکرہ ہر دوں ہنر نشان کے ہیں اور ساری سورت میں کچھ مذکور ہے وہ اس کی شرح اور تفسیر ہے اور محفوظ
کا تذکرہ بھی ہے کہ اصل میں اس کے روز پھر اس کی تفسیر درج ہے، تفسیر ختم ہو جائے گی تو پھر زمزم اس کے ذریعے
بعد اس کی تفسیر اس کی شرح آخر تک سسہ ہے کہ اس کی حرارت و لذت و کشش و لذت جیسے صحت تو اس
کی تفسیر اس کے اندر رکھیں جو اس کی شکل و طرح محفوظ ہیں تخی مبینی نظر آتی ہے کہ کوئی
یہ تو مذہب و پیش یک دن میں اس کی مسافت کوٹ کر سے شروع سورتوں کے ان روز کا عند معرفت دوستانوں
کو بہت بہت ہے کہ وہ جو روح محفوظ کو دیکھتا ہے اور دوسرا وہ جو اہل شرف و اذیت کی مجلس میں نہ روزت کرتا ہے
نہ اس کے عرصہ کسی کو جس کے عند معرفت کو علم رکھتا ہے اہل فضا ہے پھر میں نے دریافت کیا کہ اس طرح
سورۃ بقرہ کے شروع میں بت در وہ لہ جو سورۃ آل عمران کے شروع میں ہے دونوں کا شروع
یک ہی شے کی طرف ہے یا دونوں کے معنی جو بھر ہیں؟ فرمایا دونوں کے معنی جو بھر ہیں مگر ایک کی
شرح اس میں مذہب ہیں جن کو اس سورۃ میں تذکرہ دیا ہے یہ تحریر میں نے آپ سے پہلے فرمائی تھی کہ وقت
سنی تھی اور پھر کوئی وقت کہ آپ کو براؤیا وہیں سے ہیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ کہ ہر صوفیہ تہ جہاں بھی سورۃ
کے حروف و علامات کی بحث پھیر رہی ہے وہیں اس کی تصریح کی ہے کہ ان حروف و علامات کے معنی سے
کوئی دقت نہیں کہ وہ قلم بہ واد و دانش کے۔ یہ یہ ہے شے بڑی شہادت تھی حضرت مسعودی کے دن
کو میں نے در نصیب وقت، ہونے کی ضرورت جبکہ یہ قرآن کی عجیب عجیب تفسیر ہے۔ اس سے سنت اور غور کرتا ہوں
کہ بہت کچھ کوئی کہیں میں سمجھتا ہوں کہ ہرگز قرآن مجید کبھی نہیں پڑھا اور نہ حفظ کیا۔ ہرگز ان کے
تذکرہ، چند سورتوں کے چند فقرے۔ یہ تو مذہب کے لو اور اہل مہول میں مگر ہے کہ سورتوں کے مقصدات

بلکہ لفظ فی حرفت میں پس (ص) مفتوحہ نہایت کرہا ہے فلا مخشر پر۔ ورنہ ساکن صد کے معنی مخلوق کو نہ کہ
سے ہے۔ کیونکہ حروف اشارہ ہیں سے بہ و حروف اشارہ اپنے ہاتھ کو محقق کیا کرتا ہے۔

لہذا کسب فی حدیث ہے حق تعالیٰ کی طرف سے تمام مخلوقات کے لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ
کے نزدیک بہت بڑا ہے اور اس کا احسان ہے تمام مخلوق پر کہ انہوں نے اس نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
نور سے انور کو استفادہ کیا۔ اس کی شرح یہ ہے کہ کائنات سے ولایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
پس حق ساکن نے ولایت کی کہ آپ بیرون از طاقت ہیں نیز اس میں کسی قسم کا شک نہ ہو نہ ہی ضرورت نہایت
ہوتے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے مرتبہ کو نہ کوئی پہل پا سکے اور نہ کوئی پہنچ پا سکے۔ اس وجہ سے کہ
سب کی طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے کہ آپ سید ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جو مفتوحہ سے متعلق
آپ حرمت صاف ہے یعنی خود بھی حاضر و پاک اور رسول کے لئے بھی مظهر اور ظہارت بخشی۔ جیسے کہ
سنا یا ہے مَا رَأَى مِنْكُمْ إِلَّا رِجَالًا نَّحْمِلُ الْأَثْمَةَ الَّذِينَ إِثْمَتُهُمْ ثِقَلٌ أَعْيُنُنَا وَرَوَّحْنَا اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقِينَ يُفْرِقُ اللَّهُ وَاللَّهُ الْمَنَّانُ
اَلَّذِي يُوَفِّي سَوَاقِدَ جَهَنَّمَ اور یا اسی بندہ مذکور کو نہ ہے۔ اور جس غرض کے لئے یہ لکھا گیا ہے کہ
و نزلنا من السماء ماء فأتوا بها ثمرات و نزلنا من السماء ماء فأتوا بها ثمرات و نزلنا من السماء ماء فأتوا بها ثمرات
کہ کو چ کرنا اور ختم و تدفیل لازم و ضروری ہے اور جس غرض کے لئے ختم و ضروری ہے اس پر ولایت ہے
نہیں ساکن یعنی وجود باوجود کا جو جس سے تمام کی موجودت کا بقا ہے اور اس کی ولایت کو چ کرنا ہے
کہ باہر سے ہے لہذا مطلب یہ ہو کر کے میرے ذی عزت و احترام بندہ کو نذر جان پڑے کہ ان سب کی ولایت
جس کو خود مشریت میں ہونا ہے، وہ ان کے کریم کی بدولت ان کے وجود کا قیام ہے تاکہ وہ تم سے مستغنی نہ
کر سکیں اصل تم ہی سے ہے اب حروف کی ایک اچھی ترتیب تھی کہ پہلی و رکبہ منفرہ تھی کہ جس طرح
کی عبارت چند کلمات سے مرکب ہوتی اور ان کو باہم ایک خاص ترتیب دینے سے عبارت درست ہوا کرتا ہے
سہ یا فی زبان زد حق سے مرکب ہوتی ہے اور ان کو باہم ترتیب دینے سے اپنا صحیح مفہوم دیا کرتی ہے۔ اگرچہ
طرح ہر زبان اپنے کلمات کے معانی کی ترتیب میں اس کی محتاج ہوتی ہے کہ کسی کلمہ کو وقت و کومہ کسی کلمہ
اور کہیں ایک کلمہ دو مرتبے سے متصل ہوتا ہے مگر دونوں کے بیچ میں ایک جہتی کا فعلی نہ ہونے کی بنا پر
ہوتی ہے جس کا اکتفا ماننا ہے کہ اس کے بغیر معنی درست ہوتے۔ اسی طرح سہریانی کو کہ جب حرف
ترکیب کھاتا ہے تو صحیح معنی نکالتے کے لئے اس کو بھی تقدیم و تاخیر اور حذف و ضم کی ضرورت ہوتی ہے۔
اسی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اہل کشت کو انکھوں سے نتراتی ہے کہ وہ سید ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم کا اور چہ کہ
و بیرون از طاقت حق تعالیٰ سے پکڑنے والی ہیں ان کا مشاہدہ کرتے۔ اور دیگر محسن ہوتا ہے

گئے ہیں وہ بے شمار ہیں کہ تمامی موجودات خواہ نامائے ہول یا صمد متہ، اور ذوقی العقول ہوں یا فیہ نامی عقل
اور ذوقی روح ہوں یا غیر ذوقی روح، سب ہی ان رموز میں داخل ہیں کیونکہ مشترک میں مبتنی ہیں اپنی حقیت میں
وہ سب اس میں شامل ہیں کہ ہر ایک وجود اور ذوق تا آخر بہ نعمت کا نور متاثر ہوئے ہوئے نور محمدی کے نور سے
جدا جدا تذکرہ سورۃ مذکور میں نہیں ہے) اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ سورۃ میں جو کچھ کہی ہے وہ نور ہے
لعبش لبعش اور بہت قیاس حتمہ ہے اس کا جو رموز مذکورہ میں موجود ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
میں نے یہ پیری تفسیر سنی تو حضرت محمد بن سنان کی ہدایت ذوقی قدس سے اُس کے نور میں سے ہے
کردہ تفسیر کا تذکرہ کیا کہ وہ فرماتے ہیں میں نے عرب میں دیکھا چند عہد سے کئی عہد سے حضرت کی تفسیر
مطابق گفتگو کر رہے ہوں کہ یہ سارے ہیں اللہ و اس کے رسول کے درمیان رحمت سے جو کچھ اللہ کے کون
و وقت نہیں دفعۃً حق تعالیٰ نے میری زبان پر جاری کیا گویا حق تعالیٰ سے فرماتا ہے اللہ اسے
کہنت وجود و مخلوق کی وہ جائے پناہ ہو جس میں ہر موجود کو ٹھکانہ ملتا ہے اور ہم نے کہا کہ اس پر
درمیان سے لئے ملکوت مہیا کیا ہے اسے عین اعیان اور سبکی آنکھوں کی چٹائی اور تمہاری عزت
میں سے ہے کہ جس نے رسول کی امت کی بس نے اللہ کی امت کی رحمت سے تمہارے نامی ذوقی نور سے
وہ ہم نے تمہیں ملک بخشا ہے ہم نے تمہیں ملوک نصیب فرمائے اس سے تمہارے سر پر نور ہے
رق، ہم نے تم کو مقرب خاص بنایا۔ اس پر عمل کرنے سے منفرد شروع کر دیا۔ اس سے ہر ایک نور
نمایہ اسلام کی خدمت میں چلے حضرت فیصلہ فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ فرمودت پڑھا ہوئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا محمد بن سلمان کہ توں صحیح ہے حضرت ممدوح سے فرمایا بیشک امت ہدایت محمدیہ کے اعتبار سے ہے
ن قول بالکل صحیح ہے۔ باقی دشمنیت، انفاظ کے اعتبار سے ان رموز و حرکات مقدمات کی جس کو تفسیر فرماتا ہے
وہ ہی ہے جو میں نے بیان کی ہے۔ درحقیقت حضرت ممدوح کی بیان کردہ تفسیر بہت عالی ہے کہ اس پر
وغیرہ مہووب اور مہووب لہ میں مفاثرات کو چاہتا ہے کہ جدا جدا چیزیں ہیں اور حضرت کی تفسیر کے خلاف
ملکوت اور تمامی مخلوقات میں داخل ہو چکی ہے، اور سب پر یہ حکم لگ چکا ہے کہ ہر ایک کی حقیت
اور مادہ چارہ سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مہرہ سے جیسا کہ مقتضایہ حقیت ان کے
یہی مطلب ہے کہ ہر وجود ہر شے کا وجود کا منبع و مصدر ذات محمدی ہے پس اس سے
پیشہ کو کہ غیر ذات محمدی ہے کیا مناسبت ہے حضرت محمد بن سنان نے جو کچھ فرمایا تھا وہ سب تفسیر حقیت
ان اور میں میں مندرج ہے باقی میں سے تمامی حرکات مقدمات کو فرد فرداً حضرت سے دینا چاہیے
اور حضرت نے ان کی تفسیر بیان فرمائی جس کا تذکرہ بہت عریض ہے۔ لہذا نہایت دو جہت سے تم پر کتب

اعتبار سے وہ بھی داخل ہیں لکہ بادشاہ دیکھتا کہ تو دونوں ہی فریق کا ہے، لہذا تم کی یہ شان بے فائدہ ہو
 موضح کرتا ہے کہ اے رب محمدؐ اور اے انبیاء و رسلؑ اور تمہاری اہل سعادت کے پروردگار کہ اہل سعادت
 فریق میں کی ایک ایک نوع کھینچے جاؤ اور ان کے ساتھ رب کا لفظ لگاتے ہو انہیں سب کے مشابہت اور
 احوال مع اللہ شمار کرتے جاؤ حتیٰ کہ اہل جنت پر آؤ اور ان کے تمامی منازل و درجات جنت کا برابر
 نامہ و اور بس کورب کی طرف مضاف ہو کر اے اس نعمت کے پروردگار اور اے اس شہادۂ علیہ کے
 پروردگار جب ایک ایک کا اس طرح ذکر کر چکو کہ ان پر بر بھی رکھوئی نعمت یا منعمہ علیہ، نہ چاہئے کہ یہ
 سب تک کا ترجمہ پسینہ ہر بہ کہ اس میں تمامی اسرار رسالت موجود ہیں تمامی اسرار نبوت موجود ہیں تمامی اسرار
 ولایت موجود ہیں، تمامی اسرار سعادت موجود ہیں، تمامی اسرار جنت موجود ہیں و تمامی اسرار سعادت
 اسرار وجود ہیں جن سے مخلوقات نوازی گئی ہیں اور جن کی شمار بجز اللہ جل جلالہ کے کوئی نہیں جانتا۔
 وَمَا يَخْتَصِمُ خَلْقُكَ إِلَّا هُوَ اَتِيْرُ رَبِّكَ كَمَا تَشْرِبُ اَسْمٰی كُوْمَلُوْمُ بِهٖ، اور سب کی زبان کا حق یہ ہے
 کہ نامہ ساکن چونکہ علیحدہ کرنے کے لئے آئی ہے اس لئے کتابت میں خوب بھی علیحدہ کر دی جاتی ہے۔
 میں نہیں آتی، تاکہ کتابت اور سننے دونوں ہم شکل و موافق بن جائیں۔ واللہ اعلم۔ اور اسرار مہول و عظیم
 تمام جس کی طرف حزب شاذلیہ کے بخشی حضرت عبدالرحمن فارسی نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق رسالت کے
 شروع میں ایک ہی حروف مقطعات لائے گئے تھے کہ یہ مطلب ہے حزب یہ حروف ات ہی تمام مشابہت کے
 اشارہ کیا کرتے ہیں جو اس سورۃ میں مذکور ہیں تو اس کا مختصا یہ تھا کہ دو سویتوں کے حروف مقطعات
 نہ ہوتے کیونکہ یہ ضامین ہر دو سویت کے جدا ہیں۔ چہ جائیکہ وہی السعد ہے؟ سورۃ بقرہ کے اس آیت
 آیا ہے، اور وہی السعد سورۃ آل عمران کے شروع میں ہے اور اسی السعد سے سورۃ عنکبوت کا شروع
 ہوا ہے، حضرت ملاح نے اس کا جواب دیا کہ آیات قرآنیہ کے انور ترین قسم کے ہیں سفید و چمکدار
 ان کلمات کا ہے جس کے ناکل بندے ہوتے ہیں اور جن کا اپنے رب سے سوال کرتے ہیں مشا ربین
 علما کہ الہی یہ سے عالم میں ترقی بخش، سب کہ جس کا ناکل شوق تھا ہے۔ اور ان کا قیہ احوال
 نماز پڑھو اور زبرد کہ جس کو تعلق ہو اس جماعت سے جن پر حق تعالیٰ کا غصہ ہے۔ مثلاً یہ کہ
 سب تک صرف الحمد للہ کا بت کہ یہ قول ہے حق تعالیٰ سبحانہ کا اور سب تک سب رب رب
 کے کر خدیوا لہ تعالیٰ سب تک کا ہے کہ اگرچہ یہ بھی کلام حق تعالیٰ کا ہے مگر قول ہے نہ ہونے
 درخواست ہے ان کی کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھائیے، اور زبرد کہ ہے اہل غفوبیہ علیہ سے آخر
 تک کہ ذکر ہے گراموں کا اور اس گروہ کا جن پر حق تعالیٰ کا غضب نماز ہو، اور یہ تین

جو درخت ہیں بوسے جتنے کسی میں کوئی نور کم ہوگا اور کسی میں کوئی نور زیادہ ہوگا وہ جیسا کہ سورۃ فاتحہ میں -

تم نے دیکھا کہ سبز رنگ زیادہ ہے، اور کسی سے کم زرد رنگ ہے اور کسی سے کم سفید رنگ، اور بہتر نور کے رنگ مختلف ہونے کا سبب روح محفوظ کا تین مختلف ہیئتوں کی طرف رخ ہوتا ہے کہ ایک رخ اس کی دنیا کی طرف ہے، یعنی اس کو تعلق ہے دنیا اور دنیا کے حالات سے اور اس میں وہی کوتاہی ہو دنیا اور دنیا سے تعلق سے اور دوسرا رخ اس کو جنت کی طرف ہے اور اس میں جنت اور اہل جنت کے حالات و کیفیت کی طرف ہے اور تیسرا رخ اس کا جہنم کی طرف ہے اور اس میں دوزخ کے حالات اور دوزخ کے منہ بے رست لینے کا اندراج ہے۔ پس وہ رخ جو دنیا کی طرف ہے سفید رنگ کا ہے اور جو رخ جنت کی طرف ہے وہ سبز رنگ کا ہے اور جو رخ جہنم کی طرف ہے وہ زرد رنگ کا ہے۔ کہ حقیقت میں تو وہ سیاہ ہے مگر مومن کی نگاہ میں زرد تر آتا ہے کیونکہ مومن کی نور بصیرت جب کسی سیاہ چیز پر پڑتا ہے تو اس کی نظر میں اس کو سیاہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ مومن مشرین اکثر ہوگا اور اس کو حسب ذیلہ تقدیر اس کی نور مندرجہ دور بین کی طرح مسافت بیدار کو عبور کرتا، چہ جائے کہ وہ دور بین کی نظر ہوگا جس کو چہ دور ترین سے سیاہی نے گھیر اور مسافت سے ڈھانپ رکھا ہوگا تو یہ مومن ہیں وقت اس کو دیکھے گا تو زرد نظر آئے گا۔ اور کسی سے پہچان جائے گا کہ یہ کسی کا ذکاوت بدن جیسے مگر کا ذکاوت (مشرقی) کسی چیز کو بھی نہ دیکھ سکے گا۔ کیونکہ مسافت دور کی نے چار طرف سے اس کو ڈھانپ رکھا ہے اس لیے اس میں بمنزلہ پردہ اور رکے بنا رکھی ہے۔ ہذا میں کہ بہر وقت بہتر سیاہی سیاہ تر آئے گا۔ محض حفظ ہند میں نے عرض کیا کہ جب سے ہمارے میدان مشرق میں اپنے ہی جیسے مشرق نظر میں آئے اور کسی مومن یا ائمہ کے نور کا کھینے کا نہیں نہیں تو مومن کی طرف سے اپنے سے بہتر ہونا اور تمہارا کمال کمال میں نہیں دیکھتا۔ ہمارے یہ ہوتا کیسے ہوگا؟ فرمایا ائمہ حق اہل جنت اور اہل جنت کے حالت کا علم ہند میں اس کے قلب میں ڈال دے گا۔ جیسا کہ پہلے میں نے عرض کیا کہ ہند میں ہے کہ ماں کی چھاتی کو چوسنے اور دودھ کو مکھل لینے سے زندگی قائم رہتی ہے۔ اس کے لئے شہاب کی یا عقیقہ کی ضرورت نہیں، غرض جب اس کو تمہارے چمکے تو حلال بہت کر لو کہ میت شریف کو جب اس رخ سے ملے جو جنت کی طرف ہے تو میت کا نور سبز ہوگا اور جب اس رخ سے ملے جو دوزخ کی طرف ہے تو اس کا نور زرد ہوگا۔ اور جب اس رخ سے ملے جو دنیا کی طرف ہے تو اس کی نور سفید ہوگا۔ پھر یہ رخ میں اتنی تفصیل سے ہیں کہ ان کا علم بہر حق ہند سے کے کوئی نہیں کر سکتا۔ اور یہ حروف تفصیل جو مرقمہ کے شہر میں ہیں روح محفوظ میں بھی کسی طرح کہے جاتے ہیں۔ نتیجہ وہاں ہر حرف کی شرح بھی بڑھائی گئی ہے کہ یہ جو بہت جلد شرح ہر فقرہ جو گئے تو رزق منفی میں ایک ہی گھر بن کا جسبدر جہ ہونا ہند

معلوم ہو جائے گا۔ اس کی شرت یہ ہے کہ اللہ روز ہیں اللہ و رسول کے درمیان جہنم سے شہادت کی گواہی
نور محمدی کی طرف سے تمام مخلوقات متعلقہ کرتی ہے۔ پس اگر اس نور پر اثر ڈالو جائے یا نہ کرنا
ہیں وہ بھی ہیں جو ایسا کرتے اور وہ بھی ہیں جنہوں نے کفر کیا، اور ایمان منے والوں کے حالات کی یہ گواہی
کرنے والوں کے حالات کیا۔ اگر کلام کا سیاق ان امور اور ان کے متعلقات کے لئے ہے تب تو وہ عقیدہ
وار اور وہ اللہ ہے جو سورۃ البقرہ کے شروع میں ہے اور وہ سی مقصود کے لئے نازل نہیں ہوئی ہے۔
چنانچہ دیکھ لیا ساری سورۃ میں ہی مضامین ہیں جو اس کے لئے ہیں اور نور محمدی پر تشریف لایا جائے باعتبار
نعمتوں کے جو مخلوق کو آپ سے حاصل ہوتی ہیں اور ان کے حصول کی کیفیت اور طریقہ کے توالی کا شک نہ رہے
اور وہ اللہ ہے جس سے سورۃ آل عمران شروع ہوئی ہے اور وہ اسی غرض کے لئے نازل ہوا ہوئی ہے۔
نور محمدی پر نظر ڈالی جائے تو باعتبار ان مضامین و آئم کے جو عام دنیا میں نازل ہوئے ہیں اور ان کے
(اور وہ ترونگ وال) اللہ ہے جو سورۃ غالبہ کے شروع میں آیا ہے۔ اور جس سورۃ کے ہی شروع میں
آئے گا وہاں ہی تشریح جاری ہوگی کہ جس کو سورۃ غالبہ کی تفسیر ہے وہ جاری اس آیت پر
خوب چلے گا اس پر میں نے ایک اعتراض اور کیا اور حضرت والہ سے اس کا جواب دیا۔ مگر چاہئے کہ
اس کی محفل نہیں ہو سکتی لہذا ہم نے اس کی ذکر نہیں کیا۔ یہ میری رائے ہے کہ تمام حروف تہجی کے
متعلق یہ بیان کر دوں کہ سورۃ فی زیات میں وہ کس معنی کے لئے وضع کئے گئے ہیں کیونکہ ان کی تفسیر
پر جاتی ہے اور تفسیر حروف مقصودہ کی شرت بھی ان کے ذریعہ معلوم ہو سکتی ہے۔
لہذا عفو سے کونو تہذیب اگر مفتوح ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تمام حروف تہجی ہوں یہ کثیر و نادر
ہے تفسیر کے کی طرف مگر اس اشارہ میں تفسیر متعلق نہیں اور کہ مقصود ہے تو وہ شہد پر تہذیب ہونا چاہئے
ہو اور اگر مکسور ہے تو وہ چیز تہذیب یا یہ نہ سب ہوئے اگر مفتوح ہے تو وہ شہد پر تہذیب و یہ نہ سب
ہو یا تہذیب و یہ نہ سب ہو اور اگر مکسور ہے تو وہ شہد پر تہذیب ہونا چاہئے اور اگر مکسور ہے تو وہ
ہے تو اشارہ ہے مگر اس کے ساتھ تہذیب ہے مفتوح اگر مفتوح ہے تو تہذیب ہے تہذیب و تہذیب اور اگر مکسور ہے
تو وہ مفتوح ہوئی ہو اور اگر مفتوح ہے تہذیب ہے تہذیب و تہذیب اور اگر مکسور ہے تہذیب ہے تہذیب و تہذیب
مفتوح اگر مفتوح ہے تو تہذیب ہے اور اگر مکسور ہے تہذیب ہے کسی شے کے کچھ نہ لکھیں اور اگر مکسور ہے
تہذیب تو اشارہ ہے ایک شے کا دوسری شے پر تہذیب اگر مفتوح ہے تو تہذیب یا تہذیب تہذیب کے لئے
یا بعد تہذیب ہو تو اس پر تہذیب و تہذیب اور اگر مکسور ہے تہذیب ہے تہذیب و تہذیب اور اگر مکسور ہے
آوے یا تہذیب سے بولنے کے لئے اور اگر مکسور ہے تہذیب و تہذیب اور اگر مکسور ہے تہذیب ہے

کہ تم یہ کرو اور یہ کرو۔ اس مقرب کی تمام خطابات ہیں یہی عادت ہوگی جتنی کہ جن امور و اشیاء کی ذمہ داری ہوگی اور وہ بادشاہ کی طرف سے لائے ہوئے ہوں گے۔ ان میں بھی اس کا یہی طرز ہوگا کہ کہے گا بادشاہ کے مقربوں
فلان مقام پر بادشاہ کے ساتھ یہ برتاؤ کرو اور اس سے مراد اپنا نفس ہوگا کہ یہ سے ساتھ چلو اور یہ سے
یہ برتاؤ کرو اور اس کا سبب وہ لگانگت ہے جو بادشاہ اور اس کے مقرب کے درمیان ہے کہ اس کے
کوئی برتاؤ کرنا بعینہ بادشاہ کے ساتھ کرنا ہے یہی شان اس آیت میں مذکور کی ہے جو حق تعالیٰ نے
کیا گیا ہے کہ مراد سے نسبت الی الرسول یعنی تائید پیغمبر جان سے تم میں کون کون مجاہد اور حبیب برسرہ
رسول کو معلوم ہو جائے پختہ ایمان وار۔ اس کے بعد آپ نے ایک عان مفسرین بیان فرمایا جس میں
کے رشاد رت انذرت یبا یغونک انما یبا یغونک رت رت انما یغونک رت رت انما یغونک رت رت
اشارہ تمہارے یہ موقع اس کے اخبار کا نہیں :

۱۴۔ میں نے حضرت ممدوح سے مسئلہ فرائض کے متعلق استفسار کیا کہ اس میں حضرت علی علیہ السلام پر
اس قصہ کا انکار فرماتے ہیں یا عداۃ ابن حجر جو اس کو صحیح واقعہ قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ یہ
جبری اور بنی امتداد رائے محمد شین نے متعدد طرق سے بروایت شعبہ زہری بشرح حضرت
نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی انما یغونک رت رت انما یغونک رت رت
کہ وہ یقیناً تو سہی رت اور مناد اور مقارن تیسرے عزمی۔ اس کے آگے شیخ نے اسے کہہ دیا کہ یہ
جبری کرادے تلک الفرائض علیہ وان شفا عتقہ انما یغونک رت رت انما یغونک رت رت
ان کے مناعت کی ضرورت توقع رکھتی چاہیے، اس کو مستند مشرکین کہتے ہیں کہ یہ آیت
معبودوں کو سنبھالنے کے ساتھ کہیں یا دینا تھا مگر اس وقت ان کی مدد و شفا کی ہے، یہ آیت
کیا۔ اور مشرکین نے بھی ارجحیٰ پر مکرر موافقت میں سجدہ کیا، اس ثبوت کے ساتھ کہ یہ آیت
اس حدیث کی روایت سے ثابت ہے اور اس کی سند متصل و صحیح ہے اور حدیث
نہیں کثیر فیہ اوزن قابل اعتقاد میں پھر بروئے روایت بھی مقرر نہیں کیا ہے کہ یہ واقعہ
بیتہ کے مسلمان کہیں متاثر ہوئے اور ارشاد نبوی کے موافق رت و مناد اور عتقہ کی کہ یہ آیت
تھے حرم کرنے لگے۔ اور حسب ثابت نہیں کہ کوئی مسلمان اس عقیدہ پر آیا ہو تو ثابت ہے کہ
بے اصل ہے، یہ کہیں کہ عداۃ ابن حجر نے مکرر یہ قصہ کے واسطے کو دیا ہے کہ یہ آیت
مستقل ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ اس کی اصل ضرور ہے اور گو روایت نہ اس کے سند متصل
جن کے نزدیک حدیث اسل قابل توجہ ہے نہ کوئی تسمیہ کرنے میں و یغ ہی نہ ہوگا۔ لیکن جن کے نزدیک

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

و انچه در این کتاب مذکور است در این کتاب مذکور است

بنا پر فرمایا کہ اس سے قبل آپ ہی نے اس آیت کی ایک اور تفسیر بیان فرمائی اور اس میں چند باتیں مذکور تھیں
 فرمایا تھا اس لئے معاذ اللہ کہ وہ کسی قابل اعتدال نہیں، فقہاء و تفسیرین سے کہ خیانت شیعہ میں یا ہوتی
 وہ بھی القادسیہ، اندلسیہ و ثبات کا تفسیر اپنی جاری رہتا ہے مگر علامہ قدس سرہ نے اس سے کٹ کر
 کا کوئی حکم بخو نہیں ہوتا۔ اور روح محفوظ کی اصل بھی وہی علامہ قدس سرہ کی اسی سے مستخرج ہے و نہ
 ۱۵۔ وَرَزَقْنَاهُ الْغُلَّةَ الْكَبْرَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ أَصْلَفُ لِقَوْلِهِمْ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ
 اور جب فرشتوں نے ہاکم اسے مریم، اللہ نے تم کو بزرگوار کیا اور تم کو رخصتیت کی گندہ یوں سے پاک کرنے
 بنایا اور تم کو رزقوں کی جنس میں منتخب فرمایا کہ نصیبت بخش، تمام جہان کی عورتوں پر سے مریمؑ بظاہر
 کی فرمانبرداری رہو اور سجدہ کرتی رہو اور خدا کے سامنے جھکتی رہو اور میں نے تم کو
 مدد و رحمت سے عطا کیا کہ اس آیت سے کیا حضرت مریم علیہا السلام کی نبوت پر مستعمل کر سکتے ہیں؟ اور کیا
 حضرت موسیٰ کی والدہ اور فرعون کی زوجہ حضرت آسیہ نیز حضرت سارہ حضرت ہاجرہ اور حضرت زکریا
 اسلام کے بنی ہونے کی بابت جو بعض علما کے رائے ہیں وہ صحیح ہے یا غلط کہ بعض نے تسلیم کیا ہے
 بعض نے نکار کیا ہے اور بعض نے حضرت مریم کی نبوت پر جو حجت نقل کیا ہے اور بعض نے زکریا کی نبوت پر
 اقرار نہ ان کا مثلاً، ہم شعری نہیں، بل اسنتہ واجبات فریق اول کی دین یہ ہے کہ فرشتہ ہرگز نبی نہ
 پر ہوا کرتا ہے، اور آیت شریفہ سے حضرت مریم علیہا السلام پر فرشتہ کا نزول ثابت ہوا ہے نہ کہ
 نبوت محتق ہوئی اس فریق کے نزدیک بن اور ان کے درمیان فرق یہی ہے کہ بنی وہ ہے جو فرشتہ ہرگز
 نہ ہو، اور ولی وہ ہے جس پر لام ہو فرشتہ کا نزول نہ ہو حضرت مدوح نے فرمایا دوست فریق کا قول ہے کہ
 مریمؑ بنی نہ تھیں، صدیقہ اور ولیہ کا ملکہ تھیں۔ و عورتوں کی نبوت میں معنی نبوت نہیں ہوتی۔ و ثبات نبوت
 اتنی بات میں اگرچہ مشترک ہیں کہ ہر ایک نور ہے اور بنی میں سے و کسے ہے اسرار الہیہ میں سے، مگر
 کے نور میں بڑا فرق ہے حقیقی فرق تو کشف ہی سے معلوم ہو سکتا ہے مگر سمجھانے کے لئے تمنا ہے کہ
 کہ نور نبوت اصل ہے، ناقی ہے حقیقی ہے و زکریا بنی کے ساتھ اصل خلقت میں پیدا ہوئے، نبوت اور کشف
 بنی رقبہ نبوت ولیہ، نبوت معلوم ہوتا ہے اور نور نبوت کی یہ شان نہیں ہوتی جبکہ نور حبیب نور نبوت
 کسی ایسے شخص کو کہتا ہے جو ایذا ولی بننے و نہا ہے تو ہم لوگوں کی طرح اس کو بھی رنور سے شامی و رنور سے
 مگر حبیب اس ذات پر نہ دڑتا ہے بڑیہ بنی بننے والی ہے تو اس میں نور نبوت ہے اسے کہتے ہیں
 آتا ہے اور ذات بن کی فہمیہ میں دو ساتوں جز نبوت فطری طور پر موجود ہوتا ہے جن کا تذکرہ مذہبیت
 اَسْوَٰلُ السُّرَّاتِ ثَلَاثٌ سَبْعٌ ۚ اٰخِرُهَا فِيْهِ حَقُّ كَوْنِيٍّ بِسْمِ الْفَاعِلِ ۚ

کتنی ہی توجہ کیوں نہ ہو نیز جس کی بنا پر وہ وکلفت نہ ہو مفلوک پر رحمت کا مدد چاہیے کی معرفت نامہ
 غرضت نامہ کہ نبوت باطنی کے ساتھ ثبوت ظاہری بھی آئیں ہو ورنہ ناماً بہ صورت موجود رہے یا ظن کے ساتھ
 بتائیں نہ ہو اور مفلوک کا دل اگر جو اس سے تعلق کو توڑے یہ اس سے جوڑے اور جو اس کو مندرت پہنچائے یہ اس کو
 منفعت پہنچائے غرض ساقوں اجزائی کے سے فطری ہوتے ہیں فتح و ریشہ بہرہ ملک ملکوت سے قبل
 کہی اور بعد از فتح بھی مگر ذات والی قبل از فتح مجتہد دیکھو تہ کے ہے کہ اس میں کوئی بات نہ رہیں ہوتی
 البتہ جب اس کو فتح نصیب ہوتی ہے اس وقت اس میں انوار آتے ہیں راہدہ اس کے انوار مدد دہنی ہوئے
 اور کسی لئے والی قبل از فتح اور بعد از فتح ہر حال میں خیر معصوم ہوتا ہے اور یہ فرق جو بیان کیا جاتا ہے
 کہ وہی پر درشتہ کا نزول نہیں ہوتا اور نبی پر فرشتہ کا نزول ہوتا ہے، صحیح نہیں ہے کیونکہ جس کو حق تعالیٰ
 فتح نصیب فرماتا ہے وہ وہی ہوتا ہے وہ فرشتوں کو ان کی اصل صورت پر دیکھتا ہے وہ ان سے باتیں
 کرتا ہے اور اس سے باتیں کرتے ہیں اور جس نے ہمارے والی کو فرشتہ نظر نہیں آتا یہ دلیل سے اس کی کہ شخص حق
 تعالیٰ سے فتح نصیب نہیں فرمائی۔ درودین کے لئے فتح لازم نہیں اس لئے انہوں نے ہر والی کو اپنی ولایت
 قیاس کر لیا۔

معلومہ حتمی سے بھی فتوحات حید کے باب ۲۷۲ میں لکھا ہے کہ بعض اولیاء سے میں ابو خالد امہ ترائی بھی
 شامل ہیں شامی واقع ہوئی کہ انہوں نے نبی اور والی میں یہ فرق بیان کیا کہ نبی پر درشتہ اترتا ہے اور والی کو اپنا
 نیا اترتا ہے فرشتہ اس پر نہیں اترتا حالانکہ صحیح یہ ہے کہ فرشتہ وہی پر بھی اترتا ہے البتہ جو حکم کے
 اترتا ہے اس میں فرق ہوتا ہے، نبی پر جو درشتہ اترتا ہے وہ صاحب شریعت ہوتا ہے اور والی
 پر حکم اترتا ہے شریعت نہیں کہ امتیاز کا یہ شدت دیتا ہے کسی حدیث کے صحیح ہونے کی حسب کوئی حدیث
 منقولہ کید یا بشارت من اللہ سے کہتا ہے کہ وہ بنی سعادت وہ ان جو جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
 لَنُفِخَ فِي الصُّورِ فِي يَوْمٍ كَذِبٍ ان کو ترشیزی (سنتی جاتی، یہ دنیا کی زندگی میں بھی اور
 آخرت میں بھی سنتی ہونے کی) امر ان حضرات کی غلامی کو سبب یہ ہو کہ انہوں نے حق تعالیٰ کے طریق سک
 کو سیکھ لئے کیوں کہ جو یہ لچر لکھتے ہوں ان پر فرشتہ کا نزول نہیں ہوتا اس لئے سمجھے کہ دوسروں پر بھی نہیں ہوا
 اور اس بنا پر عام حکم دیا کہ وہی وہ ہے جیسا پر درشتہ کا نزول دہرے مگر یہ حضرات کسی ثقہ و معتبر شخص سے سن رہے
 کہ وہی پر درشتہ اترتا ہے تو غور اپنے قبل سے جو کہ لیتے رہیں کہ یہ خود بھی والی تھے اور) فرماتا
 ہے ان کے قول کو صدق کہنے نہیں چاہئے کہ انہوں نے ثبوت میں جانے کے بعد، ایسے قول کی طرف رجوع
 کیا ہے جس کے خلاف پہنچتے ہوئے کہتے ہیں۔ یہ ہم اس موقع پر حضرت ممدوح کے علوم میں دو باتیں

جیسے پانی میں زیر گھل جاتا ہے کہ فعل بہ منزلہ زہر کے بہت در ذر بہ منزلہ پانی کے۔ کس مقدمہ میں یہ بات ہے۔
 کو غلطی واقع ہوتی ہے کہ وہ اس نور کو نور ہی سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے پرہیزا بلند و برتر ہے۔
 پھر پانچویں مقدمہ میں فعل الہی کی اس نور سے عیسویں کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ نور نور نور ہے اور فعلی فعل
 اس وقت اپنی غلطی کو محسوس کرتا، اور سمجھتا ہے کہ پہلا گمان و قہر کے خلاف تھا۔ ان مشاہدات کے بعد
 صوفیہ کی تصدیق میں تجویز ہوئی ہے اور ان کے معانی کی شرح دوران کی تھی کہ وہ اس کے لئے اور کچھ
 سب ہم نے اس لئے چھوڑ دی کہ مفہوم صریح صاحب مشاہدہ کو نورنا اور متنبہ کرنا ہے کہ پھر کچھ کچھ
 قدم رکھے اور ایک دفعہ بھی کسے نہ تھا سے فی الحال نہ ہو۔ مودہ سجدہ اللہ حاصل ہو چکا۔

دوسری بات جس کا ذکر کرنا مناسب ہے وہ یہ ہے کہ بنی وروانی کے درمیان جو فرق ہے اور جو
 اب بنی اور فرشتہ کے درمیان جو فرق ہے وہ سمجھو کہ فرشتہ ایک نورانی ذات ہے جس میں حق تعالیٰ نے غلطی اور
 حوس رکھ دی ہے۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ ہر فرشتہ کو حق تعالیٰ نے پانچ ستر عارف فرمایا ہیں، اور
 ہر ستر میں سات جو بنے ہیں اور ہر جہان میں نو منہ ہیں جن کا مجموعہ تیسٹھ ہوتا ہے۔ ہندو پانچ ستر میں
 تین سو پندرہ منہ ہوتے۔ درہر منہ میں کسی فرشتہ کو تین زبانیں عطا فرمائی ہیں اور کسی کو پانچ اور کسی کو سات
 ہند کسی کو نو سو پندرہ زبانیں ہوئیں، اور کسی کو یکہ ہزار پانچ سو پچتر زبانیں اور کسی کی دوجہزار سو پانچ
 ورحیب فرشتہ کلام کرتا ہے تو اس کی آواز اس کی ساری زبانوں سے نکلتی ہے۔ فقہان اس کے
 العظیم۔ اہل مشاہدہ کو اگر حق تعالیٰ شہادت اپنی طرف سے خاص قوت کی مدد نہ پہنچائے تو فرشتہ کی زبان
 سنکر اس کا قلب پھٹ جائے اور دل پارہ پارہ ہو جائے پھر کیا پوچھنا جبکہ اس کا تعلق ہے۔
 اور جو صورت ان کو اصل خلقت میں عطا فرمائی گئی ہے اس کا بھی مشاہدہ ہو گیا ہے کہ فرشتہ ایک ذات
 اور نورانی ذات ہے جس میں عقل اور حوس مرکب ہیں تو اس کی مشاہدہ روح کی کسی ہوئی کہ وہ بھی کہتا
 ہے جس میں عقل بھی رکھی ہوئی ہے جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت ہوتی ہے اور سرور و تہجد
 ہوتی ہیں جن کا ذکر روح کے اجزاء وسیعہ میں مفصل گزر چکا ہے، اور یہ بھی بیاد کیا جا چکا ہے کہ
 علوم اس کے فطری ہیں جو اس کی اصل آفرینش میں شامل ہیں پس جس ذات فرشتہ کا ہے کہ تورات میں
 فرشتہ، مشاہدہ نقیب ہے اور یہ تو ہیں اس کی فطری خلقت ہیں اور بنی کی ذات پیدا کی گئی ہے۔
 کو مع اس کے تمدنی سرور و تہجد کے اس ذات ترائی میں مستور کر دیا گیا ہے۔ اور مٹی کا تعلق ہے۔
 و خلقت و خلقت انگریزی کو چونکہ حق تعالیٰ نے ان کی اصل آفرینش میں بابت کا اور کچھ ہے کہ
 سے عظمت باطنی ہو چکی ہے اور جو باریق و باریک بن گیا ہے اس سے صاحب قدرت

گویا تہ نیت کو دینی جنیس و ہم ثواب ہے کہ قریب ترین ہے اللہ سے قریب ترین ہے حق سے، حرکت کرتا ہے
تب رحت ہیں، و سکون کرتا ہے تب امر حق میں۔ ہوتا ہے تب حق بات بوتا ہے، و سکوت کرتا ہے تب حقیقت
حق کرتا ہے اس کا ہر فعل اور ہر مرتق ہے، اور وہ مجسم حق ہے، ختی کہ فرض کرو وہ ایسی جگہ اور ایسی قوم میں ہے۔
یہ زمین کی پیدائش فساد و گمراہی پر ہوئی ہو تب بھی یہ بنی 'ن' کے تمامی اندال اور خیرات و سکنت سے نجات
کئے گئے، ن' کا ہر مقبل بنے گا، اور اس فطری حق کی وجہ سے جو بس کی ذات میں بعد ہو ہے ن' کا ہر مقدر
نقشبند بن کر رہے گا۔ حالانکہ نہ شریعت میں کے کون میں پڑی ہے و اس نے اس کے اندر وہی کا بولی تھا
نقشبند ہے۔ یہ ہے حالت ہر بنی کی اصل آفرینش و رتخ و شہادہ سے جس قبیل تہذیب و شہادت کی چو جائیکہ تب سکون
فتح و شہادہ نصیب ہو اور کس کی ذات تہذیب و دروچ کے درمیان کا پندہ بالکل اٹھ جائے و وہ ہمہ وقت حضور
و یا کہ شہادہ میں رہنے کے لیے تہذیب و شہادت کے عجز و غار و دریل سے ناپید نہ رہے گا حال ہی نہ ہو چھو کہ کسی بدعت تو نہ کوئی زشتہ کر
سکتا ہے نہ تمام خصوصیات میں کوئی چیز ہے اب وہ ہیں جسے عرض کرنا ہیں جو گویا نتیجہ و ثمرہ ہیں حضرت شیخ کی تقریر کا
اور آپ کو معلوم ہے کہ فہرستہ سکر سکر کے ایک مقصود آفرینش و تخلیق بنی آدم کا قرب من مدد و درمیان کی تہذیب
و اس کی دراز و صحت ایک یعنی وجود و ہریت بعد از اصل بند علیہ السلام کا یہی ذات مہر و ہیں خصوصیت کے ساتھ
تہذیب و ذریعہ الی اللہ ایسی رکھیں ہوئی ہے کہ محبت کے ساتھ آپ کے دامن پذیرینے و ما قریب بنی ہے ہر وہ و نا کہ ہم نہیں رہ
سکتا مگر اس کے پڑے رستہ دنیا میں ایک نام سیر جانی ہے و دوسرے کا نام سیر تفصیل ہے جیسے
ایک سیر کا رستہ دہلی سے لاہور تک کہ اور دوسرے رستہ سرگرمی کا جو شہر ہی سرگرمی کہندے ہیں وہاں
سے ان تہذیب بہت ہیں کہ چار طرقات سے گھر پھر کر ات ہی دور سکتوں میں کسی جگہ سہل ہیں۔ تفصیل سیر کی مثال
شہر پختہ سکر پر ملتا ہے کہ میں کا مسافر گھوڑے پر سوار رستہ کے تہذیبی مناظر دیکھتا و رہے سکر کے
تین رات و شبہ رستہ جگہ کے پانی پیتا ہو، ایک کافی مدت میں منزل مقصود پر پہنچتا ہو، پھر چھپے گا۔ سکر
کا مذہب بھی رستہ میں پڑھیں گے اور نہ ان کے بھی کہیں یہاں نظر آئیں گے و نہ چرچہ و گفتار ہوگا کہ
کہیں تہذیبی ہوا ہوا و رقی بیابان نظر آئیں گے و نہ میں گندہ ہوگا بنوں میں شیر و چیتے بھی دکھائی دیں گے
اور یہ فطرت ہے کہ وہاں کے بھی کہیں ستر و تخت اور گچھن درختوں کی ٹھنڈی سیو میں ہوگا کہ وہاں گرم
فوس کے گل پھل و نہ ہیر و کے غبار و غرض ہر نظر کی تفصیل کی جاتی ہو جب ہر سون میں رہ رہے ہیں تو
حالت سفر میں کرتا کرتا خود میں آتک جائے گا در سکنے وے بھی شہر و شہر و میں فطرت میں
کے کہ ان دیکھتے چھو بہ اور فوس و قدرت کا اظہار میں پڑ رہے ہیں مگر آخر میں آتک جائے گا۔
باب ہر رستہ کے مناظر کشش کا نتیجہ بھی بجز اس کے کچھ نہ دیکھے گا کہ در دیکھے گئے گا کہ کوئی گویا و نہ جہاں

کو یہ منظر پیش نہ آتے تو دنیا کو معدوم کیسے ہوتا کہ اعتقاد علی اللہ کیا چیز ہے، کجاست منہ تفسیر، بات سب سے بڑی
 ہو قدرت الہیہ پر نظر رکھنے میں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ وہ جتنا انسان ہے، اتنا
 موقوف الیہ تھا اس لئے وہ خوف جو منظر شریف محمدی و سبب رشتہ و بیعت ختم نبی و تیسبب نبی
 صواب اور نجات حیات کے قرار پائے جنکو برزقیہ امت حیات بنایا جاتے کہ ان میں سیدنا نبی
 کا یہ قصہ خصوصاً اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے وہ قصے عموماً جن پر حق تعالیٰ کا قرب ہوا ہے چنانچہ ان
 غلبان ہوا کرتے ہیں اس لئے دل چاہتا ہے کہ اپنی فہم کے موافق کچھ عرض روئے کہ امت مسلمہ، نبی
 و ان کا کائنات فکری و اخلاقی سب سے مقدم سمجھنے کی بات یہ ہے کہ عظمت نبیہ علیہ السلام
 ہوتے ہیں جس کا یہ مطلب ہے کہ ان سے نبوت سے پہلے بھی قسم کی معصیت یا صدمہ نہیں ہوتا
 بھی معقول ہے کہ انسانی کائنات وقوع غفلت پر موقوف ہے اور جس کے لئے مشاہدہ و تدبیر ہو، وہ ہر وقت ان
 شانہ کے سامنے حاضر اور دست بستہ کھڑا ہو کیسے ممکن ہے کہ ذرہ بر ذرہ بھی نہ فراموش کرے کہ ہر لمحہ ان
 قرآن مجید میں جگہ جگہ کس قسم نور جلال کی فانیوں کا اور ان پر عتاب و گرفت کا تذکرہ ہے، چنانچہ
 غلبان نہیں تو عتاب کیا، اور اگر عتاب صحیح ہے تو معصیت کیسی، اس لئے حقیقت یہ ہے کہ معصیت
 جو عظمت و تبارکی سے پیدا ہو اگرچہ صورت و عت کی سب سے بڑی شدت مند فتنوں کی نام ہے، اور ان
 منشا چونکہ مسلمانوں کو دھوکا دینا اور اسلام کو مذاق اڑانا تھا اس لئے صورت کرچہ پر ہی عبادتیں ہیں کہ ان
 بدترین معصیتیں ہیں۔ کسی طرح جس کا حد درجہ کسی نور سے ہو، ہو کرچہ وہ معصیت ہے
 مگر فتنہ و عت کے حکم میں ہے جیسے مغویہ ہوں ولیوں کی فتنیں اورچہ وہ فتنہ کیسی کہ
 رومی نے مثنوی میں نقل فرمایا ہے۔ مگر اس کی حد مت یہ ہے کہ صورت خلق و عالم ہوتا ہے کہ
 کہ وہ اثر مرتب ہو جو حقیقی معصیت کے مرتب پر ہوتا چاہیے اور ان کے اثر کی شدت یہ ہے کہ
 خلق کا علم پورے پردہ کی وہی سکوت اور جرات و دیر دلیہ ہی ہو جو جمع و صاف رہے ہیں ہائی و
 یہی وجہ ہے کہ انجام ہر دو فریق کا حقیقت کے موافق ہوتا ہے کہ صورت معصیت پر جس کا منشا نور ہے
 اللہ برکات و کامیابیاں مرتب ہوں گی اور صورت و عت پر جس کا منشا ظلمت ہے ان کو ہر لمحہ
 اور دنیا و آخرت کی رموائی مرتب ہوگی۔ اسی حال حضرت انبیاء و علیہم السلام سے حقیقت معصیت کا تذکرہ
 ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے قلوب میں ظلمت و غفلت کا نام نہ ہی نہیں جو سبب جنت ہے
 معصیت کا۔ البتہ ان کی ممانعت کی دو قسمیں ہیں ایک روحانی صورت کہی حقیقت کے ساتھ
 ہوتی ہے اور بیشتر دعوگ ان کی ممانعت کی نوع کی ہیں۔ دوم وہ جو حقیقت معصیت کے ساتھ

اسی طرح کتاب خداوندی غور سے پڑھ کر شاکہ نہ رہے کہ اس کی تعلیمات ہیں۔ یہاں تک کہ
 کے فعل میں بھی حکمت ہے مگر غور سے یعنی بنیاد معلومین کے لئے نہ صرف نہیں بلکہ عقول کے لئے ہے
 کہ کہ مستجاب الہی اور مستحق قوم بن کر شانِ محبوبیت کی ہر کی ہے، تو جب قریش پر قریش کا کریم و کریم
 کر محبت کا سر و کناہیں رکھیں ہے تبلیغ کی رب و رحمت الہیہ کی عملی نمونہ دے رہا ہے، تو خود ہر
 بھی عمل نمونہ پیش کریں تا کہ مخلوق کو معلوم ہو کہ اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کی حقیقت ہے
 نیز صلح و ہدایت ہے امتِ جاہلہ کے لئے اور نبی ہوجانے کے بعد حیدرِ معجزات و برکات دنیا و آخرت
 خدا میں خود حسن نہیں اور فاسد قوم و لطف ہے بنیاد معلومین کے لئے تا کہ ان کے لئے حقیقتیں ہوں اور
 اسی قریش پر وہ دنیا و آخرت پر کونچ کو نہیں ہے پر ان کی چھاتیوں کے دودھ میں بتائیاں کتاب سے وہ سب سے
 پیار و تیسرے و سب سے وقت بھی نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ کتاب کے بعد ہر شے ہوتے ہیں وہ کتاب
 مقبولیت عند اللہ کے بڑھانے کے اور دین و دنیا دونوں میں موجبِ برکت و ترقیت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد یہاں
 سرور ان قریشی قتل ہوئے جن کی ہوتیں قیام بہرین کھینک دی گئیں اور کتر کرتار ہوئے جن وقت کی
 کر مسجد نبوی کے ستونوں سے بانٹ دیئے سنگ دن سرور عام صلی اللہ علیہ وسلم نے صوفیہ سے شہر
 کہ ان کو مانی قدر سے کر چھوڑ دیا جائے یا قتل کیا جائے نہ غارت صلی اللہ علیہ وسلم اور شریک کے لئے کتاب
 قدر قبول کر لیا جائے اس لئے کہ اس وقت مسلمانوں کو ساریاں حرب کی زیادہ ضرورت تھی اس لئے کہ
 قوت پہنچے گی اور کھن کے میران جنگ جہاں خشی پرانہ نور مسلمان ہو جائیں۔ اور اگرچہ یہ وقت کریم
 تو جس خدا نے آج ان کو مغلوب بنایا ہے وہی کل کو ہر کی مدد فرمائے گا مگر حضرت عمرؓ نے اس پر فرمایا
 کہ میں ان کے بارہ میں ترمی نہ کرنا چاہیئے ہر شخص اپنے عزیز کی عزت کے لئے ہمارے لئے ہمارے لئے
 اسلحہ پر کس قدر شہتہ ہیں میں اللہ و رسول کے مقابلہ میں اپنے عزیزوں کی بھی پروا نہیں کرتا
 صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رحمۃ اللہ علیہ تھے اس لئے آپ کا میدان فی حرم مدینہ کے لئے کی رت ہے
 اور تمام تدابیر کو اندیشہ کر چھوڑ دیا گیا اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے کتاب ہوا کہ قتل یرہاں دنیا کے لئے
 دینا مناسب نہ تھا ہر جے کہ قیدیوں کی راہ کر، اور قدرِ مسدود ہی کے مصالح پر مبنی تھی اس لئے کہ قریش
 ہوتی تھی تو تقویتِ کس دم کے لئے پھر مسکدہ اجتہادی تھی کہ چپ کوئی قلعہ نہ تھا جس کا نشان ہوا
 مشورہ پر ہی چھوڑ دیا تھا اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ عذاب کا سبب بنی کوثر پر دیا جائے اور یہ بیان
 لفظ نفس ثابت کرنا کو کشش کی بجائے نیز دوسرے جہوں یعنی نبی و پیغمبر پر تشدد سے یہاں تاہم بھی ہر
 سے پر یہ تشدد کتاب سے جو قدر قدر میں آئی وہ کر دیا اسے خیر اور اس وقت یہ بیان ہر وقت

کا ایمان قبول فرما کر آیا اور یا مذہب ان سے اٹھایا یہ دنیا میں چند موقع ملتا تھا کہ ان کے مذہب پر
 اور یہ بھی پہلے ہی واقعہ تھا کہ دار قوم نے رملی پائی اور جس معصوم کی یہ دعا ہے ان پر مذہب یہ ان کے
 خود پکڑے گئے۔ مگر چونکہ صورت عتاب و گرفت میں پیار اور رحمتیں مضمر تھیں اس لئے حضرت یونس علیہ السلام
 پر وہ گریہ زاری طاری ہوئی کہ تبتلیٰ ذی دار پر اس کا عشر بھی طاری ہو جیسے تو میں نہ جاؤں۔ چنانچہ
 اتنا نتیجہ نکلا کہ قیامت تک ہو نیوالے مؤمنین کو بارگاہِ حدیث سے منور رہنا اور ان کے ایمان
 کا پروانہ عطا فرما دیا گیا اور تجربہ بھی ہے کہ آیت کریمہ کا ورد سخت شہادت میں سبب کامیابی ہے۔
 (۲) **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُخْرِجَ عَنْهُ الْقَبْلَ الْمُكْرَمَ** (مشرقیہ)
 ”وہی اللہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ ہماری دیوان پر تالیف کرے۔“
 کو بڑے گئے۔ میں نے حضرت ممدوح سے دریافت کیا کہ دین اسلام کو تمامی دیوان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت
 آیا تا نسخ ہونے کے لحاظ سے قبلہ شہادت، یا حجت و دلائل کے وضع ہونے کی حیثیت سے کیا ہے؟
 سے؟ فرمایا کہ اس دین مقدس کو حق تعالیٰ نے تمامی ادیان پر برتر و جہ سے قبلہ بنیاد کیا ہے۔
 ہونے کے لحاظ سے بھی، اور وضوح حجت ہونے کے اعتبار سے بھی، اور صحیح زمین پر اس کی نشانی
 لحاظ سے بھی، کہ ہاں اسلام کی شمار کے ساتھ دوسرے ہاں نہ سبب ہنرمند ہونے کے ساتھ ہاں
 تو اسے جس کی چشمہ بصیرت کشمکش ہے اور اس کے سطح زمین کے بار اور غیر یاد مقامات کے ساتھ
 کو سبب ایسی جماعت زہرا آئی ہے جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور وہ دین محمدی پر ہیں کہ زمین پر
 سے آباد ہے۔ دارالسلام میں بھی موجود ہیں و در رکضیں بھی۔ شاموں میں بھی پھر وہاں ہیں۔
 میں، بتیوں میں جہنموں میں غرض ہر جگہ موجود ہیں۔ ایک مخصوص شان اس دین کے ہے کہ
 میں شامل رکھے یہ ہے کہ اس میں ایک نور ہے جو امت مومن کو رہنما و کفر کی طرف ہٹاتا ہے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کی وجہ سے ہے کہ حق تو ہے کہ آپ کے ساتھ خاص محبت ہے۔
 دین میں بکثرت ایسی خصوصیات جمع فرمادی ہیں کہ ان کے مجموعہ آپ کی امت کہتے ہیں۔
 گیا ہے بر خلاف دیگر مذاہب کے کہ ان میں تردد سے بچنے والی خصوصیات پوری نہیں ہیں۔
 فرما کہ جس نے لوح محفوظ کو دیکھا اور اس میں حضرات انبیاء اور ان کی شریعتیں پر جو اس میں موجود ہیں
 تو اس شریعت محمدیہ کا قیامت۔ بقا و برکت محمدیہ کا دور و دراز کی مدت کفر و کفر اس
 کہ بھی نہرت کے معصوم ہوئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق تو ہے کہ حق پیدا فرما یا نور و نور
 فرمایا نبیوں کو اور انہوں کو رکھ کر رکھے کہ ان کے ذریعہ وہ نور ان کے

جس کا وہ نام و نسبت اس میں نصیحت ہے جس سے وہ روکا گیا ہے۔ مومن کی نسبت تو اس سے زیادہ
 ہے کہ بارشاد سے کر پائے گئے غیرت حسب طبقہ کا جو شخص بھی اپنی کثرت کو کوئی طریق اختیار کرے
 ہے یا کرکے تا بہ خواہ تہی نہایت با عزت اور حشر ہو یہ صفت، ورنہ ہر ایک کے ساتھ ساتھ ہر ایک
 کوئی ایک معاملہ بھی ایسا نہیں جس پر شریعت نے دیا نہیں مرتب نہ فرد کی پوری اخلاق سے تہہ بہ تہہ
 عادات و خصلتوں کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو انرا حق نہرت سے چھوڑ دیا گیا ہو بلکہ نہرت تہہ بہ تہہ
 سے بچنے کی تدبیر اور حمیدہ سے آراستہ ہونے کا طریق بھی تعلیم کیا ہے۔ کسی طرح نہرت میں نہایت
 بلکہ حیوانات و نباتات اور موجودات غرضی تمام صفتوں کے ساتھ جس قسم کا بھی برتاؤ انسان کرے
 ایک بھی ایسا نہیں جس پر اللہ یا نہیں کا حکم لگانے میں فرزند شت ہوئی ہو۔ و متحیر عاقل نہایت
 کہ موجودات و وقوت ہی نہیں بلکہ فرضیات تک کی بھی تفصیل ہے کہ انسان کا تخیلہ محال سے محسوس
 ذہن سے اختراع کرتا ہے، مگر ناممکن ہے کہ شریعت محمدیہ کسی پر جو زیادہ ہو جو بزرگ کا کہ نہایت
 شہادت ہے کہ یہ دائرہ متعجب اور بے نہایت بہ عظمت آند کو وسیع ہے کہ مت محمدیہ کے ہیں
 نہیں بلکہ اول اس کے تین حصے بنائے۔ کلام و فقہ و تصوف اور ہر حصہ کو بے گمانہ فن قرار دینا
 نے اس کی تفصیل کا ہر اپنے سر ہے۔ روزت محمدیہ سے اب تک اس کی شت کرتے چائے میں نہایت
 کر سکتے دنیا بھر کے نزدیک کی تمام غیر مستہائے روزی کو جمع کر کے سہولت سے متبادر ہو سکتا ہے۔
 محمد بھی نہیں بن سکتا۔ مگر افسوس ہے ہم حسان فراکش امتیوں پر کہ ہی میں ہر مادی تفصیل جو شہادت محمدیہ
 کا مائیدان ہے ہمارے شریعت میں زنجیریں ہیں اور اس کو نہایت سخت کیا ہی سمجھتے ہیں۔ نہایت ہی
 اس امتیازی شان کو تفصیل سے دیکھنا ہو تو میرا سہ ماہیہ عرب دیکھو جس کی قیمت ہر گز نہ
 ۱۰۰ و ما مکتوب لکنا ان لا نعلم فیہ الا ان کیشا ما اللہ و ربنا اور یہیں شایان نہیں کہ اس امر کا
 میں لوٹ جائیں۔ البتہ ہمارا پروردگار اللہ کی گرجا ہے (تو ہم مجبور ہیں) میں نے دیکھا کہ سینہ ٹھیکہ
 کی یہ استثنائیں ایک جبکہ یہ شک و رمانت موجود ہے پر مستعد نہ ہونے کو مقتضی ہے۔ روزت محمدیہ
 معمول کرنا، بعض تہذیب الی اللہ ہے۔ رامہی فاضل ایمان ہے۔ کیونکہ اہل مشابہہ خصوصاً مسلمان و
 انہی دیکھتے ہیں کہ ان میں اللہ کی کمال کا نہ کر رہے اور اپنے اندر ذاتی سوسپرانہ کسی کام و وقت
 سمجھتی ہیں نہ بزرگ کی قوت۔ اور یہ کچھ ہیں ان کی ذات پر ہر ہر بہتہ وہ سب اللہ کے ہیں نہایت
 سے ہے پس ایسی حالت و شخص حسب اللہ کی مشیت پر کوئی نفس محسوس کرے تو ہر جہت کو
 معرفت میں غرق ہے۔ اور یہاں ہر کفر صحت پر اللہ کی قدرت و مشیت کو فاضل سمجھتا ہے۔

اگر دیکھتے ہیں (۲۳) ان اعراف کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ وہ بڑے متبہہ والے اہل مشابہہ حضرات ہیں جیسے کہ
 غوث اور فرات قلیب جنت میں ان کے لئے اپنے محل ہوں گے جیسے ہر سے نہ ہوں میں میں اپنے لئے جیسے کہ
 چتر کے جنت کے ہیں تو نیچے کی آبادی سب تر آتی ہے ان کے منازل علیہ کی کہ ہم اعراف میں ہیں وہ جہل میں سے
 ان اعراف کے متعلق یہ دو سافروں میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں نجد ان کے یہ توں بھی ہے کہ وہ حضرت حمزہؓ اور سید
 ہیں۔ دائد اعلمہ ۲۴) اَلْیَاقُوبُ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ اِنِّیْ کَسَبْتُ الذُّنُوبَ وَنَسِیْتُ اَرْحَمَ رَحِمٰتِہٖ اَدْرُکُہٗ وَرَیْتُہٗ
 کہ جبکہ انہوں نے پکارا اپنے رب کو کہ مجھے آجہا تکلیف دے اسے دوزخ دیکھئے اور آپ سب زیادہ پہرین
 ہیں، یہ سب سے شہرت سے دریافت کیا کہ وہ تکلیف کیا تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنچی۔ اور مفسرین نے حضرت
 محمدؐ کے مرض کی بابت جو کچھ لکھا ہے کہ فساد و فحش اور بدنامی کے ہر قسم میں زخم و زحمت ہوئے، یہ وہ صحیح ہے؟
 اور ایسے ہی آپ کے مرض کا امتداد رکھتا ہے کہ درختوں سے لے کر درختوں تک کہ یہ درست ہے؟ چنانچہ علامہ ابن حجر نے اشیاء فی انوار
 نبیہ میں حارث سیدنا یوسف کی بحث میں یہ بیان کیا ہے وہ سب میں سے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے،
 یوسفؑ غیب سے گھر پہنچی تو میرا الی غیر ائمہ تھے۔ اور عارفین بعض انبیاء و مرسلین کے نزدیک سب سے بڑی تکلیف
 یہی ہے اور اس کے شمع ہونے کی شہرت ممدوح نے اپنے رب سے دعا کی تھی نہ کہ یہی تکلیف کی کہ وہ توبہ
 کو اس کے متعلق نہ بناتی ہے۔ ان تنہات الی۔ موصی ائمہ کہ ان کو جو بڑا کبر و وسوسہ کی طرف توجہ دہیان ہے، اور
 اللہ سے ایک لمحہ کی بھی ہے تعلاتی بیشک اللہ سے دور کرنے والی تکلیف ہے، رہا وہ مرض جس کا تذکرہ مفسرین
 و محدثین نے کیا ہے آپ کو مطلق نہیں ہوا۔ اور مدت مرض بھی مدت دوا نہیں اور چند روز ہے۔ پس جہاں مرض کے
 رفع ہونے کی آپ نے دعا نہیں مانگی کہ وہ تو سبب قرب خدا ہے البتہ اس تکلیف بہانی میں جب اس کا اندیشہ
 ہو کہ خیال ہے کہ او بھڑچ و بدیدہ وغیرہ کی طرف دھیان جائے، تو اس کے رفع ہونے کی وہ ضرورت مانگی تھی خواہ وہ
 اس طرح مانگی جائے کہ جہاں مرض بھی نہ رہے جو سبب دھیان لینے کا یہ مرض بہت گہرا ہے کہ جو ان مدت میں ذوق نہ لے
 اور دھیان دوسری طرف نہ جائے دائد اعلمہ

۲۴) اَمْرٌ مِّنْ اَمْرِ عِلْمٍ ذِکْرُ عِلْمٍ اَنَّ کُلَّ مَوْشَشَةٍ تَنْتَنُ وَکُلُّ مَوْشَشَةٍ تَنْتَنُ اَشْمَلُ دَامَتْ بَعْدَ عِلْمٍ مِّمَّی دَامَتْ
 ہر ایک معیشت ہوگی اور ہم اس کو حشر کے دن اذی ہوگی، پس میں عرض کیا کہ اس کی معیشت سے کیا مراد ہے
 کہ شہرستان میں رہتے وقت ہر دن کے رہتے کہ بہتر سے گذر رہا ہے ان کی سادگی و فرخندہ نہ کہ تنگ و ریت شریف
 چاہتی ہے کہ جو ان کی زندگی سے بے رخی برقی اس کی سادگی جو مزید کثرت نہ لے کر آخرت میں جو کھوتہ بیش از بہت توبہ کا
 کا اور دنیوی میں بہت کثرت ہے جو کہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے پیشہ ہمہ میں رہنا متدبر فرمایا ہے کہ ان کی دنیوی سادگی
 ایک سادگی ہے جس میں ان کی سادگی ہے کہ ان کے سبب بہتر گذر اور بہتر ہو سکتا ہے اس کے لئے کہ ان کے پاس

ہمیشہ ہی سنتا رہا کہ مذہب اسلام حق ہے اور نصاریٰ کا مذہب باطل ہے مگر جب سے تہارے ملک میں آ رہا
 تو وہ مذہب ہی پسند کیا۔ یہاں پر فکر ہی سنتا ہوں کہ نصاریٰ کا مذہب حق ہے اور اسلام باطل ہے۔ غرض میں نے
 اس پر یہ فیہر کیا کہ واقعی مجھے مذہب کے بارے میں شبہ پڑ گیا ہے۔ اس کے بعد کہا کہ میں نے بڑے بڑے بازرگان
 سے دریافت کیا تو سب نے باتفاق آپ ہی کا پتہ بتایا اور دو شخصوں نے بھی اس بارے میں فتوہ نہیں کیا کہ آپ
 سب میں بڑے بڑے پادری اور اپنے مذہب کے متبع و معتمد تھے۔ اور انہوں نے کہا کہ میں نے یہاں پر غرض کیا ہے کہ عام
 ہے۔ چنانچہ اور عام پر غرض کیا کہ جو باطن کو تہمت دراز کرتا ہے۔ اس وقت میں صرف اسی لئے حاضر تھا
 جو ہوں کہ آپ مجھے اس مسئلہ کی تسکین بخشیں۔ جواب دینے والے آپ کے نزدیک جو حق ہو وہ وہاں صاف
 فرما دیں۔ تاکہ آپ کے جواب کو بروقتی مت اپنے اور پروردگار کے درمیان حاجت قرار دیں اور عدالت عالیہ میں
 پیشی کے وقت آپ کا نام سے کرنا میں کر سکوں کہ انہوں نے شخص نے مجھے حق یہ بتایا لہذا میں نے اس کو اختیار کر لیا
 کیا کہ میں نا وقت ہوں اور آپ وقت میں اور نا وقت پر رزم ہے کہ وقت سے سوال کر کے دراز
 پر رزم ہے کہ اندو سے مخلوق کی ٹیڑھی کر کے اور جو بات اس کے نزدیک واقعی حق ہو اس کو یہ روایت
 بیان کر دے۔ میری تشریح اس کے دل میں اتر گئی اور چہاں ہاں گئی۔ اس وقت انھار کی ایک مجمع میں
 کے پاس بھر بیٹھا تھا۔ اس نے اپنا سہارا کر اپنے ہاتھ پر رکھ لیا اور میرے پاس بائیں غائبوں رہا آخر اس نے سر
 اٹکایا اور چپکے سے میرے کان میں کہا کہ مذہب تو میں مذہب اسلام ہی ہے اور یہی حق ہے کہ اس کے
 سوال کے لئے آپ کوئی مذہب قبول نہیں۔ مگر یہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اس سے قبل کہ ان نصاریٰ کو
 اس کا قلم اٹھو یہاں سے کہہ دیجئے کہ اس سے حضرت مسیح کے قول کی تائید ہو رہی ہے اور خود میں
 ایک پادری بڑے عالم سے مناظرہ کرنے کا اتفاق پیش آیا اور انجام کار کھل گیا کہ واقعی سکون یقین ہے کہ
 اس کا مذہب باطل ہے۔ ویسے منہ وراہی جہالت میں نہ بیٹھو۔ سو فی کے در کوئی شے ہیں اس کو کس
 لانے سے نہیں ہے اور یہ ایک بڑا مناظرہ تھا جو کئی دن تک رہا۔ اس میں ہمارے بھی کثیر علماء و دانشور
 موجود تھے۔ اور میں نے جماعت کے بھی بکثرت یہودی شریک کیے تھے۔ اسی طرح عیسائیوں کے ایک بڑے
 پادری سے میرا مناظرہ ہوا تو واقعی اُن کے پاس رہبرین قرآن اور یہودیوں کے کلمہ کی بات کہچھ نہیں ہو سکتی
 مہجرت کو یہ کہنا ہو تو حقرا دین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنا ہو تو یہودیوں کے لئے ہے۔
 کہ عیسائیوں کے بچے پادری تھے اور اسلام کے لئے تھے۔ اسی طرح عید الحق، سدھی کی تائیدات دیکھو کہ یہودی
 مذہب کے زبردست حامد تھے اور ان کے ہاں مذہب ہونے کے اور نصاریٰ میں سورنا ہاں سب سے بھی کتا میت
 دیکھو جس میں یہ بات بکھر رہی ہے۔ اور اس کی ثانی متا ہے جس کے آریہ ہیں جس نے ان کو قبول کیا

قیام گاہ ہے۔ اور دوسری سے دنیا فراتی ہے کہ رستہ بنائے گا اور پہلے کہ یعنی دریا بنائے گا پھر نیک
 کاری کے دروں کو محض سب سے کار کر دیا اس لئے بروز قیامت نہ بنا کر ٹھکانا بنائے گا کہ بصیرت کا زمانہ گمان
 بصارت کے حیران کی صورت قبول کرے گا۔ سی بے گئے مذکور ہے وَخَشَرُ الْيَوْمِ لَقِيَا فَمِنْهُمْ
 ساقی مذکور ہے قَالَ رَبِّ لِيْ خَشْرٌ لِّئِنْ اَتَيْتُكَ كُنْتُ لَبِيسًا اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الْكَرِيْمُ
 الْيَوْمَ تَنْتَسِيْهِمْ اِنَّهُمْ اَنْدَحُوْنَ بِنَارٍ مُّشْرَبٍ رَّبِّ يَتَّقُ - وہ ریانت کرے گا کہ سب سے پہلے
 مجھے خبر سے لے لے وقت پہلے نہ دیکھوں بنا دیا نہ رستہ وقت میری دروں تک نہیں پہنچا دیتیں۔
 جو بے گئے گا کہ یہاں ہی رہے نہ بتا کر کہیں کیا کہ بصیرت کی دروں تک نہیں کر پتہ کر دیتیں۔ اور یہی شان
 رحمن سے کرنا میں جانے کا مقصود اور اصل قیام گاہ کا ہر پہلو چل رہا تھا۔ تمہارے پاس رہنا اور اس
 اور عقاب سمیع کے زیرِ علم میں گزرتے ان کو نسیا نہیں ہوتا۔ ہر کسی کو حق تعالیٰ کو کہیں ہیوں سب
 بنایا جائے گا کہ ٹھکانے سے پھر دے گا کہ نہ بد چلے گا کہ کہاں جا دے گا کہ یہاں کہہ دے گا کہ
 ۱۹۱ وَلَقَدْ كُنتُمْ دِیْنًا مِّنْ دُونِ الَّذِیْنَ كُنتُم بِآیَاتِ رَبِّكُمُ الْوَظِرَّ ۚ وَرُءُوسُ الْعِزِّ الْمُنِیَّةُ الْوَظِرَّ
 اس عورت کا قصہ کیا اگر نہ رکھ دیتے اپنے رب کی دیں رتو ہوتا تو بھی ہوتا میں نے حضرت عباس سے
 دریافت کیا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ کیا تھا؟ فرمایا عورت کو اپنے کا قصہ کیا تھا کہ کسی کے بعد نصیب
 لے اس بار میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ میں نے کہا کہ سننا تو پہلے شدت سے نہ دیکھو اور کہا کہ
 اگر یہ فتنے صحیح ہوں تو پھر شدت کہاں رہی رو کر جب حق تعالیٰ سے نصیب فرماتا ہے تو اسے کہتا
 گئیں اس سے نہ لے لیتا ہے کسی سے کذب پیدا ہوتا تھا اور کسی سے کبر پیدا ہوتا تھا اور کسی سے ریا پر
 ہوتا تھا اور کسی سے شب کرنا پیدا ہوتی تھی اور کسی سے شہوت و محبت نہ پیدا ہوتی تھی وغیرہ وجہ یہ
 کی یہ شان ہے تو کیا پوچھنا نبی کا جس کی نصیحت پر ہوا ہے اور نصیحت اس کی زنت میں دیکھا
 اس سے توڑنا کہ خوشیاں میں قلعہ مہیا ہے نیز اب نے فرمایا کہ وہی ہے یہ مرید پر پہنچتا ہے اس کے
 نزدیک محض شہوت اور دوسری جگہ صوفی بنجاتی ہے حتیٰ کہ عورت کی پیش بگاہ وہ چاہے جو کچھ سنا ہے
 ہوتا بائیں ایک وجہ میں ہوتے ہیں کہ جس طرح پتھر پر نظر پڑنے سے شہوت کو حرکت نہیں ہوتی سی طرح شراب
 پر نظر پڑنے سے بھی محض حرکت نہیں ہوتی۔ ورنہ یہ کہ نبی کا دیکھنا نورانی سے ہوتا ہے جس کے آگے
 بھی شیلان بھی نہیں چسک سکتا اور نہ کوئی دوسری نعمت حاصل سکتی ہے۔ اور حبیب ولی کے حق میں یہ
 ہوتا ہے تو نبی معلوم کیا کہ چوتھا حق تعالیٰ سے ہیں تو نبی ہی ہے کہ ہم نبوت کے حق سے وقت ہوں۔
 رفعت یہ مقدمہ کہیں نہایت نازک ہے اردو کے نوستین مثلاً برص زینت سے تو اس قسم کو حسن و عشق کا

اتنا انقلاب عظیم ہوا اور کل دو تین دن کے اندر ہزار ہا غلام و آزادانہ میں رہنے لگے ، دو ہزار ہا غلام و آزادانہ
 مصر کے کھراڑے میدان پر بے بس ہارس غلام و غلامتیں بھی رہیں ، انہوں نے غلامانہ زندگی بسر کی ، بات یہ ہے کہ
 افسردگی بھی نہ تھی کہ کھانا میں کیا تھا ، و مضر میں کیونکہ یہ رہتے تھے آپ کے تعلق میں غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 پر سہاگہ بن گیا کہ آپ کی وہ بیہوشی عزیز کی بیوی سے پاس آپ کو ہر وقت با سنا تھا ، آپ اپنے غلاموں کو
 غلامانہ امت کے کام پر دیکھ کر غمزدگی تو اس قدر دیکھتے تھے کہ غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے
 کئے اور آپ پر قیامت پڑنے کی برکت پر عمل میں نہ صرف غلاموں میں کہ غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 کہ سیدنا یوسف علیہ السلام غلامتوں میں تھے ، اسی میں تھے کہ غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 لہجہ حیات پر ہونے پر اپنے کو کھانا بچاتے ہیں مگر کھانے جو بات کو غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے
 وقت اور نہ یہ بھی کہے تھے کوئی دیکھنے کے قابل بات نہ تھی کہ آپ کی غلامی میں غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 جو غلامی تھی ، اور اب یہ اس کی آخری ٹری تھی ، دیکھیں غلامی کا فریضہ کیونکر ختم ہوتا ہے ، یہ غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 ہوتا ہے اور دوسرا دن ایک ہزار اس کی فرط پہنچش اور غمزدگی میں کہ غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے
 غلامی کو اس کے لئے کہ غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 احترام ، لا احقہ مخلوق فی معیہ الخلق ، یہ غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 دین ، بیوی کے لئے شوہر شکر و کرم کے لئے ، دین کے لئے یہ غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے
 کے لئے بادشاہ بیشک واجب ، غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 خیریت ہے ، آقا کا گران کی امت کا دیوبند پر غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 ان کے حکم کا اللہ کے حکم سے توصل ہر حال حاصل ہے ، غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 میں ہوتا ہے ، سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ تو یہ پڑھتے تھے کہ غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے
 کے رب مجبزی ہونے کی بھی پوری رعایت رہے ، اور مجبزی غلامی کے فریضہ پر غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے
 جبراً مجبور سیدنا براہیم علیہ السلام نے اس کی غلامی کو کھانے میں اپنے باپ کا حق پوری دیکھتے تھے ، غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 کے کا فر بھی نہیں کہہ کر غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 جب اس کی غلامی سے یہ سخت ہو رہا تھا کہ غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 مبارک سے وہی غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 اپنا آخری سفر لے رہا تھا ، ہوں مگر آپ کے لئے اپنے رب سے ستمی رہنے والوں کے لئے غلامانہ زندگی بسر کرنے والے
 پورے پورے کہ متحیر کسی نوعیت کے درمیان میں یہ رہا ہے کہ غلامانہ زندگی بسر کرنے والے غلاموں کے لئے

یہ تعلق ثابت ہے۔ انسانی ہمت و کوشش کے ساتھ کوئی مان نہ رہتا اور یہ کہ جو بہت محنت میں ذرا غفلت
 نہ آتی تو سب سے بہتر ہوتا ہے۔ کوئی دقت نہ ہو۔ اور یہ کہ جو بہت محنت میں رہتا ہے وہ بہت
 کم ہمت و کوشش میں رہتا ہے۔ اس سے انسان کی ہمت بڑھتی ہے۔ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ
 کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔
 اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔

یہ سب میں نہیں کی تاہم نہ محنت بہت سے بھی صورت کا وہی قسم ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔
 اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔
 اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔
 اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔

یہ سب میں نہیں کی تاہم نہ محنت بہت سے بھی صورت کا وہی قسم ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔
 اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔
 اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔
 اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔

یہ سب میں نہیں کی تاہم نہ محنت بہت سے بھی صورت کا وہی قسم ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔
 اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔
 اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ہمت کو بہتر بنائے۔

بھلو بھی امیر بنت بعد المطلب کی لڑکی یعنی آپ کی چھوٹی زاد بہن تھیں اور حضرت زید ابن حارثہ قبیلہ بنی
 قضا عہ کے ایک شریف عرب تھے جن کو بچپن میں ڈاکوؤں نے پاڑ کر سوق حبشہ میں کہہ کر قریب
 ساکنہ مندری لگا کر قی حقی ان کو بیچ دیا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خرید لیا اور انہوں
 نے حضرت کی نذر کر دیا۔ حضرت نے ان کو آزاد فرما کر ولاد کی طرح پرورش کیا حتیٰ کہ وہ بچہ
 متبنا اور زید بن حتم کہنے لگے۔ آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح حضرت زینب سے کر دیا۔ اس کی
 ننگ و عار کی بھی اصلاح تھی کہ اونچے گھرانے کی عورت کو ایسے شخص سے نکاح کرنا جس پر غلامی کا بھی
 نام بھی آجائے عار معلوم ہوتا تھا۔ نکاح تو ہو گیا مگر حضرت زینب آخر عورت نجس اور شرب سے بہت زیادہ قبیحہ بنی
 باشم کے خاندان کی عقیں اس لئے ان کی نظروں میں حضرت زینب کی وہ وقت نہ آئی جو شوہر کی ہونے چاہیے
 تھی اور میاں بیوی میں موافقت نہ ہوئی۔ آخر رات دن کی گفت سے پریشانی ہو کر حضرت نے ایک پرہیزگار
 ہونے کے طلاق دیدی اور اس کی اجازت لینے کے لئے آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
 حضرت نے اس کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ گھر بیٹا اللہ نے یہ نعمت بخشی ہے کفران سے زور و زبید نہ کرنا
 کام لو۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔ منسرتین کے اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں کہ لوگوں کی طرف سے وہ کیا کر رہے تھے
 جس کو حضرت نے حل میں منسرتین کہا اور اس کی رعایت سے طلاق کا مشورہ نہ دیا۔ بعض کی رائے ہے کہ اندیشہ
 یہ تھا کہ اگر زید نے طلاق دیدی تو لوگ کہیں گے حضرت نے کیا بے جوڑ رشتہ کر دیا جس کا نہاد نہ ہو سکے۔ بعض کی رائے
 ہے کہ جو کچھ ہوا تھا امر مقدر تھا اور حکم الہی کی تعمیل میں ہوا تھا۔ آئندہ یہ مقدر تھا اور حضرت کو اس کا حکم بھی تھا کہ حضرت
 زینب آپ کی زوجیت میں آئیں گی۔ گویا یہ امر تو نبی آپ کے لئے حکم باطنی تھا جس کا مقتضی یہ تھا کہ چھٹنے
 حضرت زید کو اجازت دیتے طلاق دینے کی کہ اس پر حضرت زینب کا ائمہ ائمہ شیعہ بننا موقوف تھا۔ مگر آپ کا اندیشہ ہو
 کہ لوگ کہیں گے خود نکاح کرنے کے لئے حضرت زید سے طلاق دلانی ممکن ہے یہ اندیشہ ہو کہ وہ کہیں گے
 سے نکاح کہ لیا یہ ہر حال لوگوں کی چہرہ گئیوں کا جو بھی اندیشہ تھا محض اس لئے تھا کہ لوگوں کے امیال پر یاد دہانی
 اور کہیں گے یہ لقمہ صغیر مسلمان کو سر نہ بنا دے اور اس اندیشہ کی رعایت کرنا عرفیہ کی مقتضی اور عین دین تھا کہ
 جو جبراً آتے ہی ہیں کفر سے ایمان کی طرف لانے کو نہ کہ برعکس۔ لہذا آپ نے صادق رہنے سے حضرت زید کو
 منع فرمایا۔ مگر آپ کس کے بعد خود ہی خیال آیا کہ تجویز الہی کے خلاف کار کیا جب ہوا اور جب نہ سب
 تھا کہ امر مقدر من اللہ میں کوئی پس و پیش نہ کرتا۔

اس بنا پر آپ نے اپنے دل میں خود اپنے اند پر کد باب فرمایا اور اسی کے مطابق آیت شریفہ
 کا نزول ہو گیا۔ چنانچہ حضرت زید نے طلاق دیدی۔ اور حضرت زینب ائمہ ائمہ شیعہ بنیں اور جن

ان کو دکھ دیا اور بتی قنات پاک کے مشاہدے سے بھی دکھ دیا کیونکہ اگر حجاب تھا دیتا درحقیقت مشورت
 پر جاتی تو وہ سب سے کہ حق تعالیٰ سے نہ مشاہدہ کرتے اس کے رشاد کے موافق کہ وہ فرماتا ہے قُلُوْا مَلِكًا يُّزَكِّيْكُمْ
 سَدِّ مَقَامٍ سَمِيْعٍ جِبْرًا يُّبَيِّنُ لَكُمْ اَقْرَبُ الْيَوْمِ مِنْ حَبْلِ لُّوْرٍ اِنَّ هٰذَا لَمَّا كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ
 اٰيٰتِ رَبِّكُمْ فَاَنْزَلْنَا سَانَكُم بِمَا كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ فَاَنْزَلْنَا سَانَكُم بِمَا كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ
 اٰيٰتِ رَبِّكُمْ فَاَنْزَلْنَا سَانَكُم بِمَا كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ فَاَنْزَلْنَا سَانَكُم بِمَا كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ
 اٰيٰتِ رَبِّكُمْ فَاَنْزَلْنَا سَانَكُم بِمَا كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ فَاَنْزَلْنَا سَانَكُم بِمَا كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ

نیز ان کو تسلیم کیا کہ ان کے قومی اعدائے اللہ کے مخلوق ہیں اور وہی ان کا خالق ہے نہ وہ خود
 اور وہ خود تو غیر ضرورت اور اضافی اجسام کے ہیں جن کو حق تعالیٰ سے جس طرح چاہتا ہے حرکت دیتا ہے
 جیسے کہ نور فرشتہ ہے، لٰمَ خَلَقْنَاكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور اللہ ہی نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے اعدائے کو جو
 تم کرتے ہو، اور جب کسی کو یہ دونوں مشاہدے واقعہ کے موافق ہوتے تو کوئی بھی تعجب نہ کر سکتا
 اس سے کہ معجزات بجز اس کے ہو ہی نہیں سکتے کہ اللہ سے پس پڑا ہو، اللہ کو کچھ لا ہوا ہو، اللہ سے کچھ بچا ہوا
 ہو۔ مومنین کو رہے عقیدہ رکھتے ہیں کہ یاں اللہ ہی ہم میں فی حل و مقصود ہے اور کسی کا ارادہ غالب
 ہے مگر یہ اعتقاد بھی سائنس کے تابع اور بھی ارجح ہو جاتا ہے کہ سبب و سبب ہی جیسا کہ ہے کہ یہ علت و
 ایمان یا عقیدہ ہے، مشاہدہ و مدینہ کو نہیں (یعنی لغو و بیکار فعلی قوت سے) حال یہ ہے اس لئے حکیموں کی کشتی کے
 مثل ہے کہ کبھی جہاز اور کبھی جہاز (اور جس جہاز کے لئے نفس فرماتا ہے اس سے قیاس و ذکر دیتا و اپنے مشاہدے
 میں کو نوریت جیسے لہذا مسکوئی ہی حق تعالیٰ کے لئے کہ حق ہی کی طرف سے ابتدا ہے و حق ہی کی طرف ابتدا
 پس یہ ہے جہاں کائنات میں سے شروع ہوا گیا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ قوت و غفلت میں اللہ تعالیٰ کے

و کعب و محل ہوئی ہو فرمایا بچپن سے کہ آپ پر حجاب کسی وقت بھی نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ قوت تو
 نبی کو جبکہ ہر وقت کو حاصل ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سے خصوصیت ہوئی اور انا فقہنا
 کائنات سے تعبیر فرمایا کہ یہ ہے کہ قوت انقباض فرمائی ہو یا قوت بطن قوت و ضغمت بہت مختلف ہوتی ہے کہ ہر شخص
 کو اس کی قوت کے موافق دی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں قوت و روح و نفس و ز
 و کعب و محل ہوئی ہو فرمایا بچپن سے کہ آپ پر حجاب کسی وقت بھی نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ قوت تو
 نبی کو جبکہ ہر وقت کو حاصل ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سے خصوصیت ہوئی اور انا فقہنا
 کائنات سے تعبیر فرمایا کہ یہ ہے کہ قوت انقباض فرمائی ہو یا قوت بطن قوت و ضغمت بہت مختلف ہوتی ہے کہ ہر شخص
 کو اس کی قوت کے موافق دی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں قوت و روح و نفس و ز
 و کعب و محل ہوئی ہو فرمایا بچپن سے کہ آپ پر حجاب کسی وقت بھی نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ قوت تو
 نبی کو جبکہ ہر وقت کو حاصل ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سے خصوصیت ہوئی اور انا فقہنا
 کائنات سے تعبیر فرمایا کہ یہ ہے کہ قوت انقباض فرمائی ہو یا قوت بطن قوت و ضغمت بہت مختلف ہوتی ہے کہ ہر شخص
 کو اس کی قوت کے موافق دی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں قوت و روح و نفس و ز

دیکھنا کہ جس کو دلیل بنایا ہے کہ جب استدری خالق ہے ہمارے نفس کی تو ہم مجبور بن گئے ہوتے۔
 لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ انہیں کو بندوں کی طرف منسوب کر رہا ہے کہ وہ اعمال جو تم کو رہے ہو ان کے لئے قیام
 لیذا القدریت قرآنہ سے ثابت ہوگا کہ عوں میں عامل کے ارد گرد فعل جتنا دور غفلت میں ہے اتنا
 نتیجہ کی حرکت میں اور غفلت کی استدری حرکت میں فرق معلوم ہو رہا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ دونوں کے
 غیر نتیجہ کی وجہ سے بن کر کمال بنادیں۔ بند بندوں کے ضرورت قیام و حق تعالیٰ کے لئے ہر وقت
 ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے فعل واقعہ میں ہی کی دو صورتیں ہیں ایک وہ جن میں ارادہ شرعی کی صورت
 نہیں رہتا جیسے غفلت کی حرکت کہ وہ من الغد ہے درحقیقت وہ جس میں ارادہ شرعی نہ ہو
 بنایا جاتا ہے جیسے ہوتا ہے کہ وہ حرکت دنیا کہ یہ بھی من الغد ہے مگر اختیار کی ہے۔ اس کی رو سے
 تو سزا و عذاب پر غور و غفلت اور سزا و عذاب کا نہ رہے کہ تنویر پر ہو چودیکہ ارادہ شرعی نہ ہو غفلت نہ
 والہ ہونے کے سبب ثواب کی آمد کی شکستگی کی اثر آتا ہے اور ناک کی رغبت و نفرت کا سبب بنتا ہے
 تو کیا پوچھنا چاہئے ارادہ اختیار کی و منہ بھی وہاں ہیں پھر چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ حق تعالیٰ کے فعل اختیار
 نافع و راجح بنے ہوئے ہوتے۔ ہر وہ غفلت کے اثر سے ہی پھر کسی کو دلیل ملے گی اس لئے کہ یہ تصور ہے کہ
 کی اس سے معلوم ہوا کہ ہم مشاہدہ کے تصور میں اور کسی کی حقیقت میں کو نہیں ملے۔ اس کی اثر سے
 جیسے ہمیں معلوم ہے کہ ہر وہ غفلت دنیا چھوڑے گی اور ہر قبر کے گرد میں جا سونے کے لئے کسی کو دنیا بھی کو
 آگے بنائے ہوئے ہیں کہ مرل تو بند ہی ہوتا ہے اور ہر وہ غفلت اور ہر وہ غفلت اور ہر وہ غفلت اور ہر وہ غفلت
 کہ ہم نے موت کی حقیقت میں کو نہیں سمجھا جس وقت اس کو مشاہدہ ہوگا اور وہ غفلت سے غفلت کی
 غفلت غفلت سے غفلت کی تہہ منسوب ہوگا کہ موت کے نتیجہ کی کیا شہادت ہے غفلت یہ مشاہدہ غفلت
 سے غفلت و غفلت کو مرہ سے کہ اس کو مومن میں اپنی لئے قسموں کا کہ بنایا ہے کہ غفلت مشاہدہ غفلت
 مصیبت کا تصور ہے نہ ہر کے کا غور کر ہوگا تو اسے روکے بغیر صاف ہو جائے گا نہ کہ غفلت پر یہ غفلت
 ارادہ اور آئینہ مدنی پر دیکھ کر نہ ہو سکتا۔ چنانچہ جن کو یہ مشاہدہ ہو جائے ان کے غفلت پر یہ غفلت
 سے زیادہ غفلت کی غفلت کہ ان کی غفلت میں غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت
 یہ غفلت اس کے ایمان یا غفلت میں غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت
 غفلت کے جو کہ غفلت میں غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت
 حال اس کے پرکس ہے تو معلوم ہو جائے ایمان یا غفلت میں اس کی حقیقت کو سمجھ ہی نہیں رہا ہے
 میں کے کہ یہ غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت غفلت

تفسیر شیخ کے موافق نہ ہو سکتی۔ حالانکہ مسئلہ کی روح یہی ہے۔ انہوں نے فتوح مراد لیا تھا۔ وقتہ یعنی اسے
محکمہ ہم سے تمہارے لئے مقدر فرمایا۔ مگر مقتضی یہ کہ معین نہ کیا مقدر فرمایا۔ جب تک وہ مدین شریف و حضرت زین العابدین
اور بہت و حضرت کی تفریع کس پر ہوگی۔ اور شیخ کی تفسیر نے سب مراحل سے کر دئے کہ اسے محکمہ چھوٹے اور شریف
کا مال نصیب فرمایا تاکہ مادہ کتابت سے معدوم ہو جائے اور تاکہ نعمت الہیہ تم پر قائم ہو جائے اور تاکہ تم کو بہت
اور معارف حاصل ہوں اور تاکہ تم کو حقائق کے منصور و نتائج قرار پائے و لہذا ائمہ۔

راحم، اَفَلَا تَتَذَكَّرُ عَلٰی غَلِيْبِهِ اَمْ لَا اَلَا مَنْ ارْتَفَعَتْ مِنْهُ ذُرِّيَّةٌ مِّنْ ذُرِّيَّتِهِ وَوَيْفِ غَلِيْبٍ كَايُنُفٍ مِّنْ رَّسْمٍ كَسِي
اپنے غلبہ پر مدعو نہیں کرتا، مگر ان جس نے غیر کو پسند فرمایا تو اس کو غلبہ کی بات بتا دیتا ہے اور اس کے لئے
اور چھوٹے نگہبان چلتے ہیں تاکہ معلوم فرمیں کہ انہوں نے اپنے رشتہ کو پیغمبر بھیج دیا اور اللہ نے اسے عطا کر دیا
ان کو سب چیزوں کا اور گن رہا ہے ہر شے کو۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ شریف سے مدعو ہو رہے ہیں
حق تعالیٰ نے اپنے غلبہ پر پیغمبر کے کسی کو مطلع نہیں کرتا حالانکہ اولیاء و عارفین کو بھی کشت ہوتا ہے
اور وہ غلبہ کی بات مثلاً مال کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی پیدا کرتے ہیں فرمایا کہ آیت سے مقصود انہوں
اور عارفین کا نہ کہ ان کے تالیف ہوتے تھے اور اس پر تلے چڑھ کر ساری کے قریب پہنچ کر دنیا میں رہے
و اے واقعات کا ان تصدیق فرشتوں میں جو تذکرہ ہوتا تھا اس کو سن لیتے اور ان کا منہوں کو پہنچا دیتے
کہتے تھے۔ یہ لوگ اس ایک بات میں اپنی طرف سے دس جھوٹ مار کر غلبہ دانی کی سزا جاتے ہیں اور غلبہ
ان کے معتقد ہو کر لے کر لے کر ان کو غلبہ کی یہ بات معلوم ہے حق تعالیٰ نے اس عقیدہ کو سزا دیا کہ جس وقت ان
میں دور فرمایا کہ آسمان پر چمک رہا کہ فرشتے تعینات فرمادئے تاکہ غلبہ نہیں نہ معلوم کرنے کے لئے اگر حیات میں نہ
کوئی آسمان کے پاس آئے تو شہاب ثاقب مار کر سکو جلا دیں گے اس طرح تو اس عقیدہ یا سزا دیا
پس مقصود اپنے بندوں کو باطل سے بچھڑ کر حق پر جمع کرنا ہے اور اولیاء و عارفین میں شامل ہیں۔
مذہب و خارج نہ ہوں گے۔ نیز فرمایا کہ اگر انداز عام ہوتے ہیں مگر اس کے نور کے بارے میں فرار کو
مخصوص بنادیا کرتے ہیں۔ لہذا عارف کی تفریق کے تامل پر ہوا کرتی ہے۔ اگر وہ دیکھتا ہے کہ ان کا نور
فان نوران مثلاً صرف زید عمر بکریہ ہو جائے تو سمجھ لیتا ہے کہ فقط یہی فرد مراد ہیں دوسرے کہ
مراد نہیں۔ اور اگر دیکھتا ہے کہ نور کے تمامی فرد پر پڑ رہے ہیں تو سمجھ لیتا ہے کہ سب مراد ہیں
اور حضرت صفی اللہ علیہ وسلم کو تو کلام اللہ کے دہن مبارک سے کلام نکلتے کے قبل ہی یہ معلوم ہو جاتا تھا
کیونکہ وہ نور کے تار زلال آسمان کے قلب پر پڑ کر تے تھے تاکہ آج ہر فرد و زندگی کو سمجھ لیں حضرت مدوح
کو مراد اس سے عدم مخصوص انبعض تھا کہ سب اُمی کو محض اور صفی اللہ صمدی سے ناواقفیت میں نہ

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر مطلع فرمادیا گیا کہ ہل تصرف اثاثت وقت بوقت کو بھی مطلع کر دیا جائے۔
 کہ ان پر مطلع ہوئے بغیر وہ اپنی خدمت منقوضہ یعنی تصرفات عوام کو انجام نہیں دے سکتے ہذا بیت شریف
 اللہ عیسیٰ فی عالم الشاہدۃ آریہ اور حضرت شریف خمس لا یفیمون لا اللہ میں حضرت جنتہ و شہیدین
 اور کا بن و بنجم وغیرہ کے علوم کو فارج کرنے کے لئے جسے کہ ان پانچ چیزوں تک نہ جنتہ و شہیدین کی سزا
 ہو سکتی ہے اور نہ وہ دیات یا عوام پر یا غنیہ کے تحت میں آسکتے ہیں۔ ان کا علم صرف اللہ کے ساتھ مخصوص
 ہے اور اس نے اہل حق یعنی رسول و خواص امت کو ان پر مطلع فرمایا ہے۔ اہل باطل کو مطلع نہیں فرمایا ہے۔
 منجم اور کا بن وغیرہ گمراہ کے متعلق کوئی خبر دے گی تو وہ گمراہی اسکی اور جہاں باغیب ہوگا کہ پھر کے تیرے
 کی طرح اتنا قیہ ٹھیک پڑ گیا، پڑ گیا ورنہ غلط ہو گیا۔ چنانچہ تجربہ ہو گیا کہ جو تیری ہڈت جو دودھ کے گدے کی ذر
 دروز سے دروازے سے مارے پھرتے ہیں وہ مہمورت کے ستارے ہیں اس سے کہتے ہیں کہ بڑی چیز ہوگی اور
 یہ ہڈت ستارے چھٹا خاصہ وصول کر لیتے ہیں اور اس کے بعد اس کی پڑوسن کے گت میں چپ سے کہہ جاتے
 ہیں کہ اس کے بڑ کی پیدا ہوگی۔ جب وضع حمل ہوتی ہے تو گھر بڑ کی مہر بند یہ دیکھ کر کیسی کہتی بات تو ان کی اور
 گھر بڑ کی پیدا ہوئی تو کہہ دیا پوچھو سے اپنی پڑوسن سے میں تو کہہ گیا تھا کہ بڑ کی ہوگی اور بت تیرے تیرے بڑ
 تجھے بڑ کا بتا گیا تھا۔ بہر حال اپنی جیت اور اپنے عالم کی سادگی کے دونوں پہلو بچانے کی ہاں چاہتے ہیں بڑ
 بنی اور رسول اور ائمہ و خدات کے مفیدت خمس کے متعلق وہ جو کچھ بتا میں گئے ہیں کہ وہ باغیب غز سے کہ نہ
 سے ان کو اس پر مطلع کیا گیا ہے۔ اس سے وہ واقعہ کے باطن موافق ہوگا ورنہ اس میں جہاں ہوگا نہ ذر مفیدت ہوگا
 ہوگا اور نہ وہ واقعہ کے خلاف ہوگا اس کو غور سے سمجھو پڑے کہ مکی بات ہے۔

جن علم دسے مفیدت خمس کی خدمت حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا ان کی مفیدت خمس نہ ہونا
 چیزوں کے علم اہل حق کے لئے عمومی و تحت و دہ جاریہ نہیں بلکہ خصوصی و تحت قدرت یہ بیت کہ جب اللہ تعالیٰ
 ورجوں کے لئے چاہے بوقت ضرورت مطلع فرمادے۔ مگر مملکت رسالت کی عرج نہیں کہ ان کی حالت دینی
 ورنہ بڑ بڑوت میں ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خضر و حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قندہ سے بہ
 سورت کہوت میں مذکور ہے۔ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی خدمت پر دسورت
 اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریع اور قوانین الہی کی خدمت پر دسورت، ہر ایک کی بہ نسبت
 مدھب اور قدوات منقوضہ کے علوم سے نوازا گیا تھا۔ اور موسیٰ و شریع میں اکثر اختلافات رہتے تھے چنانچہ
 فاسی مرافقت میں تین قسم کے ایسے پیش آئے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان پر خدمت کثرت سے کرتے تھے
 گرفت کے بغیر نہ رہ سکتے۔ جن مہمراجہ مخنیفہ درماتجہ مفیدت خمس پر فدا کے وقت حضرت خضر علیہ السلام

حقیقت پر ہوتا تو اس کے تمامی تعالٰیٰ تھا لہذا اللہ کے لئے ہوتے گویا وہ کہتا ہے کہ میرے اعمال میں یہ کوئی کام
 نہیں نہیں ہے کیونکہ تمامی فعل جو مجھ سے صادر ہوئے وہ خود اللہ ہی کے حقوق ہیں۔ ایسے عمل کو یہ شک
 کہا جاتا کہ حقیقت ذات کے موافق صادر ہوئے ہیں۔ لیکن حسیب وہ یہ کہ رہا ہے کہ میں تو یہ شک نہ کرتا
 مگر میرے اعمال خود میرے ہیں اور ان کے صدور کے وقت نیت کر رہا ہوں کہ ذاتی انفع اور حصول اغراض کی تائید
 اعمال کو سر حقیقت کے موافق کسی طرح نہیں کہہ سکتے اور ناممکن ہے کہ یہ اللہ کا کوئی حق کہہ بھی اور کرے کیونکہ
 جو عمل کرتا ہے وہ اپنی ذاتی غرض کے لئے کرتا ہے نہ کہ اللہ کا حق ادا کرنے کی خاطر اور حسیب یہ شخص اعمال میں نہ
 سے بے تعلق وجہ ہو گیا تو اللہ کی عطا بھی اس سے منقطع اور علیحدہ ہو جائے گی اور منجملہ محرمین کے یہ بھی کہ حسیب
 ہے، محرم بن جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ عمل کرنے والے کو اجر و ثواب کی ذکر کر کے بکثرت آیات و روایات پیش کیا
 دہی گئی ہے۔ پس اگر اجر و ثواب کی نہ ہرگز وہ ذاتی انفع اور نفسانی اغراض ہیں، عمل کرتا، اللہ سے بے تعلق ہوتا حسیب
 کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے ارشاد سے خود بخود ثابت ہوا اور حدیث و آیات میں بڑے بڑے جرح و ثواب میں اس کے خلاف
 کی ترغیب نہیں نہ دی جاتی نہ یہ کہ آیات و روایات کا مضمون ہمارے مذہب میں ہے کیونکہ ان میں یہ ارشاد
 نہیں فرمایا کہ اعمال اپنے نفسوں کی خاطر کیا کرو اور میں ایسے اعمال پر تم کو بڑے بڑے اجر و ثواب دلاؤں گا
 وہاں یہ تو ارشاد ہے کہ عبادت کرو میری اور طاعت کرو خدا میں میرے لئے پس میں جو ثواب دلاؤں گا اس پر
 جس کا مطلب یہ ہو کہ اپنے اعمال میں ہماری نیت اور مقصد اللہ کی نہیں بلکہ اللہ کے لئے ہو کر اس صبر و
 اور حکم کی تعمیل کرنا محض اس کی عظمت اور کبریائی کی فہر اور ان حسنات کو یہ سے بہت بڑی اور
 نعمتوں کی صورتوں میں اس سے ہم پہنچا رہا کی ہیں اور اس پر وہ محض اپنے نفس و دہم سے ثواب خواہ وہ
 اگر حدیث و آیات کا مضمون یہ ہو کہ خدا میں عبادت پر ہم جو دیکھتے ہیں تب بے شک ہماری تائید و توثیق
 ہوتا۔ اگر مطلب یہ ہے کہ عبادت اس نیت سے کرنا کہ میں اجر ملے خود غرضی ہے اور ثواب سے محروم نہ رہتی ہے
 البتہ اس نیت سے کرنا کہ اللہ جل جلالہ کو ہم پر حق اور رازک نہ مستحق ہے کہ ہم اس کی تعظیم و تکریم
 اور اس کے حکم کی تعمیل کریں اخلاص و کمال سے وہی پر اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے، اگر کسی کو یہ ہو
 اور حقیقت ہے وہ بندہ جس کو یہ گمان ہو کہ اپنے اعمال سے نیکیاں حاصل کرے گا اور جو ثواب یہ کہہ گا
 جبکہ جو ثواب کے فوائد میں اس کی جان پر بھی دخل نہیں خود بھی اللہ ہی کو چاہیہ کہ وہ بہت درستی کے فوائد میں نہ
 ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں پھر میں کیسے جوڑتا ہے کہ ان نیکیوں پر جو کچھ کرے اللہ کے پیدا کردہ فوائد پر حسب ذیل
 ہیں اور اللہ کے نفس و دہم پر یہ دوسرے درجہ کی غفلت و غفلت کہ وہ بندہ یا کرنا چاہتا ہے
 اس لئے حقیقت یہ کہ غرض نہیں عبادت، ایک عابد اپنے ذاتی نفع کی خاطر کہ عبادت سے

لہذا یہی ضروری فرمائی گئی کہ مال میں برسر عبادت کرتا اور برسرہ الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا رہے مگر
 کیسے کرے گا؟ یہی سن کر ہمدی نے ہوتی بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کیا بات ہے جس میں سال سے عبادت کر رہا اور
 مال نہ رہا نہ مال نہ رہا نہ مال نہ رہا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے اس پر تمت نازل فرمایا اور اس کو نفس و
 افعال کی معرفت بخشی کہ حقیقت منکشف ہو کر رکھیں گے نہیں تو کہنے لگا (حقیقت میں بڑا حق ہوا۔
 جبکہ اللہ ہی نے نیک پیدا کیا اور اسی نے میرے افعال کو پیدا کیا اور کسی نے میرے اندر نعمت پیدا نہ کی
 اسی نے وہ عبادت پیدا فرمائی جس پر عبادت کر رہا ہوں، اسی نے پانی پیدا کیا جس سے دھو کر ہوں۔

اس شخص نے پوچھا کہ کیا جس سے تم چھپتا ہوں، اسی نے وقت و زمانہ پیدا کیا جس میں عبادت کرتا ہوں
 و زمانہ عبادت کے تمام جزا اور تمام شرائط و احوال و اقوال اسی نے پیدا کر دیے اور جس
 فروغ کے ہوتے ہیں، میں نے کیا کیا ہے جس پر اجر کوں ملے ہوں و اس کی وجہ سے کمال و کمال و کمال
 حقیقت میں ہے کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور کیا تو یہ کیا کہ میرے اندر ہر عورت و افعال ابھی جاری تھے۔ ان کو
 اللہ سے قلع کر کے اپنی طاعت منسوب کر لیا اور اس پر اجر و ثواب مانگنے لگا اللہ سے یہ قسم کو نہ مانگ
 کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ آسمان خدا پر ہیں اس سے بڑا ہو مگر اس شخص
 کچھ نہیں فرمایا۔ اللہ میری توبہ فرماتا میری توبہ فرماتا میری توبہ فرماتا میری توبہ فرماتا میری توبہ فرماتا
 حقیقت میں شناس ہو کر سمجھ گیا کہ خود غرضی کی عبادت اٹھا دیا ہے تیس دن سے اس کی ساری واپس
 گئی پوری پوری درود و عبادت فرمائی جس کے مقابلہ پر جنت بھی کوئی چیز نہیں ہے۔

اس شخص نے کہا کہ میں نے ایک دن انتقال کیا کہ آفتاب صبح اٹھا علیہ السلام نے فرمایا کہ
 میں ایک شخص تھا جس نے ایک بڑی عبادت میں تیرے برسر عبادت کی تھی۔ حق تعالیٰ نے اس کو کھلی
 شہادت پائی کہ ایک چشمہ جاری اور نازک ایک درخت پیدا فرمایا تھا جس میں نہ ایک نہ ایک نہ ایک اس کی
 اللہ کے کائنات میں جو بارگاہ حق حبيب اس کا انتقال ہوا تو حق تعالیٰ نے اس کو جنت میں ہی
 رحمت و فضل سے بہت ملکہ نہیں اسے میرے پروردگار کے تیرے برسر عبادت کی عبادت کی وجہ سے تیس دن سے
 اللہ سید شہداء و شہداء و شہداء اور فرمایا کہ تیری یہ تیرے برسر عبادت کی عبادت کی وجہ سے تیس دن سے
 نعمت کی ہے۔ ان سے نہیں کر سکتی۔ میں نے تیرے لئے شہداء و شہداء میں سے پانی کا چشمہ جاری کیا۔ تو کہ
 اس نعمت کا مستحق کس بنا پر ہوا؟ نیز میں نے تیرے لئے نازک درخت لگا دی جس میں روز نہ چلے جاتا
 و نہ سردی نہ گرمی نہ ہوا۔ ایک نذر چھل تیرے لئے کس نعمت کا تو مستحق کس نعمت پر
 نہ ہوا میں نے تیرے لئے درود و عبادت فرمائی کہ اللہ میرے تیرے لئے کس نعمت کا تو مستحق کس نعمت پر

نیت ہے؟ دنیا گرس کر کی غذا میں نظر اور اصل نیت تعمیل جسکے خدا کی طرف سے ہے اور جو ثواب لینے کی نیت اس کے
 تابع ہے کہ فرض کرو جو ثواب حدیث میں مذکور نہ ہو تب بھی وہ تعمیل میں یہی لپکتا رہتا ہے۔ جب تک کہ
 تب تو کوئی مشقت نہیں۔ اور اگر اس کی غذا میں نظر اور اصل نیت تعمیل کی طرف سے ہے اور تعمیل خدا کی نیت
 اس کے تابع ہے کہ جو ثواب گرنے اور نہ ہوتا تو کہہ کی تعمیل نہ کرتا تو یہ وہی قدرت ہے جس میں ہم کفار کو رہے ہیں
 اس کو مذہب بتا رہے ہیں کہ دنیا کی ہر نعمت ان کی ہے یا کہ نعمت کی اور وقت خیریت کیا اور آخرت کا بھی
 نصیب وہ پائیں گے جو ثواب ہے جسے جیکے روز باقوں پر نفاذ نہ رہے۔ اس پر نظر ہو کہ یہ فاسد و غلط
 ہے۔ اس پر تعلق تو ہے جسے اجر و ثواب ہے اور اس کے لئے اس کو تکیہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
 دیکھو بس پر نظر ہو کہ حدیث میں فرماتا ہے کہ تم ان سے کہو کہ ان کو نفع ہے اور اس نے ثواب کا ہر کچھ بھی
 دے گا۔ فرمایا ہے وہ اس کا فحش احسان اور لطف دے گا۔ پس جو ثواب وہ نہیں دے گا اور یا وجود وعدہ
 فرمایا ہے اس کو تمہارے ساتھ ہے۔ خدا کا ہے جو ثواب دے گا۔ مگر چونکہ میں غمناک ہوں اس لئے آؤ کہ تم
 سے کہو تعمیل کے لئے تیار ہو۔ ہاں راستہ یہ کہ تم سے جو ثواب کی امید تو قی رقت ہوں پس جب بندہ
 اس نیت سے اپنے رب کو دیکھے کہ ثواب جو ثواب پر نظر رکھتا ہے مضر نہ ہو کہ میں نے عرض کیا کہ یہ
 توبہ ہے جس میں خدا کی خدمت ہو۔ پس کہ امام شافعی نے فرمایا کہ عبادت کو جس سے تمنا ہو کہ شکر
 فی عمل تو دے کر دیا و نمود کے لئے میں لیا ہے جس سے عمل تیار ہو جاتا ہے۔ کیا کہ عبادت خدا کے لئے
 کس سے توبہ ہی بلکہ پناہ ہے اور اپنی شافعی اس میں شامل ہو کہ کسی جو شکر شافعی ہے۔ اور خدا کا اجر
 عارفانہ سے ہے۔ اور یہ ہیں وہ وہ قرآنی نے بتوہد و شوق میں کہا ہے کہ ایسے عمل پر جو طے گا
 اور یہ شکر فی عمل ہے نہ دیا و نمود میں سے احوال بہتر ہوتے ہیں۔ فرمایا ابن عربی اور قرنی کہ دے
 شکر ہے۔ کیونکہ حق تو ہے کسی عمل کو نہ مانع نہیں فرما کرتا۔ اور میں نے بھی چو کہ میں
 نیک کہہ رہا ہوں۔ لہذا اس کا ثواب میں کی قدرت سے خدا ہو گا کہ کسی ایک اور نہ کہ اس کی نیت خدا کے
 اور اپنے رب پر شکر قائم رکھنے کا بھی ایک دوسرے کو نہ مانع نہیں کے علاوہ کچھ اجر ہے جو ہم کیسے دے سکتے
 ہاں وہ شخص اس سے بہتر اور کم میں سے جس کے جو ثواب پر نظر ہی نہ ہو اور محض اپنی غمناکی کے
 لئے مشغول رہے اور اپنی کو امثال کرے۔

فرمود چنانچہ ہے جو مذکور ہو چکا۔ اور ان دونوں سے کم و فاضل وہ ہے جو نیت عمل کے بعد
 شکر میں سے ہے۔ پس یہ ہے جو ثواب ہے کہ ضرورت عمل کے شکر و شکر کو کہتے وقت مسلسل متناہر رہتا ہے اور بس
 کہ اللہ واحد کرتے کی نیت کر لی گئی۔ مگر پھر بھی چاہے فانی ہو جائے اس کو نیک و خیر نہ

[illegible]

کتابخانه شخصی حضرت آیت الله العظمی بروجردی
تألیف: آیت الله العظمی بروجردی

مذکورہ بالا تمام باتوں سے اندازہ ہو گا کہ اپنے بنی کوئی پہنچنے سے پہلے کہ کوئی ملک یا علاقہ سے مشورت نہیں کرتا۔ بلکہ نہت ہوجا کر
مستحق بننے کے لئے مشورہ کیا ہے۔ مثلاً ایک شخص کے بہت سے غلام ہوں اور اس کی تقریبی زمین پر جا سکے جس
کا مقصد یہ ضرورت اور پیر اور ہیں کوئی زمین کبھی نہ کر سکے۔ یہیں وہ نہ کر سکتا اور نہ کر سکتا۔ یہ زمین اپنے غلاموں
کو دے کر اس کے تمام منافع نہرت نہیں سکے ہوں اور نہ کسی کے مستحق یا کسی بنیں۔ یہ کہ شرکت
اور چوٹی کی صورت میں زمین اس کے ہر ذریعہ سے رہی جس کی خدمت میں جہد و کوشش ہے۔ ہمارے دور و

[illegible]

پاکستان کے لیے جو کچھ کرنا ہے اس کے لیے ہمیں اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار رہنا پڑے گا۔
 ہمیں اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار رہنا پڑے گا۔
 ہمیں اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار رہنا پڑے گا۔
 ہمیں اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار رہنا پڑے گا۔
 ہمیں اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار رہنا پڑے گا۔

۱۔ اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ وہ اپنے
 دل سے کسی شخص کو محبت کرتا ہے تو اسے
 چاہیے کہ وہ اس شخص کو اپنے دل سے
 محبت کرنے کے لئے اس شخص کو اپنے
 دل سے محبت کرنے کے لئے اس شخص کو
 اپنے دل سے محبت کرنے کے لئے اس شخص کو

کے نور سے ہے تو پھر کیا تپیں اور کسی تپیں۔ بس میں اس کو معلوم ہوئے ثانی محمدی کہ ہے تو سب کو
 ہر قسم کا سکون و آرام مل جائے نیز حضرت نے فرمایا تم دلائل الخیرات پڑھنے والے کو دیکھو گے کہ جب وہ پڑھتے
 کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے منکر و خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت شریفہ کو لے کر اور پھر کسی اور
 رفیعہ اور مقام محمود و عزیز کی صورتوں کو دیکھ کر اپنے دل میں اور خواہش کے مطابق وہ صورتیں ہر درود میں نہ کر سکتے
 ہیں اپنے تخیل میں جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ میں اللہ سے نہ چیزوں کو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے لئے طلب کر رہا ہوں۔ اور پھر اپنے خیال ہی میں اس کو تسلیم کر لیتا ہے کہ اللہ اس کو قبول فرمائے
 گا اور یہ چیزیں میری دعا و طالب کے سبب گویا میرے زلفوں اپنے ہی کو محض فرستے گا۔ ان تخیلات
 کی وجہ سے یہ طالب سمجھتا ہے کہ میری وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا نفع پہنچا رہا ہے۔ پھر وہ
 خوش ہوتا ہے اور خوب خوش ہوتا ہے۔ درود پڑھتا ہے اور آواز کو بلند کرتا ہے۔ غرض قراعت میں کسی کو
 شوق و پہچان بڑھتا جاتا ہے اور یوں محسوس کرتا ہے کہ درود حضرت زبانت سے نہیں بلکہ میرے دل کے دوسرے
 سے نکل رہا ہے۔ پھر شروع و جھوکاؤں ظاہر اور اس پر رقت جاری ہو جاتی ہے کہ زار زار روتے گتے ہیں۔ اور
 سمجھتا ہے کہ یہ وہ عجیب حالت ہے جس سے ہاں کوئی طاقت نہیں۔ حالانکہ اس کا یہ خیال ہرگز غلط
 اور خف و غمیہم ہے اور اس کے اس درود سے اس کو اللہ کی طرف سے کچھ نفع نہیں ملے گا۔ اس کے اس
 درود کا تعلق اس کے نفس و ہم گردن و تخیل اور صورت فکر سے ہے۔ درود میں کوئی دیکھ کر ہاں کوئی دیکھ کر
 واقعہ ہے۔ اور جو چیز باطل ہے اس کو حق کہنے سے کوئی تعلق نہیں۔ حق تو اس کے ساتھ نہیں رہتا۔ نہ تو
 کسی شے کو ہوگی جو نفس و ہم گردن و تخیل کے مطابق ہوگی کہ اگر کچھ سمجھ کر لیکے تو یہی ہی نہ ہوگی کہ
 جو شے یہی ہوگی اس کو بیشک اللہ سبحانہ سے تعلق ہوگا اور جس کی یہ حالت ہو کہ آئینہ کسرا کر دیکھ کر آنحضرت
 آوے، وہ باطل کہتا ہی ہے۔ اور باطل کو حق کہنے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 پر درود پڑھنے والے کو اس وقت غمیہم سے ڈرنا اور بچنا چاہیے کہ کثیر آدمی حقیقت کو سمجھتے نہیں۔ درود
 غیبی کرتے ہیں کہ یہ رتہ اور رتہ جو ان کو حاصل ہوئی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ حالانکہ
 وہ شیطان کی طرف سے ہے تاکہ اس ذریعہ سے ان کو دھکیلا کر اللہ سبحانہ سے دور کر دے۔ اور
 دوسری پردہ وری بڑھاتا رہے۔ ورنہ اس کے لئے زیبا تو یہ حق کہ درود پڑھنے کا محرک بجز آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کے کوئی چیز بھی نہ ہوتی۔ بس اذیت اللہ اس کی نور مشتعل ہوتا اور نور
 جانتا، لیکن گردن دیر پڑھنے کی محرک اپنی ذاتی نفع اور نفسانی غرض ہوئی ہے تو وہ محبوب ہے اور اس کا ہر
 نفع ہو جائے گا۔ اور اگر اس کا محرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نفع ہے تو چہ نکہ فراتر ہے۔

منتقل ہوتا ہے اگرچہ میں بہت قریبی مکرر ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے
کی انکار کرتے ہیں ہے، یہی بات کہ متعلقہ شخصیتوں کے درمیان
زیادہ ہیں اگرچہ ان کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو غور سے دیکھو ایک شخصیت
واردہ سے ملتا ہے کہ ان کے بڑے بڑے پتہ لگانے کے لئے ان کے
جاکر قریب بڑے دیتی ہے معاملہ رستے میں اس کو پتہ لگانے کے لئے
سوال نہیں کرتے ہیں کہ لٹڈ و مشر اور فی جیل لٹڈ کو پتہ لگانے کے لئے
سیدھا مکرر جاکر قریب کے سر ہانے پوری لٹڈ پتہ لگانے کے لئے
اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لٹڈ و مشر لٹڈ کی نیند سے بڑے
شوک جی ہوتی ہے۔ اگر یہ محرم ہوتا تو رستہ میں پتہ لگانے کے لئے
پر مکرر کرنے والی سے لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
یا لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
کہتے کہ اس کا پتہ یہ ہے اگرچہ ان کے پتہ لگانے کے لئے
اپنے قریب کہ آج میں نے غور کیا کہ لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
تکلیف سے کہ سا قیہ پتہ لگانے کے لئے
اسی دینا سرشار اور موہو یہ لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
حد تک ایک دن میں لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
اس کی منتظر رہیں و رہیں لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
یہ تعلق والوں کی کتنی کثرت ہے کہ آپ نے قریب یہ ایک سبب ہے
کرائیوں کی تاثیر میں اور لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
رہے وہ کسی بے تعلقی کو تعلق سے لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
موجب اختلاف تعلق یہ بنے ہوئے ہیں لیکن اس کا پتہ لگانے کے لئے
وقت ان میں سے کچھ جناب والے کو مستحق قرار دیا گیا ہے
نام کی لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
اسے لٹڈ و مشر لٹڈ کے پتہ لگانے کے لئے
یہ سبب ہے کہ میں نے پتہ لگانے کے لئے

رتا کہ یا اقتداروں کے گار مسٹر میری طاقت پر دانا یہ کہ کسی کو ساگر دے۔ شتم سر پر فرض یا قرض ہوتے
 ہوئے مزارت کا سفر کرنا۔ مثلاً فرض نماز کی قضا سر پر ہے، ان کا دکانہ تو چھوڑ دیا باوجودیکہ سزا
 حق ہے اور اس میں وہ نور خدا اور اسرار الہی ہے جس کی وجہ سے بندہ پر رحم و کرم ہو کر رہتا ہے۔
 ایک مصالح کے مزار پر جا ہنری دی۔ اور فی ہرست کہ اس میں اللہ سے بہ تعلیق و رشتہ است۔
 چہارم۔ عمر یا رزق وغیرہ کے متعلق کسی ظالم سے دانا کہ دل میں یوں کہے جیسے اس کو خیرت کی بات
 چاہیے۔ اگر میں نے اس کو مارا حق کیا تو یہ مجھے جانتے سے مار دے گا۔ یا میری رازی بندہ دے گا کیونکہ
 اگر اس کے نزدیک مستحق ہوتا۔ کہ اللہ اس کے نزدیک ہے۔ ورنہ اللہ ہے اور اس کے تصرفات میں کہ
 اور اس ظالم کے اندر جاری ہیں تو تھوڑے سمجھنا کہ حضرت اللہ ہی فاعل ہے کسی فعل میں بھی یہ فاعل یا کوئی اور نہیں
 شریک نہیں اور پھر بجز اللہ کے کسی سے بھی نہ دوتا۔ بندہ کی یہ نہ کہ وہ نیت ہی ہوئی جاتی ہے۔ کسی قدر
 قرب حق تعالیٰ کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے اور جتنی کہ یا معذور ہوئی جاتی ہے۔ کسی قدر اللہ سے ملتا ہے
 اور انقطاع بڑھتا جاتا ہے پیغم ظالم سے طمع اور توقع رکھنا کہ اس کا قریب و غریب سے ملے گا
 دولت حاصل کرے کیونکہ اگر اس کے نزدیک مستحق ہوتا کہ رازی دینا وہ حضرت اللہ ہے تو یہ فعل اس کے شریک نہیں ہوتا
 شتم کا فوٹو کی اعانت کرنا کہ ان کو دنیا کے مصالح سمجھنے مثلاً ترقی دینا کا، ان کی غرض تباہی اور کسی طرح
 ان کے عروج و اقتدار کا ذریعہ بنے، پس یہ بھی بخلاف سیباب و سبب سے ہے۔ جامع کتاب بہت میں کہانی
 ہم نے کبھی نہیں دیکھی کہ کسی نے قوم کی خیر خواہی کی ہو اور انجیم کو خیر نہ دے اور یہ بڑا شتم ہے
 پولیس کے ایک سپاہی کو ناز کے لئے جگانے کا ارادہ کیا تو حضرت سفیران شریکی نے فریاد جوڑا اور
 سونے دو کہ اتنی ہی دیر کس سے آرام اور کس کے شر سے امن نصیب ہو یہ فقیر مسکرات کی خیر خواہی کرنا
 کہ کسی بات کو ان کے لئے مسخر پائے اور اس سے بچنے کی ان کو نصیحت نہ کرے یا کوئی چیز ان کے لئے
 سمجھے اور اس کے حاصل کرتے کی ان کو ترغیب نہ دے۔ شتم۔ اللہ کی عبادت کے مقدمہ پر دنیا کی تلب میں
 محنت و مشقت کو اندر سمجھنا جس کو اپنے نفس میں یہ اثر محسوس ہو کہ عبادت اُراں کرنی ہے اور دنیا
 میں مرنا کھینا شیریں معلوم ہوتا ہے۔ اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ سیباب و سبب عقل و عین میں نہ کہ کسی سبب
 کا ارتکاب ہوتا ہے۔ جس کا یہ اثر ہے، نہم دنیا کی خوشائیں ایسے ذریعہ سے جو دنیا سے بھی زیادہ ذلیل و
 حقیر اور دنی ہو مثلاً بھوت، اکر، چاند بازی، بد بازی، اوپر کی قسموں کے ذریعہ دنیا کا نفع کہ یہ سب
 معامی ہیں اور دنیا سے بھی زیادہ حقیر و خسیس ہیں۔ ورنہ سنت صحابہ نے دنیا کو مٹی سے دنیا
 سے زیادہ مسخر و محترم ذرا پیر سے مثلاً چار و تجارت اور زرعت وغیرہ سیباب و سبب سے چھوڑ دی ہیں

رہتا ہے حتیٰ کہ ایمان میں کا نقصان اور فنا ہوتا ہے اور اگر فرما رہا ہے درکوں ناقص رہتا ہے اور ان
 سے اٹھتا رہتا ہے اور والدین کو رنج و غمش رکھنے کا نتیجہ ان چاروں باتوں کو لے کر رہتا ہے حتیٰ کہ
 بس کو محبوب سمجھتی ہے یہی مومن جنت کو محبوب سمجھتی ہے اور اس کی کشتی لوگوں کو شیریں مسافر بناتی
 اور سامعین کے دلوں میں اثر کرتی ہے اور وہ لہجہ کی اس پر ثنات ہوتی ہے اور اس کا ایمان بہت
 بڑھتا اور ترقی پذیر رہتا ہے۔ غور کرو چاروں مقدمہ پر جو حقوق و مدین ہیں اور چاروں محب سن پر
 خوشنودی و امدین میں ہیں نہایت اہل جواب کی صحبت اور ان سے غلام ماست میں دل و دماغ
 کے ساتھ اختلاف کہ بندہ مومن میں نور کا ایک دور رہتا ہے جو اس کی ذات کے سوا
 سے نکلتا اور غلیہ حق سبحانہ سے جو کر ملتا ہے وہ اولیٰ کی صحبت ہے پڑھ کر رہتا ہے
 مجرم رہنے پر کم ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ بالکل منقطع ہو جانے کا شرف دے اور صاحبان ریاست کی حالت
 سے نور کا سوراخ بند ہو جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ وہ اپنی ریاست اور مال و دنیا کی وجہ سے اس کی
 ذات پر غلبہ پاتے رہتے ہیں اور یہ گویا ان کی قید و زنجیر میں رہتا ہے بہر وقت اپنے تئیں
 ان کی خدمت جمک رہتا ہے اور حیب مدت دراز کسی حالت پر گزرتا ہے تو حق تعالیٰ کا خیال و شرف اس
 کے فکر و خیال میں کبھی نہیں آتا اور پھر اپنی غرض اور کسی انتفاع کی تحصیل میں پڑے پڑے نور کا سوراخ
 بالکل بند ہو جاتا ہے اور یہ ساری آفت صاحبان ریاست کے ساتھ فلاح کی بدولت پہنچتی ہے۔
 لہذا خلفاء و اربعہ یعنی حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم میں تفریق کر دینا اور شریعت کی
 کسی سے محبت رکھنے اور کسی سے بغض اور یہ تفریق سبب اختلاف اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میں سے کسی ایک خصلت کا رشتہ ہو رہا ہے۔ اور اس میں اس
 خلیفہ کے ساتھ بغض رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھنا ہے اور یہ حق تعالیٰ سے
 سے التعلق کا سبب ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ خصلت کونسی ہے جس کے رشتہ شدت اور کمزوری
 رہے؟ فرمایا ایمان باللہ کی خصلت ہے۔ یعنی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تو ایمان باللہ عزوجل
 اس کی حد کی نسبت ہر حق کہ اگر کسی کو نامی بن نہ میں پر مشورہ نہ ہو بلکہ فی حق یہ کہ وہ تو بہت
 در انگ کی طرح پھیل جائیں۔ اور حضرت ابوبکر کو ان کی حالت کے موافق کسی کیفیت فرما کر کہ ایمان
 مذہب کو وہ بدوشت کر سکے۔ مگر باوجود اس کے مدت محمدیہ میں کوئی بھی فرقہ نہ پڑا۔ پھر اس خصلت کو
 بدوشت کر لیا جتنا سیدنا ابوبکر نے بدوشت کیا بلکہ آپ کے قریب قریب بھی کوئی نہیں پہنچا نہ کسی نے
 میں سے اور نہ ہی فرقہ گیر انھوں نے و تو یہ میں سے۔ اور اس کے وجہ یہ تھی کہ آفت

معلوم ہو جائے کہ عس وکی اللہ کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے تو ان کو کبھی زمین پر نہ جنت میں بہرے اپنے اپنے علاقہ کے عدد کو نمبر و اپنی گروہوں پر چڑھائے پہنچیں۔

ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام مسکے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک لفظ کے ساتھ چڑھتے فرشتے کو رستے ہیں۔ پس اگر وہ لفظ مقصد میں گرا تو کہ محل و مدت نہیں سے تو وہ فرشتے سب دہستہ ہیں اور ایک مرتبہ فرمایا کہ وہ لفظ کو یا کبوتر کے پھول کی طرح زنا کر دیتے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی چڑھ کر کسی کے گھر کو کسی چٹھر پر آکر پڑے تو یہ اس میں کچھ باقی رہ جائے گا؟ البتہ جس وقت غلام فرج میں کرتا ہے جو کہ محل و مدت سے تو لفظ کے ساتھ دو گروہ فرشتوں کے ہوتی رہتے ہیں ایک گروہ لفظ پاری کے ملائکہ کا اور ایک گروہ لفظ ماری کے ملائکہ کا۔ اور ان سب کی تعداد تین سو چھیانوے ہوتی ہے۔ دونوں لفظی لفظ۔ البتہ ماری میں دس زائد ہوتے ہیں۔ اس فوقیت کے سبب یہ حضرت آدم اصل میں حضرت ہوا کے لئے۔ پھر اگر حق تعالیٰ نے پیدا کرنا مقدر فرمایا ہے تب تو اس قدر زیادہ پیکر ساتھ اور مغنہ وغیرہ بنتا اور تیار کیا وہ ماریہ جیسے کرتا ہے جو جنہیں دور پر ماری ہوتے ہیں۔ اس طرح لفظ کے مشورہ کے ساتھ ملائکہ بھی نشوونما پاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب پھر لفظ دور سے لفظ کو دنیا میں آتا ہے تو وہ فرشتے بھی اس کے ساتھ باہر آتے ہیں اور وہی اس کی ذمت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ پاتے ہیں۔ ان کا سرور و وہ فرشتہ ہے جو دنیا پہنچے شانہ پر تعینات ہوتا ہے پس حسیہ رحیمہ کا مشورہ اور باپ کے درمیان ہوتا ہے کسی عرج ان تین سو چھیانوے فرشتوں کا مشورہ ملائکہ ذمت پر اور ملائکہ فرستہ دور کے درمیان ہوتا ہے اور اگر چہ ان کی ولادت اس لفظ سے مستدر میں ہوتی تو کہ وہ ملائکہ لفظ کے ساتھ رحم مادر میں جاتے اور وہاں پہنچ کر مر جاتے ہیں مگر اس کا بار یہ ہے کہ ہندہ پہنچ کر نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اس کے کسب و فعل کا کوئی دخل نہیں۔ لفظ سے بچہ پیدا فرماتا نہ فرماتا۔ اس کا فعل ہے۔ اس کا مثال ایسی ہے جیسے چراغ میں مقدس سے زیادہ نیک ہوتا ہو تو جتنی سے اس کے فوٹے ٹپکتے ہیں مگر تے وقت تو روشن اور چمکتے ہوئے ہیں مگر تین پر پہنچنے سے پہلے جو تپکتا ہے وہیں سے دور بھی وجہ ہے کہ رحم مادر سے مٹی نہ لے کر سبب بنتا جائز نہیں۔ کیونکہ ہمارے معلوم نہیں اس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں ہوا۔ لہذا مقصد مٹی کا باہر کرنا گویا اگر وہ وہ لفظ کا بدک کرنا ہے اور زنا جس مفسد نامی وجہ سے حرام ہوتا ہے وہ ملائکہ کا حیثیت سے نہیں ہے بلکہ چہرہ کی بد نشانیوں سے اس میں نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی تحریم قلع نسب کی وجہ سے ہے اور وہ زنا مجہول سبب ہوتا کرتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کو نسب کی وجہ سے کہ یہ لفظ کا بیڑہ ہے

برائے بہت بڑے نفع خیر پہنچے گا۔ دروغی نسب بغیر کو اچھے کے بقول نہ ہوگا۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حکم فرمایا ہے کہ جس میں دو گروہ بنائے گا اور اس کے بعد وراثت کا چوکہ نہ لگے گا میں یہ نہیں بڑھایا بلکہ
 وہ چھپا کر ہوتا ہے کیونکہ اگر زانی اپنے زنا کا اعلان کرے تو اس پر حد زنا قائم کر دی جائے۔ لہذا وہ نسب
 کو قطع اور مخفی و پوشیدہ کر سنے کی سعی کر رہا ہے اور ولد زنا کو نسب کے نفع سے محروم بنا رہا ہے بہت بڑا حرم
 کر دیا گیا۔ فقہاء کرام اللہ میں رشاد ہے: **قَدْ نَفَخَ فِي الْقُتُورِ قَلْبًا كَسَابَ بَيْنَهُمَا كَرَجِبٌ صَوْرٌ**
مُخْتَلِفٌ جَائِزٌ تو یہی نسب کا کوئی تعلق نہ رہتا ہے۔ نیز ان روایت میں آیا ہے کہ کسی کا نسب کسی کو
 حجت میں نہ ملے جائے گا باپ ہوا بیٹا ہر ایک کو کرنا اور ہر ایک کا بھرنے اس سے معذور ہوتا ہے
 کہ نسب سے آخرت میں کوئی نفع نہیں ملے اور کشتی کی تقریر دینے زنا کی حرمت کا رزق نسب کا نفع ہوتا
 تھا۔ ہاں ہے کسی شے کا جواب یہ ہے کہ میان و ترک ختمت میں تو بیشک نسب کا نہ کوئی اختیار ہے
 نہ نفع۔ نبی کا باپ اگر کافر ہے تو چھٹی بیٹا اور بیٹے کا نبی ہونا پس کو کچھ بھی نفع نہ دے گا۔ ورنہ
 ہے کہ یہ بیابان و جہنم معصیتوں میں ہی ہے نسب سے زیادہ نفع نہ پہنچے اور جو گناہ کبیرہ کا شائبہ ہو وہ جہنم
 کی سزا ہے کہ جس سے کسی بھائی کا باپ یا بیٹا مگر اس کے بعد ہوتوں میں نسب کے ذریعہ ایک کو دوسرے سے
 بہت زیادہ نفع ملے گا چنانچہ **قَدْ كَفَّلَ لِيْهِ فُلَانٌ كَتَبَ لِيْهِ** کا شہادہ اس میں ہے۔ اور عہدہ بچہ کا ذریعہ کثرت
 و فطرت ہونا اور باپ کو بشریکہ اس سے کسی کے مرثیے پر مہر نہیں کیا پوسہ شد بغیر حجت میں نہ ہونا اور
 عمل و حسن و زینت و صلاح و کمال اپنے متعلقین و اعزہ کی شفاعت کرنا اور اس کا قبول کیا جائے وغیرہ
 یہ سب مصلحتیں ہیں کہ ایک مصلحت کو دوسرے مصلحت سے بوجہ تعلق نسب و رشتہ داری بہت کچھ
 نفع پہنچے گا۔ بلکہ خوب نہیں مویب جہنم کبیرہ معصیتوں پر بھی شفاعتوں کا اثر پڑے اور مغفورتوں کی
 ہر مصلحت پر چھوٹے درجہ واسطے کا نسب رشتہ دار یکہ صہری تعلق کی وجہ سے بھی بڑے درجہ میں
 پہنچے گا تو بکثرت و کثرت میں آئے گا۔ چنانچہ حضرات انبیاء کے متعلقین و اعزہ کا ان کے پاس رہا کسی
 نہ پر ہوگا کہ تعلق نسب و مصلحت بہت کی وجہ سے چھوٹے درجہ واسطے حسن و برکت سے اور وافی درجہ میں
 پہنچے گئے۔ بلکہ دنیا کی بیویوں کے تہمت میں ملنے کا یہی مفہوم ہے کہ زوجین کے اعمال اگرچہ مقبوت
 ہوں گے مگر ایک کی وجہ سے دوسرے کو تعلق و حیثیت کے سبب ترقی دی جائے گا جب مومن نسب کا یہ کام
 تو اس نسب کے نفع کی کیا پوچھنا۔ خدائے یہ بہت کہ میان محض و رسالہ ہوتے ہوئے نسب کا نفع نہیں ہے
 و مصلحت بہت کے گروہ پر چھوٹی توجہ نہ دے گا فرمے اعمال صالحہ سے بہت زیادہ اس کی طرف اس کی
 مصلحت کے ساتھ بہت ہونا بھی غیر مفید و بے نفع ہے و نہ خیر

ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا جانتے بھی ہو کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب کس کو دیا جائے گا؟
 میں نے عرض کیا حضرت ہی بیان فرمادیں فرمایا کہ وہ شخص جسے حق تعالیٰ نے جسم کا علی اور اعجاز صحیح عطا
 فرمائے، عقل کا علی بخشی، صحت تامہ نصیب فرمائی، ہر قسم کا غیش اور رزق کے سیلاب مہیا فرمائے اور کسی پر
 ایک دن و دو دن یا زیادہ اس حالت پر گذرے کہ اس کو اپنے رب کا خیال بھی کہیں نہ آیا اور حیب کسی گناہ پر
 قدرت پائی تو سارے بدن اور ساری عقل سے اس پر ٹوٹ پڑا اور اس کے مزے لینے لگا کہ پروردگار کی طرف
 سے ذرہ برابر نکر بھی لاحق نہ ہوا جو اسے پریشان کر دیتا یا معصیت کی حدوت میں کمی سے تہہ نہ کہ اس
 شخص کو معصیت کے ساتھ کمال درجہ کا اتصال اور رب سے پورا انقطاع ہو چکا ہے کہ کئی درجہ ہیں
 حیدر و قلباً معصیت کی طرف مانگی اور اس کو نہایت درجہ شیریں پار یا ہے لہذا قیامت کے دن اس کی
 سزا بھی یہی ہوگی کہ تمام اجزاء عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور سارے کو یکدم آگ میں جھونک دیا جائے گا
 اور عذاب میں اس کو وہ مزہ آئے گا جو کھیل کے مریض کو کھانے میں آتا ہے اور جتنا کھائے گا کسی قدر
 رکھیل کا، وبال بڑھے گا۔ پس ارتکاب معصیت کی حالت بڑی قابلِ لحاظ ہے۔ مومن کو چاہیے کہ معصیت
 بھی کرے تو اس کا علم ضرور قائم رکھے کہ کوئی اس کا پروردگار بھی ہے جس کو اس پر ہر عروج و قدرت
 ہے۔ تاکہ اللہ کا خوف اور ڈر پیدا ہو اور عذاب اگر بالکل صاف نہ ہو تو کم از کم اس کا ہوش ضرور بیدار
 ہو جائے۔ ایک مرتبہ میرے شیخ حضرت عمر بن محمد ہواری نے ایک دفعہ نقل فرمایا کہ ایک شخص جو
 گناہوں کا مزکب ہوتا رہتا تھا میرے شیخ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت مجھ سے معصیت چھڑتی
 نہیں اور میں ان میں ہمیشہ مستغرق رہتا ہوں، اس کی کیا تدبیر کروں۔ شیخ نے فرمایا واسے اللہ
 کہ اپنے رب کی معصیت کرتے ہو۔ اس کو چھوڑ دو اور اب کبھی نہ کرنا۔ کہنے لگا کہ میں چھوڑتا ہوں
 نہیں۔ شیخ نے پھر یہی فرمایا واسے چھوڑ دو، اللہ سے توبہ کر، اس نے پھر یہی کہا کہ کیا کروں اس کا چھوڑنا
 میرے بس کی بات نہیں اس پر حضرت نے تغافل بردہا اور وہ شخص دو ایک دن حضرت کے پاس ٹھہرا تب
 رخصت ہونے لگا تو پھر اس نے کہا اسے میرے سردار بچنے کی کیا صحت کروں؟ شیخ نے فرمایا چہ جب اپنے
 رب کی معصیت کا امدادہ کیا کرو تو تین باتوں کو دل میں تصور باندھا کرو۔ اول اس معصیت اور اس کی بڑائی
 کا کہ بڑی قبیح اور عیب کی بات ہے، دوم اس کے انجام یعنی رب کے غضب کا کہ اس پر خدا کا غضب
 مرتب ہوگا، سوم اپنی ذات اور نفس کی خست و نواست کا اور رب کی سزیت و قہر و قدرت کا۔
 (کہ ایک ذلیل مخلوق ہو کر اللہ قدرت والے سے منہ پھیر رہا ہوں) پھر کسی کا کہ باوجود قدرت کے کہ جب
 چاہے پکڑے اس کا عفو و کرم پھر پر کتنا عظیم ہے کہ پروردگار پرکشی فرما رہا ہے ان تین باتوں کو۔

انسان کر مہیا کہ ان کا حق ہے اور پھر جو دل چاہے کچھ چنانچہ وہ شخص چلا گیا۔ ایک مدت کے بعد وہ مجھے
 ملا اور اس نے سہم کیا۔ اور کہہ کر شہید آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں نے کہا ہاں فرمائیے آپ کون صاحب
 ہیں؟ کہنے لگا میں وہی مرتکب مولوی ہوں۔ حضرت شیخ کی برکت سے حق تو ملی ہے میری رشتہ داری
 اور یہ میں نے معصیت کا ارادہ کیا اور حضرت کی نصیحت کے موافق ان تین باتوں کا تصور کیا تو معصیت پر
 قادر نہ ہو سکا اور یہی میری توبہ کا سبب بن گیا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک کبیرہ گناہ وہ ہے جو بوجہ امت
 انتقامی بن جائے۔ کہ قتل، اس کے زیادہ، کے لئے قتل اور اس کے رشتوں، اس کی تباہی اور اس کے
 رشتوں اور قیامت کے دن سے بے تعلق ہو کر چہرے کے تباہی کو ان سے تعلق ہو کہ اس رشتہ داری سے کوئی
 تعلق نہ رہتا ہو۔ اور اس کے لئے جو کبیرہ اس سے کہ لیا کہ بے لفاظی کی حالت میں بندہ جب معصیت
 میں پڑے گا تو بہانے سے بھی پڑے گا اور دل سے بھی، باتوں سے بھی اور پاؤں سے بھی، محبت سے اور شوق سے
 اور اپنی تمام ذات سے۔ ہذا نہ کوئی رشتہ دار ہو جو اس سے اور معصیت سے جس کے، اور نہ کوئی نا صبیح و درمندانہ
 ہو کہ اس کے پاس سے نہ گزرتا ہو۔ نہ سیتہ جو نہیں امت میں بھار ہو جبکہ بہت سے اس سے رشتہ
 دار اور اس کے رشتہ دار ہیں ان وسائل سے متعلق ہو جو اس تک پہنچنے والے ہیں کہ ایسی ممانعت میں
 جب بندہ معصیت میں پڑے گا تو نیت کے بغیر و معصیت سے پاک فہم کا بغض نہیں ہونے پڑے گا۔
 کبیرہ گناہ میں نہ جو موجود ہو جو معصیت سے جڑے ہو۔ درمیان میں رہا کہ بے معصیت کے وقت بھی
 پتہ رہے کہ وہ جس میں موجود ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ اس فرق پر توجہ، اشکال وارد ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے چند گناہ کبیرہ گنوائے ہیں۔ ان میں نقوش کی قید نہیں گئی۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ایک حدیث ہے
 کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں شریک باندہ، زانی، زانیہ، قاتل نفس، دروغی میں، غدار، بھوٹی قسم کا اور
 ایک حدیث میں آیا ہے پھر سات تباہ کن گناہوں سے شریک باندہ، سحر، نہ حق کسی کا قتلی، میثمہ کا دل
 نہ، سرخوئی، جہاد سے ہٹنا، اور پھر پاک زمین مسلمان عورتوں پر زنا کی نہایت گناہ حضرت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ، جن کو کہا کہ گناہ ہے، بندہ اس سے بھاگ رہا نہیں ہوتا جب تک
 وہ اپنے رب سے منقطع نہ ہو جائے۔ اگر کسی کے قدم گورب کے ساتھ کچھ بھی لگا کر رہے گی
 تو شریک باندہ، نہ شریک کے گناہ کسی کو نہ حق مار سکے گا نہ میثمہ کا دل یا سود کا سکے گا نہ
 جہاد سے ہٹ سکے گا نہ زنا کی بہت لگا سکے گا نہ حقوق و زمین کر سکے گا نہ بھوٹی قسم کا سکے گا۔
 اس کے بعد فرمایا کہ ان شخص کو نہیں دیکھتے کہ عنتریب و فی بنے دار ہے حالانکہ اس وقت اس پر جواب
 پڑتا ہے کہ کسی کو قتل نہ سے تعقیب رکھے ہوئے ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ باوجود قدرت کے

مذکورہ معصیتوں میں مبتلا نہیں ہو سکتا اور ان سے ایسا ڈرتا ہے جیسے کوئی آگ سے ڈرتا ہے۔ اور
دیکھو قلندر کا غصہ کہ وہ صورت کیسا ہی زکرت مثل بنا ہوا ہے مگر فتح نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس کا تہمت
سے بے تعلق ہے۔ اور محض زبانی ذکر اللہ کچھ نفع نہیں دیتا۔ پھر دیکھو لو کیسے گندے، فحش اور تکلیف دہ
رہا ہے۔ غرض بے تعلق کی معصیتیں بھی چھپتی نہیں اور با تعلق کی معصیتیں بھی چھپتی نہیں۔ انہی ذرغین
با غصہ میں نتیجہ وغیرہ سے کھنسا جاتا ہے کہ یہ گناہ قطع تعلق عن اللہ پر صاف ہو جاتا ہے۔ اور یہ گناہ تعلق سے نہ
تاکھ رہتا ہوئے صدمہ در ہوا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ حصول معاش کے جتنے بھی وسائل ہیں مثلاً تجارت، زراعت، مذمت و غیرہ ان کی شرح
ایسی ہے جیسے نچروں کے ہاتھ میں کھول رکھ جیک مانگتے وقت کسی کو سامنے کر دیتے ہیں۔ روینے و
روٹی، پیسہ جو بھی دیتا ہوتا ہے۔ اس میں ڈال دیتا ہے، چونکہ حق تداعی کی عدوت اسی خرچ و ریکی ہے کہ
بلکہ کسی کو رزق عطا نہیں فرماتا بلکہ اس وقت دیتا ہے جب بندہ اسباب رزق میں سے کسی سبب کو کیوں
لے کر آوے پس جب اس کو سامنے کر کے روزی کا سوال کرتا ہے تو جو بھی اس کے لئے مناسب و جتنی
اس کے لئے مسکوت سمجھتا ہے اس میں ڈال دیتا ہے۔ لہذا سبب معاش اختیار کرنے والے پر فوری ہے کہ
وہ سبب کو کسی وجہ پر پسے کہ سبب اختیار کرتے وقت اس کی نظر اپنے رب کی طرف ہو نہ کہ سبب کی ذات
جیسا کہ بھک مانگے فقیہ کی نظر دینے والوں پر پڑا کرتی ہے نہ کہ اپنے کاسہ پر جیسے ہاتھ دینے سے ہونے لگتا ہے۔
جب سبب اختیار کرتے وقت نظر اپنے رب کی طرف ہوگی تو سبب کی حالت میں بھی اس کی تعلق رب ہی کے
ساتھ رہے گا۔ اور سبب (یعنی تجارت، زراعت وغیرہ) جس کے در رب کے درمیان وصلہ و ذریعہ بن جائے گا۔
لہذا سبب پر بھروسہ نہ کرے گا بلکہ رب پر بھروسہ کرے گا اور چونکہ اس کا بھروسہ رب پر ہوگا تو سبب معاش بھی
وہی اختیار کرے گا جس کی بہت اس کے رب نے اجازت دی ہے۔ یعنی حلال و جائز صورت نہ کہ حرام و
مکروہ۔ اور اب اس کے نزدیک اسباب معاش کی تعلیل و تکیس میں بھی کوئی فرق نہ ہوگی کیونکہ ایک دینہ و سبب
تو ایک ہی ہے اور وہ تو رب کے ایک ہی سبب اختیار کرنے پر اندیشہ سے جو دوسروں کو متعدد سبب
اختیار کرنا پڑتا ہے۔ لہذا ڈرنا چاہیے اور تحصیل معاش میں خوبی کو اختیار کرنا چاہیے کہ جب خدا
والہ اللہ ہے تو مستحب و محبوب فریق معاش کیوں نہ اختیار کرے تاکہ دنیا بھی سے اور دین بھی سے غرض
قد سے تعلق و ذمہ کے اسباب کی صورت تو یہ ہوتی ہے۔ اور جو اللہ سے بے تعلق ہوتے ہیں وہ سبب اختیار
کرنے کی حالت میں محنت و خدمت کرتے کرتے مر جھکتے ہیں۔ اور جو کوئی بھی ذریعہ معاش دیکھتے ہیں
کس کو اختیار کر سکتے ہیں، خواہ حلال ہو یا حرام، اور اللہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

یہ زندگی بڑی دورانی کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جتنی کوشش و تدبیر کریں گے اسی کے موافق رزق حاصل ہوگا۔
 یہ ان لوگوں کو دنیوی امور کی تدبیر اور طلب رزق میں (دن رات) توجیب اٹھانا اور محنت مشاقہ کا برداشت کرنا
 اللہ سبحانہ کی عزت اور عبادت سے زیادہ لذیذ اور شیریں مسموم ہوتا ہے۔ اسی لئے کہ ان کو اللہ سبحانہ سے
 قریبی تعلق ہو چکا ہے نیز ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی مشاں ایسی ہے جیسی ایک قوم کی۔
 کمزور میں بسیں باندھ دی جائیں اور ان کو بلند پہاڑوں کی چوٹیوں سے ٹکرا دیا جائے کہ آسمان و زمین
 کے مابین آدھرا ہو میں معلق ہوں اور کسی حالت پر نہ گذر رہا ہو نہیں ان میں جو لوگ اہل فہم اور
 قوی عقل ہوں گے وہ تو بہتر ہوں گے کہ کسی وقت ان کو سکون نہ ہوگا۔ کبھی تو ان کی نفس بکھڑک جائے گی
 جہاں رہنے کی صورت میں آ پڑے کہ اندیشہ ہے کہ دیکھیں گے وہ جگہ قریب ہے یا بعید۔ اور نہ جہے یا سخت اور
 اگر کسی جگہ جا کر سے تو کیا حالت ہوگی اس پر چھٹے گنا یا چھ گنا درمیں گے یا زندہ رہیں گے، غرض وہ دن فکر و تحقیق
 ہوا گے جو کچھ عقل اور دل پارہ پارہ کر دیں گے اور کبھی نظر جاسے گا اس شخص کی طرف جس کے ہاتھ میں وہ سستی
 ہے جس میں لٹکے ہوئے ہیں کہ یہ وہ کسی کو اپنے ہاتھ سے چھوڑنے کا ردہ کر چکا ہے یا جس کچھ وقت ہے
 اور یہ بدست و اس کے درمیان محبت و شفقت کا تعلق قائم ہے کہ چھوڑے وقت ترس کر گدگدے گا اور جہاں
 بھی کرے گا نرمی و مہربانی کے ساتھ کرانے گا۔ یا اس کے درپارے درمیان نہ رشتہ محبت ہے نہ تعلق شفقت
 اس لئے کہ اس وقت پر وہ بھی ذکر سے گرا کر درمیں یا جہیں یا سسکیں، گریہ ہے تو اس کی خوشنودی و
 طلب و رضا میں سعی کر دیں گے اور یہ کسی تدبیر سے تو ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ رہنما ہے جبکہ اسے اور لٹکے ہوئے ہونے
 کے سبب غور کوئی کام بھی نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ ان کے قلب میں شکستگی و انگڑھو اور زبان پر فحش
 و ناجوز نہ کہوت، اور رنگ و چشم پستہ اور سی تھکی ہوئی ہو جیسے خوف زدہ اور نرم و نرم کے قلب و ہمتی کی
 نہ ہو کہ قریب ہے پھر اس کے بعد اس کو اختیار ہے کہ چاہے رحم فرمائے اور چاہے سزا دے۔ پس ان لوگوں
 کے توجیب اس کے خوف اور غم سے مرنے پر اور گویا گدگدے میں تب رشتہ ہوں گے۔ مگر ان لٹکے ہوئے
 لوگوں میں جن کو عقل نہ ہو وہ نہ تو اس جگہ پر نظر ڈالیں گے جہاں گرنے سے اور نہ اس شخص پر نگاہ
 ڈالیں گے جس کے ہاتھ میں ان کی کسی سیے بلکہ ان پر نسیان کا شیلہ ہوگا۔ اور وہ پس و پیش سب کچھ بھولنے
 ہوئے ہوں گے اور یوں سمجھیں گے کہ یہی ہماری قیام گاہ ہے لہذا سب بات امت میں مشغول ہو جائیں گے
 مکانات و محفل تعمیر کرنے لگیں گے اور زراعت و تجارت میں لگ جائیں گے۔ حالانکہ وہ ہوں میں معلق
 ہیں رجونہ تعمیرت کی جگہ ہے نہ زراعت و تجارت کی، ورنہ کو سستی کے معانیہ کا شعور و ادراک ہی نہیں
 جس وقت وہ کسی کٹے ہوئے گے اور جہاں گرنے سے وہاں پھریں گے تب سمجھیں گے کہ بڑی

غلطی کھائی اور حد درجہ کوتاہی ہوئی کہ اس کو کبھی خیال بھی نہ آئے اور نہ اس کی اگلی طرح کوئی ترقی اختیار کیا، حتیٰ کہ دعا و زاری تک بھی نہ کی۔ نہ بس بلکہ گرنے کی تیاری کی اور نہ اس کو بچنا جس کے بد میں ہماری کسی نفس در نہ کہ از کم اس کے سامنے گر گڑا تے اور اس سے نجات کسالتی کی درخواست کرتے ہیں یہ ہے حالت اس کی جو اللہ سے غافل اور آخرت سے بے خبر ہے کہ کسی تو عمر ہے اور بس کا کٹنا موت ہے اور وہ جہاں گرتا ہے یا جنت ہے یا دوزخ، اور وہ فی تہیں کے ہاتھ میں رکھی ہے وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہے پس جن کو معرفت نصیب ہے کہ عقل سلیم اس کی تادم ہے وہ تو ہر وقت ان دونوں باتوں کے خوراک میں رہتا ہے۔ مہدی حق تعالیٰ اس کو بروز قہارت اس کے بدلہ بر قسم کی رحمت نصیب فرمائے گا کہ رکھو انہی عیبوں کے لئے کہ انہی عیبوں کے لئے ان ہی کے بارے میں ہے، اور جو لوگ غافل ہیں ان کا حال اس کے برعکس ہوگا۔

نیز آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے ہیندروں کو بھیجا اور ان کو نعت کا حکم فرمایا ہے۔ صرف ایک بات کی ضرورت یہ کہ اللہ کو چاہیں اور اس کو لیکھ نہ سمجھیں اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک قرار نہ دیں پس جب بندہ سے یہ مقصود حاصل ہو گیا تو وہ محبوب و عزیز بن گیا اور نعت صرف وہ دروازہ کھولنے کے لئے ہے جس سے نور حق مبین کی قیادت پر داخل ہو اور معاصی کی ممانعت کا حاصل صرف ان دروازوں کا بند کرنا ہے جن سے معاصی کی قیادت پر باطل کی تعلیمیں دے کر کر رہی ہیں تو جس شخص نے ان شتوں پر عمل کیا اور غی غتوں سے بچا۔ ہا اس نے اپنی قیادت پر نور حق کے دروازے بند کر دیئے۔ اور جس نے طاعت بھی کی اور معصیت کا کئی ترکیب ہوا اس نے اپنے اوپر ایک سادہ دونوں دروازے کھول لئے۔ لہذا بندہ کو اس سے قبل کہ لپیٹا ہو اور ہیشیانی نشہ نہ دے دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس درجہ میں ہے اور کونسا دروازہ اپنے اوپر کھول رکھا ہے لیکن اکثر آدمیوں کا خیال یہ ہے کہ فحاشی عمل طاعت کافی ہے دروازہ نور کھولنے کے لئے اور نہ ہی ترکیب معصیت کافی ہے دروازہ نصرت کھولنے کے لئے حالانکہ یہ غلط ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ فحاشی طہن سے موافقت میں ہو۔ لہذا آدمیوں کی چار قسمیں بن گئیں۔ ایک قسم وہ جن کا ظاہر اور باطن دونوں اللہ کے ساتھ ہیں کہ نہ ہر کے مع اللہ ہونے کا اثر ہے۔

تعیل حکم اور عمل بر طاعت اور باطن کا مع اللہ ہونا یہ ہے کہ طاعت کرتے وقت شغل نہیں ہے۔ بلکہ شانِ حضور و مراقبہ اور توجہ ان اللہ و شہدہ نصیب ہے۔

یہ قسم تو وہ ہے جو عند اللہ محبوب ہے۔

دوسری قسم۔ وہ ہے جن کا ظاہر و باطن غیر اللہ کے ساتھ ہے کہ ظاہر

یہ بات سب سے پہلی ہے کہ ہر قسم کے غفلتوں میں یہ دو قسم سے تو غفلت مند ہوتا ہے۔

تیسری قسم وہ ہے جن کا ہر اللہ کے ساتھ ہے اور باطن میں اللہ کے ساتھ کہ باطن تو طاقت میں
 کے ہوئے مگر دل غافل ہے اور اس کی وجہ کہ عبادت بھی اس کو اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی یہ سے کہ عبادت
 اس کے لئے مجتہدات کے ایک عادت بن گئی ہے کہ اس کے طبیعت اس سے مانوس ہو گئی ہے جیسے
 باطن کی عادت کہ جب تک مل جائے طبیعت میں ملتی ہے پس یہ شخص عادت کرتا ہے حکم طبیعت کہ
 حکم شریعت دیکھی اس کے ساتھ ایک مرض اور بھی شریعت ہو جاتا ہے وہ یہ کہ عبادت اور زہد اور حسن عبادت
 میں کوئی کے اندر اس کی شہرت ہوتی ہے اور اس کو اندیشہ ہوتا ہے کہ عبادت میں کوتاہی کروں گا تو لوگوں
 کی نظروں میں گرتا ہوں کہ چنانچہ تم اس کو دیکھ گئے کہ تہ دن عبادت میں لگا رہتا ہے۔ اس طرح میں کہ لوگوں
 کے نزدیک میرا مرتبہ بڑھ جائے پس اس کی عبادت میں حکم طبیعت کے ساتھ حکم وہاں جس جادو خدا اس
 میں ہے۔ یہ وہ کہ اس قسم سے جس کی عبادت اللہ سے بعد بڑھاتی اور دور کرتی حیلو حسابی ہے۔
 ہاں کہ بھی حق تو ہے اس نوع کے کسی شخص کو اپنے کا یہ اولیاء میں سے کسی کی صحبت نصیب
 فرماتا ہے تو اس کا مرض دیکھتا ہے اور اس کا علاج کرنا چاہتا ہے تو اس کی تباہی عبادتوں
 میں سے جن کا وہ پابند ہے کسی عبادت کے ٹھوڑے کا اس کو حکم دیتا ہے۔ پس اگر یہ مرض قوی و
 مستحکم ہوتا ہے تو وہ کہہ نہیں سکتا اور پاک ہو جاتا ہے صاحب کتاب کہتے ہیں کہ حضرت ابو یوسف لبالی
 کے ایک مرید کا قصہ ایسا ہی تھا کہ حضرت ممدوح نے اس کو غفلتوں کے چھوڑ دینے کا حکم فرمایا
 تو اس نے انکار کر دیا اور کہنا نہ سکا۔ اس کے پیروں میں نہ کسی سے کہا کہ تجو پر انکس اپنے پیر کا بھی
 کہنا نہیں سکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا چھوڑو جو اللہ کی نظروں سے گر گیا اسے نصیحت سے
 کیا نادرہ۔ چوتھی قسم وہ ہے جن کا ظاہر مخالفت میں ہے مگر باطن اللہ کے مرقبہ میں مقیم دیکھو گے کہ
 انجیل انفس، معصیت کو ترک کر دے مگر اس کو رعب اس کی نظروں کے سامنے ہے اور اس کے
 گرد نیل سے وچیل نہیں ہوتا اور اس لئے یہ معصیت اس کو رعب فرماتا جبکہ غلبہ نفس غلبہ ایثار ہوتا ہے۔
 تیسری قسم وہ ہے گویا سر پہ پیر گر پڑے پس وہ ہر وقت محزون و گمگین رہتا ہے۔ یہ شخص جس
 سے جس کا ظاہر مشغول یہ عادت تھا مگر اس کا باطن مغفل تھا۔ بدرجہ اقصیٰ ہے جو کہ غفلت سے اللہ کو غفلتوں
 میں کا کہ اس اور عبادت و عبادت کے ساتھ اس کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے اور وہ کھڑا ہوتا ہے
 اس کو حاصل نہیں۔

ایک شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اس کی چھوٹی انگلیں ہوتی ہیں یہ اس کی حقیقت

کیا ہے۔ اور میں تو جب بھی فکر یا عبادت میں مشغول ہوتا ہوں یہ حالت نمود پر ظاہری ہو جاتی ہے جسے بشر
 ہے کہ شیطان کی طرف سے نہ ہو۔ کیونکہ جب دنیا کی طرف توجہ ہوتا ہوں یا اس کے مشغلہ میں لگتا ہوں تو
 یہ حالت نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ کبھی روح اپنے نور کو ذات انسان پر پھیلایا کرتی ہے اور اس کی وجہ سے
 بدن تڑپنے لگتا ہے۔ کبھی تو روح یہ نور بھی امت فاعلت و لقی ہے اور کبھی بس امت معصیت کہ انسان اپنے
 رب کی معصیت میں مشغول اور خربش نفس پر چڑھتا ہوتا ہے اور دفعۃً روح اپنا نور اس کی ذات پر پھیلنے
 لگتی ہے جس کی وجہ سے ذات کو رجوع الی اللہ اور خشوع حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر طاعت کی حالت
 میں یہ کیفیت دہری ہو تو اس کو اپنی طاعت اور عبادت کی طرف منسوب نہ کرنا چاہیے ورنہ غرور
 پیدا ہو جائے گی۔ بہتے یوں کہنا چاہیے کہ اگر یہ نور اس طاعت کے ہوتا تو دوسری حالت میں کبھی نہ ہوتا۔
 نیز آپ نے فرمایا کہ یہ نور جو ذات کو روح کی طرف سے حاصل ہوتا ہے بمنزلہ لگاؤ کے ہے کہ اگر
 جب روح ذات کو دیکھتی ہے کہ رستہ سے ٹر چکی اور اندیشہ کرتی ہے کہ کس کی اور ہر ہی
 کی تو وہ نور ظاہر ہوتا ہے تاکہ اس کو پہنچ کر رستہ کی طرف سے لے اور اپنی تیر و صلح سے
 منہ سے رکھے کیونکہ ہدایت کے سبب میں یہ بھی ایک سبب ہدایت ہے اور نہ اہول کے لئے یہ نور روح
 فیصلہ ملت بن جاتا ہے کہ راجح سے باز رکھتا اور یہ سمجھ کر کہ میری حالت مستحسن ہے کہ پر تہارت اور
 اس کو پیغمبر کا حکم دینے سے رک دیتا ہے غرض ہر ذات کے لئے یک رشتہ ہے اور وہ اپنی ہی رشتہ میں
 چلے کرتی ہے۔ پس اگر اس کی رشتہ صحیح رستہ دکھا رہی ہے تو توفیق الہی اس کے مشاغل و مشاغل و مشاغل
 اس کی رشتہ اس کے رستہ پر ہے وہی ہے کہ کسی کو نام ہم نے نصرت رکھتا ہے تو اس کا رستہ توفیق پر ہے
 چوڑ دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ رزق میں تین سوچیں۔ پہلی اسرار ہیں۔ دوسری ان کے ایک رستہ پر ہے
 کہ اگر روح اس کو ذات پر ڈالے تو دلی برکت رہتا رہا رہے اور ایک رستہ یہ ہے کہ اس کو رزق کو
 پہنچا دے تو ہر دم بہتہ رہے اور ایک رستہ یہ ہے کہ رزق اس کو رزق پر ڈالے تو ہر وقت بہتہ رہے
 مگر روح وہی کہ رزق لیتی ہے جو تقدیر میں ہے سے تجویز ہو چکے ہیں۔ میں ایک دن حضرت ممدات سک
 پاس ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص گریہ سے پاس بیٹھ گیا۔ حضرت ممدات نے کچھ تقریر فرمائی۔
 کہ وہ بڑے ناز سے چیخنے لگا۔ اس کے بعد حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ یہ حالت بڑی چیز ہے کہ تانتا
 اور توجہ ان ممدات بشرطیکہ شیلان اس کے ساتھ کہیں اور اس کی نماز کو نہ کرتے گئے۔
 میں نے کہا کہ حضرت یہ کیسے؟ فرمایا تلوپ کا اللہ کی طرف رخ ہونا قلب کی نماز ہے جیسا کہ بدن کی رزق
 و سجدہ بدن کی نماز ہے۔ اور نماز و دیگر طاعت کا شروع ہونا نفس اس کے لئے ہے کہ بندہ کو۔

رحمت سے فرمایا کہ تمہارا کو بیہ حرام ہے کیونکہ ایک تو بیعت کو مشرت پہناتا ہے دوسرے اس کو کت سے
 لگے جاتی ہے کہ شد کی عبادت سے فاضل بنا دیتی اور قطع تعلق کر دیتی ہے اور یہیں توجہ کسی چیز کے جس
 وجہ ہوئے میں شک ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کے بارے میں کوئی شخص متفق نہیں
 ملتی تو یہ اہل دیوان اہل اللہ کہہ سکتے ہیں جن کو اہل و مرد کہا جاتا ہے۔ پس اگر ان کو اس کا استعنا
 کرتے دیکھتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ وہ عدل سے اور کر دیکھتے ہیں کہ وہ اس کا استعنا نہیں کرتے بلکہ
 اس سے پرہیز کرتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ وہ حرم ہے اور اگر بعض کو استعنا کرتے دیکھتے ہیں اور بیش
 کہ پرہیز کرتے تو یہ کثرت پر نظر ڈالتے ہیں کہ ان کا ان میں کثرت کا معنی کیا ہے، کیونکہ حق وہ ہے کہ
 پر کثرتوں۔ اور اہل دیوان میں کس وصول پنے کا استعنا بالکل نہیں ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ کسی کو
 بدبو سے فرشتوں کو تکلیف پہناتی ہے کسی کے بعد آپ نے ایک قند بیان فرمایا کہ ایک شہر پر نہایت تفل
 کہ رسول کے تمام فضائل اس میں بہت جمع تھے اور موشیوں کے گوشت و رنجہ سب سے زیادہ تھے اور وہاں
 دانی بہت کم تھا۔ کس سے نجاستیں وہاں بھی نہ سکیں، نرغش ہوا میں اتنی بدبو پھیلتی تھی کہ یہاں نہیں
 ہو سکتی مگر ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں فرما کر جب وہ شہر میں پہنچے تو بڑی محنت
 کے ساتھ باہر نکلے اور کس معرعت کا مدب یہ ہو کہ ان فرشتوں کو جو ان کے ذریعہ پر تشدد تھا، اس پر دوست
 نفرت و وحشت ہوئی اور کس وجہ سے ان کو دینا و کوئی نفرت و وحشت ہوئی کیونکہ ملائکہ کی وحشت و
 علیحدگی سے جو خطرات ہیں ان کو وہی سمجھتا ہے جو حد تک بغیرت ہوتا ہے کسی کو نشانہ بھی سے
 جیسے کسی شخص کو نیسی جگہ لیا جائے جہاں دشمن اور چور جمع ہوں اس کے ہتھیار اس کے ہاتھ سے
 علیحدہ کر دیئے جائیں تو اب اس کو جان کا خطرہ کیونکہ یہ کہ اب چیز کوئی رہی جس سے دشمن کا تدارک
 کرے وہ اس طرح ملائکہ کو یہاں تفرق کے ہتھیار اور موت و قتل ہیں۔ ان کو وہ سے کشیدہ ہوا
 کہ وہاں رہتا ہے وہی گہرا کر رہ گئے گئے اور جہ ہونگے تو بہتر کہ وہ وہاں نہ رہیں۔ ہر چیز ان کے
 استعنا سے شریعت سے کسی وجہ سے منع کیا ہے اور بد ضرورت کہنے کے پائنے یا کھر میں تصویر رکھنے
 کی ممانعت ہے کہ کسی گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے کسی بنا پر جسے کہ فرشتہ سبب سے نہایت شہیدانہ
 نشانے کا ہیں جس بلکہ فرشتوں کو نفرت و وحشت ہوگی و ہاں کشیدہ عین کا شکل و شکل و زور ہوگا اور
 جہاں کشیدہ عین کو زور ہوگا تو یہ کہ نفرت و بے برکتی چھٹے کی اور ہاں عتوں سے ہاں ہاں بہت شہیدی
 اور مدد بھی ہے روز بروز رغبت بڑھنے لگی۔ ایک چیز تصویر کی مدد ملوں یہاں سے مگر شرا ورتیہ کے
 اعتبار سے بڑی خطرناک ہے کہ تمہارا کت اور تصویر ہے کہ کسی نور سے اس کا کھلنا کو مسموم

کہ اس میں مشغولیت کے وقت بھی اللہ سے انقطاع ہو جاتا اور کھیل میں محویت ہر چیز سے بیخبر کر دیتی ہے
 فرمایا یہ چوسر کھیلنے کے برابر نہیں کہ اس میں شریعت کی نہ کوئی غرض ہے نہ موجود ہے اور نہ اس کا کوئی نفع
 ذاتِ عابد پر عود کرتا ہے پر فحالت تیر اندازی وغیرہ آلات جنگ کے کہ ان کا سیکھنا اس قوت کی تیاری میں
 داخل ہے جو آیہ شریفہ **واعلوا للہم ما اسلکم من قوتہ ومن رباط الخیل** میں ماحور ہے
 کہ کافروں سے جنگ کرنے کے لئے تیار کرو قوت اور رباط سے باندھنا جتنا بھی ہو سکے پس ہر چیز
 جو شریعت کے نزدیک مقصود ہو یا اس کا مقصد ہو سکتا صحیح ہو، وہ قاطعاً عن اللہ نہیں، بلکہ امتثال
 امر ہونے کے سبب اس نوع میں داخل ہے جو صورتہ قطع ہے اور حقیقتہ وصل (اور اسی وجہ سے شریعت
 کے بارہ میں ائمہ کا اختلاف ہوا ہے کہ بعض (یعنی امام شافعیؒ) نے یہ کہتے ہوئے کہ اس میں حربہ جنگ کی
 تعلیم ہے اور اس کا مقصد شریعت بننا صحیح ہے اس کو مباح کہا ہے اور بعض (یعنی امام ابوحنیفہؒ) نے اس پر
 نظر کر کے طریق جنگ سیکھنے کا مقصد شریعت خاص اس طریق پر موقوف نہیں بلکہ دوسرے حربہ سے بھی
 حاصل کیا جاتا ہے جو اس سے زیادہ سہل اور واضح تر ہے۔ اس کو اس انقطاع عن اللہ کی وجہ سے
 حرام فرمایا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے شریعت البتہ چوسر سے نسبتاً کم ہے۔

ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ مجھ میں قریب الی اللہ کی اس طرح اور قلب میں اس کثرتوں کا چھید و درسا کی
 رگوں کا جھاؤ اور جگر پکڑ لینا اور انتہا درجہ پر پہنچ جانا صرف اس سبب سے ہوا ہے کہ میرے دل میں یہ تفریق
 تمامی مومنین کی محبت ہے جیسا کہ بد تفریق توحیدی کافروں سے نفیض ہے۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بندہ
 کے اندر جب یہ محبت آجاتی ہے تو اس پر اللہ کی طرف سے توجہ نازل ہوتی ہے اور کتنا ہی کس کو تہ نہ پاتا
 مگر ناز ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ مومنین کے ساتھ محبت میں یہ تفریق کسی کے ساتھ
 محبت ہوا کسی کے ساتھ نہ ہوا دل میں چھپے ہوئے نفیض کے بغیر نہیں ہو سکتی جو کہ حسد یا تکبر وغیرہ سے
 ہوتا ہے لہذا کس کا غمگینہ ہوا اور توجہ نہ ملے کہ نزول عمدہ زمین اور پاک طبیعت پر ہوتا ہے۔ اور
 جب تمام مومنین سے محبت ہوتی تو چھپے ہوئے سارے کھوٹ قلب سے مریض ہو گئے۔ لہذا توجہ کافروں
 ہو گیا۔ اور ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو توجہ کی کبھی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہی محبت تمامہ سے
 سارے گناہ مٹانے کو کافی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ سارے کھوٹ جو گناہوں کا سبب بنا کرتے ہیں،
 دل سے دور کر دیتے ہیں نیز آپ نے فرمایا اور سب میں بڑا کھوٹ حسد ہے۔ اور کس محبت کے ساتھ وہ قطع ہوتی
 نہیں رہتا۔ حسد کو سب میں بڑا کھوٹ ہم نے کس لئے کہا کہ تمامی معین ہیں۔ اور سارے کھوٹ کسی کی شائستگی
 اور سب کا سبب نہ صرف یہی ہے کیونکہ اگر کسی کے صاحب کمال و صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے ضرورت

اکثر آدمیوں کی یہ حالت ہے کہ جب انہوں نے مذہب معصیت سے اذیت مند و حدیث، نفیس رکھنا چاہا تو سب سے پہلے انہیں
کو اس کی طرف متوجہ کر دیا اور موجب محبت فصلوں سے غفلت اختیار کی کہ عقول میں بھی ان کو مستغنی نہیں کرتا
ہذا ماضی کا لفظ ان کے دلوں میں پیچھا پاتا اور اس کی ذات تک سرایت کر جاتا ہے کہ اس کی ذات ہی نہ
کی ٹنگا ہوں میں مغموم بن جاتی ہے حالانکہ یہ نہ خدا ہے نہ خدا ہے نہ خدا ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا جو شخص سواری و لہجہ و مکان اور شور و روش میں امتیازی شان اختیار کرتا ہے،
عیب کی بات ہے، میں نے پوچھا اس کے عیب ہونے کی وجہ؟ فرمایا کہ وہ لوگوں کے توبہ اپنی ذات متوجہ کرے
اللہ سے منقطع کرتا ہے اور یہ اس کی امتیازی شان سبب قطع بنتی ہے میں نے کہا وہ نہ دیکھ کر اس کی
طرت متوجہ ہوتے ہیں خود اللہ سے بے تعلق ہیں پھر اس کی طرت توجہ کرنے سے ان کا نقصان؟ فرمایا
یہ بے تعلقی کا نقصان ہو جائے گا نیز جو ذات اس امتیاز میں مشغول ہوتی ہے روح اس سے جدا ہوتے ہوئے
اس لئے کہ روح کو اس شان امتیازی سے ذلت و خواری لاحق ہوتی ہے کہ میں عام حاکمیت پر بھی مری اور
ذات مجھ سے بڑھ چڑھ کر کام کرتے گی، لہذا وہ ذات کے فعل سے نفرت کھا کر اپنے فانی کے ساتھ ہوتا
یہ تاؤ کرنا مناسب تھا اس کا راستہ دکھانا چھوڑ بیٹھتی ہے اور یہ اس کی پاکت کا سبب بن جاتا ہے۔
دعوتی شان امتیازی میں دو سفر ہیں ایک مادی اپنی ذات کے لئے کہ رشد و ہدایت روح کی
احسان سے محروم ہو گیا اور ایک معنوی دوسروں کے لئے کہ وہ یوں کو اللہ سے اور زیادہ دور ہو جائے۔
حاضرین میں سے ایک صاحب نے جو بڑے سخی اور کریم ہتھے عرض کیا کہ حضرت اگر کوئی شخص اس امتیازی شان
سے صدقہ و خیرات کرے تو کیا وہ بھی مفسد ہے؟ فرمایا ہاں اور اس لئے جہاں تک ہوسکے چھپ کر خیرات کرے
نیز فرمایا میں وقف ہوں ایک شخص سے کہ اس نے مغرب اور نشاد کے درمیان چھپیں انتقال سونا ہے ستر تیراں
یہ صدقہ کیا۔ مگر کسی ایک کو بھی پتہ نہ لگا کہ وہ کون تھا۔ کسی سخی نے سوال کیا کہ یہ حضرت کر صدقہ چھپ کر دے
مگر نفس کو عید معلوم ہو اور خیرات کر کے خوشی ہو؟ فرمایا اگر یہ عید معلوم ہو تو خود صدقہ نہ کر سکتا
خوشی اور اس کو اپنی نظر میں بڑا کام سمجھنے پر ہوا ہے تو نہ صدقہ نہیں کیا کہ ممکن ہے نہ صدقہ
کرتے، اسے کا نفس کبھی اس فقر میں بھی غافل ہو جائے اور صدقہ عیب سے بڑھ کر جو کچھ
تو اسے قبول فرمائے نیز فرمایا کہ کسی فائدہ کے لئے حق تقاضا نے نہیں سنا اور ستر برس کی عمر میں
فرمائی ہیں کہ کیا عجیب ہے اس در زہدیت میں کوئی سادہ سادگی قبول کرے؟ ہاں کیونکہ ہم پر کسبت
و نفس کا اتنا غلبہ و تسلط ہے کہ ایک فعل بھی اظلمت ہے، سادہ اور کوئی عمل بھی رریہ و نودست، خدا سے
صادر نہیں ہوتا لہذا یہ علت، یعنی صدقہ پر فرج و سرور جس کو عجیب کہتے ہیں، فعل طاعت کے لئے بے فائدہ ہے۔

خیرات کی جارہی ہے وہ بھی اللہ ہی کا ہے۔ غرض وہ خوب سمجھے ہوئے کہ سب کچھ اللہ کو سنتے اور اب اس نیت سے وہ خیرات کرے اور اپنے نفس کے لئے کسی شے پر کچھ بھی نثر نہ ہو تو یہی نیت کا کیا حکم ہے؟ فرمایا سبحان اللہ بہترین سے بہترین ہے اور اس سے پہلے ہم متہیں کسی نثر نہ کرے۔ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک چالیس سال کی عمر کو پہنچ لئے مبعوث نہیں فرمائے گئے، اس تذکرہ آئندہ آئے گا، اس کے بعد فرمایا کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں صراطین میں سے تھے اور مجذب صفت تھے موسم سرما میں ان کے پاس کوئی کپڑا نہ تھا جو ان کو سردی سے بچا سکے۔ مجھے ان پر بہت ترس تھا اور ان کا اکثر فکر و خیال رہا کرتا تھا اکثر ایسا ہوا کہ کسی نے ان کو کپڑا دیا کہ سردی سے بچاؤ ہو مگر کوئی اتنا جس کے دل میں نہ کا خوف نہ ہوتا اور وہ کپڑا ان کے بدن سے اتار کر لے جاتا تھا۔ وہ ایک کرفز نہ میں رہا کرتے تھے جس کا پستا تھا۔ ایک دفعہ میں ان کے لئے کپڑا لے گیا، دیکھا تو وہ دیاں ہو کر رہ گئے۔ میں نے ان سے باتیں کیں تو جواب دیتے رہے۔ اس کے بعد میں نے کہا میں آپ کے لئے یہ کپڑا لایا ہوں اس کو چھین لیجئے۔ فرمایا قبول نہیں کرتا اور اسے ہرگز نہ پہنوں گا۔ میری نیت ان کے لئے کپڑا دینے میں یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے میری نیت مراد پوری فرمادے۔ مگر بجز اللہ کے اس کی اطمینان کسی کو بھی نہ تھی۔ جب میں نے ان کا اندازہ کر لیا تو یہ سن کر ہر عرض کیا کہ قبول فرما لیجئے مگر نہ مانے۔ کئی مرتبہ میں نے کہا اور وہ ہر مرتبہ انکار کرتے رہے۔ آخر انہوں نے لگے کہ میں وہ کپڑا نہیں پہنا کرتا جو کسی وجہ کی غرض سے صدقہ کہا گیا ہو، اور میری وجہ بیت پروردگار میں صرف وہ کپڑا پہنتا ہوں جو فاضل اللہ نام کا ہو۔ غرض میں کپڑا دیاں چھوڑ کر چپ دھپ کیا اور کرفز نہ میں سے کہہ آیا کہ یہ ان کو پہنا دیجو۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ یوں ہی پڑ رہا اور انہوں نے اسے پہنا نہیں۔ جب مخلوق کا یہ حال ہے کہ جو چیز غیر اللہ کے لئے ہو اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیتے تو کیا خداوند تعالیٰ کا تیرا آپ نے فرمایا ایک نایب کو عبادت میں ولایت عطا کی گئی وہ ستم کے مرتضیٰ تھے۔ ہوئے۔ جب موت کے آثار نمودار ہوئے تو ان کے ہوش چرکس قائم تھے۔ کیونکہ کس مرتضیٰ میں اکثر عبادت کی طرح، مرتے وقت عقل اور ہوش قائم رہتا ہے۔ جب نزع کی تکلیف کو دیکھا اور علم ہوا کہ سر پہنچا تکلیف شمر کر کچھ پیش نہیں آئی تو رات کو کاشین ہو کر، اللہ کا خوف۔ حق ہو اور حق و رب کے رعب و درمشت سے قلب لرز رہا ہو گیا۔ دفعۃً اپنی عبادت کثرت کا خیال آیا اور فرحت پسید ہوئی کہ اس خوف کا عبادت سے توبہ ہو کر قلب میں طہیزن برکت گیا۔ چونکہ کس نے عبادت پر اعتقاد کیا اس لئے فوراً حق تعالیٰ نے عطا کردہ نعمت سلب فرمائی اور مصلوب ہو کر بس موت کی ریتا فرمایا۔ وہ جہنم میں اس جیسے عابد بہتیرے ہوں گے کہ اپنے عمل پر اعتقاد کرنے کی وجہ سے حق تعالیٰ ان کو جہنم میں

کا کہ تو عیسٰی قائم ہو۔ اور مخلوق کے قلوب میں اپنے رب کی معرفت حاصل ہو۔ پس اگر بندہ کو عبادت کرنے سے
 معرفت حاصل ہو گئی تو مقصود حاصل ہو گیا۔ مگر جب معرفت ہی حاصل نہ ہوئی تو مقصود فوت ہو جاتا ہے۔
 (یعنی عبادت اور معرفت کا کچھ اعتبار نہیں رہتا۔ پھر اجرو ثواب نہیں) اور مومن ہی کے حسبِ رتبہ ہونے کا
 وجہ معرفت ہی ہے کہ ان میں اللہ سے قطعِ تعلق ہے اور جب طاعتیں مسترد کا تعلق نہ ہو
 قطع کرنے میں کوئی حرج ہے کہ وہ مومن ہی ہیں۔ لہذا وہ منافق کی عبادتوں کی طرح مختلف صورتوں کی معرفت نہیں
 مگر حقیقتہً معنویت ہیں۔ یہ مطلب کے مطابق کہ مومن ہی بنانے کا یہ کہ جس کے اہل نفس کی سیادت ہوا ہے۔
 جائیں گی ایک شخص شہر حکم پر نہیں ہیں۔ درمست کے متعلق جس میں شہر کا قلعہ و جہر کرتا پڑتا ہے۔ آپا سے شہر میں
 کر اس کو قبول نہ کریں تو مجھے جان کا خطرہ ہے کہ ملتان نہ راض ہو جائیں گے۔ فرمایا اہل شہر میں ایتہ ملک
 بھی ہیں۔ جان میں ایمان ہے اور ان کا قلب اللہ سے وابستہ ہے۔ اور ایسے بھی ہیں جو اللہ سے بے تعلق ہیں۔
 اور اس کی معرفت انقیاد میں اور بنیاد ہے کہ جو شخص اس کام میں پڑ کر مفتیق اور سرور رہتا ہو۔
 رکھتا ہو کہ میں اپنے رب کے حکم کی محنت کر رہا ہوں اور غیر اللہ کی امانت کر رہا ہوں تو یہ چاہیے ہے
 داخل ہے کہ آخرت میں حساب کتاب اور عقاب و عتاب کے بعد نجات پا جائے گا اور اللہ سب سے
 حاصل کی معرفت کرے تو یہ بھی متعلق ہے۔ اور جو ان میں بھی اللہ کا مسرور و فرحان اور کمال کے نسب ہیں
 انیس ہونگے۔ نہ کہ نہ عزت تو وہ دوسری قسم ہے کہ معنویت کو اور بندگان خدا پرندہ۔ اور زیارت کو یہ
 مزید سمجھتا ہے۔ جسے نجات کا کثیر، نجات کا کثیر، اور مذکور کو کھانے کو لایز سمجھتا ہے۔ نیز فرما کہ
 مومن کی مثال پرند کی سی ہے۔ اگر کسی گندمی زمین پر سے گا تو منتیق ہوگا اور اسے پرند کہتے ہیں۔
 اور اگر وہ تھری زمین پر اترے گا تو منبسط ہوگا اور اپنے پرند کو چپیر سے گا اور دانہ کی تلاش میں
 ٹرسے گا۔ نیز فرمایا کہ اہل تقی عجب حرم اور حرم سے دراپم و صول کرتا ہے۔ جن پر اللہ کا نام اور اللہ کے نزدیک
 اس کوئی اللہ اور اس کے پاس اگر کسی حرم سے مشغول رہے اور کسی تدبیر سے وہ درپہ اس کے بند
 سے نکال لیتا ہے تو اس نے اللہ کے محرم و فرشتوں کو قید سے چھڑ لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ
 کے برحمت پر ایک فرشتہ ہوتا ہے اور ہر قسم انہی پرند و فرشتہ تعینات ہوتا ہے جس کو چاہیں فرشتوں
 کی قوت دی جائے۔ جب کہ وہ درپہ ہر پرند کا نام ہوتا ہے۔ اس کی از مر منتیق عن اللہ کے رتبہ
 ہیں تو ان فرشتوں میں سے ہر فرشتہ کی یہ وقت ہوتی ہے۔ کسی پرند کو چھڑ کر اس کے ہرندہ سے
 جائیں اور اس کا سر اس کے پرند کے نیچے کونسل دیا جائے۔ لہذا جب کوئی اللہ کا نیک بندہ کرے تو یہ
 ان کو دے لیتا ہے تو فرشتہ کو بڑی خوشی ہوتا ہے اور جو فرشتہ کسی کو ہرندہ سے چھڑا دے گا

سناتوں گے غور سے سنو، درمیان میں یہی حرف سے کہہ بھی چکے ہیں تو لقمہ فوج سے ہاتھ دھو کر
 میں نے اس کی معاذ اللہ اس کا تو نہیں دیکھا کہ نہیں ہو سکتا فریاد ایک روز باب الفتوح پر میں حضرت ابراہیم
 قطب کے پاس عید گاہ میں بیٹھ بڑا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ سمندر کے پاس جزیرہ میں چائیں ہیں۔
 کتہ پر شہر سد بند گاہ وقوع بہت چھانچہ ہم گئے اور دیکھا کہ لقمہ ایک مسیحا رقبہ کا جزیرہ ہے جس میں
 شیریں پانی کے دو چشمے بہ رہے ہیں وہاں ہمیں ایک شخص مل گیا جس کی عمر قریب پچاس سال ہو گی اور وہ نہایت
 کرم و حق رنیز اس میں بڑے بڑے مکانات تھے جن کو چاند کھود کر بنایا گیا تھا، اور مکانات کے درمیان یہ
 چھوٹی چھوٹی کوئٹہ یاں تھیں جیسے اندرون حرم ہو کرتی ہیں یہ ہیں پتہ نہیں کہ وہ کس سے لگے۔
 اور نہ اُنے تھے۔ کیونکہ وہ جگہ باری سے بہت دور ہے کہ وہاں کوئی پہنچا بھی نہیں۔ کہیں کوئی شہر
 البتہ پہنچ جاتی ہے۔ نیز اس میں دو قسم کے درخت تھے ایک نوع جس کے پھل بارہ کے مشابہ تھے۔
 نوع کو اس درخت سے مشابہت تھی جس کا نام ہا رسے ملک میں تغز زیت ہے۔ پتہ ہا رسے میں سے ہا رسے
 اُس کے پتے چوڑے تھے اور پتہ ہا رسے میں سے دیکھا کہ اُس کا پتہ کی شکل تھا جس سے ہا رسے
 مشابہ نوع میں لگتے تھے اور وہ ہا رسے تھے جو تغز ز کی مشابہ نوع میں لگتے تھے۔ یہ پتہ ہا رسے
 پر ہی تو اس درخت کی جو تغز ز کے مشابہ تھا۔ یہی تھیں شاید انیس سکا رہا چھ کوئٹہ ہا رسے اور سات سو چار کوئٹہ
 میں باندھ لیا تھا۔ جس سے صرف ستر سو روپے ہو گیا تھا۔ باقی سارا بدن پر بندھ رہی تھی۔ میں نے اس سے پتہ ہا رسے
 کر دیں اور پوچھا کہ تم اس مقدمہ پر کتنی مدت سے ہو؟ اُس نے کہا کہ تقریباً چار برس ہیں۔ یہ کہہ کر
 کہا کہ میری توکل نہ تھی قریب چار برس کے بعد یہ توکی ہے پھر وہاں سے کیا تھے؟ کہا میں اپنے ہا رسے
 سا مقدمہ آیا تھا اور اُس وقت میری نہ تقریباً پانچ برس کی تھی کہ چھوٹا پھر تھی پھر قریب چار برس کے
 اپنے باپ کے ساتھ رہا۔ آخر ان کا انتقال ہو گیا اور میں نے ان کو پھر دفن کر دیا۔ پھر نے کہا کہ ان کو پھر دفن کر دیا
 کہ زیارت کریں۔ چنانچہ اُس نے قبر رکھ لی اور میرے ہا رسے کے لئے ری دغذت۔ لکھی۔ پھر میں نے ہا رسے
 لگے۔ چونکہ میں کوئٹہ سے بہت کہ ہا رسے ہا رسے اور چھوٹا ہا رسے ہا رسے ہا رسے ہا رسے ہا رسے ہا رسے
 بھاری تھی زائد ہا رسے سمجھ میں آتی تھی باتیں یہی ہیں کرتا تھا کیونکہ وہ میں تو ہا رسے ہا رسے ہا رسے
 میں آباد ہے اور میں تو کہ زیارت یہی سبب ہے۔ چنانچہ پھر میں نے اس سے یہاں کے متعلق دریافت کیا تو وہ
 بتوا کہ وہ اند کو چھانچا تھا ہے مگر بہت کہ معتقد تھا کہ اللہ کا ہا رسے ہا رسے میں سے ہے نہ کہ کوئی اور
 اور امرتی بنایا کہ وہ جیسے ہے اس کے لئے کوئی بہت نہیں نہیں یہ نیز میرے ہا رسے کو ہا رسے ہا رسے
 سے بھی واقف پایا اور کس سے کہیں کہ سبب یہاں ہا رسے ہا رسے ہا رسے ہا رسے ہا رسے ہا رسے

اُس نعمت پر جو ہمیں کی نعمتوں کے ساتھ رہنے سہنے سے حاصل ہوتی ہے کہ اس کی تہہ سے تہہ آواز
 شریعہ کی آفتاب صلی اللہ علیہ وسلم کے مال سے کی میرت نبویہ اور میرت محرابیہ کی کیفیت ہوتی ہے اور
 کہ آپ کا زمانہ اور آپ کے مہر یہ زمانہ کیسا نفع بخش وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے ایمان میں اضافہ ہوتا
 ہے چنانچہ اس شخص کو مٹی لٹکتی مسکین نصیب ہوتی تو احوال مذکورہ کی معرفت بھی نصیب نہ ہوتی حتیٰ کہ
 شے نعمتوں سے غرض کیا اس کے باپ نے اس کو بڑا نقصان پہنچا یا کہ اس کو جو چیز میں اضافہ
 اور اہل کسب سے اس کو حب اکرویا کران کے پاس اس کو سہنے دیتا تو اس کے لئے بوقتہ اور بہت بہانے
 ہوتا نہ فرمایا یہ کہتے ہو اس سے قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے مومنین کی اگر یہ مستحب و معصیت ہی کیوں نہیں
 کہتے احکام شریعہ کی برابر کوئی چیز نہیں بن سکتی مسلمانوں کی غلیظت حتیٰ کہ بازاروں میں ان کے لئے
 شے خالصہ ملے بھی نہیں قابل شکر نعمت ہے اور مواقع خیر میں تو کھپا چپا کا پلو چھنڈا ہی کیا۔ سنی لٹ
 شیخ عبد اللہ حبیبی نے فرماتے ہیں کہ مومنین کے چہروں پر نور ڈالتے ہیں جس سے ان میں ترقی ہوتی ہے
 وہ اللہ کی نعمتوں سے واقفیت کرکے ان سے پیٹھ میں، لباس میں، سونے میں، کرم کرنے میں، شادی
 میں، تولد و تناسل میں، غرض ہر صورت میں حق تعالیٰ نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن سے وہ ذریعہ کسب
 محرم رہا اگر بل اسلام کے ساتھ رہتا ہے تو وہ بھی ان نعمتوں سے مستمتع ہوتا اور اللہ کا شکر کرتا۔ کیسے
 عجیب حق کہ ان نعمتوں پر شکر کرنا جزیرہ میں اس کی عمر بھر عبادت کرنے کے برابر ہوتا ہے۔
 سوئم اکثر لوگوں کو ہیں باسی فیقروں اور اہل خلوت و دلشوں کے معاملہ میں دھوکا ہوتا ہے کہ وہ ان کے
 کمال کا اعتقاد رکھتے اور یوں سمجھتے ہیں کہ جس وجہ پر یہ پہنچتے ہیں لوگوں میں جاسٹ بیٹے اور عورتیں
 میاں نہیں پہنچ سکتے۔ حالانکہ حضرت ممدوح فرمایا کرتے تھے کہ میں اکثر ان اور پر شر ڈالتا ہوں تو ان سے
 بڑی آرم سے نکال کر بڑی شے جاتے ہیں۔ وہ رقت اور غلیظت میں شگفت ہیں کہ کوئی باریک دہشتہ ہوتا
 اور کوئی ٹوٹا اور غلیظ اور رقت دلانت کرتی ہے صنعت ایمان پر اور فلفلہ درست کرتا ہے توست ایمان
 پر کچھ ہیں ان عابدین کی صورت فکر کرتا ہوں جو خاروں اور بنوں میں رہتے ہیں تو ان کے آثار پر کھنڈ
 یہ اثر رقت ہی کہ غائب دیکھتا ہوں بجز ذل خال کے۔ اور عوام مومنین پر نظر ڈالتا ہوں تو ان کے
 انوار ان کے دنیا فیقروں سے زیادہ اچھی حالت میں دیکھتا ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عزم
 اعتقاد اللہ کے فضل پر ہوتا ہے کہ اپنی غلیظ کوتاہیاں دیکھ کر نجات میں اللہ کے کرم سے اپنے نظر ہوتی ہے
 عبادت گزاروں کا اعتقاد اکثر اپنی عبادتوں پر ہوتا ہے نیز فرمایا عابد کو اس کی عبادت سے فریاد ہوتا
 نہیں بلکہ سکتی حب کہ باطن اس کو اپنے رب کی طرف سے نہ سمجھے اور اس کا یہ غلیظ و غافل

اگر فلا بھی یہ کس کے لاشعور سے پہلے کیا تو سبب حق کی برکت سے اس کے نزدیک قریب ہے۔

عاشقِ حضرت سے یہ قصہ سُن کر ان محنتوں کو یاد کر کے جو حق تعالیٰ نے ہم پر فرمائی ہے وہ ہم ان سے غافل ہیں لیکن بڑی رحمت اور شانِ بقولِ رفیعِ باری اس کے بعد میں نے رحمت سے غافل کیا آپ سوشل شخص کا یہ انداز کر اپنے ساتھ سے کیوں نہ لے کر چیز پروردگار سے نقل کر سہمی شہدوں میں کسی بستی کے اندر رہتا اور روزی ہو رہا ہے کہی پتا اور آخرت کے متعلق حق تعالیٰ کی رحمت بھی اس پر برکتی۔

فرمایا حق تعالیٰ نے اس کا تئیم کس جگہ تجویز فرمایا جو شخص سچ زمین کی سچی کلمات پر اقرار کرتا تو اللہ کی وصایت سے ہم کرنے کے لئے ہی کہانی ہے۔ دوسری کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایک سچ زمین پر مہربان و شفقتِ اقسام کی مخلوق سے اس کو متوجع نہ کرے گی۔ بعض ان میں اپنی عقل میں اور بعض دیوانے اور پاگل کوئی شورش حال ہے کوئی مجرم و مفلوک انہی میں سے کوئی کسی کو قتل کر رہا ہے اور کوئی کسی پر قتل کر رہا ہے کسی کے اکرام سے امر میں نہ رہتا ہے کسی کے خیرات سے ممانعت تجارت میں اور کسی کے پیش پرستیوں میں۔ کوئی شخص بھی امر میں غرق ہے اور کوئی امر و نہی میں۔ شیخ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص فرمایا کہ میں تجارت کے لئے بابِ لہاق پر پہنچا ہوں، لہذا میں نے سب سے پہلے اس کے باطن پر تھوڑا سا دھت چڑھ کر دیکھا تو اس نے باطن کو دیکھا تو بڑا نڈر ہو کر کہنے لگا کہ میں نے کچھ نہ دیکھا۔ پھر اس پر سہارا کر دیا کیونکہ ہاتھ لگے اور کیا تدبیر کروں اس کو پانے کی پھر اس پر سہارا کر دیا تو اس کا تئیم بھی پہنچا جس کی وجہ سے اس کے کہ اس کے فکر و تحقیق اور رحمت نہیں بلکہ اس کے کہ ساتھ تھا۔ یہ تئیم آیا تو اس کا قلب ایسا سے وابستہ تھا کہ کسی کے منکر سے شاق تھا کہ دیکھنے کی بات کی ہوش آئی نہ تھا۔ پھر چوتھی تئیم تو اس کو فک و آخرت اور اس کے معاملات میں دھت اور رحمت اور تئیم خلیفہ آ گیا کہ وہ نہ پروردگار ہو گیا تھا۔ پھر چھٹی تئیم تو اس کا تئیم مسلم اور اس کے پڑنے والی نسبت سے چھوڑ کر چھٹی تئیم دوسری تئیم اس کے خیال میں نہیں آتی تھی۔ پھر ساتویں تئیم تو اس کا فکر سواری اس پہ میں غرق تھا اور تئیم چھٹی تئیم کو باقی سب کچھ دیا تھا۔ پھر آٹھویں تئیم تو اس کا فکر کھیتی کی محنت میں ڈوبا ہوا تھا کہ کسی کے سوا کسی سے حق اور تدبیر کا خطرہ بھی نہ گذرتا تھا۔

پھر اس تئیم تو اس کا منکر آخرت سے صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے چھوڑ دیا اور اس کا تئیم تئیم نہ تھا کہ تئیم کے سوا کسی طرف اس کا خیال نہ تھا۔ یہ تئیم تئیم۔

بسی عجیب و غریب تھا کہ سب سے پہلے آپ کے کہان سے تھا اور نسبت کے بعد کیا تھا۔ یہ تئیم تئیم تئیم

آپ کے کیا حوالہ تھے۔ کہ میں آپ کی سکونت کس طرح رہی، اور مدینہ میں کس طرح رہی۔ پچھتر دسویں مئی کو تو کسی
 کہ قلب اللہ رب العالمین اور خالق اہل اربعین کی محبت سے لبریز تھا کہ کبھی اس کی عظمت و جلال اور
 تقدس و تنزه میں حیرانی کرتا تھا اور کبھی اس کی صفات کمالیہ میں بہشتی عمر بن محمد نے فرمایا کہ کسی نے
 بعد میں نے اس امر باطن پر نظر ڈالی تو ان سب میں حاکم اور ارادہ ہیہ سے ناشی تھی تو یہاں تک کہ
 بواطن میں ایسا پایا جیسے ایک سستی ان کو اس کام کی طرف کھینچنے لگے جا رہی ہے جس کا حق تعالیٰ نے غایت
 ارادہ فرمایا ہے مگر وہ اس سے پیشتر ہیں کہ فعل کو اپنی طرف سے اور اختیار کو اپنے حوصلہ سے سمجھ رہے ہیں۔ یہ
 سنکر تجھ بڑی عبرت پڑی اور میں نے کہا بیشک کوئی مہر و فرستادہ نہیں بجز اللہ کے۔ رب کہہ میں تم کو اپنی
 شریک نہیں اور پاکشہ رہ کر، بت چاہتا ہے اور حکم دیکر کرتا ہے جو بھی ارادہ فرماتا ہے۔ اس کے حکم کو اپنی
 بد لئے وال نہیں اور دوسری طرح اللہ بتا۔ مخلوق بڑی عظمت میں ہے رفیع، بلند میں، ان کو کون تاکہ ہر
 پاؤں مختلف اعضا میں جس میں نقصان کہ فرمایا ہے کہ ہر عضو سے بڑا کام ہے رہی۔ میں ہر مہر و فرستادہ کو
 رہی ہے کہ ان میں رہا ہے تاکہ مگر رہی ہے تاکہ ہر ایک میں، پاؤں چل رہے ہیں، مگر ان میں یہ سب کام
 کوز رہی ہے اور اعضا و اس کے لئے نہ رہا کہ اور محال ہے۔ یہ کام بانڈا است اگر ان اعضا کے ہوتے۔
 تو روح کے نکل جانے پر جبکہ کسی عضو میں کوئی فرق نہیں آیا ہے وہ حاصل و بینا رہنما ہے۔ یہاں تک کہ
 محال ہے کہ کسی مرتبہ ہوتا ہے اور اعضا ہی پڑتا ہے کہ ہاتھ سے بے احتیاجی ہوتی ہے تو وہی نسبت ہوتی ہے۔
 یہ پتہ نہ ہوتی۔ یہ تو وہی چھوٹی ہے اس طرح تمامی مخلوقات ہر ذرہ اعضا و کے ہے در ذرہ الہم ہر ذرہ روح کے کہ
 ایک سے بڑا کہ ہے۔ ہاں ہے، ہر ذرہ ہی صادر ہوتا ہے جس کے لئے مشیت الہیہ ہے، اس کو تو یہ یقین ہے کہ
 باہرین جہر افعال و اعمال کے حسن و قبح کا اثر ان ہی پر پڑتا ہے اور محال ہے کہ اس کو جزا و ہی قرار پاتے ہیں۔
 اس کو شریک کہہ لو کہ طبیعت اکثر اس میں شبہات کیا کرتی ہے فتنے نیز فریاد و شہوتیں ایک جگہ پڑ گئے ہیں، یہاں
 قدم بھی چلنے نہیں پاتے کہ ایک کی مغزرت ہو جاتی ہے میں نے عرض کیا کہ اس کی وجہ کیا؟ فرمایا کہ محبت کسی کی
 وہ قنیت کہ اللہ کی مخلوقات میں نور فکر کس طرح کرنا چاہیے۔ اور دوسرا نقص جو اس کے ساتھ چل رہا ہے۔
 اس سے خیال اور اس کو بول ہوا، بتا ہند وہ مغزرت سے لوز کیا، پس یہ ہے صورتیں بندوں پر اور ان
 افعال پر استوں اور ان کے فعل ہونے کی۔ اور اس سے قبل تعین خواب کے باب میں جو فاسقوں کے واسطے ہے،
 ہم بیان کر رہے ہیں یعنی ہر مذکورہ۔ سمجھو رام، عمدہ مذکورہ عمدہ حرام حقیقیہ میں جو بس بسید۔ اس کا چہرہ کب
 عقیدہ حقیقیہ میں جہل بسید اس کا جہل مرکب ہر گاہ محمد بن میں جہل بسید اور جہل مرکب ان دونوں کے ساتھ ہے۔
 ہر گاہ کہ بھی شامل رہا تو ایک بڑی معرفت نہ کہ حاصل ہوگی، لہذا موافق ہند اور ان کے ہند۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حمد و شکر علیٰ رسولہ مکرّمہ

چند احادیث و روایات میں اہل حق و باطل کی مجلس کا بیان

شیخ فرماتے تھے کہ یہ دربار غریب ہوتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل رسالت عبادت فرمایا کرتے تھے۔ غوث ثورخان سے باہر بیٹھتا ہے کہ اس کے رہنے ٹھکانے پہنچ جاتا ہے اور مدینہ باہر گھسٹے کے سامنے۔ چار قطب اس کی دائیں جانب ہوتے ہیں اور وہ ماکی المذہب ہیں۔ اور تین قطب اس کی بائیں جانب کہ ہر مذہب کا ایک ایک ہے اور رکیز سامنے ہوتا ہے۔ میں کا نام توفیق محکم ہے اور اس وقت وہ بھی ماکی مذہب ہیں۔ زندان بنی خالد کے جو کہ نواح البصرہ میں رہتے ہیں۔ ان کا نام محمد بن عبد اکرم البصری ہے اور غوث رکیز ہی سے گنگو کرتا ہے اور اسی لئے اس کا نام رکیز رکھا گیا ہے کہ وہ تمام مجلس کی طرف سے تمام اہل مذہب ہوتا ہے۔ حضرت کا تعلق اہل حق سے ہے مگر غوث کے حکم کے موافق۔ ساتواں قطب میں ہر قطب کے ماتحت ایک مخصوص مدرسہ ہے جو اس کی ماتحتی میں تصرفات کرتے ہیں اور رکیز کی پشت کی جانب چار صوفیہ ہیں جن کا دائرہ چوتھے قطب سے شروع ہو کر بائیں جانب کے اہل حق بڑھتا ہے۔ ساتواں قطب اس دائرہ کے احاطہ میں ہے اور یہ چار صوفیہ ہیں۔ پھر اس کے پیچھے کسی عرج پر دوسری صفت دائرہ منسا ہوتی ہے اور پھر تیسری اور چوتھی اور پانچویں تھیں۔ مجلس میں مستورات بھی شریک ہوتی ہیں مگر ان کی تعداد کم ہے۔ اور ان کی تین صوفیہ ہوتی ہیں ان کی نشست گاہ دائرہ صفت اول سے دوسری بائیں جانب کے قطب بڑھنے کی جانب اس حشر میں ہوتی ہے جو غوث اہل حق بڑھنے کے درمیان خالی ہوتا ہے۔ مجلس کا عین امداد بھی اس میں شریک ہوتے ہیں اور احیاء کے ساتھ ہی صوفیہ میں بیٹھتے ہیں صرف عین باتوں سے ان کی مشغولیت ہوتی ہے ایک یہ کہ ان کی شکل اور وضع میں کبھی تغیر نہیں ہوتا۔ ہر وقت احیاء کے کہیں ان کا سر منڈا ہوتا ہے کبھی کپڑے بدے ہوئے ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر صفت اول کی حفاظت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ پس اس مجلس میں جب ایسے شخص کو دیکھو کہ اس کی وضع میں تغیر نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ وہ اموات میں سے ہیں۔ بشرطہ ان کا سر منڈا ہوا دیکھو کہ بال بڑھتے ہی دیکھو کہ اسی حالت پر ان کی وضاحت ہوتی تھی۔ یا سر پر بال دیکھو مگر ایک حالت پر کہ نہ بڑھتے۔ میں نے گھسٹے ہیں اور نہ منڈتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ اموات میں ہیں اور اسی حالت پر امتحان ہو رہا تھا۔ دوم یہ کہ خاتم احیاء کے متعلق ان سے مشورہ نہیں لیا جاتا صرف اموات کے متعلق مشورہ لیا جاتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیوان میں تشریف نہ لے تے ہیں اور آپ کے ساتھ ناقابل برداشت ہوتے
آتے ہیں تو فرشتے جو اہل دیوان کے ساتھ تھے بڑی سرعت کے ساتھ نور محمدی میں سے جوتے میں جب تک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیوان میں تشریف رکھتے ہیں ان میں کوئی فرشتہ بھی سفر نہیں کرتا اور جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم دیوان سے تشریف لے جاتے ہیں تو وہ فرشتے اپنی اپنی جگہ پر اکٹھے ہوتے ہیں۔

پرستش و سستی میں بستر یا کم زیادہ فرشتوں کی تعداد اہل تصرفت اولیاء کی ان کاموں میں مدد کرنے کے لیے
موجود رہتی ہے جو ذات وئی کی وقت سے باہر ہوتے ہیں اور یہ سبیلوں کے مددگار نہانی شکل میں ہوتے ہیں
کو کسی کو خواجہ کی صورت میں دیکھو گے کسی کو فقیر کی صورت میں اور کسی کو نو علم بچہ کی صورت میں غرض کہ یہ
رہتے ہیں مگر لوگوں کو اس کا پتہ نہیں چلتا۔ پھر شیخ نے اس بارہ میں چند حکایتیں سنائیں جن کا سرور
کی کیفیت نہ بیان ہو سکتی ہے نہ برداشت ہو سکتی ہے اور اس کے بیان کرانے کا سبب یہ ہوا کہ میں ایک
مرتبہ بعض حاضرین سے کہنے لگا اہل اللہ کہتے ہیں جو شخصیں بخاری شریف کو کوئی بارہ کے کسی دن کے
پر جاتے اور اس کو کھوں کر اس کے رویان و سریش اور کسی دن کے کسی عیلہ سے دعا مانگے تو کسی کی مدد
ہوتی ہے خصوصاً بخاری شریف کا پارہ اخیر جس کے بعد میں حضرت ممدوح سے پوچھا کہ یہ کون
ہے یا غلط ہے آپ نے فرمایا کہ ہر شہر میں ملائکہ کی ایک خاص تعداد ہوتی ہے اور جب وہ کسی کو مدد
سے کوئی چیز مانگتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اگر نوشتہ تقدیر کی موافقت پاتے ہیں تب تو مسائل کو سوال پوچھ
رکھتے اور اس کے ساتھ مل لیتے ہیں اگر ان کی برکت سے، توفیق اس کے مشاغل و احوال پر مستند
کے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اگر دیکھتے ہیں کہ وہ کلمہ مستر نہیں ہے تو سب مل کر چوڑ دیتے ہیں۔

سنتیان اس کو آچھپتا ہے۔ چنانچہ جب وہ بخاری شریف کو کوئی پارہ مانگے کسی کو دے دے
کی طرف جاتا ہوا دیکھتے ہیں اور اس کی مدد کو پورا ہوتا ہوا اوج محسوس میں جاتے ہیں تو سب کو مدد
پر قائم رکھتے ہوئے اس کے قلب میں سرگرمی بہت اور عرق مطلب میں بیچارگی و شغل طاری ہوتا ہے
مزار اس کے ساتھ اس طرح جاتے ہیں کہ وہ شخص جس کو سنی کا ہم ہونے ہوتا ہے اور یہ حضرت اس کے
اسرار اٹھاتے تھے ہیں۔ اور جب وہ مزار پر پہنچے، دعا مانگتا ہے تو یہ آمین کہتے رہتے ہیں کہ کسی کی
مدد پوری ہو جاتی ہے اور اگر دیکھتے ہیں کہ حاجت و عبتفا و تقدیر پوری ہونے والی نہیں ہے تو کتب کے
اسرار نکال لیتے ہیں۔ لہذا مسائل صرف جسم کتاب لے کر ہوتے مزار پر جاتے ہیں اور راستہ میں شریف کے
تسلیم لے کر ہوتے اس سے آگے نہ جاتے چنانچہ دعا و عبتفا و تقدیر باقی نہیں رہتی اور کسی کی حاجت
کسی کی رو ہو جاتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کس پر کیا ہیں جو جرم کتاب سے زائد ہوتے ہیں۔

فرمایا اور وہ کسر کیا ہیں جن کی وجہ سے شہد کو زان سے متعین زبنت ہیں تے کہا وہ تو میں میں بہت فرمایا
ایک امر زائد ہی تو ہے جرم شہد پر میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا کسی طرح ہر کتاب میں اس کے
جرم سے زائد ایک شے ہوتی ہے جس کو کسر (یعنی برکت و لرز مٹنوی) کہتے ہیں اور جس طرح شہد سے اگر
اس کا مٹنا اس نکال لیا جائے تو اس کا دفع بالکل جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح کتاب کا حال ہے جبکہ اس کا
کسر نکال لیا جائے۔ نیز فرمایا بہتر سے کہ غذا اور اوراق تم دیکھو گے کہ ان میں اس قدر نہیں کہے ہوئے ہیں وہ وہ
نہایت پر چڑھتے ہوئے ہیں کہ وہ ان کو پاؤں سے روندتے ہیں اگر مٹا دے ان اس قدر بھی کہے۔ کسر زانہ کا
نہایت سے ہوتے تو اس سے وہی پر تھامی انسان ہلاک ہو جاتے۔ یہ اللہ کا فضل و احسان ہے جس کا
شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ میں نے پوچھا کہ مجلس دیوان میں کیا سیدنا ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام وغیرہ
انہی پر بھی تشریف لاتے ہیں؟ فرمایا ہاں سب کچھ میں حضرت یک شب میں رہیں تے دریافت کیا کہ کوئی
شب؟ فرمایا شب قدر اس شب میں انبیاء مرسلین اور مدائین افضل نہ کہ مقتدرین بھی آتے ہیں اور انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مع ازوج ملاقات اور اکبر بھی یہ کہے کہی تشریف لاتے ہیں تے حضرت خدیجہ
اور حضرت عائشہ کے بارہ میں ایک کی درست پر مکتبیت کے متعلق جو کچھ شیخین میں اختلاف ہے آپ سے
دریافت کیا تو فرمایا ہم نے جو دونوں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیوان میں دیکھا ہے تو حضرت عائشہ
کا اور حضرت خدیجہ سے بڑھ کر دیکھا ہے۔ کس کے بعد شب قدر کا سبب فرمایا کہ جب رجم آفتاب میں
ان کے پیدا ہونے سے قبل تمام عالم تاریک تھا اور زمین و آسمان پہاڑوں، پہاڑوں، پہاڑوں اور دریاؤں
میں سب بے حرکت آباد تھے جب حق تعالیٰ نے آفتاب میں نور پیدا فرمایا اور تمام اس سے چمک اٹھا
تو انسان اور زمین کے فرشتوں میں شور برپا ہو گیا اور سب فرشتے کہ عالم برباد یا ہم پر کوئی
عذاب عظیم نازل ہو رہا ہے۔ چنانچہ آسمان کے فرشتے بھی زمین پر آ گئے اور ان کے ان کے زمین پر کوئی
نہایتی سے سایہ کی تلاش ہو گئی شروع کیا یعنی ملک کی کشتی سے جس سے نہ شہادت تھا کہ تاریکی کو مٹ
جسما سے و تھوڑے وقت کے بہتے وہ سب ملک اللہ کی بارگاہ میں گھر گئے اور تاریکی رستے ہوئے ہلکے
اور رفتہ سے اس کی نور شہد کی غلبہ کرتے اور دعا میں مانگتے تھے کہ ان پر غضب نازل نہ فرمائے
کیونکہ ان کے خیر میں تمہارا حق تھا کہ اس تمام کو تم فرماتا تھا جسے بننا چاہتے۔ اس کے وقوع کا
خبر پہنچنے پہلے تمہارے خیر تمام کے سب اس کی و زری میں گئے اور بول بول و پوچھ کے ایک ان کی
دراختہ بڑھتی گئی اور وہ سایہ کی طرف بہتے رہے جنہوں نے زمین کا پھر گھبراہٹ اور جہاں کی فہرہ پھر
آگئے جب سال سے پہلے سے جب کوئی حادثہ نہ رہا تو آپ اللہ کو عینان ہو اور اس کا زمین میں

اپنے اپنے مقامات پر واپس ہوئے۔ اس کے بعد وہ ہر سال ایک رات میں باہم جمع ہوتے گئے اور یہ عورت جہنم کی
 شہید کی۔ میں نے کہا اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ شب قدر پیدائش آدم سے پہلے سے ہے۔ تب تک وہ عورت
 کا مقتضایہ ہے کہ وہ مخصوص ہے اسی اُمت محمدیہ کے لئے۔ آپ نے فرمایا اس اُمت شریفہ کے لئے تو یہ عورت
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اہر اور اس کی شناخت کی توفیق مخصوص ہے کہ دیگر امتوں کو اس سے
 واقفیت نصیب نہیں ہوئی جیسے جمعہ کی ساعت قبولیت کریم تھی وہ بھی آخرینش آدم کے لئے تھی۔ اگر اس کی
 معرفت بجز اس اُمت مرحومہ کے دوسری اُمت کو نصیب نہیں ہوئی چنانچہ یہود پر پیشی ہوئی تو انہوں نے سن
 یوم شینہ کا انتخاب کیا، اور انصار سے پریشی ہوئی تو انہوں نے یکشنبہ کو اختیار کیا۔ اور یہیں حق تعالیٰ نے
 اپنے لطف و فضل سے اس کی صحیح معرفت اور یوم جمعہ کی توفیق بخشی۔ اب میں نے ساعت جمعہ کا سبب
 دریافت کیا تو فرمایا اس کا سبب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ جب تمامی اشیاء کی تخلیق سے ذرا اور جمعہ کی
 آخری ساعت تھی تو ساری مخلوق دعا و تضرع الی اللہ کے لئے جمع ہوئی کہ ان کی عزت پر غمت کی تسکین
 فرمائے اور وہ عطا فرمائے جو اللہ کی رضا و طرشتنودی کے ساتھ ان کی بقا و مہیبود کا سبب ہو۔ اور یہی ساعت
 کو حق تعالیٰ توفیق بخشے اور جمعہ کی ساعت مقبولہ پر مطلع فرمائے اسے مناسب ہے کہ یہ رات ہے
 اور دنیا و آخرت دونوں کی خیر و خوبی کی درخواست کرے کیونکہ مخلوقات کے باطن سے اس روز ہی دعا و تضرع
 ہوتی۔ ان کی دعا و محض آخرت کے لئے نہ تھی پس جس کی دعا اس ساعت مقبولہ سے قبولیت ہو سکتی
 مراد ہر آئے گی نیز فرمایا کہ یہ ساعت بہت ہی معتبر ہے۔ یعنی باطلینان رکوع کرنے کی مقدار کم ہو جائے
 جگہ واپس آکر ٹھہر جائے اور عروق و اعضا کو حرکت سے روک دیا جائے نیز یہ ساعت مقبولہ
 ہوتی۔ یہی ہے مگر یوم جمعہ ہی کے اندر رہتی ہے پس کبھی زوال سے قبل ہوتی ہے اور کبھی کے بعد
 میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اور کبھی عین زوال کے وقت ہوتی ہے اور کبھی بعد زوال اور کبھی پہلے
 ساعتوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے اور کبھی چھ مہینہ قبل زوال رہتی ہے اور چھ ماہ بعد زوال نیز فرمایا کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس ساعت کا وقت وہ تھا جس وقت آپ خیابہ پر تشریف لائے
 یعنی عند الزوال۔ اور حضرت عثمان کے زمانہ میں منتقل ہو کر بعد زوال آگئی اور خیابہ کا وقت وہ تھا کہ
 ربیعہ بنی امیہ نماز کے لئے لوگوں کے جمع ہونے کا وقتا بعد فراغ۔ حالانکہ خیابہ اور اجبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم نے اسکی ساعت مقبولہ پانے کے لئے مشروع فرمائی تھی۔ مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اور اللہ سبحانہ کے سامنے شروع و ختم کے ساتھ کھڑے ہو کر خیابہ پرستہ وہ درجہ رکھتے تھے کہ ان کی ہر بات
 کو حق تعالیٰ نہیں کر سکتی اس لئے اس وقت کو جب میں آپ خیابہ پر تشریف لائے تھے تو اس وقت

کہ کثرت حاصل ہوا۔ مگر ساعۃ جمعہ کے بن گیا بلکہ رقبہ میت دعا کے لئے، کسی بھی منتقلی رہے جس کو بعد
 زوال منتقل ہو جائے کی وجہ سے، ساعۃ جمعہ نہ ملے اگرچہ نبویہ کی ساعت مل گئی تو اس کا کچھ نقصان نہیں ہوا
 اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حکم نہیں فرمایا کہ جوں جوں ساعۃ جمعہ منتقل ہو منجملہ بھی منتقل
 ہوا۔ ہے کہ آپ کی ساعت منجملہ رقبہ میں ہے منتقل نہیں ہوتی ہذا اس کا اعتبار زیادہ مناسب
 ہے کہ نسبت ساعۃ جمعہ کے ہر منتقل ہوتی رہتی ہے۔ بانی وجہ خطبہ کے منتقل نہ ہونے میں اہمیت پر رفت
 اور ہوت ہے نیز ساعۃ جمعہ کا قبضہ تو غیب اور راز سے جس پر حیرت خواہوں کے کوئی منفع نہیں ہو سکتا اور
 ساعۃ جمعہ نبویہ امریہ ہر روزوں کے ساتھ منجملہ و محدوبہ جو کسی سے پوشیدہ نہیں رہتا اس کا اعتبار
 اونی ہوا اور کسی نے اس پر جو نوگ زوال کے وقت نماز جمعہ نہیں د کرتے اور ان کی عبادت ہو گئی ہے کہ تاثر سے
 پڑھتے ہیں تو ساعۃ نبویہ میں برکتیں نئی کوتاہی کر گئے اور ساعۃ جمعہ کے باقی رہنے میں شک ہے ہذا
 نہیں ہے شک کی بدولت یقین کو باقی سے کھو دیا اور یہ بڑی کوتاہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہم ہر گ
 دین سے متنب ہیں، بتے ہیں اس لئے ہمارے بار کا صوت وغروب بہت موثر ہے، پس اگر ساعۃ نبویہ کا وقت
 کرنا چاہیں اور اس کے وقت نماز جمعہ پڑھیں تب بھی اس کو نہیں پاسکتے کیونکہ ہمارے وقت زوال مدنیہ وقت زوال
 سے بہت موثر ہے۔ نہ کہ اپنے وقت زوال سے قبل اس کو تسلیم کریں اور صبح چاند کو کہ اپنے کمرے
 اور ستے اور ہے۔ ساعۃ جمعہ تا یہ کہ حقیق کریں، تو روز جمعہ کے زوال سے قبل نماز جمعہ پڑھیں
 اور یہ نماز نہیں پڑھتے یہ کیا کریں؟ فرمایا کہ ساعۃ جمعہ نبویہ منجملہ ہر جس کے زوال میں ساعۃ جمعہ کے
 ہوئے ہے۔ ہذا کسی خاص زوال کا اعتبار نہیں رہی کہ غروب اور طلوع میں کسی خاص جگہ کا اعتبار
 نہیں بلکہ ہر جگہ کا طلوع وغروب جدا جدا ہے، انوار آگے ہو یا پیچھے، پس ہر جگہ اور ہر دور
 کرتے ہیں چنانچہ صوت صبح صادق پر۔ نہ کہ مدنیہ کی صوت صبح صادق پر، اور زوال ان کی کرتے کے پتے شام پر
 نہ کہ مدنیہ کے غروب پر۔ تمامی حکم ہمیشہ عید جو وقت کی طرف منسوب ہیں ان کی یہ صورت بہت عجیبہ ہے کہ
 ان کی ساعۃ نماز ہمارے ملک میں ہیں وقت زوال ہوگا اس کو وہی حکم ہوگا جو مدنیہ میں وہاں کے وقت زوال پر حکم
 ہے۔ یہ پھر یہ ہے آپ سے درخواست کی کہ ساعۃ جمعہ کے منتقل ہونے کی کیفیت بیان فرمائیں اور یہ کہ وہ جمعہ
 کو آگے کی ساخت سے کس طرح و پس ہوتی کہ منتقل ہوتی ہوتی زوال پر پہنچی، اور پھر آگے بڑھتی تو
 ان زوال منتقل ہوتی ہوتی شہر و دیہات پر پہنچی اور پھر پہلی حالت پر جانے کے لئے اس کا انتقال
 شہر و دیہات اور ان کے آخری تہہ پر جا پہنچتا ہے۔ حالانکہ ساعۃ نبویہ کی ساعۃ سابقہ چاہتا ہے
 کہ ساعۃ جمعہ منتقل ہو کر ساعۃ جمعہ کے منتقل ہوا کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

ساعتہ ولادت یعنی شب کا اخیر تہائی حصہ منتقل نہیں ہوتا۔ عذوہ ازین ساعتہ جمعہ جب بہت ہی تیز ہے تو چھ مہینہ میں زوال سے لے کر غروب تک رچھ گھنٹہ کا وقت کیے پورا کرے گی۔ یہ نو کسی گھنٹہ میں ہو کہ وہ بڑی اور کم از کم دو گھنٹہ ہو۔ فرمایا ان باتوں کے ظاہر کرنے کی مخالفت کر دی گئی ہے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ اہل دیوان کی گفتگو سر بیان زبان میں ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بہت مختصر و شیرمدانی کرتی ہے نیز اس لئے کہ اس مجلس میں ارواح اور ملائکہ کی شرکت ہوتی ہے اور ان کی زبان سیدنی ہے جسے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور شرکاء مجلس ہوتے ہیں تو اس وقت آپ کے دل کی وجہ سے عربی گفتگو ہوتی ہے نیز فرمایا یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو ولی دیوان میں حاضر ہو وہ لوح محفوظ کی تحریر بھی دیکھ سکے۔ بلکہ بعض ایسے ہیں کہ دیکھ سکتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ہنگامہ بہیت اس کی طرف ترجیح کر سکتے ہیں مگر معلوم نہیں کر سکتے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ متوجہ ہی نہیں ہوتے کیونکہ جانتے ہیں ہم اس کو دیکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ جیسا کہ پہلی شب کا پانڈ کہ اس کے دیکھنے والوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں بعض تیز نظر ہوتے ہیں کہ کتنا ہی باریک پانڈ ہو فوراً دیکھ لیتے ہیں اور بعض متوسط النظر ہوتے ہیں کہ دیکھنے کی کوشش میں چاروں طرف نظر دوڑتے ہیں مگر وہ ان کو نظر نہیں آتا۔ اور بعض ضعیف ابصر ہوتے ہیں کہ جانتے ہیں نہیں نظر آئے گا۔ اس لئے وہ دیکھنے کا قصد ہی نہیں کرتے نیز فرمایا کہ جب دیوان میں اولیاء اللہ جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو روحانی فیضان اور باطنی مدد پہنچاتا ہے چنانچہ انواران میں تیروں کی طرح ایک سے دیکھتے دوسرے میں داخل ہوتے نظر آتے ہیں لہذا جب مجلس سے باہر نکلتے ہیں قربت ترقی پر نکلتے ہیں۔

نیز فرمایا کہ چھوٹا ولی دیوان میں اپنی ذات سے حاضر ہوا کرتا ہے مگر بڑے ولی پر کرملی پابندی نہیں مناسب یہ ہے کہ چھوٹے درجہ کا ولی جب دیوان میں آتا ہے تو اپنی جگہ اور اپنے گھر کے غائب ہو جاتا ہے اور اپنے شہر میں موجود رہتا ہے کیونکہ وہ اپنی ذات ترائی کے ساتھ دیوان میں جایا کرتا ہے اور ذات ترائی ایک وقت میں دو جگہ موجود نہیں ہو سکتی۔ بر خلاف بڑے ولی کے کہ وہ فکر اور سمجھ سے کام لیتا ہے اور اپنے گھر غائب نہیں ہوتا۔ کیونکہ بڑے درجہ کا ولی جس شکل و صورت کو چاہتا ہے اختیار کر سکتا ہے اور کمال روت کی وجہ سے اگر چاہے تو تین سو چھیالیس ڈواں میں متکثر بن سکتا ہے۔ بلکہ ایک درجہ تو چھتے یا باجستہ سے باہر چھڑے فرمایا کہ دیوان اور کس کے قائم کرنے والے ہیں کیا؟ دو سب میرے سینہ کے اندر ہیں۔ ایک فرمایا وہ مجلس میرے سینہ میں منتقل ہوتے ہیں ایک مرتبہ آپ باوجود ان بوسنے کے اکابر صلیحین کا تذکرہ فرماتے گئے۔ میں نے دریافت کی کہ حضرت آپ کو ان سے کیفیت کس طرح ہوتی؟ فرمایا فقہ کبیر و سہیل کی روح کا مسکن تمام ہندوستان کا قبہ ہے جسے ہم کس قبہ میں دیکھتے ہیں سچیدر لیتے ہیں کہ یہ

تذکرہ کسی کے دل میں بغیر اذان اہل تصرف کے منظور نہیں کرتا اور تب عام قہ میں تصرف کا بہت شہ
 بہت یاد کران سے بجا ہوا کے اوپر ہے جو ایک لہجہ دیگر سے عرش کے مانوق ہیں تو دیگر عوام کا تو پوچھتا ہی کہ
 ایک مرتبہ میرے ایک دوست کے لڑکے کو پولیس نے پکڑ لیا کہ کو تول شہر اس کی تلاش میں تھا اور وہ لڑکے
 کے والدین کو تلاش کیا گیا تو باپ کو اس کی ہدایت کی یقین ہو گیا اور وہ میرے پاس آیا میں نے
 حضرت سے تذکرہ کیا فرمایا اگر تمہارا ایسا خیال ہو کہ بلی تو ہے کو کھانے کی تلاش کی یعنی میری ہوتی
 کے لڑکے کو تول خیال ہے۔ لڑکے کا کچھ اندیشہ نہ کرو اور اس کے باپ سے کہہ دو کہ قہ مرتجع سکھے۔
 چنانچہ کو تول کے سامنے جاتے ہی اس کو چھوڑ دیا گیا اور اس کا خطا برتی سبب کوئی سمجھ میں نہ آیا۔

میں نے آپ سے دریافت کیا مجلس دیوان خراجہ کے علاوہ کیا کہیں اور نہیں ہوتی ہے؟ فرمایا ہاں
 سال میں حضرت ایک مرتبہ شہر سوس اور مرنی سوڈان کے درمیان اس جگہ پر ہوتی ہے جس کا نام نہر وہ ہے
 جس میں سوڈان کے اولیاء آتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو حضرت اسی شہر میں شریک مجلس ہوتے
 ہیں اس شہر کے دو تین دن چھپتے ہیں باقی دن یہاں ایک پڑیاں رنگ جاتا ہے جس میں وہ وہ کے ہر
 آتے ہیں اور دو تین دن بعد وہ بازار بکھرتا ہے یہاں بے شمار سونا جمع ہوتا ہے جس سے دریافت کیا ان دنوں
 جہل کے سوا کیا اور کبھی کہیں اجتماع ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں ہوتا ہے مگر دس سے زیادہ کا اجتماع ہوتا ہے وہاں
 کہ کہیں نہیں ہوتا۔ چونکہ زمین ان کے رکھنے کی انور کو برداشت نہیں کر سکتی اس لئے اردو خراجہ کے ان
 حضرات کا تفرقہ جو فرمایا ہے کہ دنیا اور اس کی مخلوق میں چار حرف پہلے رہیں میں نے کہا کہ غیر ایک
 کوئی دنیا میں کچھ دخل ہے اور کیا وہ بھی ساکنین اہل تصرف کی طرح تصرف کیا کرتے ہیں؟ فرمایا ان کو نہیں
 دیوتا ہیں یا ان دخل نہیں اور نہ ان کے ہاتھ میں کوئی تصرف ہے جس دن تصرف ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے
 وہ دن ان کے ہاتھ میں ہے ان کے ہاتھ میں تصرف کب جائے گا؟ فرمایا نہ دیکھتا ہوں اس وقت تصرف ان کے
 ہاتھ میں ہوگا اور بعد چھپس بھی قیاب ہی ہوگا اور چونکہ میں کو عقل اور فہم نہ ہوئی لہذا تصرف میں اختلاف واقع
 ہو جائے گا اور وہی سبب ہوگا خروج دیال کی ایک مرتبہ آپ نے یہ قسم کھائی کہ حضرت سرور ایک بار اپنے
 بازار خراجہ کے باشندے تھے اور مصر کے بازار میں مدنی کا مول کرتے پھر کرتے تھے موسم تھا ملک کے قریبی رہنے والے
 کہ ان کے قریب پہنچنے کے لئے ایک دکان کی طرف چلے ان کو باہمی تھار سے معلوم ہوا کہ کثیر تعداد میں ان کے پاس
 ایک ایک زمین کے اندر مدنی بہت جماد اس کے پیر یاؤں رکھ کر گھر سے ہو گئے صاحب دکان تو ان کے قریب
 سے انہوں نے حضرت جماد کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھا تو کہتا ہوں چاہا اس لئے جماد سے کہہ دیا کہ مالک
 کو کہتے ہو جماد پاد کے بیچ میں چیز کا نفی ہے جماد کا ہاتھ کے بیچ میں نہ رہتا ہے اور جب نہ

اور یہ معرفت الہیہ اس میں ہوتی ہے وہی بعینہ اس میں ہوتی ہے۔ رہا دونوں میں حسنات اور درجات کا فرق تو
دو بیماری نفروں سے اور تحمل ہے اس کا علم آخرت ہی میں ہوگا پھر وہ طریقہ کونسا ہے جس سے معاملہ ہوگا
کہ یہ نیا آپ سے یا سانک ہے یہ ہو سکتے ہیں بات نہیں ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو توئی ہے۔
نوٹ ہی اس لئے بنایا ہے کہ آپ ضرور معلوم کر سکتے ہیں غرض دیر تک الحاح دھڑکرتے رہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاد کا واسطہ دیا تو عنوت نے کہا اچھا ایک کڑی لاؤ چنانچہ کڑی تیار
کر دی پھر فرمایا کہ چھری بھی ہے؛ چنانچہ چھری بھی حوالہ کر دی آپ نے پھر کوسا منے بھٹایا اور کڑی چھری
جلدنا شروع کیا کبھی کڑی کو کھینچتے تھے کبھی اس میں چھری گڑھتے تھے پھر کبھی اپنی زبان دانتوں سے
کھینچتے تھے اور کبھی اپنے ہونٹ بھینچتے تھے اور اٹنا میں گوشہ چشم سے بچ کر دیکھتے جاتے تھے۔ پھر بھی ان کی
اتنا رہا تھا کہ وہ زبان کاٹتے تھے تو یہ بھی اپنی زبان کاٹتا تھا اور ہونٹ بھینچتے تھے تو یہ بھی اپنے ہونٹ بھینچتے
تھے۔ تب آپ نے اس کے باپ سے کہا اے جاؤ اپنے بچہ کو یہ مجذوب ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اس
کیسے معلوم فرمایا؟ فرمایا اس کا ظاہر جو شے دیکھتا ہے اور مشاہدہ کرتا ہے اس سے متاثر ہوتا ہے اور یہ
ہے مجذوب کا نیز آپ نے فرمایا کہ سانکس چند باتوں میں مجذوبیت سے پرہیز کھتے ہیں اول یہ کہ سانک مجذوب
کے ساتھ کھانا نہیں کیونکہ مجذوب کو پروا نہیں ہوتی خواہ اس کی زبان سے گالی نکلے یا قہقہے بھرے۔
پروا جب ہے کہ اس سے پرہیز کرے دوم اس کے ساتھ سفر نہ کرے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مجذوب کی
بیت اعتیاد ہی ہے سوم مجذوب کا پٹا ہوا کپڑا نہیں پہنتا کیونکہ وہ بے عقل ہونے کے سبب، بخی ست اور غرور سے متاثر ہوتا ہے
چہاں یہ سانک کو جائز نہیں کہ مجذوبہ سے نکاح کرے اور اس کی طرح سانک کو مجذوب کا نکاح کرنا بھی نہیں
ترہیت کا قصہ ہو کبھی سانک شیخ کا تربیت یافتہ مجذوب ہوتا ہے جیسا کہ اس کا قصہ تھا کہ وہ مجذوب
تھا اور اس کا باپ سانک تھا اور کبھی مجذوب شیخ کا مرید سانک نکل آتا ہے جیسے حضرت یونس علیہ السلام
کا قصہ ہے کہ وہ سانک تھے اور ان کے شیخ حضرت عبدالرحمن مجذوب تھے میں نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ مجذوب کو تو اپنی ہی خبر نہیں ہوتی پھر دوسری کی تربیت کیسے کرے گا۔ فرمایا مجذوب کے اہل بیت
تربیت و تعلیم ہوتے ہیں بعض کا مذہب قلیل ہوتا ہے اور ان کو تربیت کا پیشہ رہتا ہے۔
بعض کا مذہب بڑا ہوتا ہے کہ کسی نیت بھی ہوش نہیں آتا وہ البتہ کسی کی تربیت نہیں کر سکتا۔
نیز آپ نے فرمایا (اہل معرفت) اولیاء ایسے بڑے بڑے کام کرتے ہیں کہ دیکھنے والے حیران ہو جاتا ہے کہ کونسا
حقیقت دیکھو تو کہنے والے ہی حق سبحانہ ہے اور یہ حضرات با فرق دوسری مخلوق سے کی طرح ہوتے ہیں۔
ان میں سے کہہ کر اولیاء اللہ کو تو انزال الہیہ کا مشاہدہ ہوا کرتا ہے اور جب ان کو اس کا مشاہدہ ہوتا ہے

یہ نفع کا حصول اپنی جانب سے کیے نظر آتا ہے اور وہ افعال کی نسبت اپنی مدت کو بڑھ کر دیکھتا ہے۔
 ان افعال یا نیوے ویسا جن پر بھی حق تعالیٰ نے لغت کرنا ہے ان کو دوسروں کے متعلق افعال جیسے
 مشابہہ کہ اگر ثابت ہوتی ہے تو میں افعال اللہ کا مشابہہ کہنے کی طاقت کسی مخلوق میں نہیں ہے۔
 اگرچہ حق تعالیٰ میں افعال ربانیہ کا اسے مشابہہ ہو تو اس کی قدرت رنگ کی طرح، پکھل کر بھولنے پس مخلوق
 میں اتنی ہی طاقت ہے کہ وہ مطلقہ کے ذریعہ افعال اللہ کا مشابہہ کرے، یا دوسروں میں مشابہہ کرے۔ یہاں
 اپنی ذات میں وہ مشابہہ کرنے کی طاقت ہرگز نہیں اور کسی لئے حق تعالیٰ سے مشابہہ افعال میں ان کی طاقت
 ان کی مشابہہ کران میں افعال ربانیہ کا ظہور ہوتا کہ مخلوقات پکھل کر بھولنے افعال اللہ میں وہ مشابہہ
 افعال اللہ کے لئے یہ طاقت سمجھ آئی کہ ان کی قدرت نورانی اور حدوتہ میں ان کی طاقت کثرت
 کی وجہ سے نہیں ہے۔ افعال ربانیہ کا واسطہ بنتے ہیں بلکہ کے لئے ایک خاص شمولیت ہے جو ان میں
 نہیں پائی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ باریک بینی کے بعد ہم دیکھو گے کہ مخلوقات کو یہ ہول میں ان کی طاقت
 ان سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ ان میں ان کے اپنے عرش میں اور اس کے اپنے جنت میں اور جنت میں ان کی طاقت
 زمین میں۔ ان میں پہاڑوں میں، پتوں میں، سمندروں میں، عرض ہر ایک ان کو موجود پڑے اور کسی نفع
 کے سبب جو مخلوق اور مخلوق کے درمیان ان کو واسطہ بنتے ہیں حاصل ہوا ہے ان پر ایمان لانا ان کے ہاں
 ان کے احسان ہم پر کثیر اکثر ہے، اور اگرچہ جواب اللہ کی دیکھو گے کہ مخلوق جو وہ سب ان پر ایمان لانا
 ان کے ہاں ان سے ہم کوئی خاص نفع نہیں پہنچا، واللہ اعلم۔

یہ باتیں آپ سے باتیں کرنا کہ جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے میرے
 لئے حق تعالیٰ نے جنات والہ انسان اور ہوا کو مسخر کر دیا تھا اور ان کے لئے سعادت و شرف
 اور عذاب کی تدبیرات سکھائی اور ان کے ہاں کثرت میں کثرت ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو
 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مامور فرمایا تھا اور ان کو کثرت میں کثرت ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو
 فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان کو کثرت میں کثرت ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کثرت میں کثرت ہوئے
 یہ باتیں کرنا کہ حق تعالیٰ نے ان کو کثرت میں کثرت ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کثرت میں کثرت ہوئے
 ان کے ہاں ان سے ہم کوئی خاص نفع نہیں پہنچا، واللہ اعلم۔

یہ باتیں آپ سے باتیں کرنا کہ جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے میرے
 لئے حق تعالیٰ نے جنات والہ انسان اور ہوا کو مسخر کر دیا تھا اور ان کے لئے سعادت و شرف
 اور عذاب کی تدبیرات سکھائی اور ان کے ہاں کثرت میں کثرت ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو
 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مامور فرمایا تھا اور ان کو کثرت میں کثرت ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو
 فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان کو کثرت میں کثرت ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کثرت میں کثرت ہوئے
 یہ باتیں کرنا کہ حق تعالیٰ نے ان کو کثرت میں کثرت ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کثرت میں کثرت ہوئے
 ان کے ہاں ان سے ہم کوئی خاص نفع نہیں پہنچا، واللہ اعلم۔

یہ جلتا ہے، چنانچہ انسان کی روح اپنے بدن اور دماغ اور اعضا سے جدا ہوتی ہے جو کھیل اور شے بن کر عقل کو بھی متحرک بنا دیتے ہیں، ہر جانور کی آواز اور بولیوں کی نقل اتار دیتا ہے، مست سے مست بالشی کو دیکھ لیتا ہے، چیل کی برج ہوا میں جہاز بناتا ہے، جیل کو قید کر کے اس سے پٹھے ہلوتا ہے، شعلہ ہوتا اور کھلے من وزنی شیش چلوتا ہے۔ مگر گھوڑ میں وٹیر باوجود ذی روح ہونے کے اپنی ایک ذر کے جسم پر تڑپنے سے اس کو چار یا پانچ سو گز دور کی رفتار دیتا بھی نہیں سکتا۔ لہذا وہاں حسب حکم اپنی ایسی مہر و قدرت کا کرنا چاہتا ہے جو تبدیل جسم پر موقوف ہو تو بیانیہ کی شکل اختیار کرتا ہے کہ ان کی اصلاح کے منفعہ ہونے کی وجہ سے اس کی روح ان پر حاکم بن سکتی ہے، مگر اپنی آدم کے جسام میں جن کے اندر ان کی روح موجود نہیں ہو سکتی، اس کی روح خود یا اختیار حاکم ہے لہذا دوسری روح کا ان میں سہنا، ایسا ہی دشوار ہے جیسے ایک نیر میں دوسری سہنا۔ میں نے کہا بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک روشنی اپنی جگہ پر ٹھہری ہوئی نظر آتی ہے پھر زلزلہ کوئی یا تھوڑے پیش آتی ہے اور وہ اپنی جگہ سے سرکھتی اور کسی شخص کی طرف چلتی دکھائی دیتی ہے حتیٰ کہ اس کو اجاگر کر، قتل کر، قتل و غارت گری کا سبب ہو کہ بس اس امر متذکر ہو کر تے کو اہل تصرف نے، ک کی شکل کو قبول کیا ہو یا ممکن نہ ہو یہ بھی ہو بشرطیکہ مقتول کا فریبہ۔ اس لئے کہ نور کے لشکر اور مملکت کے لشکر میں شدید جنگ رہتی ہے، یہی ہے کہ بتائی اور کتوں کی شکل میں جو شیا میں متشکل ہوتے ہیں ممکن ہے کہ اس کی بھی یہی نوعیت ہو فریبہ اور فریبہ یوں مملکت اور باطل کی قوت ہے اور انویا داسد میں حق و نور کی قوت ہے اور مدت و نور و شکر میں مگر تقدیر اپنی کی منفیہ میں بیانیہ مذکورہ کی صورت و شکل یہ لشکر اختیار کرتا ہے اور کہیں ان کی صورت دیکھ کر وہ لشکر متشکل ہو جاتا ہے میں نے کہا کیا ولی سانپ کی صورت بھی کے لیتا ہے جیسا کہ جنات اور شیائیں میں سے لیا کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں اگر حق تعالیٰ کا اسے حکم ہو کہ زید کو زید کے ذریعہ ہلاک کرے تو تقدیر کے ہاتھ اس کے لئے وہ زہریلے سانپ کی صورت میں متشکل ہو جائے گا۔ میں نے پوچھا کہ روح کی صورت میں تو نہ ہر شے فریبہ نہ ہر نام کس چیز کا ہے۔ ولی کی بہت و غزیت و بڑی چیز ہے، ہر شے کا اثر قبول کرتی ہے یعنی جیسے کہ وہ کسی شے کا بہت سے ساتھ غزم کرتا ہے کہ یہ کام کس صورت ہو لہذا صورت و قوت میں اس کے ہاتھ فوراً ہر جاتی ہے۔ پھر میں نے آپ سے دریافت کیا کہ جب ولی کی صورت و غزیت تقدر کے لئے ہے تو اس کا جسم کس حالت پر رہتا ہے؟ فرمایا بد روح کے رہ جاتا ہے۔ پس اگر وہی پیرے ورتا رہتا ہے تب تو اس کے بدن کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے مہموت مدہوش کی کوئی یا تھوڑے نہیں کرتا اور اگر تھوڑے تو نہ ہو کھیتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے اور نہ اس سے واقف ہوتا ہے کہ کون بول رہا ہے اور اگر بول رہا ہے تو بول رہا ہے کہ ولی ہوتا ہے تو اس کا جسم کسی حالت پر رہتا ہے جیسا کہ روح بدہ سے کون سے حالت میں رہتا ہے۔

کہ موت سابقہ کی حالت نسبتاً بگنی ہے۔ ہوتا بھی ہے، میں نے کہا حبیب روح ذات سے نکل گئی تو وہ مگر یہاں رہا
 پہلے شخص کے مہوت و مدہوشی کی صورت رہنے کا کیا مطلب، اور دوسرے کے اپنی حالت سابقہ پر رہنے کا کیا
 صورت، جبکہ روح دونوں کو نکل چکی؟ فرمایا روح کے نکل جانے کے بعد بدن میں اس کے آثار مثلاً حرارت وغیرہ
 باقی رہتے ہیں۔ لہذا حبیب تک آثار باقی رہیں گے اس وقت تک ذات زندہ رہے گی اور آثار جو ہیں گھٹتے سے
 پہلے نکل نہیں ہوا کرتے پس جس کی روح اس سے پہلے پہلے واپس آجاتی ہے وہ بدستور زندہ رہتا ہے اور
 جس کی روح بد بدن سے مفارقت میں مدت مذکورہ گزر گئی ہے وہ پھر اپنے بدن کی طرف کبھی نہیں لوٹ سکتی
 اور اس کا شمار مردوں میں ہوتا ہے بہتر سے ولی ہیں جن کی روح اس حالت میں قبض ہو جاتی ہے مگر جن کی
 روح اس حالت میں مقبض ہوتی ہے چونکہ سرکہ جی قدرت میں قبض ہوتی ہے اس لئے شہید کی طرح، ان پر
 اتنے تھوڑے کی بڑی عزت ہوتی ہے میں نے کہا کہ بعض ادویہ کا قصہ سنایا ہے تین تین دن ان کی روح بدن
 سے غائب رہتی تھی اور اس کے بعد لوٹ آتی تھی یہ تو تقریر مذکور کے خلعت پر ثابت فرمایا تھے جو خدا ہے
 وہ تین دن اور روح سے وہ دن تک بلکہ اس سے بھی زیادہ غائب رہ سکتی ہے مگر اس زمانہ میں ذات کی طرف سے
 تہذیب کرائی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ذات کو حیات حاصل ہوتی رہتی ہے جیسے کوئی شخص کپڑے اتار کر کنارہ
 پر رکھ دے اور اندھنی میں تر کر غوطہ لگا لے تو خود پانی میں ہوگا مگر اندیشہ ہوگا کہ کوئی اس کے کپڑے
 چھو کر نہ لے جائے لہذا بار بار پانی سے سسٹنہ کر اپنے کپڑوں پر تھوڑا سا ہے گا اسی طرح روح اپنے چھوڑے
 ہوئے جسم کو چھوڑتی رہتی ہے فرق اتنا ہے کہ غوطہ خور کی مگر لی کپڑوں کے متعلق صورت مذکور کے ذریعہ ہوگی۔
 اور وہ میں چاہتا ہوں کہ نفق نہیں سسٹنہ اس کی ذات کی طرف تعلق نہ ہو کہ بعض اہل ایمان اور حیات
 جی سے اس کی ذات میں وہ دن ہو جائے گا کہ اس کے بعد اس کا کھنکھوڑ کر نہ سکے لے وہ پھر باہر نکل جائے گی اور
 یہ ذات کی طرف و صیان و توجہ کے ذریعہ وصال ہو جائے گی اور پھر باہر چلی جائے گی غرض جب تک وہ کوئی صورت
 پر رہے گا اس لئے ہر گز رہے گا تین دن میں اور ہو یا زیادہ دنوں میں پس کسی میں اور تقریر گزشتہ میں
 کوئی مذمت نہیں ہے۔

نیز اس سلسلہ میں کہ بل تھوڑے دن جس کی انجی حبیب میں چاہے یا تھوڑے دن کر تھوڑے دن چاہے یا تھوڑے دن چاہے
 حبیب و جسم کو چھوڑی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہ تصرف باعنی باعقل کا ہے نہ کہ غریبی یا عقول اس کے بعد اپنے
 ایک ان کا قصہ سنایا جو اس کے پڑوسی کے ساتھ پیش کیا تھا فرمایا کہ اس پڑوسی کی بیوی کے پاس ایک شخص
 چاہتا تھا کہ اس کے کپڑے اس کے پاس چھوڑ دے اور کہہ گیا کہ زندہ وہ ہیں یا تو خود سے لوگ اور اگر مرے تو
 تو میرے ساتھ چھوڑ دے اور کہہ گیا کہ اس کے پاس چھوڑ دے اور کہہ گیا کہ اس کے پاس چھوڑ دے اور کہہ گیا کہ اس کے پاس چھوڑ دے

قریب آیا تو اس نے وہ رقم اپنے شوہر کے توار کر دی اور اس کو نصیحت کی کہ نہ کہ ایک جیب و پس آئے تو اس
 کو دینا یہ اس نے وعدہ کر لیا اور اس کے بعد ثروت کا انتقال ہو گیا۔ ہمسایہ کی نصیحت اپنی بیوی کو مان کر گئے۔ یہ
 بگڑ گئی اور وہ امانت کو کھینچا۔ کچھ دنوں بعد رقم کا مالک سفر سے واپس آیا اور اپنی امانت طلب کی تو یہ
 انکار کر گیا کہ مجھے بیوی نے کچھ نہیں دیا آخر وہ لڑکے کے ساتھ رہا۔ اس کے بعد اس ہمسایہ نے کہا کہ تو اس
 مشرور کی بات کی کہ پانچ دینار اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس پر وہ خوش ہوا اور وہی کوڑیوں کا یہ ہمسایہ تھا
 ان کے دو ازاد مکان پر کھڑا چوڑا رہا ہر کچھ اور موسم جی فروخت کرتے۔ وہ لوگ میں اپنی اولوں کے مکان پر
 فاس کے محلہ اس اجنبان میں تھے غرض اس نصیحت سے کہ حضرت عبدالمقادر ناسی کے مزار پر جی روشن ہوا۔
 اس نے ایک شمع خریدی جس وقت یہ اس تنویر کے قریب پہنچا جو بازار سلیم لوہات میں واقع ہے تو وہیں
 اس اجنبان سے ہاتھ بڑھا کر امانت میں غدر و خیانت کی سزا میں اس کی قریب سے پانچوں دینار نکلتے
 حتیٰ کہ مزار پر پہنچ کر اس نے شمع روشن کی اور اس اجنبان پر پہنچا تو وہی بستر پر اپنے کمرے پر کھڑا تھا
 جب اس کی نشرونی پر پڑی تو حق تعالیٰ نے اس کے دل میں خیال ڈالا کہ اپنی حریب کی رقم کو دیکھ۔
 چنانچہ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو کچھ نہ پایا غصہ میں جھپٹا اٹھا اور وہی سے کہ اس کی ولایت کو میں کوٹھن کر رہا
 کبھی نہ تھا کہنے لگا والدہ دنیا میں کوئی ولی ہی نہیں رہا نہ زندہ نہ مردہ۔ وہی کو سنہی آگئی اور تنی آئی کرتی تھا یہیں
 پڑے۔ اس کے بعد وہی نے نازت بن کر پوچھا چچا بعد از حق کیا بات پیش آئی؟ کہنے لگا میری جیب میں پانچ
 دینار تھے اور میں ان کی خوشی میں یہ ازاد کر کے گھر سے نکلا تھا کہ موسم جی خرید کر حضرت عبدالمقادر ناسی کے مزار
 پر روشن کر دوں گا۔ اس کی یہ برکت سامنے آئی کہ چکوں نے جیب ہی خالی کر دی اور پانچوں دینار سے اڑتے
 پر وہی کو اور زیادہ سنہی آئی اور وہی خود حضرت شیخ تھے۔ اس کے قریب قریب ایک وقت حضرت مولانا
 مجمع میں مولانا محمد بن علی مجاوی کے ساتھ پیش آیا کہ شہر تازی کے نوح میں قبیلہ مجاویہ آباد ہے اندو
 باشندہ تھے۔ اپنے وطن سے حضرت مدوح کی زیارت کے لئے آئے تھے حضرت اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے
 مگر لگا کر بیٹھ گئے اور مولانا محمد بن علی سامنے کے مکان کی دیوار سے ٹکرا کر بیٹھ گئے کہ دونوں کے بیچ میں رستہ
 تھا جس میں لوگوں کی آمد و رفت تھی حضرت مدوح مولانا سے بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ نے امانت
 فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ دراہم بھی ہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ حضرت میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے
 غرض تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت نے تین بار یہی دریافت فرمایا اور مولانا نے یہی انکار ہی جواب دیا۔
 کے بعد حضرت نے فرمایا فراموش کر جواب دو چہ لکھ مولانا کی جیب میں درحقیقت ایک کپڑا ہے یہ تہہ ہے
 مولانا نے پڑے ہوئے تھے اس لئے نزار کے بغیر چہ نہ ہو اور فرمایا ہاں حضرت مولانا نے یہ

فرمایا کہ ان کو نکالو۔ انہوں نے حبیب میں ہاتھ ڈال دیا اور خوب تماشہ کیا مگر کچھ نہ پایا۔ حیران رہ گئے اور پریشان ہو گئے۔ حضرت کو سنسی آگئی اور اپنے نیچے سے بندھی پوٹنی نکال کر ان کے حوالہ کی اور فرمایا مولانا محمد بن علی بھل جس کو اتنی قدرت ہو اس سے چھپانے اور چال چلنے کو کیا گنجائش ہے ایسے ہی حضرت مدوح کی ایک دوسری کرامت ان ہی مولانا کے متعلق ہے ہر مہوئی کر ان کو پیسہ کی محبت زیادہ تھی اور دنیا جمع کرنے کے حیل بہت تھے اور حق تعالیٰ نے دنیا بھی ان کو چھپی تھامی دے رکھی تھی۔ اور ان کے کوئی اول نہ تھی جب ان کو حضرت مدوح کی محبت شیب ہوئی اور حق تعالیٰ نے نہایت کی محبت ان کے نسب میں ڈال دی تو حضرت ان کو اللہ واسطے خرچ کرنے کی ترغیب دیا کرتے اور یہ دل کھول کر صرف کیا کرتے تھے خود بھی اس پر تعجب کیا کرتے تھے کہ چونکہ اس کی ان کو عادت ہی نہ تھی۔ آخر حضرت نے ان کو تو بہت ہی سخت پکڑ رکھا یہ نہایت مسرور اور خوش ہوتے تھے درحقیقت ہنسی سے بے خبر تھے اور نہیں سمجھتے تھے کہ مولانا کی قدرت کا وقت چکا ہے اور حضرت ان کے لیے سے ان کے ہاتھوں جنت میں بھی بھیج کر رہے اور ان کے مال و زر ان کے جانے سے قبل ان کے پاس پہنچا رہے ہیں۔ اتنی کہ حبیب تہ روپیہ رہ گیا جو حضرت بیوی کے مہر اور گند کے قبیل ترکہ کے لئے کافی تھا تو ان کا انتقال ہو گیا۔ یہی بتاؤ حضرت مدوح کو مولانا محمد بن علی بن عبداللہ صباغی کے ساتھ ہوا۔ قاجان کا قصہ شروع کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت نے ہزار ہزار فرما کر اللہ واسطہ ان کا مال خرچ کر دیا اور ختم ہوتے ہی وہ خود جو رحمت الہی میں پہنچ گئے حضرت مدوح جیسے بزرگوں کی معرفت سے یہ نفع حاصل ہوا کرتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ صاحب تصرف ولی کے لوگوں کا مال ان کے لئے میں اور پھر کے مال چرنے میں فرق ہے جب وہ مال و مال کا ہے کہ وہ کو مشاہدہ غیب ہے اپنے رب کا اور وہ منجانب اللہ مامور ہے اس کے لئے کہ چنانچہ حضرت شمس سے چند واقعات بتا دیئے۔ نہایت عذر ہوئے تو ان کے متعلق حضرت ختم نے خود فرمایا کہ یہ کسی اور فہم سے ہے۔ امری میں نہ یہ کام اپنے حکم سے نہیں کہے بلکہ حکم خدا کے لئے ہے۔ ہند وہ معیت فرما رہے ہیں نیز آپ نے فرمایا کہ حضرت منصور قطب ایک مرتبہ مولانا ادریس کے روضہ میں پہنچے۔ وہاں حضرت ابو القریب بکارتی کو پہنچا دیا کہ زیارت کے لئے آئے تھے حضرت منصور ان کا زور دہا سے کہ چل دے میں نے نہایت کداح سے اس کے متعلق عرض کیا کہ یہ تو حضرت سرقہ ہے۔ قریب ہو کر اور سنا کہ فرمایا وہی وہ چور کے مان لیتے ہیں فرق حجاب اور عدم حجاب کا ہے کہ ان تشریف سے پردہ اٹھ دیا جاتا ہے۔

ہیب کہ حضرت ختم علیہ السلام سے پردہ اٹھ کر انجام اور مصالح کا ان کو مشاہدہ کر دیا گیا۔ ہندوان کو سس کا لینا حلال ہوا اور ساتھ پردہ پردہ ہوا۔ درحقیقت کثوف نہیں ہوئی لہذا اس کو لینا حرام ہے۔

پس حضرت منصور چونکہ قطب تھے اور ان کو مشاہدہ ہو چکا تھا کہ یہ زردہ راوان کا ہے اور روح القدس میں اس کو اپنی قسمت کا کھانا ہوا دیکھ چکے تھے اور پھر حق تعالیٰ کی طرف اس کے سینے کا حکم بھی سن چکا تھا۔ لہذا ان کے لئے حلال تھا یہ خلات ساق کے کہ وہ تجویب اور ب سے نفی فل بٹ لہذا اس کے لئے شریعت تھی۔ مگر جب اس نے جانتے دی نہیں تو اس کو کسی کا پیسہ ایسا چراہ ہوا، پھر آپ نے حدیث نبوی سے ان کے لئے قصہ نقل فرمایا کہ ان کے رفقاء نے ایک بیل پر لیا حضرت عبد الرحمن نے فرمایا نہ بیچ کر دے اور نہ چارہ دے مگر گار حضرت یوسف نے کسی نے جہان کے وارث اور خلیفہ ہو سکے باقی کچھ لیا کہ مالک کی جانتے بغیر نہ لے کر کیے کہ لیا جائے۔ آخر کار اس کو کہہ دیا تو اس نے حدیث دی کہ وہ بیل حضرت عبد الرحمن اور ان کے رفقاء کے لئے صدقہ ہے یہی صورت حضرت بو لیعزیٰ مذکور کی تھی کہ وہ حضرت منصور کے اتنے مفلس رہا تھا کہ نہ کھانا نہ پہنا سکتا تھا۔

پانچواں باب (باب بیس) پیر کی ہریلی کی اور اس کے متعلق حضرت عبد الرحمن کے ارشاد ہیں

ایک موی نے آپ سے حدیث زروق رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا مطلب دریافت کیا کہ موی کی حدیث میں جس کا نام تربیت ہے وہ منقطع ہو چکی اور اب صرف سمیت اور اس کے ذریعہ تربیت باقی رہ گئی ہے کہ تربیت سنت رسول اللہ کو اس میں کمی و بیشی کیے بغیر مضبوط مقام سے یہ حال یہ تھا کہ اصل میں تربیت صرف زروق کے زمانہ میں منقطع ہو چکی تھی یا سیدنا علی بن ابی طالب کے زمانہ تک ہمیشہ کہتے رہے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی تو اس کی وجہ کیا ہے اور اگر بالی ہے تو ایسے کچھ کا پتہ نہایت ہمواری کی نسبت بہت خلوت جس قسم کا چاہئے تشریف کر سکے اور اس کو صاحب نسبت واصل بنادے یہ تو اس کی وجہ سے تشریف لے سورہ حق کے متعلق اور دو تحریروں والی کس حدیث کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اہل بیت اور بنی ہاشم کو اس اسماء کا ذکر آیا ہے حضرت مدوح نے جواب دیا کہ تربیت سے منظور نفس کی نجات و تعلق کا وہ کربانیت کو ذات تربیہ پاک صفات ہو کر ستر انہی کو بڑھ کر بدشت کر سکے اور یہ نیز اس کے نام ممکن ہے کہ اس کی نسبت دور اور باطل کے تعلقات قطع ہو جائیں پھر باطل کے تعلقات کے قطع ہونے کی وجہ سے کبھی تو یہ ہوتی ہے کہ اس کی نسبت ہی صفائی و طہارت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ بلا واسطہ اس کو اخلاقی کمالات سے پاک بنا دیتا ہے۔ بدشت زروق ان کے کہ تھی جن کو خیر اخروں کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ بالطبع حق کے ساتھ متعلق اور اس کی تلاش میں رہتے ہوئے تھے سوئے تھے جب اس حال میں اور جاتے تھے قیام سے ہیں اور حرکت کرتے تھے تب اس کی نسبت تشریف لے جاتا تھا کہ جیسے خدا نے بیستہ بخشی ہے اس نے ان کے باطن پر نور افشانی ہے تو ان کی مثال کو اس کے ساتھ ساتھ

سوت سے زیادہ دیکھائی دینے والی جہت رکھنے کے درجہ پر پہنچنے کے جس کی کیفیت بھی ناقابل تردید ہے۔
 دوسروں کو اس کی سمجھ میں نہ آ سکتی ہے ہذا اس زمانہ میں مسند کی تربیت کی ضرورت ہے نہ عقلی مضامین
 ذات و مسائل عقلی اور بہر وقت رہتی کے انتشار و دھواں کی وجہ سے محض تناکافی سفاک شیخ نے اپنے
 مکر کو پاس بٹھا کر کائنات میں بات کی اور مرید کو فتح نصیب ہو گئی۔ در کھنچ قطع باطل کی صورت یہ موقی بجا کر شیخ
 کو مرید کی ذات ترانی سے غفلت مٹانے کی تدبیر کرنا پڑتی ہے اور یہ حالت قرون ثانیہ کے نابالغ زمانہ کی ہے
 کہ نیتوں میں نفاق آگیا۔ باطن خراب ہو گئے عقول کی تعصب بجائے اللہ و رسول کے دنیا کے ساتھ ہو گیا اور
 رسول شہوات اور طلب لذت میں ڈوب گئے ہذا صاحب بصیرت شیخ کے پاس تب مرید آیا تو اس نے
 دیکھا کہ اس کی عقل متفق در لبتہ ہے باطل اور حصوں شہوات کے ساتھ اور اس کی ذات ترانی بھی عقل کی تابع
 بن کر ایل غفلت سے رہی اور ایل باطل کی طرف مائل ہو گئی کہ اس کے منہ سے جو کچھ حرکت کرتے ہیں وہ خیر محمود
 تعالیٰ امر نہ پسندیدہ امور ہیں حرکت کرتے ہیں کیونکہ زبان کی ایک تھنی یعنی عقل وہ خود باطل کے ساتھ
 نسبت ہو گئی ہے انہوں نے مرید کو اس حماقت پر قابو نہ پا کر شہوات در ذکر آمد قلیل غذا کا اس کو حکم دیا کہ کوشش میں
 پیشینہ سے ایل باطل کا تسبیح چن و شمار مرقوں میں سے قطع ہو جائے گا۔ در ذکر میں شہوات سے غوکوں اور کلام
 باطل پر ہر وقت زبان پر جاری تھا نا ایل ہو جائے گا اور قلیل غذا سے خزان کے بنیاد پر کہ شہوات سے کسی سے پیدا
 ہوتی ہے کم ہو جائی گی۔ در عقل اللہ و رسول کے ساتھ شوق کی طرف لوٹے گئے۔ در مرید تب سے انہوں نے
 شہادت دھنڈائی تک پہنچا دیا کہ اس کی ذات کسرا الہی کو اس کے پاس یہ ہے مشائخ کی تائید تربیت سے
 اندر شہادت میں پٹا سننے سے چند خبر مدت تک یہ حرکت کیا رہی کہ حق باطل کے ساتھ در غر غفلت کے ساتھ
 مشائخ نے دیکھا کہ ایل باطل کے پاس بھیجا کر آیا وہ اس کو یہ نیت نہ ملے اور باغراض باطلہ شہوات میں پھنسے نہ
 اس نے یہ کی تائید کر سکتے تھے کہ اس کے ساتھ تعویذات و عملیات کا اقدار نہ دیا جو تدریج کو مستحق ہیں کہ
 ان کے شہادت اور جہت عقولیات دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ایل باطل کے، حشریت زراعت کے زمانہ میں جو نیکو رنگ بہت چھان
 کیا تھا اس نے انہوں نے دینی تیر خوری کی غرض سے یہ شور مچایا کہ اس مخریج تربیت کو حسین میں ایل باطل کی شہادت ہو گئی ہے
 یہ وہ مندرستہ اختیار کریں جس میں نہ کوئی شہادت ہے نہ پریشانی یعنی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی تائید
 کہ میں میں ایل باطل کی شہادت مٹانے کے اور اگر یہ کے وقوع بنا تھا کہ اس کی خیر خوری میں کسی سے
 در مشائخ زروق کا یہ قول دینی شہادت پر مبنی ہے نہ کہ تدریجی تربیت کے وہ شکر یا اس کو مستحق تھے
 یہ وہ مندرستہ اختیار کریں جس میں نہ کوئی شہادت ہے نہ پریشانی یعنی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی تائید
 کہ میں میں ایل باطل کی شہادت مٹانے کے اور اگر یہ کے وقوع بنا تھا کہ اس کی خیر خوری میں کسی سے
 در مشائخ زروق کا یہ قول دینی شہادت پر مبنی ہے نہ کہ تدریجی تربیت کے وہ شکر یا اس کو مستحق تھے

اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ ایسا ہونا چاہیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آگاہ ہو اور اس کی دوستی
معدی سے سیراب کی گئی ہو کہ قدم قدم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوراقِ توحید سے اس کو کمال بیان ہو
معدی، معرفت عرف زیاد ہو ایسے شیخ کا حجب و من پکڑا جائے گا اور اس کی محبت کو دل میں بیکر دیکر محبت منتقل
جائے گا تو وہ مرید کو اللہ تک پہنچائے گا اور معرفت الہیہ میں جو عظمت و وسوسہ سدا رہے ہوئے ہیں ان کو قطع کر دے گا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ترقی دے گا۔ رہا یہ امر کہ اس کا نام بتایا جائے تو اللہ کا حکم ہے۔
احمد اللہ اکثر جبکہ ایسی سہتیاں موجود ہیں مگر اہل سنت والجماعت سے باہر نہ ہوں گے گوشتیں کو فخر یا لوگ خانات
مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا الَّذِينَ هُمْ مُخْسِنُونَ وَاللَّهُ اعْلَمُ۔

نیز عالم مذکور نے حضرت ممدوح سے ایک سوال یہ کیا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیروی میں لے کر
کا دعویٰ کرے عارفین اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کا دعویٰ قابل قبول نہیں جب تک ثبوت پیش نہ کرے۔
ثبوت یہ ہے کہ ایک کم تین ہزار مقام طے کر چکا ہو لہذا وہ مقامات اس سے دریافت کئے جائیں پس حضرت ممدوح
مختصر طور پر ہم سے بیان فرمائی کہ وہ مقامات کیا ہیں، حضرت ممدوح نے جواب دیا کہ ہر ذات کے تین سو گنا
رگیں ہیں اور ہر رگ اس خاصیت کی حامل ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوئی ہے اور صاحب بصیرت عارف ان تین سو
کا مشاہدہ کرتا ہے ورنہ نیکو ان کے خواص ان میں مشغول ہیں ایک رگ کذب کی ہے جس میں اس کی خاصیت کذب
سے۔ ایک رگ حسد کی ہے جس میں حسد چمک رہا ہے ایک رگ تیا کی ہے جس میں تیا روشن ہو رہا ہے۔ ایک رگ
غدر کی ہے جس میں غدر چمک رہا ہے ایک رگ خود پسندی کی ہے جس میں وہ مدشمن ہو رہی ہے یا کسی کے
ہے جو اس کو چمک رہی ہے کسی طرح تمام عروق میں جدا جدا قسمیں چمک رہی ہیں حتیٰ کہ عارف جب ذہن پر
نظر ڈالتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک چھاڑ میں تین سو چھپا ہوا قسمیں لٹکا دئے جائیں اور ہر قسم کا
روشنی کا رنگ جدا ہو کہ ایک دوسرے کے باہمی مشابہ نہ ہو پھر ان خواص میں ہر خاصیت کا نقشہ لکھا
ہوئے مشد ثبوت کی کئی قسمیں ہیں اگر شرمگاہ کی طرف اس کا انقباض کیا جائے تو حیدر قسم ہے۔ اگر
طرف نسبت کی جائے تو حیدر قسم ہے اور مال کی طرف نسبت کی جائے تو حیدر قسم ہے اور مال کی طرف نسبت
کی جائے تو حیدر قسم ہے کسی طرح کذب کی خاصیت مشد س اعتبار سے کہ صاحب کذب کی کئی قسمیں ہوتی ہیں
قسم ہے اور کس کا کوسے کہ دوسرے کو سمجھتا ہے وہ سچا نہیں بولتا اور اس کے دماغ میں شک نہ ہو کہ وہ
نہیں سمجھتا یہ علیحدہ قسم ہے اور بندہ کو فتح نصیب نہیں ہوتی جب تک کہ ان تمام مقامات کو مشد نہ کرے جب تک
تو اسے کسی بندہ کے ساتھ خیر کا زدہ فرماں اور فتح کی اہلیت خشتا ہے تو جہتہ بہتہ بہتہ بہتہ بہتہ بہتہ بہتہ
کو قطع کر دیتا ہے۔ مشد خاصیت کذب کو قطع کرتا ہے تو مقدم صدیق پر پہنچ جاتا ہے۔

مذہب طریقی شکر میں ہمہ وقت اور ناماً تعلق من اللہ کی ریاضت ہے کہ چہ بدان کسی بڑی عبادت میں
 مقبول نہیں اور کسی لئے اس طریق واسطے کی حالت یہ ہوتی ہے کہ کبھی روزہ رکھتا ہے کبھی نہیں رکھتا روزہ
 نہ رکھتا، شب میں کھاتا نہیں ہے اور باقی راستہ میں آرام ہے، سوتا کھیتی سیت بڑی سے سمیتر بھی ہوتا ہے
 و نامی مہاجرات شکر علیہ کو جو کہ بدنی ریاضت کے منافی ہیں اختیار کرتا ہے، اور طریق ریاضت واسطے کی تیرت چارنگہ
 حصول رقیب کی بجانب ہوتی ہے جس لئے انشا اللہ رتبات اور کبھی فتح حاصل ہو جاتا ہے بعد ازیں اس کی بہا
 نیت قیام رہ جاتی ہے رجز منہ کے منافی ہے، اور کسی کو تلبیہ ان ہی امور میں پسند آ جاتا ہے جن کا غلام
 میں مشابہ و اموات، رکشت و عواش عادات مثلاً پانی پر چھتا اور ہو پڑتا اس کی مسرت و شادی کا سامان میں پاتا
 ہیں یہ حال توہ میں ہیں جس کے قریب اجہاد میں بھی اللہ سے نمائی رہے مگر کسی کو مشغوب نہ بنانا اور نہ ہاں میں بھی جن
 سبب غیر اللہ سے مانوس رہنا ہو سکتا ہے ان میں داخل ہو سکتے ہیں کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر کسی
 اعمال میں یہ زیادہ و کمزور کے اندر وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی ساری محنت انہیں لگتی اور وہ سمجھتے رہتے
 کہ ہم اعمال سنہ کر رہے ہیں البتہ عین ایسے ہوتے ہیں کہ حصول فتح کے بعد ان کی نیت بالیاتی اور حق تعالیٰ
 سے پھر جدا کران، ہر قدر قیام لیتا ہے، ہند وہ غیر سے منہ الود اللہ کے ہوتے ہیں مگر یہ حالت جہان کو آخر میں
 نصیب ہوتی وہی ہے جو جہان شکر و ثناء کو شروع میں نصیب تھی سب تو وہ دیکھ لو گشت فرقی ہے، وہ لوگ جہان
 میں فریبہ یہ ہے کہ طریق شکر میں چلتے پڑتے ہیں تلوک کو اور طریق ریاضت میں چلتے ہیں ابدان طریق شکر
 میں نیت منہ ہوتی ہے اور طریق میں نیت رجز غرضی و غلبہ فتح سے، آمیز ہوتی ہے۔

حق شکر میں حصول فتح و غلبہ سب سے بڑا کہ بندہ کی لڑت سے آفریں بھی نہ ہو لہذا ربانی اور وہی ہوتا ہے اور
 طریق ریاضت میں فتح کا حصول سبب اور تیر سے ہوا اللہ کسی و کتاری ہوا، طریق شکر کی فتح جوہر مومن عزت
 اور تیر سے تیر سے ہر کسی کو نہیں مل سکتی، اور ریاضت کی فتح میں رتبات اور عبادت کی پوری سبب بھی شکر
 ہو سکتا ہے، یہ کہ کسی کے اندر کھدائی تک پہنچ جاتا ہے اور رکشت و عواش عادات کا گھر ہونے لگتا ہے، یہی
 یہ نیت منہ کی ریاضت میں ہے کہ حق ہو یا باطل رکھتا رکشت و عواش عادات میں، و نہ خاص ریاضت جو نام
 تہائی کی نیت منسوب ہے وہ ہرگز اس میں داخل نہیں اور اس میں کشتہ ہے کہ وہ ہندو ج تو پہلے دنی اور
 ابدان سے ان کا تعلیم کروہ طریق ریاضت بھی موصول ان افعی اور مسیئہ قریب چلتا ہے، رہا یہ سوال کہ کوئی ساکس
 ان دونوں طریق کوئی کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ ان میں نہ فرق ہے نہ جہاں ہے، ہر جگہ سبب ایک شکر کا تلبیہ
 تہاں ترستہ رکھتا ہے اللہ سے وابستہ ہوا جو حاصل ہوتا ہے طریق شکر، اور ان اس کا چاہدہ ریاضت
 میں لگا ہوا ہوا جو حاصل ہوتا ہے طریق ریاضت کا، واللہ غلظت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ شکر ہے

کیا گیا ہے۔ ایک شخص کی طبیعت مثلاً چلتی ہے برازہ میں دیکھنے کی تجارت کو خیال کس پر غائب رہتا ہے۔
 اس کا باپ چاہتا ہے کہ اس کو چھیتی کے کام میں ڈالے تو اکتاہٹ ہی مارے باندھے۔ اس میں وہ میاں پانچوڑی اور
 جس وقت بھی اس کو تجارت پارچہ میں لگے دے گا۔ تو حسبِ خواہش اور مرتبہ ہوتا دیکھتے گدے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ
 قابلیت اس کے فکر پر مرتب ہے۔ اس شخص کو معلوم ہے کہ اس کو فکر میں شغل سے باندھ رہا ہے ایک تہہ سہتہ سے فریاد
 ایک عمر کے دوروں کے ساتھ اور ایک لڑکی مرستہ وقت غارت سے کہا یہ لڑکا صالہین میں سے ہوتا اور یہ لڑکا
 غلامین سے اور لڑکی کو دنیا خوب وافر ہے۔ تو کوئی نہ کہا کیا تجھے غیب کی خبر ہے؟ اس نے جواب دیا کہ غیب کی
 خبر تو رسول خدا کے کسی کو بھی نہیں ہے۔ میں نے فرست سے قابلیت کا پتہ چلا یا وہ شور و گرت سے غیب کی خبر
 اس پھر میں اللہ کا ذکر محسوس کیا کہ یہ کبھی پھر پھر بھی زیادتی نہیں کرتا۔ تقاریر سے میں نے سمجھ لیا کہ خلیفہ احمد
 طرقت جائے گا اور اس سچ کی حاکمیت اس کے برعکس دیکھی کہ وہ سنے پینے میں سبک داتا تھا۔ اس نے یہ سب
 شر کی طرقت جانے اور لڑکی کو دیکھا کہ چہرہ کی بچی تھی اور لڑکی اسی سخیلیں جو کچھ بھی اس کے ہاتھ آتا اس کو لے لیا
 درجہ کی پہونچیں، وہ پانچوڑی لڑکی زیادتی بنایا کرتی اور وقت اسی دھند سے میں رہا کرتی تھی۔ اس کے سینے پر
 اس کے قدر میں خوشحالی اور دنیا کا ملنا تھا ہے۔

میر سے ایک دوست نے اپنا قصہ سنایا۔ جہین میں یہ سے والد کا انتقال ہو گیا اور میں یتیم بن گیا تھا۔ میری دوست
 نے لاشیم بٹے کے کوئی نہ میں دانس کر یا مگر میر دل اس میں بالکل نہ تھا تھا۔ دل چاہتا تھا کہ ایک شیشی ورنہ
 رہا کرتی تھی ایک دن ان بزرگوں پر سب زبردستی ہو گیا جو ہونہ سے بستر میں سنا رہا تھا کہ یہ سب اور سب
 کرتے تھے۔ ان کے کام کو دیکھ کر میں گریہ ہو گیا اور ایسی کشش ہوئی کہ دل بہتا ہو گیا۔ اس کے
 ساتھ گنگ گیا اور میری آسانی کے ساتھ ان کا کام سیکھ لیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ میں قید سے رہا ہو گیا اور میرے
 بند کھول دئے گئے۔ اس کے بعد میں نے لاشیم کا بھانہ میں قدم بھی نہ رکھا۔ پتا چلا کہ اس شخص کو سب سے زیادہ
 ایک اور شخص نے سنا تھا کہ میرے پاس ایک لڑکا کہہ رہا تھا جو روز پر بندھا رہا تھا۔ میرے ساتھ
 سامنے محراب میں ایک یتیم بچہ رہتا تھا جس کا شغل جو اس کے کچھ نہ تھا کہ میرے ساتھ بچہ آپر کرتا کرتا تھا۔
 بالکل سوا والی دماغ تھا۔ لڑکی کی ایک بہینہ بنا کر پانچ میں باندھ لیا کرتا تھا۔ کبھی کے پتوں سا کہ یہ کام
 سستی اور کھڑکی کی جینی پر تھکا قرار دے یہ تھا۔ یہ فراتر تھکتی وہ کہنے پر سر ہوتا اور تھکا ہوا ہوتا تھا۔
 سوا کی نئی اتار تھکتا تھا۔ غیب ہم دھمکتا تھا تو یہ گنگ جاتا گریہ وقت پاتا تھا پھر سب سے زیادہ تھا۔

جب باغ میں گیا تو مجھے دیکھا کہ مازم ہمارے دل سے شغل ہوا ہے۔ اس نے میرے ساتھ
 ساتھ یہ شخص بہت خوش تھا۔ ہاتھ پاؤں بالکل تھکا ہوا تھا۔ وہ اپنے ساتھ لاشیم لے گیا تھا۔

ایک مسلم نے اپنے شاگردوں کی فطری استعداد کا امتحان لینا چاہا اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک پرنسپل
 کو کہا کہ اس کو ایسی جگہ ذبح کر کے رو جہاں کوئی نہ دیکھے۔ چنانچہ سب کو شواہد اور حیلوں میں، وقت گزارنے سے
 آئے مگر ایک نو عمر بچہ جن کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت ابوالعباس سیدی تھے، زندہ ہونے کو سفاک ہوئے اور اپنے
 اور استاد سے کہا کہ جہاں بھی گیا اللہ کو اپنے ساتھ موجود پایا اور کوئی جگہ ایسی نہ ملی جس کو وقت گزرتا ہو اور
 دیکھتا۔ استغاف نے سمجھ لیا کہ یہ بچہ مقام معرفت پر پہنچنے والا ہے اور ان پر فاضل توحید اٹھنے لگے۔ حیات میں
 نے فرمایا کسی آدمی میں ولایت کی رگ ہوتی ہے اور وہ مدت دراز تک شائق و فجار میں شامل رہتا ہے۔ میں آتے
 بھی اللہ کا کوئی ولی اس کے پاس کوئی نہ جاتا ہے تو سارے رگ میں باوجود حسیات کی آیتوں، مسکن کو اپنے
 اور سرور ماحصل ہوتا ہے ورنہ وہی سے کوئی بات بھی نہیں ہوتی اور نتیجہ عرصہ تا میں بیٹھا ہو جاتا ہے۔

پھر اگر اختراع و معیت نصیب ہو جائے تب تو اس رگ کی حیات ناپو تپنا ہی کیا مدت بہت طویل ہوتی
 گنتی ہے اسی طرح مثلاً کسی شخص میں سرور کی رگ ہوتی ہے اور وہ مدت دراز تک ملی ولی میں وقت میں شامل
 رہتا ہے۔ پھر کسی شخص کا اس یا علت پر گزرتا ہے تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ سب سے زیادہ
 ہو جاتی ہے اور چوبی کے لئے اس کا سینہ کھلی جاتا ہے پھر اگر دھڑوں میں آسمان و زمین سے ہوتا ہے تو
 اور مارفن ہی بن جاتا ہے غرض یہ باب بہت وسیع ہے خصوصاً ان کے لئے جن کو اس تالیف میں شمس
 ہے کہ وہ تلامذہ کی استعداد کا کافی پتہ چلا سکیں گے میں اللہ سے یس برس سے تقی میں غور میں غور میں
 خدمت میں کام یہ تمام سون کر میری طبیعت سے تو بڑا بوجھ آ رہا ہے نہ میری حالت یہ تھی کہ پڑھتا تھا نہ لکھتا
 خدمت میں اٹھاتا اور یوں دل چاہتا تھا کہ کسی طرح ان کو کھول کر پڑھوں۔ اختلاف تقریر میں اس وقت
 کے در کی دیر میں سے ایک مضمون کو علیہ کے زمین نشین کو لے کر دیکھتا تھا کہ نور میں غور میں غور میں
 پر سب برباد ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت ہوتی تھی کہ بنا اور ہو جاتا ہے اور نتیجہ عرصہ تا میں بیٹھا ہو جاتا ہے۔
 مگر ذرا باقی رہے رک لو تو کھڑ ہو جائے یہ دیکھ کر اتنی کوفت ہوتی تھی کہ میں اس پر سنا کر بیٹھتا تھا کہ
 حالت دیکھتا تھا کہ معمولی طور پر ان کو پڑھتا تھا کہ یہ بات ان کے زمین میں اترتی چلی گئی اور ان کے
 خدمت میں ان کہیں کے کہیں پہنچ گئے۔ میں یہاں ہو کر اس کا سبب تلاش کیا کرتا مگر کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ
 حیرت سے یہ تقریر سنی تو ایک بھاری بوجھ سے اسے اتر گیا اور سمجھ لیا کہ یہ سنا ہے کہ میں نے اسے
 اس کو کوئی رہنمائی نہ کی تھی کہ اس کا دل نہیں بنایا تھی یہی جو وجہ کروان کی فضا ہے کہ کوئی بال نہیں
 میسر نہ آتا تھی کہ بہت شخص کے لئے مہینہ تب اللہ کے مومن میں سہولت و آسانی میں رہتی تھی کہ
 اور یہاں تک کہ تمام نام نہ کہ ایک سوال نہ رہتا تھا کہ میں نے اسے اللہ علیہ کے قول کی تفسیر میں رہتا تھا کہ

ہی کیوں نہ ہو تھوڑے کو نفع نہیں ہوتا کرتا جب تک کہ چھوٹے ہی کو کسی بڑے کے ساتھ محبت نہ ہو یہ سچا نہ ہو
 محبت بندہ کے ساتھ اس قدر اس کے مستثنیٰ ہے کہ بندہ کتنا ہی بزرگ کیوں نہ ہو محبت ہی کے ساتھ
 نہ ہو تو وہ محبت اس کو ضرور نفع دے گی اور اپنا کر بڑے بندے کی بزرگ کیوں نہ ہو محبت ہی کے ساتھ محبت ہی کے
 ساتھ تو بڑے کے اندر جو چیزیں ہوتی ہیں سب کچھ ایسا ہے مگر بڑا کسی چھوٹے سے محبت کرے تو وہ بڑے کی محبت ہی کے
 اس وقت آپ کے سامنے ایک اور پیر کا ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دیکھو اگر حق تعالیٰ اس کے اندر
 سبب کی محبت کا ملہ پیدا فرمادے تو یہ سبب کی ساری ترشی کو چوسے گا حتیٰ کہ مدد نہ کو تیرے گرد کے گرد آویں
 میں سبب کی ترشی موجود ہے کہ اس سبب کے اندر آویں کہ بڑے بڑے نہ ہی نہ آئے کہ بزرگ کی قلم بردار اس قدر
 قدرت پر متفزع ہوا ہے مگر حق تعالیٰ کی قدرت اس سے بھی مستجاب ہے کہ بندہ جب اللہ کے ساتھ محبت کرے
 تو بندہ سر الیہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ حق تعالیٰ اس کے ساتھ محبت نہ فرمائے اور اس قدر حق تعالیٰ
 کہ بندہ کو حق تعالیٰ محبوب ہی اس وقت بناتا ہے جبکہ اس کو اپنی معرفت بخشد یا جسے اللہ معرفت سے سرور پلے
 ہوا رقی ہے لہذا بندہ کو اللہ کی طرف کشش ہوتی ہے بزرگ کی اس کے بندہ کو اللہ کے ساتھ محبت ہوتی ہے اور
 آپ سے کچھ نہیں بتا رہا میں نے ہر ایک کتب میں لکھا ہے کہ یہ کی قدرت میں ممکن ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ
 فرمایا کہ شیخ بن مگر یہ غریب ہی کی بات کہ جب شیخ کے ساتھ اس کو محبت کا ملہ ہوتی ہے تو وہ شیخ کو اپنے بندہ بناتا ہے
 اور مرید کی ذلت شیخ کا ممکن بن جاتی ہے جیسے جہاں عورت کو اپنے پیٹ کو پیچہ کا ممکن بنائے ہم سب کو اس
 حل کہیں تمام ہوتا ہے کہ وضع تہل تک یکساں حالت پر رہتی ہے کہ کہیں نہ تھیں عورت سب کے کہ نہ تھیں کہ عورت
 ہو جاتا ہے کہ کہیں پیٹ میں سو جاتا ہے رحیم سے شہ پڑ جاتا ہے کہ حل ہے بھی یا نہیں اور اگر
 ہو جاتا ہے اندر میں حرکت نمکوس مرنے لگتی ہے کسی طرح مرید کی تین مہینے میں نہ تھیں تو شیخ کے ساتھ
 محبت کا ملہ ملتا ہے اور دائمی ہوتی ہے اس صورت میں تو شیخ کے کہرت میں کے بندہ تو رہتا ہے کہ
 رہتے ہیں حتیٰ کہ نسبت مسلسل حاصل اور فتح نصیب ہو جاتی ہے اور کہیں یہاں سے اشارت یہاں سے
 محبت ہوتی ہے مگر چند روز بعد کسی عارضے کے پیش آجاتے سے منتفع ہو جاتی ہے اور شیخ کے متعلق نسبت یہاں
 ہے تو ایسی صورت میں شیخ کے سرور کو بھی بندہ ہو جاتا ہے اور جو شیخ میں پہنچے ہیں وہی کسی کو
 اور کہیں ایسا ہوتا ہے کہ محبت چلتے چلتے ٹھنک جاتی ہے اس کی رفتار ترقی کر جاتی ہے مگر کہیں یہاں سے
 وہاں ابھی کہیں حالت طویل کے بعد کے بڑھتے لگتی ہے ایسی صورت میں ذلت شیخ کے سرور کا نسبت یہاں
 اور یہ محبت سرور کی بات ہے کہ اگر میں سرور کی بات ہے اب مرید اپنی حالت کا امتحان فرماتا ہے کہ
 تینوں قسم میں کس قسم کے بندہ بن جاتا ہے اور نسبت ترقی کے ساتھ ہی کہ نسبت کی نسبت رہتا ہے

یا فلاں دشمن اس میں آگٹ لگے دے وغیرہ وغیرہ۔ برخلاف پہلے شخص کے کہ وہ مسوئوں سے بھی راحت میں ہے۔
 اور غلہ کی لکڑی سے بھی امن و آرام ہے۔ یہی حال اس مرید کا ہے جس کو ذات شیخ کے ساتھ محبت ہو، یا ذات کے
 ساتھ نہیں بلکہ اس کے علم و کمال کے ساتھ محبت ہو ایک دن میں آپ سے باتیں کر رہا تھا کہ فرمایا حضرت نے
 میری ذات شہر تشریف رکھتے ہیں کیا ان سے ملاقات اور تعارف کو تمہارا دل چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں شہر
 قصبہ وقت سے ملنے کو دل کیوں نہ چاہے گا فرمایا مگر میرا تو یہ حال ہے کہ تمہارے ماما باپ تمہارے ساتھ نہیں
 اور ہم صفت سونپے کبھی گریہ ہوں تو وہ سب میری نفر میں سب ہم بگڑن کی طرح ہوں گے۔ اور تمہارے ساتھ
 کہ پھر تمہارے کسی کی فرست بھی نہ گاہے گا نہ دیکھوں گا یہ سنکر گویا مجھے ہوش آگیا اور سوچنے لگا کہ
 کئی کو واقعی مجھ سے کچھ نہ بنا۔ اور توحید مصائب سے محروم رہا۔ کیونکہ محبت کسی کی میں شرکت کو قبول نہیں
 کرتی۔

نیز فرمایا کہ اب سراسر مرید کی ذات ترابی ہو کر قیامت اور بعض سر شیخ کی ذات ترابی ہو کر قیامت ہے۔ جب
 کی ذات ترابی شیخ کی ذات ترابی کے ساتھ محبت کرتی اور اسی پر ضرورت پڑتی ہے تو ذات شیخ اپنے سحر
 و معارف ذات مرید پر ڈال کر قیامت درجہ ذات مرید ذات شیخ کے ساتھ نہیں بلکہ اس ذات شیخ کے ساتھ
 محبت کرتی ہے تو شیخ کی ذات ترابی اپنے سحر و معارف کے فیضان کو دیکھتی ہے کہ کچھ نہ ملتا
 قدرت ہے کہ کسرا جاری کر دے نہ کسی اور شے میں۔ لہذا مرید کو پوری کوشش کرنی چاہیے کہ قیامت ذات
 شریک، اور خاص ذات شیخ کی محبت رکھے کہ قیامت ہے کہ طریقہ یہ ہے کہ دریا ذات کو کسی محبت
 کی کوئی شناخت بھی ہے جس سے مسوئہ کو ذات شیخ کی محبت ہے؟ فرمایا ہاں اور قیامت میں اس ذات مرید
 مرید کی راحت و خیر ہو جائے ذات شیخ میں کسی کا فکر ہو اور کسی کو دھیان کسی کی خوشی ہو اور کسی کا غم
 غم نہ ہو، می حزن نہ ہو، مسکن نہ ہو، اور کھلے موجودگی میں اور غیر موجودگی میں ذات شیخ کی بہبود نہ اور راحت
 رسائی اور کسی کے متعلق نہ اور اوقات میں صرف ہوں کہ اپنی منزلت و مصالح کی پروا نہ ہو۔

دوم شیخ کی تعلیم اور اس کا وہب و حزم یعنی کہ فرض کر دینے کنویں میں پڑ ہو اور میری عبادت فنا میں ہو تو قیامت
 پر بیکر عقل پر کس سے رعب و حرم کا تم خیال ہو گا کہ اس دانش نگر سے گاہ کہ میں کنویں میں پڑا ہوں
 اور شیخ عبادت خدا میں ہے نیز فرمایا تو کب سمجھنے میں کہ حسن شیخ کہتے ہیں کہ حقیقت حسیہ
 مرید کا ہے شیخ پر کیونکہ میں ہر ہو چکا کہ جس کی محبت کچھ بھی نفس نہیں دیا کرتی اور مرید ہی کی محبت ہر ذرہ
 ہو کر قیامت ہے اس مرید کی ذات میں منافی عبادت و رخصت قبول کرتی کہ نہ ہیبت اور محبت نہ ہو نہ ہیبت
 تو شیخ کچھ بھی نہ جانتا کہ ذات شیخ کی محبت کرنا شیخ پر کرنا تو کسی کے ساتھ ہی مرید لائق اور جلیل ہے

کہ کسی کو تو سارے ہی مریدوں سے محبت ہوتی ہے، نیز آپ نے فرمایا کہ شیخ کے ساتھ مینہ اور کھجی محبت ہونے کی
 علامت یہ ہے کہ فرض کرو، اس کی ذات میں جتنے بھی سرور اور غریبیاں ہوتیں، سب زائل ہو جائیں، لکھنے کی فائستہ
 تمامی کلمات سے خالی ہو کر بالکل عوام کی طرح رہ جائے۔ پس اگر مرید کی نسبت شیخ کے ساتھ اب بھی اسی حالت پر
 قائم رہے تب تو محبت سچی ہے اور ذرا بھی قدم ڈنگے گئے اور سرور شیخ کے ساتھ ساتھ اس کی محبت بھی زائل ہو
 جائے تو وہ چھوٹی محبت ہے نیز فرمایا کہ محبت صدقہ کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ شیخ کو وزن کرنے کی ترازو مرید کے
 ہاتھ سے گر جائے یعنی شیخ کے تمامی اقوال و افعال و احسن اس کی تخریب صحیح و صواب ہوں۔ اپنے کو چانچ کتھوہ
 نہ سمجھے کہ اس کا فائدہ کام میرے نزدیک شریعت کے موافق ہے اور نفل کام خودی و شریعت، اگر کوئی توجیہ خدائے
 شریعت نفل کی سمجھ میں آجائے بنیاد و روضہ حقیقت کو، نقد کے جوہر سے مگر یہ یقین قائم رکھے کہ شیخ ضرور حق پر ہے
 ورنہ کام میری سمجھ میں نہ آتا، اس کی خفیہ کیفیت نہیں، لیکن اگر شیخ کو غلطی پر سمجھیں تو بس سر کے بلے اور
 کا زمین کے زمرہ میں محسوب ہو، غصے کا لب کسی کو شیخ بنانا ہے تو یہی سمجھ کر بنانا ہے کہ میں تیرا ہوں اور تیرے
 میں رستہ سے ناوقت ہوں ویران سے اکوہ ہے۔ میں ہوں میرا غارت ہے یہ کی سمجھنا کہ فی انوار سابع
 اور اس کی سمجھ بھائی اور روشن ہے پس اگر مرید ہو کر بھی اس نے شیخ کی خند و صوب کہ جو اپنے اور اپنے کو سمجھ
 تو انیسرے معام میں کر دے، نہ تو یہ اپنے کو شیخ سے، غنی و فہم تر سمجھتا، مگر یہ کسی شیخ کے متعلق ہے جس کی معرفت ہم
 معترف ہو چکے ہو ورنہ نہ یہ ہے کہ بدوین اور درخت شربت کو شیخ بنانا ہی مثال و نقل کے تحت ہے، نیز کہ خود
 است کر رہیں کہ وہ اب تصورات کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اول جامع و حقیقت و شریعت کی تلاش میں بروی مجاہد
 کرے اور شریعت کی کسوٹی پر کے بغیر کبھی کسی کو پیر نہ بنائے کہ فاسق کبھی عمارت نہیں بن سکتا۔ البتہ جب شیخ مل
 جائے اس کے ہاتھ میں ہاتھ وید ہے تو اب اس پر زبان یا دل سے کوئی گرفت یا غرہ من نہ کرے کہ ملکیت
 کہ صورت کچھ ہو، اور حقیقت کچھ ہو ایک ویندار شخص حالت حضور کو پہنچ کر شریعہ کھارے، البتہ تو دیکھنے والے
 کے نزدیک حرام شہ ہے، مگر درحقیقت مباح پر عمل کر رہا ہے مگر یہ حسن حسن و ہیں ہو سکتا ہے جہاں ہزار
 امور میں اتنا محتاط و متقی ثابت ہو چکا ہے کہ مشتبہ سے بھی بھگتا رہا ہے، اگر تمام فاسق و فاجر میں بھی
 یہ قانون حسن حسن کا جاری کریں تو پیری مریدی ایک کھیل اور عجز بہ بن جائے، یا یہ ہمہ حسن حسن کو شریعت
 ہو کہ شیخ کو معذور سمجھے گئے کہ خود بھی مرگے، جتنا دیکھو جتنا ہے، اتنی بات اس کو فانی ہیں
 جائز نہ ہوگا، نیز کہ وہ خود محقق نہیں جس کا حق شیخ میں نمایاں کر اس، موزوں سمجھا گیا ہے، البتہ بقضا
 از عاقبت الخلق فی مصیۃ الخلق یہ فعل اس کے لئے معصیت ہے مگر شیخ میں اس وجہ سے ہیں کہ اس کے لئے معصیت
 جائز ہو گئی بلکہ اس وجہ سے کہ بھی اس کے لئے معصیت ہونے میں ہیں، و شک شبہ ہے در عجز بہ کثرت

مگر پہلے متعدد حکایات کی صورت میں حضرت مدوح ہی کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حضرت ممدوح نے فرمایا اس سے قبل کہ مجھے قتل نصیب ہو چکو ایک لمبی سیاہ ڈراؤنی صورت و سنت کی شکل پر رکھائی دی۔ جب حق تعالیٰ نے مجھے قتل نصیب فرمائی اور میں نے تمام عوام میں جتنا حق تعالیٰ نے میرے لئے مقرر فرمایا تھا اس کا مشاہد کیا تو اس خوفناک صورت کو میں نے تلاش کیا کہ کہاں اور کس نامہ ور کس ملک کی سے لگے ہیں نہ پایا اور اس کی کوئی پتہ مجھے نہیں نہ لگا تب میں نے حضرت محمد بن عبدالکریم سے اس کے متعلق دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ اس صورت کی جنس کبھی وجود نہیں ہے میں نے کہا پھر وہ کیا چیز تھی جو میرے مشاہدہ میں آئی؟ فرمایا وہ صرف تہری روح کا فعل تھا۔ میں نے کہا یہ کیسے؟ فرمایا ذات جب کس رخیان و زرخانی، صورت کو اپنی نگاہ کے سامنے آتی اور اس کا پختہ یقین کرتی ہے اگر وہ واقعی ایک چیز موجود ہے، تو روح اس صورت کے موجب و کرم میں جس کا ذات ہے یقین کر لیتا ہے اور اس سے فریبی ہے ذات کی موافقت کیا کرتی، اور اس کو موجود بنا کر سامنے نہ کھڑا کرتی ہے اگرچہ اس میں ذات کے لئے مضر کیوں نہ ہو اس کے بعد حضرت ممدوح نے فرمایا کہ ذات کا یہ پختہ یقین جس کا نام جزم ہے ایسی چیز ہے کہ کوئی چیز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی نہ بن بن خیر میں نہ جانب شر میں چنانچہ شر میں اسی سے کام لے کر مسہر جزم ایجاد ہوا اور بد خیر میں اس کو ذریعہ صحت و نفع بنایا گیا، پھر حضرت محمد بن عبدالکریم نے فرمایا کہ قتل نصیب ہونے سے قبل میرا ایک مقام یہ تھا کہ راستہ میں رہا جس کی کشتی کے بغیر عبور نہ ممکن نہ تھا اس وقت مجھے ایک جزم غفیم حاصل ہوا کہ میں پانی پر چلا جاؤں گا اور ہرگز نہ دوں گا پھر پانی میں سے آج پر پائل رکھرا۔ میرا جزم بڑھتا جاتا تھا اور پانی پر چلنے کی کوشش میں پانی پر چلنے کے لئے میں نے پانی میں ڈوب گیا۔ میں نے جلدی سے اس کو باہر نکال دیا اور سمجھ لیا کہ پانی پر اب نہیں چل سکتا۔ حضرت ممدوح نے فرمایا جب تک اس سے کوئی شے کا جزم حاصل رہتا ہے شیطان اس کے پاس نہیں بھٹک سکتا وہ پاس اسی وقت آتا ہے جب جزم ہوتا ہے، شیطان اس کو اس کے ہانے کا علم ہوتا ہے کیونکہ بنی آدم میں جہاں جہاں شرت ہوتا ہے وہاں تک شیطان کی بھی رسائی ہے اس لئے جب دیکھتا ہے کہ جزم جاتا رہا تو آتا ہے اور حرج حرج کے دوسرے ذرائع سے حتیٰ کہ خیر و خوں اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے نیز آپ نے فرمایا کہ جزم کو شہر کی مضبوط فیصل ہے جب تک فیصل قائم رہے گی دشمن شہر میں گھسنے کی جمع اور توقع نہ ہو سکے گا اور جب فیصل میں نقصان آئے گا اور اس میں درجہ کمزوری آئے گی تو دشمن شہر کے اندر گھسنے میں شجاعت کرے گا پس شیطان اس کے دوسروں کا

عیب تابع ہے ذات کی تفصیل یعنی جزم کے عیب کا لہذا غفلت مند کو چاہیے کہ اپنی ذات کی تفصیل کو منہ پر کرے
 تاکہ نہ شیطان پاس آسکے نہ کوئی انسان جگہ سے ہل سکے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ حبیب کوئی شیخ شخص کسی شہر
 دنیا یا آخرت کے متعلق کسی شے کا وعدہ کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے دل کو ٹوٹ لے، اگر اس کا وعدہ
 سننے کے وقت اس کو سکوت و عینیت اور وعدہ کرے سچائی کا جزم حاصل ہو تب تو خدمت ہے کہ یہ شے
 اس کو ضرور ملے گی اور اگر وہ سننے کے وقت تذبذب و اضطراب اور وعدہ کی سچائی میں شک و شبہ ہو تو
 خدمت سے کہ یہ شے اس سے ہرگز نہ ملے گی غرض جزم خدمت ہے اہل صدق و تحقیق کی۔ فرمایا اس نے بہت بڑے
 سے اس کی حلاوت و سرار نصیب فرمائے۔ اب حکایات سنو۔

حضرت نے فرمایا ایک شخص کو صلیبا کے ساتھ محبت تھی حق تھا اس نے اس کے دل میں ڈر رکھی صلیب کی خدمت
 میں رہ کر کچھ حاصل کرے، لہذا اس نے ساری پونجی بیچ کر روپیہ جمع کیا اور اس کو لے کر شہر چلا گیا۔
 ایک شخص کی صلاح و بزرگی کی شہرت تھی اور چار طرف سے مخلوق اس کے پاس جوق و جوق آتی تھی۔ شہر کے
 شہر میں بیچ کر گھر کا پتہ لکھا یا اور دروازہ پر دستک دی۔ اندر سے خادمہ آتی اور پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟
 اس نے کہا عبد العلی یہ شخص جس کی بزرگی مشہور تھی و حقیقت بدین ناسق تھا اور اس کے ایک نام
 ہم صحبت کا نام بھی عبد العلی تھا جو شراب و کباب میں اس کا ہم خیال و ہم نوا رہتا تھا۔ خادمہ نے
 وہی کہ دروازہ پر تھیں دستک دی تھی اس کا نام عبد العلی ہے شیخ نے اپنا قدیم خاص نام کہہ کر کہا کہ
 چنانچہ یہ شخص اندر آیا اور دیکھا کہ شاہ اب سامنے رکھی ہے اور ایک کرسی بغل میں بیٹھی ہے حق تھا کہ شاہ
 سب باتوں سے غفلت اس کو نصیب فرمے اور اس نے کہا حضرت میں نے اپنے وطن میں آپ کی شہرت سنی ہے
 اس ارادہ سے آیا ہوں کہ مجھے اللہ کرے کہ رستہ بتائیں اور یہ میری تہ جبر کی پوچھی ہے جو اللہ کے عیب کی تہ
 کرتے کو لیا ہوں شیخ نے اس کو بلایا اور کہا اللہ تمہاری خدمت قبول فرمائے۔ اس کے بعد خدمت کے بارے
 ایک روٹی دیکر کھڑا کھدال پکڑا دے کہ ہمارے فلاں باغ میں باکری فلاں خدمت انجام دیا ہے چنانچہ
 لیکن اسی وقت باغ میں چلا گیا اور اس کا دل اس پر صفت و سرور تھا کہ شیخ نے خدمت میں باکری فلاں
 حال نہ سفر کا یہ کہان تھا اگر اس نے فراموشی آرام نہ لیں پسند نہ کیا اور نہایت اینساہ و شہد کے ساتھ
 باغ کی خدمت میں لے گیا اس کی خوش نصیبی اللہ کا اس پر انعام کہ اس کا یہ دین شیخ کے پاس نہایت
 اس وقت تھا جبکہ اہل دیوان میں ایک بڑی خدمت ہوئی تھی وقت قریب آئی تھی اور شو شہر میں سوال
 اقطاب کے ان کے پاس آئے ہوئے ان سے یہ کہہ رہے تھے کہ وہ بہت سہم نے کتنی مدتیہ تم سے کہہ
 کسی اسدی شہر میں جا کر اپنا وارثہ نمائش کرو مگر تم ہتھے ہمارے کہنا نہ مانا اب یہ تھا ہی وقت تھا کہ وقت

اور تمہارا سر باطن ضائع ہو جائے گا اور تم بغیر وارث کے دنیا سے جاؤ گے۔ غرضت کہا اے میرے بزرگو
مجھے اپنی جگہ سے کہیں نہ پڑا اور اللہ پاک نے میرا وارث نہیں بھیج دیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کون
ہے؟ کہا وہی عبد العلی جو نڈل بدوین کے پاس آیات ذواللہ کے ساتھ اس کے حسن طبیعت اور کمال
صدق اور سخاوت اور پختگی ہر کم پر نظر ڈال کر اتنا کچھ دیکھ کر بھی اپنے اودے سے متزلزل نہیں ہوا اور نہ
اسے کوئی سوکھ پیش آیا یہ صفائی و جزم جو اس کی ذات میں موجود ہے کیا آپ حضرات کے کبھی سننے میں
آئی ہے؟ اور کیا اسی کے وارث بنانے میں آپ حضرات میری موافقت فرمائیں گے؟ سب نے کہا ہاں بھیک
سب اتنا کہتے ہی عمارت کی روح پرواز کر گئی اور حق تعالیٰ نے عبد العلی کو اس کے حسن نیت کے صلہ میں سرکاری
کا ترکہ دیکر فتح نصیب فرمادی اس وقت اس کو علم ہوا کہ یہ رحمت الہیہ کدھر سے آئی اور وہ شیخ جس کے پاس
آیات بدوین کا کتاب تھا جو نعمت ملی وہ معنی نیت اور جزم کی وجہ سے ملی۔

ایک شیخ کے مریدوں میں ایک سچا مرید تھا شیخ نے ایک روز اس کے امتحان لینا چاہا اور اس سے پوچھا کیوں
جی تم کو ہمارے ساتھ نہایت ہے؟ اس نے کہا ہاں حضرت ہے۔ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ زیادہ محبت ہے
یا بہارت ساتھ؟ اس نے کہا آپ کے ساتھ زیادہ ہے فرمایا پھر اگر میں تم سے کہوں کہ اپنے باپ کا سر
مجھے دو تو کیا تمہیں کر کے؟ کہا حضرت تمہیں کیوں نہ کر دوں گا کسی وقت دیکھ لیجئے۔ یہ کہتے ہی وہاں سے چل دیا
اور پھر شب کا وقت تھا اور مخلوق سوچکی تھی اس کے دیوار پہنچا کر اپنے گھر کی قیمت پر گیا اور وہاں سے
نیچے اتر کر اس مکان میں آیا جہاں اس کے والدین رہا کرتے تھے دیکھا کہ باپ اس کے ماں سے ہم بستری
کر رہا ہے۔ غرضت کا کوئی انتقال نہ کیا اور گھٹنے اس کے اوپر رکھ کر اس کا سر کاٹ لیا سر سے کر شیخ کے پاس آیا
اور ساتھ ڈال دیا کہ لیجئے حضرت حکم کی تعمیل کر لیا شیخ نے کہا کیا اپنے باپ کا سر آیا؟ کہا ہاں حضرت یہ آپ کے
ساتھ پڑا ہے شیخ نے فرمایا کہ نیت میں ہے تو مذاق میں کہا تھا مرید نے کہا میرے نزدیک تو حضرت کا ہر کلام
واقع ہے، اس کو مذاق سمجھتا ہی نہیں تب شیخ نے کہا ذرا شور سے دیکھو کیا یہ سر تمہارا ہے باپ کا ہی ہے
مرید نے دیکھا تو باپ کا سر نہ تھا شیخ نے کہا یہ کس کا سر ہے؟ مرید نے کہا یہ لوہاں کی دھڑکی کا ہے
نریہ کے وطن میں راج تھا کہ جو کسی غلام زیادہ رکھتے تھے وہ یہ کہ آج کل حبشی غلاموں کے رکھنے کا رواج
تھا سب سب اسی راستہ اس کا واسطہ پڑ گیا تھا اور اس کی ماں نے خاندان بن کر اپنی تاملوس کو مجوسی
غلام کے ہوا کہ شیخ کو کشف کے ذریعہ حال معلوم ہوا اور مرید کے امتحان کی صورت میں اس کا قتل
نہیں کیا گیا معلوم ہو گیا کہ مرید نے اپنے عزم و ارادت میں گویا اٹل پہاڑ ہے چنانچہ شیخ کے سر باطن
کا وہی وارث ہے اور فتح میرا ہے ان کے بعد وہی قائم رہا۔

ایک عارف کے پاس ایک تائب آیا اور کہا حضرت مجھے اپنی خدمت میں اللہ واسطہ قبول فرمائیے۔
 فرمایا بہت اچھا ہمارے پاس رہو۔ اس کے بعد ایک مبلغ اس کے حوالہ کیا جس کے سر سے پر ایک آہنی خول بہ زائد
 تھا جس کا کوئی نفع نہ تھا ففول بوجہ تھا جس سے پیچہ بیماری ہو گیا تھا یہی مرید شیخ کا وارث قرار دیا گیا۔
 بشرطیکہ اس آہنی خول کی طاقت تو یہ نہ کرے اور اگر اس پر تنبیہ ہوا اور اس نے دریافت کیا کہ اس خول سے کیا نفع ہے
 اور کس غرض کے لئے اس کو لگایا گیا ہے اور عجز اس کے مبلغ وزنی ہو گیا اس کا کوئی نفع نہیں ہے تو اس کو شیخ
 ترکہ کچھ نہ ملے گا چنانچہ وہ کامل سات برس شیخ کی خدمت میں رہا اور اس مبلغ سے کام نہ لیا بلکہ کچھ دوسرے
 آیا کہ یہ آہنی خول کیوں لگایا گیا ہے۔

ایک عارف کا وارث ہونے والا ایک سچا مرید تھا جو مدت دراز تک ان کی خدمت میں رہا ارق تلامذہ ہے
 اس کو شیخ کے اکثر امور ایسے دکھائے جو صوفیہ طرز شریعت تھے مگر مرید کی ارادت میں فرق نہ کیا و جب شیخ کی
 وفات کے بعد حق تبارک نے اس کو فتح لغیب فرمائی تب شاہد ہوا کہ صورت اشتباہ تھا اور حقیقت یہ تھی
 تھی ایک عورت مشہور زات شریعت و ایک دفعہ مرید نے دیکھا کہ شیخ اس کے ساتھ ہم صورت ہیں۔

مگر فتح کے بعد معلوم ہوا کہ شیخ کی زوجہ بالکل اس کی ہم شکل تھیں اور ہم بستری ان سے ہوئی تھی ایک دفعہ مرید
 کے بعد شیخ نے پنجم تہ نہ پڑھی ریش ہر غسل نہ کرنا کا کوئی سلیب نہ فرمایا نہ نہ حصول مشاہدہ کے بعد یہ
 ہوا کہ مددنی مرض تھا جس میں بالی کا بستر مل مضر تھا۔ ایک دفعہ معلوم ہوا کہ شراب پی بہت ہے اور
 حصول مشاہدہ کے بعد معلوم ہوا کہ نہ کہ شریعت بقدر اہل حق شریعت کا ہم رنگ تھا۔

ایک مرید کا یہ بھی تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا اور مرید تنہا رہ گیا۔ اس نے اپنا متول کر لیا کہ جو چیزیں اس کے
 حاصل ہوتی اس کے دو حصے کرتا ایک خود رکھتا اور دوسرا حصہ پیر بھائی کے بچوں کو دیتا تھا۔
 زمین حقیقی ہے بیوں میں مشہور کہ جس کو کبریت کی طرف سے نماز فروخت کر دیا گیا اس کی قیمت نہ ہوتی تھی
 اس کے ہاتھ آیا اس کی مقدار ہمارے زمانہ کے سکہ سے چالیس دینا سو دینے کی زبردستی اس کے بیوں
 نے اس سے پوچھی تھی چاہا کہ کس کام میں لے لوں گا؟ کہا اپنے اوپر یہ لینی اور دے دے یہ نہ لے نہ لے
 بھائی کہنے لگے کہ بہتے بچہ بیباک اتنی بھی کوئی نہیں دیکھا۔ اسے کوئی چاہا اور خرید کر رقم ہفتہ رہے۔
 اس حقیقت کو چھوڑ جس میں رہا ہوئے یہ سنکر اس کے نفس نے چاہا کہ بیباکوں کے مشورہ کی خدمت
 مانگی ہو، مگر اس نے اپنے نفس کو تائب کیا کہ اسے نفس بھلا کیا جو یہ دے گا اپنے اللہ کو جیکہ تو سبک دے
 کھڑا ہو اور دریاقت نہ کرے کہ بہتے بچہ چالیس دینا عطا کئے تھے کہ تو نہ اپنے آپ کو ترقی دے نہ ترقی
 کو ضائع کر دیا۔ لہذا آج ہم بھی تجھے صفت اٹھ کر دیں گے جیسا کہ تو نے اٹھتے کو ضائع کیا تھا۔

نوجوان کو بویا اور وہ سامنے آکھڑا ہوا کہ کس بیچارہ کو کس واقعہ کو کچھ بھی علم نہ تھا۔ لوگوں نے اسکو دیکھ کر
تو شیخ کے پاؤں پکڑ لئے اور میں جھوٹے مرید کو گایاں دینے لگے اس وقت شیخ نے اس سے فرمایا کہ
جھوٹے تو تو دعویٰ کرتا تھا کہ میں کسرا ہی کی عاقبت رکھتا ہوں حالانکہ اتنی مس بات کے جھپٹا سے کہنے
پر قادر نہ ہوا تو درحقیقت کچھ بھی نہ تھی۔ میں نے جو کچھ کہا تھا صریح تیرے اس دعویٰ پر کہا تھا کہ میں
کسرا ہی کی بددشت کر سکتا ہوں جاہل نے مجھے وہ کسرا ہی کیا جو تجھ جیسوں کے رہی اور شایان شان
ہے۔ سن دن کے بعد اس مرید کی جو حالت ہوئی وہ موجب عبرت تھی اور مدعی کا ذہن کے لئے ایک عذاب
بنی تھی۔

ایک شخص کو عجیب واقعہ پیش آیا بددش کے باشندہ تھے اور ہر سال حج کو جاکر سترے تھے فصلی
کے لئے کہ ان کو بڑا اہتمام تھا اور کس تلاش میں رہتے تھے کہ کوئی اللہ والا ملے جس کے ہاتھ پر حجت کر کے
اور ان اللہ نصیب ہو ورنہ وہ شرفِ سالک میں جاتے اور اتنے اسی حب و جستجو میں رہتے تھے آخر میں
ان کی ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک امانت کو دیکھ کر فرمایا کہ جو شخص بھی یہ امانت تم سے
خواب کرے پس وہی ہے جس سے تمہارا مطلب پورا ہوگا چنانچہ ان کے علم میں جتنے بھی بزرگ تھے ایک ایک
کر کے وہ سب کے پاس گھوم آئے مگر کسی نے امانت طلب نہ کی، آخر اپنے شہر میں آئے اور گھر پہنچ گئے۔
کچھ دنوں بعد ان کے مہمایہ نے ایک دن بوقت ملاقات سے ان سے کہا وہ امانت کیا ہے جو تم کو مصر میں نکال
شخص نے دی تھی۔ اس وقت اس شخص کو علم ہوا کہ مہمایہ ہی صاحب وقت ہیں۔ اس لئے ان کے ہاتھ میں
گر پڑا اور جسد وینے لگا۔ اس کے بعد کہا، شاید حضرت آپ بھی اپنے آپ کو کتنا پوشیدہ رکھتے ہیں۔ میں
نے مشرق اور مغرب میں کوئی بزرگ نہ پھوڑا جس کے پاس ہو نہیں سکا اور آپ میرے، نئے قریب اور پڑوس
ہی میں ہیں مگر پتہ نہ چلا، اس کے بعد ان سے کسرا ہی صاحب کی شیخ نے فرمایا اس کی تو تم میں ملاقات
نہیں ہے۔ قریب ہے کہ حضرت میں اس کی ملاقات رکھتا ہوں اور اس کا محتال ہو جاؤں گا فرمایا اس کی
ملاقات رکھتے ہو تو اس کے لئے ایک شرط ہے، اس پر عمل کرو۔ اس نے کہا فرمائیے وہ کیا شرط ہے؟
فرمایا ایسی شرط ہے کہ اس میں تمہارا کچھ زیادہ نقصان بھی نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اپنی اس لمبی ڈرہی کو
منڈو دو۔ اس نے کہا حضرت کہل یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کی وجہ سے تو بدن و مشرق میں لوگ میری عزت
کرتے اور مجھ سے مرعوب ہو رہے ہیں شیخ نے فرمایا اگر ستر جا رہے ہو تو جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ اس نے
کہا حضرت یہ تو ایسی بات ہے جس کو میں برداشت نہیں کر سکتا شیخ نے فرمایا کہ میرا مجھ پر کوئی الزام نہیں رہا
جبکہ تم نے میری شرط قبول نہیں کی چنانچہ وہ چلے گئے مگر جب شیخ کی ملاقات ہوئی اور حقیقت سے

ضرور رہا تھا اس سے ضرور ہو گئے تو بہت نام ہوئے اور کہہ کر آج غفلت آئی اگر شیخ کے زمانہ میں کبھی تو اس
 سے بھی زیادہ کر گزرتا کیونکہ یہ ڈر بھی رکھتا تھا واسطہ اور اتباع سنت میں نہ تھا بلکہ رگوں میں جادو و سحر
 کرنے ان پر رعب و ہیبت ڈالت اور ان سے اپنی تعظیم کرانے کی مرضی سے تھا۔ اور اس شہر کے سنیوں میں
 شیخ کو مقصود تھا جس پر نفس نے حمل نہ کرنے دیا بعد میں ہوش آیا کہ ڈر بھی کا قطع صورت ایک معصیت تھی
 مگر وہ حقیقتاً مادہ ریا کا قطع تھا جس سے تمامی عبادت کی اصلاح تھی۔ بلکہ خود دلتھی کی گئی اس سے
 تھی کہ وہ بھی اخلاص کے بغیر بکری کی ڈر بھی کے حکم میں ہے۔ لہذا اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے آکھ کے
 مرض میں ہاتھ کٹا کر نا کہ ہر ایک کی رائے عقیدہ کی اخلاص سے تھی مگر درحقیقت سارے ہاتھ کی اصلاح
 اور حیات کی حفاظت ہے مگر یہ دیکھو جس طرح اس کی تشخیص صادق و کرہی کر سکتا ہے کسی طرح کسی
 کامل البصیرت شیخ ہی کا منصب ہے کہ باطنی مرض کی رگ پکڑے اور یہ ملک جہیز کرے نہ وہ جن کے
 خواہی منہ پر ڈال دیا نہیں اور اس کے بغیر کہ تو کیا پوچھنا بھارت بھی اتنی کمزور ہے کہ ایک کے بغیر تیار نہ
 ہر مدت کہی نہیں دیکھتے ڈکڑی پریشانی کی نقل گر بازاری انار سے گئے تو مریش کا تہہ ہوتا ہے یہ
 کل دیر تا آج سر جالے گا۔ موقوف شہر اور بیس کیساں ہیں مگر حقیقتاً ایک سبب موت ہے اور اس سبب
 حیات ختم ایک بزرگ نے جن کو بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو کر آئی تھی اور اپنے رشتہ
 نام میں بیٹے ہوئے مدینہ منورہ کی ہو سوئی گئی کرت تھے یہ قصہ سنایا کہ میں نے ایک شیخ کے پاس اس
 کی جامع مسجد میں شب جمعہ نہ ہی بعد نماز جمعہ بیہ ہنم مسجد سے باہر آئے تو ایک شخص نے شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ
 دیا وہ کہہ حضرت میرے آپ کے ساتھ شہر کے مسجد کی محبت ہے شیخ نے ایک اوپری دھڑکی تھرتھکی کہ
 دیکھا تو فرمایا کیا تم میں معلوم نہیں کہ کو باطن کا اور اس سے بھی مخفی تر کا غلام ہے مطلب یہ کہ تیرے کو
 یہ کی محبت تھی تو اللہ کو اس کا علم نہ ہو سکتا۔ لہذا کسی پر کتنا کیا ہوتا اور کسی سے کتنا خدا ہے۔
 مجھے بتانے کی کیا قدرت تھی۔ یہ کہہ کر شیخ تو چلے گئے اور مدعی محبت نے رونا شروع کیا میں نے اس کے پاس
 کر کہا کہ اسے شرف تو ہے بڑی بات کہ دعویٰ کیا ہے اور شیخ تم کو آواز سے بغیر نہ چھوڑے گا کہ ہر لمحہ شیخ
 دیکھ کر شیخ کہاں مرقم کہوں اتفاق سے اس شخص کا باغ حضرت شیخ کے باغ سے ملتا تھا اور میں
 سرحد پر انیر کا ایک دوست کھڑا تھا جو درحقیقت شیخ کا مہر کہ تھا۔ مگر یہ شخص ہر سال اس کے پاس آتا تھا
 اور حضرت شیخ صبر کیا کہتے اور اس کے بڑوسی ہونے کے سبب شیخ پر بھی وہ گزرا فرمایا کہ تیرے سبب تو
 وہ کی محبت پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ وہ وقت ہمارا ہے اس کا کوئی پھیل نہ تو نہ مدعی محبت نہ کیا کہ
 دیکھا کہ انہی تو میرا سبب بن گئے اس سے شیخ تشریف مقدمہ بازی کی تھی کہ میں نے سنا حضرت شیخ

کو سب شتم کیا کرتا تھا۔ اسی شخص کو میں نے یہ کہتے سنا کہ جب میں حج کو گیا اور روضہ مطہرہ پر حاضر ہوا تو مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی۔ اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا یہ گمان نہ تھا کہ آپ کے مدینہ میں پہنچ کر پھر نفس کو جاؤں گا۔ قبر شریف کی جانب سے مجھے ایک آواز آئی۔ اگر میں اس قبر کے اندر بند ہوں تب تو جو آؤں وہ یہیں رہ پڑے۔ اور اگر میں رخصت صورت فیضی روحانی و شجول انوار و برکت ایمانی اپنی اُمت کے ساتھ ہوں جہاں کہیں بھی ہوں تو تم کو اپنے وطن چلا جانا چاہیے۔ چنانچہ میں وطن واپس آ گیا۔ حضرت ممدوح نے فرمایا ایک مجذوب تھے وہ قصد اکوفی مخالفت کا م کیا کرتے تھے تاکہ لوگ اُن سے نفرت نہ کر باگ جائیں چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے اپنے کپڑے پر شرب الی۔ سب لوگ شرب کی بوسٹہ نہو گئے۔ چلے گئے اور صرف ایک شخص جو ان کے سر باطن کا وارث تھا باقی رہ گیا تب انہوں نے کہا کہ یہ میں نے سنا ہے کیا تھا کہ یہ جیونٹیاں یعنی پیچھے گئے واپس پھیرے، تیرے سے الگ ہو جائیں۔ کیونکہ اُن کی حاجت مجھے نہیں ہے مجھے تو جنت تبارکی ضرورت ہے جسے اُمت محمدیہ کی بھی عجیب ن ہے کہ نہ بنی دشت رحا ہے اور نہ غالی محسن علیہ نبی ہر کے حلیین علیہ و وقتہ ہوں یا علیہ باطن کے حلیین صوفیہ راویا و متقدمہ شریعت و طریقت میں ذریعہ ترمیم نہیں کر سکتے کہ یہ منصب ہے صرف مہبط وحی پیغمبر کا مگر وسائل مقصود میں ات کو دیکھنا پڑتا ہے اقتضا و وقت اور طالع اہل زمانہ کو کہ اجتہاد و خدقت کسی کا نام ہے اور کا نبیاء و بنی اسرائیل کے مقتضا یہی ہے مثلاً کہ سے جنگ جس کا نام جہاد ہے ایک مقصود شرعی ہے کہ غلبہ ہو نور کسب کو اور شوکت لبت و پائال ہو اکثر کی حیثیت دنیا فٹم ہے اس مقصود کو بدن کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے انتہا اس کا حریق باقیقت نہایت متغیر و متبدل ہو سکتا ہے کہ بزمانہ ثبوت یہ مقصود حاصل ہوتا تھا نیزہ و تلوار اور دیگر کمان سے و رب حاصل ہوگا تو پھر دشمن گن بکے ہوا و بحری جنگی جہازوں اور برقی آرت حرب سے لہذا جہادین اسدت کے حریق تیرہ نور چلنے کا سیکھنا سکنا نامتناہی مگر نفاذ اخذت کا حریق ان جدید آلات حرب کا تعلیم و تعلم ہوگا۔ اور یہ مصری اخذت عین انی و سما جائے گا بیکہ اتی و مصری حکم اخذت قرار دیا جائے گا۔ سپری مریدی ایک ذریعہ ہے باطنی نور حاصل کرنے کا جس سے عظمت و محبت پیدا ہو اللہ و رسول کی اور عبادت و دل دوستی حاصل ہو ان عتہ و عبادات میں مرینی بھی غنہ کو تا ہے مگر باطنی شواستہ محقق ہونے کے حکم و عزیزوں کی رعایت سے کہ ملک نہیں چاہتا مگر میر صحت کی جھلکیں جبر و قہر کر کے ایک دونوں حلق سے امار دینی ہے اور مندرست ہوگا کہیں غنہ کہی تا ہے مگر سچی ملیب اور صادق اشتباہ سے کہ کوئی منع بھی کرے تو باز نہیں آتا معرفت اور امتیاز ان کے نور و مندرست اسی کا نام ہے اور تمامی از کار و اشتغال جنہیں اطباء روحانی مشائخ نے تجویز کیا ہے اسی مقصود باذات اور روح اشغال کے حریق تحصیل اور سائنس و فزائے ہیں اور اس سے مریدین کی طبائع کی اخذت سے

دادا لے بدلتے رہتے ہیں روحانی استعداد کا سارا دار طلب صادق اور شیخ کے ساتھ توحید مطلب یعنی
 اس قسم کی ایک درگیری پر ہے جیسی بلا تشبیہ بیوی کو اپنے شوہر اور فرزند کو اپنے باپ کے ساتھ رہنے سے
 کر بڑا ہو یا عہد اسی سے صحیح النسب نطفہ لینا ہے اور اسی کی میراث و جائیداد پر قبضہ کرنا ہے جس کی کوئی
 پر عزم و جنگی کا امتحان کرنے کے لئے شیخ کو ایسی اندریں پیش آتی ہیں جن کی فوری صورت و ترتیب
 معصیت کی اور خلاف شان شیخ و سنت کے ہوتی ہے جیسا کہ شہرہ پیش بیوی کا طرح طرح کی سخت زبردستی کر کے
 امتحان لیتا ہے اور جب مصلحت ہو جاتا ہے کہ غلطی شد پر کبھی میر و روزہ چھوڑنا اور باپ کے گھر نہ جانا نہیں ہوتی تب
 اس کے دل میں اس کی قدر و منزلت ہوتی ہے کہ باید و شاید پہلے زمانہ میں صلح کا تصور تھا اس سے مرید کی یک درگیری
 کا یہ امتحان بہتر معصیت یا فحش کے بڑے سے بڑے شیخ اور مشہور بزرگ کو بھی غلبہ شرع کا
 مزکب دیکھتے تھے تو اس کو چھوڑ دیتے تھے کسی طرف تخی تھی کہ اس کی معرفت دوریت کا یہ جس کی بیکار ثرات
 دیکھتے رہتے تھے لیاظ نہرت اور اس شور و گدگد یا حسن ظن کا بھی موقع نہ دیتے تھے کہ ممکن ہے اس کی کرک
 اندرونی وجہ جواز ہو جس کا محسوس علم نہ ہو کم از کم یہ کہانی ہے نبی نہیں ہے اور اس لئے حقیقت بھی معصیت کہ
 صدور اس سے محال نہیں ہے مگر اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے تشریف لے گئے
 ہوئے ساڑھے تیرہ سو برس گزر گئے اور اس خیر القرون پر سبھی گزر رہا ہے وہ نور کو منعمی اور نصرت
 کو ثواب کو مگر رہا ہے ہذا امتحان کی صورت ہی قدرت نے پیدا کر دی ہے تمام جہان میں غلبہ کا یہ
 اور حکمت ہی کی طرف ان کی کشش ہو رہی ہے اس لئے جتنا کوئی بد دین اور خلاف شرع بننا چاہے کہ
 اتنا ہی بڑا پر قرار پاتا جائے گا اور مخلوق اس کی طرف لپکتی چلی جائے گی لہذا مرید صادق اور اہل صاحب حق کو
 امتی ای بھی اس وقت اتباع شریعت ہی میں منہم ہو گیا ہے دل تو جتنا کوئی شیخ متبع شریعت ہوتا جائے کہ
 مخلوق خود بخود اس سے بھاگتی چلی جائے گی کہ ملنا ہے یہ کیا جانے قصور کو وزن بد خشاک چاہے اس کے
 پاس بجز اس کے ہے کہ نماز پڑھو اور روزہ رکھو اور اس پر کبھی کوئی ماری نہ دے کہ اگر لگ چھوڑا
 تو رسومات مانجھ کا بدعت ہونا یا ایسا کوئی مسئلہ اس کو سنا د جس کا خلاف عام غلطی و جہالت کے سبب
 باپ دادا کے زمانہ سے اس کے کانوں میں پڑا ہو ہے تب تو میدان ہی صاف ہو جائے گا اور یہ کہہ کر نہ
 نئے نئے اور نئے مسئلے ساری بغیر چھوٹ جائے گی اور پھر ہی مخلص اور بچتہ ہوگا جو یہ سمجھ کر جو پڑ
 رہے گا کہ میرے پیر کا حکم میرا مجھ سے زیادہ ہے گریبا نہ ہوتا تو میں اس کو میرا ہی کیوں نہ تھا مگر صلی اللہ
 علیہ وسلم امتحان کے صلی مقصود یعنی ایک درگیری اور احتیاج و طلب کی جو بچ کو حریق پیدا ہے اس کے لئے کسی شیخ
 کو بھی یہ گنجی نہیں کہ وہ اپنی معصیت کو مٹانے اور رستہ کی کھلی اور صورت خفا میں

بھی کوئی گنجائش نہ ملے وہ اس کتاب میں بھی نہ پڑھیں۔ چنانچہ شیخ حضرت زروق رحمۃ اللہ علیہ
 نے قدیم عربی کی تربیت کو جو کہ صد ہا سال سے اکابر و مجددین کے ہموں چھوڑ دیا تھا، اس دلیل
 سے یک بحث بدل دیا کہ ابن تیمیہ نے اس کی نقل آواز شروع کر دی ہے لہذا پھر اسی عربی تربیت کی طرف لوٹ کر
 ضروری ہوا جو خیر القرآن میں شروع تھا یعنی اتباع سنت اور کتاب اللہ و کتاب الرسل کا مضبوطی کے ساتھ اٹھنا
 کہ پہل ترین بھی ہے وراثت کی نقاد سے بھی محفوظ و مامون ہے اور بابرکت بحث میں ہے کہ ہمارے کیا جواب
 محبوب سید العالین کا پھر کیا پوچھا اس زمانہ کا شیخ زروق کو بھی دنیا سے اٹھنے ہوئے تھے صدیوں گزر گئیں اور ملت
 و بدوینی والوں کی کٹھ چٹائی کر لی کہ وہ ہم کو یہ بھی ایک قدیم نور و ارشاد سمجھتے ہو اللہ و رسول کی طرف سے
 تو غنیمت ہے کہ فریقوں کا فرہیز کے مسنون اس وقت دین کا غلو و رشتہ دیت کو مذاق اڑ رہے ہیں و غلو
 و باطن کے زمانہ میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ضروری درشتہاں ہے بلکہ بس جائز و مباح سے بھی احتیاط
 کرتے کہ شدید ضرورت سے جس سے احتمال پیدا ہو وہ کام کی یہ حقیقتیں کہ گذشتہ حضرات دنیا کے ان
 قصوں کی سے جن کی صورت معذرت باطنی درجہ میں موصول اور جوڑ کی گنجائش رکھتی تھی وہ استبدال کر کے
 شرعیہ پر تیر و تھک چور ہے اور عیسیٰ و مسیح و غیرہ میں اتنا کھل کیسے ہیں کہ علماء و مشائخ کو جواب دینا مثل
 پڑے پاس اگر قدرانہ ستر لایا و صوفیہ اہل حق اس کا ارتکاب کرتے تب تو کچھ ٹھکانہ ہی نہ رہے گا اس لئے غور و
 کر کے مشائخ اگر مشائخ تھے تو حضرت زروق بھی مشائخ میں تھے بلکہ شیخ امشائخ تھے کہ حضرت عبد العزیز و باطن
 کہیں ان کے ساتھ اور ان کو صاحب ارادت تھے یہ ہیں اس لئے حکایات تذکرہ کے بھی ان کی حضرت
 نہیں کہ وہ باطنیہ میں اور تھک تھکے ہیں ان کی تربیت کا زمانہ تھا اور اس وقت اہل فہم و اہل صلاح کی
 کثرت اور قرب و نزدیکی کی وجہ سے اس میں بہت گنجائش تھی مگر اس زمانہ و قرب قیامت کے زمانہ میں تو
 یہ زمانہ مریدین ہی کے لئے نہیں بلکہ عامہ مخلوق کے لئے نہیں رہتا تو اس لئے وہ زمانہ نہ ہو سکتا بلکہ زروق کا مذاق جس کو
 اپنے نور پیریت سے اور اک فراموشی سے کٹی ہو برسر پست تھا نہ فراموشی میں بہت زیادہ مضبوطی سے
 پکڑنا ضروری ہے رہا مذکورہ حکایات کو تذکرہ مودود مخلص اس لئے کہ یہ سب کہ تھا و غلو ہرگز سد و سد و شیشہ ٹکریں
 اور مستحق فہم زمانہ ان سے دلیل نہ پاؤں کیونکہ حقیقت اور وجہ دونوں پر کھل چکی کہ بعض مصالح و مصلحت کی بنا پر
 بعض مصلحتوں کے لئے ایسا ہوتا ہے نہ حقیقت کا بغض اور اپنے اس فعل کی رافعی یا ستر ان کے قلوب میں موجود تھی
 کہ اگر تمام شرعیہ کا یہ ہی مقتضا تھا اور خود حضرت عبد العزیز فرماتے ہیں کہ شرعیہ کی مثل کو یا تو یہ سب سے بغیر کوئی
 کہتی حد و نہ نہیں ہے تاہم اپنے و اپنے رسول کی نسبت انجیل فرمائی کہ شرعیہ محمدیہ کو پناہ جہد و طریقت کو گرفتہ
 شرعیہ سے اپنی روح قرار دیکر وہ دن نشتر لستہ مال ہوں میں واللہ علم حقیقہ احوال۔

حضرت نے فرمایا ایک شخص کسی دنی کے پاس آیا اور ستر کے گرد پاؤں تک بغیر رکھنے لگا۔ انہوں نے اس پر سیدھا
کیا مقصود ہے؟ فرمایا میں حضرت مجھے ہی غنیمت ہے میرا مطلب یہ تھا کہ آپ کو یہی عورت دیکھ کر متاثر نہ ہو
کو اللہ کے دربار میں میری سفارش فرمائیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا اس شخص اور یہ لوٹ چلتے
سبب اس شخص نے بڑے نفع کمایا نیز حضرت نے یہ اس قصہ کا تذکرہ کیا کہ تے تو فرمایا کرتے ہیں اس وقت
میں ابھی آدمی باقی ہے۔

ایک جانب صادق ایک بزرگ کے پاس آیا اور کہا میں اللہ و مہر سب سے محبت رکھتا ہوں یہ وقت منہ
نہر کا تھا۔ شیخ نے فرمایا اگر نفع اٹھانا چاہتے ہو تو اپنے گھر واپس نہ جانا ابھی بد و شرقت ہے آپ کی طرف
ہو جاؤ چنانچہ اس نے حکم کی فوراً تعمیل کی و بڑے نفع اٹھایا۔

حضرت ممدوح نے فرمایا لوگوں نے جو کلمات اولیاء میں کتابیں تصنیف کی ہیں اگرچہ ان سے بڑے نفع حاصل ہو
کر ان اولیاء کو لوگوں نے پہچان لیا زاد عقیدت و محبت کئے گئے مگر اس وجہ میں نقصان بھی بہت ہو کر مسلمان
نے صرف کرامتوں کے بیان کر کے پرستی کیا اور ان صاحبان کرامت سے جو فانی امور دنیا فہمور میں کرتے تھے ان کا تذکرہ
نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب دیکھنے والے کی نظر سے جب کرامت پر کرامت اور کشف پر کشف و اتمتات پر اتمتات
سی گذرتے رہیں گے تو اس میں ہرگز کوئی کمی نہیں ہوتی۔ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور اس سے
کوئی حیل و معصیت صورت نہیں صادر نہیں ہو سکتی اس لئے جہل عظیم میں پڑ جائے گا کیونکہ اس کا تو یہ سبب ہونا
دلی میں ربوبیت کے بھی اوصاف پائے جاتے ہیں مثلاً یہی کہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور اس کو بڑے نفع میں
ہوتا اور نفع کے اوصاف بھی پائے جاتے ہیں کہ معصوم ہے اور غلامی کا اس سے صدور نہیں ہو سکتا۔ خداوند
ربوبیت تو حق تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل کو بھی عطا نہیں فرمائے چہ جائیکہ اولیاء چنانچہ سید المہجورین کے
ارشاد فرماتا ہے کُنْ لَكَ مِنْ أَمْرِ شَيْءٍ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ اسے خدا اس میں
تمہارا کچھ اختیار نہیں یا خدا ان پر مہربانی فرمائے یا ان کو عذاب دے یا ان کو عذاب دے یا ان کو عذاب دے یا ان کو عذاب دے
وَلَنْ يَخْذَ اللَّهُ يَتُوبَ مِنْ شَيْءٍ اسے محمد تم جس کو دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں اس کے لئے بلکہ اس میں حیل و معصیت
ہمایت دیتا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے حق تعالیٰ سے دو باتوں کا سوال کیا تو وہ عطا فرمادیں اور
باقی کی درخواست کو تو منع فرمادیا حق تعالیٰ نے نازل فرمایا تَلْهُوَ الْقَارِعُ عَلَى أَيْتَاتٍ عَلَيْكَ عَذَابُ ابْنِ قَوْسٍ
کبیر اسے محمد خدا اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے اوپر کی جانب سے یا تم سے دھما مٹائی یا اللہ آپ کو کریم
فات کو پناہ مانگتا ہوں فرمایا اچھا منظور کیا کہ تمہاری اُمت پر آسمانی عذاب نازل نہ ہوگا

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پہنچا ہے ورنہ وہی کی نوت وقوع نظر اس کے ایمان کے عام ہوں کے مثل بہ
 بر خلات حضرات انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کی آفرینش ہی عصمت پر اور تخلیق ہی اللہ کی نوت و
 تقویٰ پر ہوئی ہے کہ نہ وہ اس معرفت اور توحید میں شریعت کے محتاج ہیں کہ اس کا تباہ کریں
 نہ کسی ردیفی استاد اور معلم کے محتاج ہیں کہ اس سے مستفید ہوں بلکہ حق جو ان کی ذوات میں مستقر
 ہے یعنی حرم نبوت جو کہ ان کا فطری و طبعی ہے وہی ان کو سید ہے اور سچے رستہ پر چلتا ہے۔
 شریعت محض اہل کے لئے یا فرائض و طریق نیادت تباہ کے لئے ہے پس اگر مؤلفین جس دن کی نوت
 نکھر رہے ہیں گر ان کا شرح حال اور فتح کے بعد امور باقیہ مسامحہ اور امور زانیہ جو کچھ بھی کسی سے
 صادر ہوئے ہیں سیکورج کتاب یہ کرتے تو بے شک لوگوں کو حقیقی و کمال تائید ہوتی اور ان کو معلوم ہوتا کہ ان
 کیسے دعا مانگتا ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور کبھی دعا مانگتا ہے تو رد ہو جاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی نیز ان کی نوت
 مراد ہوتی ہے مگر کبھی پوری کر دی جاتی ہے اور کبھی پوری نہیں کی جاتی جیسا کہ حضرات انبیاء و صلی اللہ علیہ وسلم کے
 کا حال ہے کہ وہ بھی دعا اور مردی اللہ کے محتاج ہیں اور انعم دونوں کے منہ بنتے ہیں اور وہ ہیں ان
 کی بہ نسبت صفت کی، حتیٰ بات نہ ہے کہ عام لوگوں کی طرح اس کے منہ پر کبھی مانعیت کا نہ ہو نہ تباہ
 اور کبھی معصیت کا۔ بر خلات انبیاء کے کہ وہ معصوم ہیں و یہ ان کی امتیازی ثبات ہے کہ ثبات نبوت میں نہ
 معصیت کا صدور نہیں ہوتا، پس اگر وہی کو عموماً انکس سے کوئی امتیاز ہے تو ثمرات ایک بات ہیں۔
 کہ حق تعالیٰ نے اس کو معارف کے ساتھ مخصوص فرمایا، و رفتاریت را اور بصیرت کے مشابہت، ثبات
 ہیں رحمن سے عوم محروم ہیں، غرور ازب و فی سے اگر معصیت ہی ہر ہوتی ہے تو محض صغر و بزرگی
 میں ہوتی ہے، و حقیقت نہیں ہوتی کیونکہ مشاہدہ جس میں وہ غرق ہے اس کو معصیت سے بے گناہ
 خلوت کرنے کے باز رکھتا ہے مگر درجہ عصمت تک نہیں پہنچ سکتا ورنہ نبوت اور انیت یکسان نہ ہوتی
 کیونکہ نکرہ مانع معصیت انبیاء میں ذاتی و جسمی ہے و اولیاء و عارضی و خارجی ہے لہذا انبیاء میں سے ہر ایک
 ہو جانا ممکن ہے مگر انبیاء میں مانع کا زائل ہونا ناممکن ہے اور اس کی حقیقت وہی جو ہے وہی ہے
 ہے کہ انبیاء کی خیر و خوبی ان کی ذات کی طرف سے ہے اور اولیاء کی خیر و خوبی ان کی ذات کی طرف سے نہیں بلکہ
 کی طرح شمس نبوت سے نور ایمان حاصل کرتے کہ بنا پر ہے پس عصمت انبیاء ذاتی ہوتی ہے اور اولیاء کی
 عن الحفا صرضی ہوتی ہے لہذا عبادت کا مل سے اگر خدا کا ظہور کا ظہور ہوگا تو عورتی ہوگا حقیقی نہ ہوگا
 و ہوں کہ امتحان اور ان کی آزمائش مقصود ہوگی کہ کون دلی کو نبی کی درجہ دیکر اس کے ایمان سے برکت سکے کہ
 کو نائب اور محل صدور خدا صاحب معرفت سمجھ کر چلا اور ہمارا رہتا ہے، نیز اس کا ظہور ہوگا۔

خدا کی اور بھی کسر رہی جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں رہتا آپ نے فرمایا کہ جس شخص کو آخضر تھلی علیہ السلام کی نوری روش اور خواب و بیداری اور گھر میں مورخہ داری کے متعلق سیرت و عادت معلوم ہو جائے گی۔ وہ آپ کے صورت جنگ اور غزوات کا خاکہ ہوگا کہ کہیں آپ کی بیعت ہوتی تھی اور کبھی دستہ فریق کی رہنمائی کر دی آپ کے پاس اگر کسی بہ کو اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کرتے اور آپ پہنچ دیا کرتے تھے۔ پھر وہ لوگ ان کے ساتھ باغی ہو کر رہتے تھے جبکہ شہزادہ رجب اور غزوہ بدر میں ہوا یا دیگر واقعات جو مشہور غزوہ مدینہ وغیرہ میں پیش آئے دوران امور و حوادث اور مواضع و اوقات میں سرور بانہ یا کائنات پر مشتمل تھے ان سے اپنے نبی کو مطلع فرمایا تھا۔ ان باتوں کا علم ہو جانے پر اولیاء و کما پیچ نہاں ہو چکے اور ان سے رشتہ رشتہ بٹھریا اور کل و شرب بول و برز و دستہ نشین شخصیات حزن و فوج موت و حادثہ و غیرہ وغیرہ سے راز نہ ہوتے ہوئے دیکھ کر اس کو تعجب نہ ہوگا پس عاقل یہ جس کو صلاح اور ان مصدق سے محبت ہو نہ نہ سب سے کہ میرے قلم پر علیہ السلام کے واقعات کا مفہوم لکھ کر اس سے اولیاء سے و کائنات کی رہبری ہوگی اور کائنات و ان کا پیچ نہاں دشور نہ رہے گا۔

نیز آپ نے فرمایا ایک شخص دو رہی دوست کسی ولی کا نام سنتا ہے تو اپنے زمین میں اس کی صورت اس سے ہے۔ ان کرامتوں کے متعلق ہوں جنہیں لوگ نقل کرتے ہیں پھر حجب اس کے پاس ہوتا ہے اور اپنے عقیدہ کی صورت کے موافق اس کو نہیں پاتا تو اس کو شک ہو جاتا ہے کہ یہ وہی ولی ہے جس کی کرامتیں سن رہا تھا۔ یہ وہ نہیں بلکہ کوئی عامی شخص ہے، چنانچہ جزائر میں ایک شخص تھا جس نے اس کے ایک ولی کا تذکرہ سن کر اس کی بہت کچھ کرامتیں سن کر اس کے کان میں پڑیں تو اس کے عقیدہ میں ایک صورت آن کر ایک بڑا بڑا بار بار اپنے من سے کہتا رہتا تھا کہ میری ہر شخص کو ڈر لگتا ہے، پس وہ بار بار وہی نصیحت کرتا کہ اس سے بچو۔ ورنہ یہ شہر میں نہیں پونہا تو اس ولی کا گھر دیکھتے کہ اس کا خیال تھا کہ ولی کے دروازہ پر مہمان بیٹھے ہوں گے، آخر جب دروازہ پر پہنچا تو درستک وہی خود وہ ولی ہی تھا کہ ہر آئے راہ و روئے سب کو مدینہ دیکھتا ہے اس کے ہاں جناب ہیں، غرض کہ وہ دربار میں بار بار یہ بات چاہتا ہوں۔ وہی سے کہا وہ میں ہی تھا ہاں جس کے پاس تھا، اے بوچھڑا کہ کرامتیں سن کر جیسی بڑی قدرت یہ شخص اپنے زمین میں لے ہوئے ہیں اس کے ساتھ کچھ بھی نمونہ نہ دیکھ لو کہنے لگا جناب میں ایک مہینہ کی مسافت قطع کر کے بہت دور سے آیا ہوں۔ مسافر ہوں بے وطن ہوں اور بڑا شوق سے کرتا ہوں اللہ کی قسم چوتھے ہوئے خدا کے پیش تک پہنچا ہوں ان سے کہا میراں میں ہی ہوں جس کے ملنے کی نیت سے تم آئے ہو۔ کہنے لگا میں آپ سے کہتا ہوں کہ میں نہ اتنے غریب اور محتاج ہوں کہ دروازہ سے گھر آیا ہوں کہ مجھے شہر سے تک

پہنچنے کی سبب کی رو کر آپ مجھ سے مذاق کیسے جاتے ہیں۔ ولی نے کہا میاں مجھے القدر ہی سمجھ کر میں تم سے
 مذاق کرتا ہوں۔ اُس نے دان یہ کہہ کر کہ ہاں مجھے خدا ہی سمجھے، وہاں سے چل دیا۔ یہ صورت میں سبب سے مراد
 جو صورت اُس نے اپنے متخیلہ میں سے رکھی تھی ولی کو اس کے خلعت پایا۔ اور اس سبب کی بدست بہترین
 لوگ گر چکے ہیں کیونکہ انہوں نے کرامات اولیاء کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ایک صورت ذکر متون کے شران نشان
 متخیلہ میں بٹھالی اور حیب اپنے اولیا زمانہ کو بس صورت پر منطبق نہ پایا تو سبکی ولایت میں شک کرنے لگے
 کیونکہ ان میں بشری اقتضا مادہ و مہک ساتھ خلتہ وارد سادگی کی، وہ باتیں دیکھیں جو کتب کرامات میں کہیں نہیں
 ہوئی دیکھی نہیں تھیں اس لئے واہمہ میں یہ جم گیا کہ ولی کو نہ بول و براز ہوتا ہے نہ وہ سود خریدتے بازار
 جاتا ہے نہ کسی سے بولتا ہے اور بات کرتا ہے۔ ایک کباری بھرم ثبت بنا بیٹھا، تپا سب سے اور لوگ اس
 کو پوچھتے اور چڑھتے اس پر چڑھتے رہتے ہیں، حالانکہ اُن ہی اولیاء کو جن کی کرامتیں جمع کی گئی ہیں اگر تپا کی
 تالیف سے پہلے دیکھتا تو ان میں بھی یہی اوصاف بشریہ موجود پاتا جن کو اپنے زمانہ کے اولیاء میں دیکھ کر پایا
 اور نظر استعجاب دیکھ رہا ہے۔ اس سے زیادہ ایک جہالت یہ پیدا ہو گئی ہے کہ ولایت کے لئے بہت کچھ شرط
 اور ضوابط تجویز کر لئے ہیں کہ جس میں وہ شرائط نہ پائی جائیں وہ ولی ہی نہیں۔ ان صاحبوں کے کہنے
 پر جو چہ کیا رحمت الہیہ ان ضوابط کے ماتحت ہے؟ اگر کیا ضوابط تجویز کرنے والوں سے قبل کوئی ولی نہیں ہوا
 اس وقت ضوابط کو اپنے اولیا زمانہ پر منطبق کرتے ہیں اور ساری شرائط جو لوگوں نے کتابوں میں لکھی ہیں، ان
 میں موجود نہیں پاتے تو ان کے ولی ہونے کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ وہ ولایت ایک عطا ہے حق تعالیٰ کی
 اور اصطفیٰ، من اللہ ہے جس کو بھی نوازے اور جس حال میں بھی نوازے انہیں کسی نام کے ساتھ مقرر نہیں ہے نہ
 پیشہ کے ساتھ، نہ کسی ریاست مخصوصہ کی شرط ہے نہ کسی مجاہدہ معینہ کی، سب اس کی رحمت ایک کا ذکر ایک میں
 میان و طافرا دیتی اور اس کے ایمان سے ہی اس کو فتح و بعثت بخشتی ہے تو پھر کونسا خدا بہت ہے جس کو ایسے کو
 پابند اور رحمت الہیہ کو مقید بنایا جائے اگر دیکھنے کے قابل ہیں تو علامات والامیہ یعنی نفس معرفت، نورانی
 ہیں کہ قلب میں اس کی حقیقت موجود ہے یا محض کٹاری اور مجرور و محسوس خلتہ و سبت یا متاثر و متاثرین
 والد، کچھ بھی قابل لحاظ نہیں۔

یہ لوگ کہا کرتے ہیں جی ہماری نظروں نے فلاں بزرگ دیکھا ہے۔ اب وہ باتیں
 کہیں نظر نہیں آتی۔

ان باتوں کو اور اس رنگ کو نظریں ڈھونڈتی ہیں مگر اب وہ کسی میں بھی دکھائی نہیں
 دیتے۔ بس جی دنیا ہی قافی ہو گئی ہے بہترین سے بہتر باتیں کہیں کوئی، ان صاحبوں

رکھ دلی غیر معلوم ہیں بنی نہیں، اس وقت حق تعالیٰ نے مرید کو فتح نصیب فرمادی یہ بھی صلح ہی کہ شریعت
 کہ اس کو ضعف اور نقص سمجھا دینا اس زمانہ میں تو عجیب نہیں اس کو کمال سمجھ کر عقیدت میں اور تعلق ہوتا،
 حضرت ممدوح نے فرمایا یہ بھی ایک راز ہے مجھے ان اسرار کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ ہرک
 پر ایسے ظاہر ہونے والے معاملات میں مضمر تھا جیسے کچھور کی تابیر کے متعلق آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تیر
 نہ کرو تو کیا حرج ہے چنانچہ صحابہ نے تابیر سے ہاتھ کھینچ لیا تو ہر سال درختوں میں کچھور ناقص آتی رہا شد
 آپ نے فرمایا میں نے ثواب دیکھا ہے کہ ہم سب مسجد الحرام میں باطمینان داخل ہوئے اور عمرہ پور کر کے اگر
 سر منڈوا رہا ہے کوئی بال کزوار رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کے سب سے مکہ مکرمہ دو نہ ہو گئے مگر حدیث یہ
 کفار کے لئے مددگار اور اس سال آپ عمرہ پور نہ فرما سکے، آئندہ سال اس عمرہ کی قصد فرمائی۔ ایسے امور کا تصور
 آپ پر حق تعالیٰ نے اسی مصلحت سے فرمایا کہ حضرات صحابہ آپ میں آنحضرت علیہ السلام کے حرج و بیت
 کا اعتقاد نہ کریں خصوصاً جبکہ آپ کی محبوبیت کے سبب دیکھتے تھے کہ آپ کی ہر خواہش و تنہا پوری
 ہوتی ہے، امد اسی بنا پر ارشاد فرمایا اِنَّكَ لَا تَخْضَعُ لِمَنْ اَخْبَنَتْ وَابْكَتْ بَدَنَ يَكْبِي مَنْ يَشَاءُ
 اے محمد تم جس کو محبوب سمجھو اُسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یا
 مثلاً فرمایا كَيْسَ لَكَ مِنْ اَلَا مُرْشِيٍّ قَبْلِكَ اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔ ان امور سے مقصود صحابہ
 کو اللہ کے ستارہ پر جمع کرنا تھا کیونکہ محبوبیت کی وجہ سے آپ کی امرت مرحومہ کی تکمیل و تربیت حق
 تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی تھی اس لئے گوارا فرمایا کہ علیساؑ کی طرح نبیؑ کے رکبانوں اور نبیؑ کے ہوا کا زخم ہے کہ
 مخلوق کو سمیٹ سمیٹ کر ستارہ خدا پر رکھ کر سے اس میں کسی قسم کی کمی جائے
 حبیب ان امور مذکورہ سے عشاق محمدیؐ نے سمجھ لیا کہ آپ محبوب خدا ہیں خدا نہیں تو مقصود رستہ و منزل اور حضرت صاحب
 کمال عبدیت اور قرب حق سے واصل ہو گئے،

نیز آپ نے فرمایا کہ وہی کے پاس آئنے والے لوگ چہرہ کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کو نہ ہر دو باطن و دھول نشہ
 میں برابر ہوتے ہیں۔ یہ تو نہایت خوش نصیب اور بار و برگ ہیں دوسری قسم جن کا نہ ہر دو باطن و دھول نشہ
 میں برابر ہوتے ہیں یہ تو نہایت خوش نصیب اور بار و برگ ہیں کہ دل بھی ان کا ہر وقت پریشان رہتا ہے
 لگا رہتا ہے اور زبان بھی اسی میں مشغول اور یہ سب میں زیادہ بد نصیب و محروم قسم ہے تیسری قسم وہ جس کا چہرہ و
 معتقد ہے مگر اندرون کے منتقد اور یہ دل کے منتقد و نافرمان قسم ہے چوتھی قسم وہ جس کے اندرون کا نہ ہر دو باطن و دھول نشہ
 ایک دھوکا کھاتے ہیں اور شیخ صاحب بصیرت (کو یہ عشق و محبت جدا رہتی ہے کہ اس کی نہ ہر دو باطن و دھول نشہ
 پر نذر کر کے کچھ نفع پہنچا نہ چاہتا ہے تو اس کی باطنی عزت اس کو رد کرتی اور منع کرتی ہے

کہ یہ اس کا اہل نہیں ہے۔ اور اگر اس کے باطن پر نظر ڈالتا اور اس سے دور نہ ہوتا تھا تو اس کا فی ہر جمع و
تفرق نہ ہوتا۔ کہ شاید ہر اثر اندرون میں تر جہائے اور اصداح ہو جائے، اس نوع کی مثال شیخ کے
نزدیک ایسی ہوتی ہے جیسے ایک شخص کے پریت میں دوسرا شخص بیٹھ جائے۔ ورنہ اس کے سامنے آدیں
لوہ پر کا آدی کہے ہاں حضرت میں آپ کہ غلام و تابع زبان ہوں اور ہر سرو نہی کی تعمیل کھاتے حاضر ہوں۔ اور
اندر بیٹھ ہو شخص کہے کہ تم دل نہیں ہو، ورنہ تو کون سے تم کو شیخ اور ولی سمجھ رکھا ہے۔ سب غلطی پر ہیں۔ مجھے
تمہارے متعلق کچھ شک ہے اور تمہارے معتقدین کے ہاں میں بھی شک ہے۔ پس نہ توفیق ہے اندرون
کہ چہ نہیں دے تو پہلی قسم و شخصیت، کو اگر اس تیسری قسم و مناقبتیں کو یکساں سمجھے گا کہ فی ہر روزوں کا اخبار محبت و
عقیدت کر رہا ہے، مگر غرضت کے پاس جب پہلی قسم و مناقبتیں (مخلص) بیٹھے گا تو پھر پورے انکشاف کے ساتھ جب
دوسری قسم و مناقبتیں، بیٹھے گا تو بار جو دیکھ پر کا ادب و احترام اور سرونو ہی کا متناہ پہلی ہی قسم کے
مثال کر رہا ہے مگر کوئی شخص نہ ٹھائے گا اور اس نوعیت پر بھی اپنے باطنی جوش و خروش نہ ہوگا بلکہ اپنے
دل میں کچھ کہے گا کہ شیخ نہ ہونے کا سبب اس ولی کی کمزوری و عیب و فضل ہے اور یہ ایک بڑا سبب ہوتا ہے
مشائخ پر اعتراض و گرفت کا اور ان کے بارہ میں دوسروں کو بھی، طرح طرح کے وسوسوں و شبہات پیدا ہوتے کا
اور چاہتی قسم وہ ہے جن کا باطن مستقر ہوتا ہے مگر نہ مرتد ہیں گما رہتا ہے۔ ورنہ اس کا سبب محض حسرت ہوتا ہے
کہ دل کہتا ہے کہ یہ مسند کیوں نہ ہو شیخ میں ایسی کون سی خوبی ہے جو مجھ میں نہیں اس لئے زبان اس
سے زبان سے زبان سے کچھ پوچھنے پر رخصت ہوتی ہے۔

ایک دن میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ معارف و رسوم جو آپ کی زبان مبارک سے نکلتے ہیں اس میں آپ کو قسم
و رسوائے کام لینا پڑتا ہے یا یہ انتہا راز و خورڈ لینے لگتے ہیں؟ فرمایا ولی کامل ہر وقت مشہد حق میں
ثائب و محو ہوتا ہے یہ کچھ بھی خوب نہیں ہوتا ہاں اس کا فی ہر روز جسم و مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے
اور اس سے تقی نہ ہوتا کام لیتا ہے، اس کے پاس آنے والے اپنے اپنے مقصود کے موافق اس سے شفع
اٹھاتے سب سے ہیں جس کی قیمت میں شیرو و نلاح کھائی چکے تقی نہ ہوتا ولی مکمل ہر کو اس پر نوا اور سکون
کا نافع بنا دیتا ہے کہ منہ سے ہو کر اس کی زبان سے علوم و دینیہ نکلتے اور بہار سے نکلتے ہیں، اور جس کی
قسم سے ہیں اس کے باطن میں کچھ ہوتا نہیں کہ تو اس پر ولی کو تک لیتا اور سعادت دان زبان کو بند کر دیتا ہے شیخ
کے دل میں انتہائیں آتا اور زبان میں بات نکالتے سے کہتی ہے، دل کی مثال نبی بسدر نیل کے پھر کسی کا ہے
کہ جب وہ ارادہ و تدبیر میں کسی کے صحابہ کے سامنے آیا تو اس سے ایک دو نہیں بلکہ نازان
ہوئے، سر نیل کی شہر کے موفقی بارہ چہے جاری ہو گئے۔ ورحیب اعدا لہد رقوم فرعون کے

سامنے تھا تو ایک قعرہ بھی اس سے کہیں نہ ٹپک۔

جامع کتاب کہتے ہیں واقعی ہوتے بارہا تجربہ کیا جب کبھی کوئی غیر معتقد (معترض) شخص ممدوح کے پاس آکر بیٹھا تو مفید و شارح نہ بات کی کبھی آپکی نہ بات سے نہ ٹپکتی۔ بلکہ جب تک وہ کھڑا کر دیتا جاتا ہے تو غمی بات کر کے پر قدرت ہی نہ رہتی تھی درہیں نصیحت بھی فرما کر دیتے تھے کہ ایسا کوئی شخص اگر بیٹھا کر کے توجیب تک وہ اندر خلعت نہ ہو جائے تجربہ سے کوئی بات نہ پوچھا کر دے۔ اس سے قبل چہ نہ ہو اس راز کی خبر نہ تھی اس لئے ہم اس خیر سے درک نہیں پوچھا کرتے تھے کہ چھاپے سرور و مروت اس معتزل کے کان میں پڑیں تو عجب نہیں تو یہ کرے مگر ہم دیکھتے تھے کہ اس کی موجودگی میں مول کر کے اس سے نیسے بن جاتے تھے گویا آپ ہیں ہی نہیں کوئی دوسرا شخص ہے جو نہ ہم سے رفیق ہے و نہ ہم سے وقت میں حتیٰ کہ جب آپ نے اس کا سبب بنا ہر فرمایا تب ہم کو حقیقت راز پر آگاہی ہوئی۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ دلی پر کبھی شہود کو شبہ ہوتا ہے تو اس کو بنی زت کے مقتول نہ دیکھتا ہو۔ بلکہ اور پارہ پارہ نہ ہو جائے۔ اس لئے اس کو ضرورت ہوتی ہے ایسے کام کرتے کی جن سے وہ سبب شر کی طرف موٹا دے اگرچہ وہ کہ صورت عیب و نقص ہی کیوں نہ ہوں۔ وریہ کسی قوی ہونے والی ہے کہ جب کسی کو ضرر پیش آوے تو جو ان میں ہکا ہوا سے اختیار کرے پس جب کوئی شخص اس (عیب کے) کام کا مرتکب دیکھتا ہے اور وجہ جس کی بنا پر مرتکب ہوا ہے اسے معلوم ہوتی نہیں کہ یہ جملہ اعتراض کر بیٹھتا ہے اور اس سے شیخ کی برکت سے محروم رہ جاتا ہے و نہ کہ شریعت میں جو نکتہ ہے کہ کسی عضو کو مرضی آکر۔ حق ہو جائے کہ گوشت کو کھانا ہو۔ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ لذت کے ہکا ہونیکا خضر ہو تو اس عضو کو کھانا دینا چاہیے و نہ کہ عضو نہانی عضو ہے مگر لذت نہانی لذت کہ اس کا قلع کر دینا حقیقت عیب و حکم نہ ہو بلکہ مباح قرار پایا۔ اسی طرح بھوک کی شدت گوارا نہ کر کے کھانے پہنچ جائے اور بدلتا نہ دیکھتا ہو تو لہر کا کھانا دینا عیب و نقصیت ہے مگر مباح۔ اس لئے ایسے مسائل جو اس قدر کے تحت میں آئیں گے شریعت میں بہت نکلیں گے اس کی قبیل سے بعض و بعض پر صورت معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے کہ یہ اخت ہے اور بدلتا نہ دیکھتا ہے اور خضر ہوتا ہے وجہ سے اس کو اختیار کیا ہے چنانچہ سماع و غیر امور منہیہ کے معنی جملہ حائض سے مرتکب ہونے کی یہی وجہ منقول بھی ہوئی ہے اور یہ مور جو لذت و دل کو اس کے تعلق کی طرف و پس سے آتے ہیں وہی ہیں اس کو فتح نصیب ہونے سے قبل عادت پڑی ہوئی تھی اور ہر جسے کہ عادت کو بدلتا نہ دیکھتا ہے نیز اپنے فریاد کہ خیر دلی اگر پنی شرمگاہ کو کھولتا ہے تو فرشتے اس سے بچ جاتے ہیں کیونکہ ہر گز اس کا

جسم کو نقصان پہنچے گا، بدن کی بزرگی نہ ہوگی اور آدمی دنیاوی برہمنی جیسی ہو سکتی جو بدن کی بزرگی
 نَبَا لِلّٰہِ وَآلِہِ وَآلِہٖ رَحْمَۃً وَّ دوسری حیثیت یہ پیش آئیگی کہ عقل حیب الہی ہوا نہ کہ سادہ چوڑے ہوئے کی اور
 ذات سے جدا ہو جائے گی اور اس پر ظہور مدت گزرے گی تو روح جسم ذات سے نکال جائے گی اور پھر وہ اپنی
 نہ ہوگی کیونکہ شرع ہی میں رستہ کے اندر اس کا رخہ جبر و تہر ہو ا تھا ورنہ نہیں ہوتا تھا پس یہ سب
 لکھنے کے لئے کوئی رستہ ملا اور وہ نکلی تو پھر واپس ہرگز نہ آئے گی پس اگر حق تعالیٰ نے اس کی موت کا حکم کیا
 مقدر فرمایا تھا تب تو یہ تصور اس کے مرضی کی تہر مادہ عرض اس کے ہے اسباب موت بن کر کو فتنہ ہو کر رہ گئے ہمارے
 حق تعالیٰ نے ہی نہ کہ رخصہ بھی کچھ دنوں سکرو دنیا میں رکھنے کے مشق سے روح کا نکالنا بذریعہ عقل نہیں ہے بلکہ شرعی کی
 فعل تھی اس کے ہمت میں اس کی تدبیر و فتنہ تھا۔ پس جب عقل نکلی گئی گویا روح نکلی گئی اور اس کے بدن کی بزرگی ہوتی
 کے نزدیک بھی موت کے برابر ہے بلکہ بدتر۔ نہ مند نہ بھی وہ مردوں کے حکم میں ہے کہ نہ شرع کی ممانعت ہے نہ سب کے
 اقوال و فعل پر موقوفہ) پس اگر اس شخص کو کوئی سبب ایسا ہوا کہ آجائے جو اس کو چھٹی حالت پر پہنچا دے
 اور پہلے جہان زکوٰۃ کی عقلی انداز سے باہر نہ آئے تو بیشک ان دنوں مصیبتوں سے بچے گا جس کے لئے یہ
 اویا و اللہ کی ہے کہ ان کو مشاہدہ حق میں (فیہویت و محویت حاصل ہوتا ہے پس جب تم ان کو
 کلمات و جہیز یا منہی مذاق وغیرہ ایسے امور کے حامل ہو رہے ہیں جو ان کی عقول کو نہ پرز ہو رہے ہوں
 بقا و ذات کو محفوظ کر رہے ہوں پر شتر من میں بخلت لکھا کرو کیونکہ یہ ان کا ایک غرض صحیح کے لئے ہے کہ وہ
 جب تک ذات باقی رہے حقوق ان سے متفع ہو رہے۔

بارہ سیالہ کہ حضرت نے ہم سے فرمایا میں خوش طبعی دل لگی کی باتیں کرو کہ اس سے تم پر غم نہ آئے
 حتیٰ کہ ایک مرتبہ فرمایا کہ حیب مشاہدہ کی مثال یہی ہے جیسے گیس ہوا میں نہ رہا نہ بہت و نہ چاہتا ہے
 حالت یہ ہو کہ بہت تند انداز میں چل رہی ہو نہ ایک شخص کے ساتھ میں تہلی سی دور ہو گیا ہو کہ اس
 بندھا ہو ہو جب یہ شخص دیکھے کہ وہ بہت و نہ چاہتا ہے گیس ہوا میں چاہتی ہیں کہ اس کو تند ہو گیا
 کہ یہ وہ زمین پر کھینچا نہ جائے تو وہ یہ شخص اس اندیشہ سے کہ ٹوٹ نہ جائے دور کو بہت کہنے سے
 اور گیس بہت بہت نیچے گرتا چلا آئے حتیٰ کہ اپنے ناک کے ہاتھ پر آ بیٹھے میں یہاں سے نہ نکل
 اور نایہ کا ہے کہ ذات تہا ان کی عادی و خوگر ہے اور وہ ذات کو اس کے تمام حسنی کرتے ہیں
 نیز آپ نے فرمایا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے شریعت اللہ کی طرف میری، سوئی شد سے یہ نہیں
 اور اللہ کے ساتھ خیر و نیک ہے پس اگر وہی کہہ اس آئے اس سے ہر بات حلیہ کرے تب تو اس
 پائے گا۔ و اگر اس سے قضا ہو جائے کہ وہ سب ک بات کوئی بات دیا نہ ہی نہ کرے۔

روح کو رہی تھی مگر لوگوں پر ظاہر ہوا تھا کہ ملی کو سجدہ کر رہا ہے۔ حالانکہ ولی نے اپنے راستے اور سجدہ کرنے کے وقت بجز اللہ سبائے کسی کو دیکھا ہی نہیں اس لئے وہ اسی کے سامنے جبکہ رہا اندازاً رزق و روزی و نفع کی یہ کیفیت ادلیا کر حاصل تو ہر وقت رہتی ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ذات جب اپنی عقل سے غائب رہے اور رتبہ و بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے تب تو وہ روح کی موافقت کرنے لگتی ہے لیکن جب غائب نہیں ہوتا اور عقل اپنے ملک نہ قائم رہتی ہے تو عقل اس کو اس سے ملتی ہے تاکہ نہ ہر نفسوند رہے تو دیکھو کہ کون کون کی ہتیاں تھومتی ہوئی دیکھ کر تھومتے لگے گا اور اس پر وحید طاری ہو جائے گا چنانچہ نکالتا ہے کہ گرمیوں پر مارے تو مجھے شکر سے زیادہ شرمیں اور پیار سے ہیں اس سے کہ نہ کو ملتا طرف سے جو کہی فہم ہو اس کے مشاہدہ میں لذت و سرور آتا ہے۔ نشوونما یہ ہے کہ شہر ہلاک تیرفت بہ سردستان سہمت کہ تو خبر ازمان تیر آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جب کسی بندہ کو فتح نصیب فرماتا ہے تو اس وقت جس حالت میں وہ ہوتا ہے اسی پر قائم رہتا ہے اگرچہ وہ علیاً مذموم ہو مثلاً قصاب یا مجسم یا حلاق وغیرہ کا کون بھی پیشہ کیوں نہ ہو اس سے منتقل نہیں ہوتا کیونکہ وہ امتقاں و تبدیلیاں حال کو تصنع اور نہایت سمجھتا ہے اور صاحب فتح کے نزدیک تصنع و بناوٹ شراب نوشی وغیرہ کیا کرنا ہوں سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ میں ایک من سب سے وقف ہوں جو کہ شام کے شہر رملہ میں رہتے ہیں جس وقت نہ کو فتح نصیب ہوئی تو وہ ایسی حالت میں تھے کہ لوگ نہ کا محول اڑاتے اور زبرد ہنسا کرتے تھے بالکل یہ حالت تھی جو ہمارے شہر میں اس شخص کے ہوتی ہے۔ معین و کہتے ہیں چنانچہ فتح کے بعد بھی وہ اسی حالت پر رہے اور نہایت اپنی حالت کو یاد نہیں، معین و کہتے یہ کہ کسی آدمی کو کم عقل بڑے آدمی بھی تو مہلتا، اس کے آپسے پڑے رہتے اور اس پر بہتے اور اس کو تھمتے رہتے تھے۔ نیز حضرت نے فرمایا ایک درمخص سے میں وقف ہوں کہ حق تعالیٰ نے نہ کو فتح نصیب فرمایا اس سے قبل وہ تھمتا ہوتا کرتے تھے اور اب بھی سی ناں سیایا ہوں سکو چھوڑ نہیں و نہ ملے۔

چیمٹا بابے شیخ تربیت، تلمیذ ذکر کالفع، اسماعیلی، اور حلقہ درویشان

امام طریقت حضرت ابوالعباس احمد بن محمد فرشی صدیق قدس سرہ کا تلمیذ کردہ ایک قصیدہ ہے جس میں شیخ کے اوصاف اور مدینہ کے آداب گہر شیخ کے ساتھ کیا ہوا ہے رکھنا چاہیے مذکور ہیں چونکہ حضرت نے ان اشعار کی شرح بھی اشربان فرمائی اور علویا ان حقیقت سے اس کو پسند فرمایا اور شیخ مرزا نے ان کو بہت فراموشی کر اس کو حفظ کریں۔ اس پر عمل کا خاص خیال رکھیں اس سے ہم وہ سکو بیان کرتے ہیں کہ اس کی شرح حضرت محدوح ہما کے اشعار میں و قل ہے انام ابوالعباس سلسلہ سلسلہ موصوف سند میں پیر ہوتے ہیں میں نشوونما پایا۔ غلاتہ مشرق شہر فیوم کو میں بنایا۔ اور نام زمیں میں سلسلہ میں پیر ہوتا ہے۔

وزن پائی سب کا لقب تاج الدین تھا۔ نحو و ادب علم فقہ و علم کلام وغیرہ تمامی علوم میں بجز فارسی
اور علم تصوف میں دریلئے ناپیدا کنار۔ بعد از فنون و علوم آپ نے کیش میں پڑھے اور پھر قلب علم میں سفر کرتے
ہوئے شہر ناس میں آکر امام الامام ابو عبد اللہ محمد بن علی، امام ابو ابو ذر مصعب بن محمد شہسوار اور
شیخ ابو عباس ابن ابی العباس بن الفضل رحمہم اللہ سے علوم کا استناضہ فرمایا پھر ندس تشریف لے گئے
اور وہاں کے علماء سے مستفید ہوئے اس کے بعد حجاز تشریف لے آئے اندج وزارت سے ناسخ ہو کر بغداد گئے
وہاں تصنیف عین حضرت محبوب سبحانی فی شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے صاحبزادہ مولانا محمد عبدالرزاق امام تیار
مولانا ابو حسن محمد بن احمد طبعی اور مولانا ابو محمد تمیمی بن فیروز حبلی رحمۃ اللہ علیہم سے کتب یہ علوم فرمایا علم کلام، تفسیر الدین
ابو نصر منہر بن عبد اللہ شافعی سے اور مولانا فقہ سکندریہ شمس الدین ابو حسن علی بن جمیل ہامی سے اور تصوف قادریہ
ابو زین شیعہ شیوخ سلمان طرلقیت امام شہباز الدین مہروردی قدس سرہ سے، خذ فرمایا جن کی تصانیف
میں مہروردی و انصاف مشہور کتاب ہے اور اس قصیدہ کا اصل مافذ بھی وہی ہے حضرت ابو عباس نے اپنے
اشعار و ملوک میں یہ قصیدہ تصنیف فرمایا اور خود ہی اس کا نام انوار السیرۃ و سرائر الافور رکھا تھا۔
حضرت شیخ بزرگوار مولانا محمد بن میرزا نے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے مریدین تلامذہ کو خاص طور پر اس ترغیب دینے اور
نوعی کتاب کو تاکید فرماتے تھے کہ اسکو شریعت کریمہ کیونکہ نہایت مختصر ہے و اس کے مضامین کو مستحضر کریں
کہ نہایت جامع و خیر ہے اندر قصیدہ یہ ہے

اگر مہربان ہو تو کہے | انا لکھتے تھے | افسانہ نورانی و ایمانی | لکھو لکھو لکھو

ترجمہ شیخ کی علامتیں و شمع ہیں رہا فہم پر ایشیہ نہیں، اگر اس میں وہ علامتیں موجود نہ ہوں تو دوسرے کی اصلاح کیا
کرے گا، خود ہی خواہشات نفس کی رتوں اندھا کیوں، میں چاہے حضرت ممدوح نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ ہر
بامنی شے کا پتہ اس کی علامتوں سے چر کرتا ہے جب کسی کے چہرہ پر زندگی و بردباری میں لرزہ پائیں گے
تو معلوم کریں گے کہ اس کے دل میں شرف اندر رہت ہے، اسی طرح مرید کی تربیت و اصلاح کے اہل
ہوئے کہ علامتیں ہیں جو بالکل واضح ہیں اور یہ ہیں کہ غفلت کی عورت سے سلیم الصبر ہو یعنی
متنہ یہ میں کسی شخص کی علامات اس کے دل میں نہ ہو سکتی ہو کہ کوئی چیز مانگو تو دیتے ہیں، بخل نہ کرے
اس کے ساتھ جو شخص بدلوں کی سے اس کے ساتھ محبت رکھے، مریدوں کا لکھو سے اتفاقا ملے رہے وہ ایسی گزشت ہو جس
سے ان کو درشت ہو جائے جس شخص میں یہ علامتیں نہ ہوں وہ پیر نہ اسے ہونے کے قابل نہیں۔

اذا لکھتے تھے لکھتے رہا | اولاً با صفت ناقص رہا | پھر پھر پھر

ترجمہ: اگر کوئی مرید و باطنی علم حاصل نہ ہو تو اسے قعر دریا میں دے مارو۔ حضرت ممدوح نے فرمایا کہ

فلک من مر سے مراد بقدر ضرورت غلط فہم و غلط توحید ہے کہ انہی کی مقدار مسائل کشمکش و غلط فہم و غلط توحید ہے۔
 مملہ باطن سے مراد علم و معرفت ہے کہ یہ نفس و قلب و عقل و ہول وہ کچھ نہیں کہ تباہ نہیں۔

وَإِنْ كُنْتَ إِلَّا اسْمُهُ عَلَيْهِ جَامِعٌ	يُوصَفِيهَا جَمْعًا عَلَى الْكَمَلِ الْأَمْرِ
فَأَقْرَبُ الْخَوَالِدِ الْعَلِيِّ رَأَى لَرَوَى	إِذْ لَمْ يَكُنْ مِنْهُ سَنِيْبٌ عَلَى خَيْرِ

ترجمہ: اگر شیخ تو نے مگر ہر وہ علم کہ بطریق کامل جامع نہ ہو تو اس سے بچائے نفع کے نقصان پہنچا کر نہ دے۔
 کیونکہ مرید کی حالت ہدایت کے زیادہ قریب ہوتی ہے جبکہ اس کے مرید کی ضروریات سے یا غریب ہو۔
 حضرت فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ شیخ اگر عالم کے ناقص ہونے کو اجہ سے جامع شریعت و سنت
 نہ ہو تو وہ سمجھ ہی نہ سکے گا کہ مرید کو کون رفق اور کون عقیدہ، حضرت پہنچائے گا۔ اس کی حالت مرید کی
 کی طرح تیس کے مصلح کو پتہ نہ ہو کہ کس کس چیز سے اس کو پرہیز کرنا ضروری ہے، صحت کی نسبت موت کے زیادہ
 قریب ہوگی حضرت منصور قطب فرمایا کہ تھے اگر شیخ کامل کی صحبت نصیب ہو جائے تو خوش کرنا چاہیے
 کہ اپنا زود اس کے ارادہ میں فنا ہو جائے اور فنا ہونی چاہیے کہ اس کی زندگی ہی میں مرنا نصیب ہو۔ اور اگر
 نفع نہ رہا نہ پڑے کہ پھر دوسرا اس جیسا ملنا مشکل ہے اور دوسرے کے ساتھ ہر تندرست رہنا تو بہت
 چہ چاہے کہ وصول اللہ نصیب ہو۔

وَمَنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا الْوَجْهُ آتَمَةً	وَأَطَرُهُ مَشْرُوكَ الْوَيْةِ الْقَصْرِ
فَأَقْبَلَ آذَانَ الْإِذَا كَتَا حُكُوهُ	بِصِدْقِ نَيْلِ الْعُسْرِ فِي جِلْدِ شَرِّ
أَيْتُ أَنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا لَسَوَى	قَدْ نِيَا فِي نَيْبِ وَفَرَادَى نَسْرِ

ترجمہ: اگر کسی شیخ کو صرف وہی نام کیا ہو، یعنی اس کو شیخ کی طرف سے ہدایت نہ ملی ہو، تو اس سے بچنا چاہیے۔
 اس کے شیخ کی وفات ہو گئی ہو مگر لوگوں کی وجہ سے اس کی بات ہم سے نہ ہو، اور حضرت دیکھائی کے یہ ہے کہ
 لگے ہوں کہ اس کے پاس آتے والوں کی شراہشات نفسانیہ اور شیا نہیں کی ہر میت ہی ہوتے ہیں، اس سے
 بنا پر قریب الہی کے شاہین مرید ہونے کی غرض سے ایسی اپنی ارادت سے کہ شریعت پر ہر کے ہر طرف سے
 طرف آتے لگے ہوں اور اس کی شیخوخت بھی مسلم اور قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ
 شریعت کے قواعد میں ہو یا حقیت و حقیقت علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت ہوا ہو، اس کی شیخوخت رہا ہو۔
 اس تحقیق مرتبہ شیخوخت کی کمال علم مستحکم ہے کہ اس کی دنیا تہہ چلے ہو، آخرت و دنیا کی ہر طرف سے
 میں کسی قسم کی طلب دنیا اور غرض نفسانی نہ ہو اور اس کا دنیا سے زہد و آخرت کی ہر طرف سے
 و توجہ واضح اور آشکارا ہو۔

اَوَانُ كَفَّ ذَا بَعْلٍ لَّا كَلَّ مَعَامِلُ | مُرِيدُ فَلَا تَمْنَعُهُ يَوْمًا مِّنْ شَرِّ

ترجمہ: اور اگر وہ شخص صحت و عیال کے لئے دُشمن کو اکٹھا کر رہا ہے تو یہ یکہ دلی کے لئے بھی اس کی صحبت اختیار نہ کرے حضرت فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر لوگوں کا جمع ہوتا محض اس لئے ہے کہ ملکہ کا مالک بن جائے تو یہ اتنا ہی نفع کا کوئی ثمران پر پیدا نہیں ہوتا تو یہ جتنا ہی بوجہ ہند نہ ہو بضر حق خود و نفع ہے۔ تب لہذا اس کی صحبت اور اس کے اتباع سے طالب کو دور رہنا چاہئے۔ البتہ اگر وہ دُشمن کو جمع کرتا ہے لہذا وہ نہ ہمارے لئے اور اس کے ساتھ کسانے کا لشکر بھی باری ہے تو اس میں ہند نہ نہیں ہو سکتا۔
چاہے یہ حالت ترقی ہو

اَوَاكِلَاتُ عِنْدَ سَوَايَ زِيْلَعِيَّةٍ | شَيْخٌ قَتْلُ الْاَقْبَا اَوْ لَيْسَ مَبْعُوثٌ

ترجمہ: اگر کسی کا پتہ کسی سے دریافت نہ کر بجز اس کے جو صاحب البصیرت ہو و نحوہ۔ ہذا متہ نفس سے غنا و ہر اور اس میں پتہ ہو نہ ہو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اگر یہ شخص تربیت کو دریافت کرتا ہو تو ایسے شخص سے نہ یافت کر دے جس میں تین شرط پائی جاتی ہوں اول یہ کہ اہل بصیرت ہو۔ ثانی ساکس نہ ہو کہ قلوب کے معاملہ سے ناواقف ہو۔ اس سے پہلے کہ وہ نہ کہے تو ایسے ساکس کا پتہ بتائے کہ جو دنیا میں کوشش و کثرت و راز و نیاز ہو۔ کہ اس کے نزدیک سنو کی کہ منتہا ہے مقصود یہ ہے کہ اور اس کے نزدیک اہل فرقت میں فرق و تباہی کی کہ کوشش پر موقوف نہ ہو۔ ساکس معنی نہ شیخ ہونے کا اہل ہے اور نہ وجہ کوشش و تربیت ہے۔ چنانچہ اگر وہ ہے جس کا قلب ہمہ وقت اللہ کے سامنے جھکا ہو اور وہ مراد سے بھی مقصود ہی سے تربیت کرتا ہو کہ کام میں ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ ہو سہ نفس سے خالی ہو یعنی مقصود نہ ہو کہ کسی نہ یافت کرے۔ تو صاحب کاتب متہ البتہ اسے شیخ کا پتہ نہ دے کہ کسی نہ یا کی تربیت کرے۔ دوسرے تیسری شرط ہے کہ وہ نہ ہو جو کوشش و تربیت کے معاملات میں اصطلاح معلوم نہ ہو۔ نہ وقت نہ ہو کہ کسی نہ ہو کہ تربیت کو پتہ بتائے گا اس لئے کہ کے نزدیک حرمت البتہ میں قوت و رفتاریت کی کوہ عمل ہے۔ چنانچہ اگر وہ نہ ہو کہ اس مسئلہ تربیت نہیں پتا اور وہ نہ شیخ نہ ہو کہ اہل ہے نہ نہ مرتبہ پر نہ ہو کہ

اَلنَّاسُ يَتَمَرَّقُونَ رُتَبًا | بُوْجِبَ اَشْمُسُ مِنْ دَفِّ لِيْلٍ

اور منہ لہر یکتا یدر العز و نفوذ یکتا | یوکی لقیض فی التلویل من اقباس

ترجمہ: کہ جس کو آئینہ نگاہ و عیار ہوگا وہ چاند کا سایہ و حیر سورج میں دیکھنے کے کار و بار نہ ہو۔ سیاسی و دینی و دنیاوی و دنیوی۔ اہل فن و دانش نہ ہوتا ہوگا وہ دشمن کا وزن نہ ہو سکے گا اور بجز غول کے پانچویں حرمت کا نہ ہو۔ تربیت کا راز و حیرت وہ دشمن کے نزدیک مسلط نہیں رہتا ہے۔ حضرت فرمایا مطلب ہے

کہ جس طرح غبارِ آنودیشیہ میں شے کی حقیقت بدل جاتی ہے اسی طرح جو شخص اہل بصیرت نہ ہوگی سکی نہیں ہے۔
 حقیقی شیخِ تربیت کی حقیقت معکوس ہو جائے گی اور وہ سجائے اہل دل عارفانہ کے صاحب اور دساکہ کو بہتر
 سمجھے گا حالانکہ عارف بمنزلہ آفتاب کے ہے کہ مستقل اور ذاتی نور رکھتا ہے اور صاحب اور ادمنزلہ قمر کے ہے
 کہ نور حاصل کرنے میں دوسرے کا محتاج ہے اور اس کی نور مستعار ہے مگر اس کو قمر کا سیاہ حصہ یعنی قسب
 اور ادا کا نقص و صفت آفتاب کے چہرہ یعنی اہل دل کی ذات پر مد کھائی دے گا اور اہل کو فرع بھی جائے گا اور
 فرع کو اہل غرض شیخِ کامل میں اس کو عیب نظر آئے گا لہذا اس سے نفرت کھائے گا اور سناکتہ منہ میں
 کمال نظر آئے گا لہذا دوسروں کو بھی اسی کا پتہ تیار آئے گا نیز اصطلاح شعرا یعنی فنِ عروض سے نہایت
 شخص کو جیسے، اہل فن کے نزدیک ہے عیب چیز عیب دار نظر آتی ہے اسی طرح اصطلاح صوفیہ یعنی فنِ تصوف
 و تربیت سے واقف شخص کو مجذوب شخصِ کامل اور مستثنیٰ نظر آئے گا اور صاحبِ دل عارفِ ناتس و مبتدیِ مسلم
 ہو گا۔ لہذا وہ مجذوب کی طرف مہربانی کرے گا جس کو شیخ بننے کا استحقاق نہیں ہے۔ بیاتِ مذکورہ کا خلاصہ
 یہ ہے کہ شیخ اگر علم ظاہر اور علم باطن سے بالکل سوا ہو، یا دونوں علم رکھتا ہو مگر بدرجہ کمال نہ رکھتا ہو تو اس کی
 صحبت سے کوئی نفع نہیں۔ اور اگر دونوں علم بدرجہ کمال رکھتا ہو اور (زہد و سخا وغیرہ کی) عملات نہ کرے
 اس میں پائی جاتی ہوں تو اس کو بے شک شیخ بنایا جائے اور اس کی بیعت اور صحبت کو غنیمت سمجھا جائے۔ نیز اگر
 اس کے شیخ نے اس کو مستند تربیت پر بٹھایا ہو اور اپنی حیات میں اس کو مجاز بنایا ہو۔ لیکن اگر شیخ کا وہ حال
 اس سے قبل ہو چکا ہے اور آپ شیخ کی زندگی میں اس کی روحانی تعلیم و تربیت، پوری نہ ہوئی ہو تو اس میں شر
 ذکر کرنا چاہیے۔ اگر فتنہ و بصیرت کی علامات اور خیر و صلاح کے آثار اس پر نمایاں ہوں دنیا سے منہ پھیرے ہو
 ہو، آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو اس کے ہاتھ پر رباعیت ہو کہ مریدوں کو فتنہ و بصیرت حاصل ہوتی ہو تو اس
 کو بھی شیخ بنایا جاسکتا ہے لیکن اگر یہ بھی نہ ہو بلکہ لگوں کو محض رہنمائی پر جمع کرتا ہو تو اس سے رہنمائی
 کوئی مناسب نہیں ہے اور شیخِ تربیت کے متعلق کسی سے مشورہ کرنا ہو تو ایسے شخص سے دریافت کرنا
 کرنا چاہیے جس میں ہر وہ اوصاف مذکورہ پائے جاتے ہوں ورنہ ممکن ہے کہ نتیجہ برعکس ملے۔ مناسب آگے آئے۔
 کا ذکر ہے جن کی رعایت شیخِ تربیت کی صحبت میں نہ کر مرید پر ناجیب ہے۔

وَيَقُولُ مَنْ قَبْلَ اعْتِقَادِكَ	مَرَبِّ كَوْنًا أَوْ بَعْدًا مَذْهَبًا فِي الْعَصْرِ
فَيَأْتِي رَقِيبَاتِ لَغِيْبِهِ	يَقُولُ لِحُبُوبِ الشَّارِبِ لَدُنْهِ

ترجمہ: اور رباعیت ہونے کے لئے، قدم نہ پر صاحب تک تیرا یہ اعتقاد (چلتا) نہ ہو جائے۔ لہذا مرید سے اور
 تربیت کے لئے زمانہ بھر میں اس سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ مدرسہ کی طرف سے التفات کو دیکھنے والے شیخ

خود سمجھنے لگے تو گویا درود چھوڑ گیا ورنہ اپنا نذر خود کر سکتا ہے

وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ سَلْبَ الْإِرَادَةِ رَافِقًا بِفَلَا يَطْمَئِنُّ فِي شَيْءٍ مِنْ تَحَرُّاتِ الشَّيْءِ

ترجمہ :- اور جس کو سلب ارادہ نصیب نہ ہو اس کو فقر کی غرض سے سونگھنے کی ہوس نہ ملے چاہیے حضرت سیدنا فرید گنج شاہ
یہ ہے کہ مرید کو اپنے شیخ مرید کے زہد کے سامنے اپنے رادہ کو نذر کر دینا چاہیے کہ جو وہ تجویز کرے اسے اس کی کو واجب سمجھے
اور جس کی یہ شان نہ ہوتی ہو اسے تصورات کی ہوس نہ ملے کرنا نصرت ہے۔

وَهَذَا وَإِنْ كَانَتْ الْعَزِيمَةُ وَجُودًا ۖ وَلَكِنَّهُ فِي نَعْمٍ مَرَّ خَالٍ مِّنْ النَّعْمِ

ترجمہ :- اور یہ رعبی مرید کا مسلوب ارادہ ہوتا ہے اگرچہ نذر ان وجود ہے لیکن گرا رادہ میں پختگی ہو تو اس سے مرید
ناممکن اور دشوار بھی نہیں ہے ابتدا محبت نہ ہارنی چاہیے

وَلَا تَعْتَزُّ بِكَ يَوْمًا عَلَيْهِ قِيَّاسُهُ ۖ كَقَبْلِ تَبَشُّبِ الْمُرِيدِ عَلَى مُبَشِّرٍ

ترجمہ :- اور شیخ پر کسی وقت اور کسی بات پر بھی معتز حق نہ کر کہ یہ فرق کے علاوہ مرید کو رہنے سے زیادہ
کی ضمانت ہے حضرت نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ شیخ پر معتز حق کرنے کا نتیجہ زہی یہ ہے کہ شیخ بس کو اپنی
صحبت سے بھی دور کر دے گا اور مرید استغناء اور دین سے بھی ہٹ جائے گا اس لئے اس سے بہت
بچنا چاہیے۔ جامع کتاب کہتے ہیں کہ یہاں تک میں نے اشتہار مذکور کی شرح خود حضرت شیخ کے ہاتھ کی
لکھی ہوئی ہے دیکھی جس کو میں نے اس لئے بقیہ شعرا کی شرح خود کرتا ہوں۔

وَمَنْ لَّيَعْتَزُّ بِالْعِلْمِ تَعَزُّزًا يَهْزِلُ ۖ يَكُنْ الْفَقْرُ فِي شَيْءٍ الْكَمَالِ لَا يَكُنْ

ترجمہ :- کیونکہ جو شخص علم سے بے بہرہ ہوتے ہوئے شیخ یا دوسرے از زیادہ معتز حق کیا کرتا ہے اس کا
نظر میں سیدین کو بھی نقص معلوم ہوتا ہے اس لئے پتہ بھی نہیں چلتا کہ میں نے کمال کو نقصان کیا ہے۔
یہ معتمدون عورت المعارف سے ماخوذ ہے کہ اس کے مؤلف حضرت شیخ شہاب الدین سمیرا نے اس کے سرور نے
تحریر فرمایا ہے مرید کو مناسب ہے کہ جب شیخ کا کوئی ایسا فعل دیکھے جس کی حقیقت سمجھ میں نہ آئے اس سے توسید نہ

موسنی اندر سیدنا خضر علیہ السلام کی قسم یہ ذکر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ایسے افعال سرزد ہوئے ہیں کہ
سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض فرمایا مگر جب آپ کا ان افعال کی حقیقت معلوم ہو گئی تو آپ نے رعبت سے
بے ہوش ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے مرید نہ بننے بلکہ ان سے افضل رہ کر حقیقت

پہنچ گئے۔

اس لئے ان کے معتز حق میں کوئی خرابی نہ ہوتی ارادہ معذور گئے مرید سے بہر حق اس کا شیخ نہ ہو تو
اس لئے مرید کو شیخ پر معتز حق کا حق نہیں ہے اسی سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ اگر خضر علیہ السلام کو مرید نہ ہو تو شیخ نہ ہو

برہان ہو تو اس کو ارباب عقربوں کو تو حق نہیں مگر خدمت کرنے کا حق نہ ہر ہے کہ خدمت شریف میں تیار ہوا
نہیں ہے فرض نہ ہو پیر ہی ہوتا ہے کہ شیخ نام ہوتا ہے اور مرید نام یا صاحب علم یا ناقل علم میں سے ہوتا ہے
مگر عقربوں کا ہے لیکن مستثنیات اکثر تو عدد میں ہوتے ہیں اس سے ممکن ہے کہ غلام یا عیسہ یا شیخ یا مرید ہو
مگر عالم نام ہر کی میں مرید زیادہ ہو ہذا، انکو دونوں چیزیں ملنا پڑیں گے کہ نہ عقربوں میں رسول و نبی ہونے پائے اور نہ
خدمت شریف میں تیار ہونا جبکہ صاحب نسبت ہو کر شیخ بن چکے اور نہ علم

اَوْ هُوَ لَوْ اَفُقَ شَيْخُهُ حَتَّى اُتِيَ بِهِ اَوْ اَلَيْسَ مِنَ الْاَنْفَادِ فِي قَلْبِ الْجَمْعِ

اور جو شخص اقتقاد میں شیخ کی موافقت نہ کرے گا وہ عقربوں کی وجہ سے شعلہ نار میں جاکے گا یعنی شیخ
سے کوئی فعل صورتہ مذموم اگر صادر ہوا اور مرید سے یہ بھی کہ فخر اس میں کوئی رز ہوگا جس کا ایک علم نہیں تب تو مرید
کو شیخ سے نفع پہنچے گا اور اگر مرید نے سمجھا کہ شیخ نے غلطی کی تو کبھی شیخ سے بیکاری لے لیا ہو جائے اور شیخ کی
تقریر سے کر کر منافقت میں پڑے گا جو کہ منزل شعلہ آتش کے ہے حضرت شیخ نعمی دین دین عربی سے
منتقل ہوئے کہ مرید پر لازم ہے اپنے شیخ کو راستہ کا دیکھا جائے اندھاں شریعت میں رہے اور اپنے ناقل علم و
فہم کی ترزو میں اس کے قیادت کو وزن نہ کرے کہ لعین دفعہ شیخ سے یہی صورت ہی مرید ہوتا ہے یا نہیں
مذہب ہوتی ہے مگر علم نہ حقیقت میں نمود ہوتی ہے۔ لہذا سرچکا نا غبار کی ست فتنہ سب کچھ کس شیخ مرید
کو متعلق لازم میں ہے جس کی علامات پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ جامع شریعت ہو دنیا سے زہر و سہ فتنہ
تو کسی مسلمان سے حسد و بغض نہ رکھتا ہو، سخی اور مال دنیا کی محبت سے غافل ہو کہ یہ علامات اگر کسی کا ہو
یقین دہی کی اور اس کے فہم ایک درجہ میں حضرت خضر علیہ السلام کے فہم کی تفریق کیسے گئے
کہ حضرت خضر کا قبلا مذکور ہو تو حق تو اسے کہ رشاد سے فہم ہو جائے اور نہ منطبق شیخ کو فہم
اس زمانہ میں کہ جسم کو ہوا یا پیر بنا لیا یہ منصب حاصل نہیں ہو سکتا خدا سے یہ ہے کہ مرید کو حسن ظن و تواضع
کا مل کی یہ بدعتی شیخ تبارک کے لئے ہیں نہ کہ ہر پیر کے لئے کہ غیر عارف کا تو پیر بنانا ہی مناسب نہیں کہ
شیخ کا عمل تو کیسے ہو سکتا ہے اس لئے عوام اس سے دھوکا نہ کھائے اور نہ

لَا يَزَالُ لَا يَزَالُ مَعَالَا وَاَنْ تَامِي اَلَيْسَ خَلْقَ نَارِي اَرْبَابِ عَمَّنْ وَنَحْنُ لِيَفْرَا

مہاجر عقل اپنے عارف و جامع شیخ کے سو دوسرے کو پسند نہیں کرتا اگرچہ وہ زیادہ حق سے آتا
لہذا بدعتی شیخ کے رت بعد ہے حضرت ممدوح فرمایا کرتے تھے کہ جب مرید اپنے شیخ کے ساتھ حسن ظن
رکھتا ہے تو صاحب بصیرت ہو جاتا ہے بعد حق نہ سنا، انکو ان سر پر علم فرمادیتا ہے جو شیخ کے فہم
میں منہرست فتنہ کی طرح اگر حکم شریعت کے منہر حکم معلوم کرتا ہو کسی ہتھوڑی سے کہتا ہے کہ یہاں پر علم

اَوَّلًا تَعْرِضُ فِي حَضْرَةِ الشَّيْخِ غَيْرُهُ | اَوَّلًا تَمْلُؤُكَ عَلَيْهِ مِنَ النَّظَرِ الشَّرِّ

ترجمہ :- اور دربارِ شیخ میں حاضری کے وقت دوسرے آشنا ہی نہ ہو اور نہ نظر بھر کر کسی دوسرے کو دیکھو۔
حضرت مدوح فرمایا کرتے تھے کہ جو حسنِ ادب اور یک درگیری کا برتاؤ مرید اپنے شیخ کے ساتھ کرے گا
اس کے صلہ میں اُسی جلیا برتاؤ اس کو اپنے اللہ کے ساتھ نصیب ہوگا یہ بھی سمجھ لو کہ یہ ادب اور یکسوئی
مرید کو نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ خود شیخ کی طرف سے باطنی جاذب اس کو نہ کھینچے شیخ کو جب اپنے
مرید کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کی شعاعیں مرید پر پڑتی ہیں۔ اور اس کے چاروں طرف محیط ہو کر اس کو شیخ کی محبت
کھینچتی ہیں کہ ہر شے سے تعلق قطع کر کے فاصلہ اپنا بنا لیتی ہیں جب تک وہ محبت اور اس کی شعاعیں تمام
رہتی ہیں تو شیخ اور مرید میں تعلق قائم رہتا ہے اور جب وہ منقطع ہو جاتی ہیں تو تعلق بھی منقطع ہو جاتا ہے
ایک مرید ہر وقت اپنے شیخ کیساتھ رہا کرتا اور کسی وقت بھی ان کی خدمت سے غرضاء نہ ہوتا تھا اور کسواپنی محبت
کا ثمرہ سمجھتا تھا نہ کہ شیخ کی محبت کا ایک دن شیخ نے فرمایا کیوں جب یہ تم کو میرے ساتھ محبت ہے؟ مرید نے کہتے کہ محبت نہ ہوتی نہ
وقت حاضر باش کیسے رہتا فرمایا اچھا معلوم ہو جائے گا اس وقت سے اس کو شیخ کے پاس آنا ہی بند ہو گیا اور کیسا سناں
کا مل گزر گیا کہ صحبتِ شیخ تو درکنار زیارتِ شیخ بھی نصیب نہ ہوئی۔

اَوَّلًا تَنْظُرُونَ يَوْمًا لَوَدِدْتُمْ اَنْ تَمُوتُوا | اَيْدِيَكُمْ تَعْدِلُ عَنِ الْمَكْرِ الْمُنْتَهَى

ترجمہ :- اور شیخ کے سامنے بد ضرورت کوئی بات نہ کر اور اگر وہ خود کوئی بات دریافت کرے تو بہتر و فزونی سے ضرورت جواب
دے۔ مصنف یہ ہے کہ زیادہ باتیں کرنا جہ ادبی میں دخل ہے ہاں اگر شیخ ہی اس کو خواہشمند ہو تو اس وقت
تعمیل کلام پسندیدہ ہے شیخ کی مجلس میں مرید کی یہ شان ہونی چاہیے جیسے کوئی سمندر کے کنارے بیٹھ رہا ہو
کا منتظر ہو کہ اب اللہ بھیجے گا۔ اسی طرح مرید منتظر رہے کہ حق تعالیٰ بزبانِ شیخ روحانی مسکن ترسے گا
اور میں اس سے حکم سیرا دیر ب ہو پاؤں گا۔

اَوَّلًا تَوَضَّعُوا لِكَمِيرٍ لَوْ كَانَ صَوْتُهُ | وَلَا تَخْبِصُوا وَاجْهَكُمْ اَلْزَمِي سَوَاحِبَ قُضْرٍ

ترجمہ :- اور شیخ کی آواز سے اپنی آواز کو ادنیٰ نہ کر۔ ایسے لفظ سے اس کو نہ پکارا جیسے جنگلی آدمی پکارا کرتے ہیں
مصنف یہ ہے شیخ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا سو ادب میں دخل ہے نہ کسی طرح بدویانہ چہرہ میں گسو
کرنا اس کے احترام کے خلاف ہے تعلیم کے ساتھ منی حبت کر لیا جائے مثلاً یا اے اللہ اے میرے سرور
یا حضرت وغیرہ جب کسی کا دل حرامِ قلب میں ہوتا ہے تو وہ انسان کو زبان کو سنبھالے رہتا ہے
اور گفگو میں جری و سبک نہیں ہونے دیتا نہ آواز و نجی بھرنے پاتے نہ زیادہ منہسی بات کہے نہ بد ضرورت
بات ہو سکتی ہے اور بعض کی تویہ حالت ہوتی ہے کہ نظر بھر کر شیخ کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔

اَوَّلًا تَرُدُّ فَعْنًا بِالسُّنَّةِ كَهَوِّكَ يَنْدُبَا | اَوَّلًا تَبْحُ الْأَدْنَى نَا مَسْتَهْمَا |

ترجمہ: اس شیخ کے پاس اپنی آواز سے مت نہیں کہ تلاش کرنے سے جتنے محبوب کا پتہ چلتا ہے وہ سب اس سے کم درجہ پر ہیں اول تو زیادہ ہنسا ہی عیب ہے اور قلب میں نمودنی رہتا ہے کیونکہ رعوفت اور حماقت کا اثر ہے خصوصاً شیخ کے سامنے ہنسا اور وہ بھی کھل کھل کر کہہ دینا چاہیے یہ خدمت ہے کہ قلب میں شیخ کا احترام نہیں، اس لئے حرمت اور شرت کا موجب ہے۔

اَوَّلًا تَقْدَن تَدَّ اَمَّهْ مَتْرَبَا | اَوَّلًا بَادِيَا رَجَلًا كَبَا وَرَا فِي السَّبَا |

ترجمہ: اس شیخ کے سامنے بلو تھی، رک یا پاؤں کھیل کر مت بیٹھ، کہ یہ شکریہ کی نشست ہے، اور اگر پاؤں پھیل جائے تو بڑی سمیٹ سے تو شیخ کی نشست یہ ہے کہ دونوں گھٹنے کمر سے کمر کے باقیوں کا حصہ کرے یا یک پاؤں سکیر کر بیٹھ جائے اور دوسرے گھٹنے کمر سے یا دونوں گھٹنے بائیں اور دائیں بائیں گھٹنوں پر رکھے۔

اَوَّلًا بَادِيَا سَبَا وَتَا مَجْصُورَا | اَوَّلًا مَقْصِدًا اِلَّا السُّنَّةُ لِيَا وَدِ الْبَوَا |
وَسَبَا وَتَا الصُّوْفِيَّ بَيْتُ سَكُوفَا | اَوَّلًا وَكُرَ اِلَّا اَنْ لِّيَطِيْرَ عَنْ الْوَا |

ترجمہ: اس شیخ کی خدمت میں باغی کی تہت مہل نہ بچا اور پیر بنکر اس پر نہ بیٹھ کہ یہ مقصود کے خلاف ہے شیخ کے پاس تیرا آنا خدمت گد کی جگہ ہے، جو ہے اور خادم کا کام خدمت میں دوسرے چھوڑ کرنا ہے نہ مقتدا و مخیرم بن کر با نائیب بیٹھا، محو کی جگہ ہے اپنی سائش کے بھرہ میں ہونا چاہیے اور جب تک، شیانہ سے پرواز نہ کر جائے خود، شیانہ نہ بننا چاہیے۔ معصوب یہ ہے کہ جس طرح گھوڑے پر بند کا مادی و مسکن ہے کہ دانہ پالی کی تلاش میں چاروں طرف گشت کرتا ہے مگر سیر کرتے کے لئے گھوڑے ہی کی عزت آتا ہے اسی طرح شیخ کا آستانہ گویا مریدوں کا شیانہ ہے کہ سکون قلب اور کھانا کہ روحی آرام یہیں ملتا ہے اس لئے جب تک تربیت میں آستانہ شیخ کا محتاج ہے اس وقت تک اپنے آپ کو مریدوں کا شیانہ نہ بنا اور پیر بنکر نہ بیٹھ، ہاں جس وقت بال و پیر نکال آریں اور آشیانہ سے پرواز کر جائے کہ تربیت و گزالی شیخ کی خدمت نہ رہے اور صاحب نسبت ہو کر اپنی حالت کو خود سمجھنا لسنے کا اہل بن جائے تب پیر بنکر محض پیر ہی ہو کہ پیرا شیانہ اور مریدوں کا شیانہ نہیں، گھر اس حالت میں بھی پیر کے سامنے پرواز نہ شان سے نہ آئیو بیکہ وہی فارش طرز قلم کیو اور اپنا مہمے بنے گھر میں بچہ کیو نہ شیخ کے مقابلہ کہ یہ سور و لب اور عشوق میں داخل ہے سعادتمند بچہ صاحب اولاد ہو کر بھی بنے یا پ کے برید کر سکی پر نہیں بیٹھ کرنا اور صفت خدمت میں اپنا کھڑا ہونا فخر سمجھا کرتا ہے۔

اَوَّلًا دُرْمَتَ لَحْمَ تَقْطَعُ فَلَا فَرْجِيَّةَا | عَمَلُكَ فَلَا تَكُنْ غَلِيْعًا مَسِيْرَا |

اور جب تک تیرا دودھ نہ چھوٹ جائے (یعنی تربت شیخ کی مدت جو گویا مدتِ رفاعت ہے پوری نہ ہو جائے) اس وقت تک نہ تجھ پر جبہ ہونا چاہیے اور نہ اس کی محرمت تجھ میں پائی جانی چاہیے مطلب یہ ہے کہ جب تک شیخ بننے کا اہل نہ بن جائے اس وقت تک شیخ کا لباس سہنس اور ان کی وضع اختیار نہ کرنا سب نہیں کرنا تصنع اور تکبر میں داخل ہے اور سب خسران و حرمان ہے۔

وَلَا تَقْرُبُوا فِي الْأَرْضِ ذُولَ الْأَرْحَامِ	وَلَا تَقْرُبُوا فِي الْأَرْضِ ذُولَ الْأَرْحَامِ
وَلَا تَقْرُبُوا فِي الْأَرْضِ ذُولَ الْأَرْحَامِ	وَلَا تَقْرُبُوا فِي الْأَرْضِ ذُولَ الْأَرْحَامِ

ترجمہ: اور دنیا میں کسی مومن یا کافر کو اپنے سے کمتر نہ سمجھ جب تک کہ تو قبر میں نہ چھپ جائے۔ کیونکہ بنوہ تیری نظروں سے غائب ہے اور جو خسارہ میں مبتلا نہیں اس کو شان بہت نیازی کو غیبت لگا رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زندگی میں چونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ میرا انجام کیا ہوگا اور دوسروں کا جو یہ کیا ہوگا تو قبر میں جاتے ہی پر پتہ چلے گا کہ ایمان پر مزا اور مومن قرار پایا یا کفر یا فساد یا ملکہ کفر پر مر درشتہ اللہ کا فرقرار پایا اس لئے تو مومن کسی کا ذکر نہیں بنگاہ حقارت نہ دیکھو اور اپنے سے کمتر نہ سمجھو یہ خبر ہے کہ کس کو یہاں پر مزا نصیب ہو جائے اور تجھے اس کے خلدت پس موجودہ عانت کا کیا اعتبار نہ درمانہ ہے کہ اس وقت کوئی شخص خسارہ میں نہیں اور مومن صاحبِ بناوہ ہے مگر اس کو بھی یہ وقت یہ اندیشہ لگا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ مقلب القلوب والاحوال ہے نہ معلوم دم بھر میں کیا کیا بنا رہے۔ محال میں اسی کا تصور چلتا ہے اور وہ چمکتا ہے کرتا ہے کسی کو محال دم زدن نہیں عوارت ساری میں مذکور ہے کہ حضرت یوسف بن سبا سے کسی نے دریافت کیا کہ تو افغان کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا: گھر سے نکلی کر جس سے بھی ملے اسے اپنے سے بہتر سمجھے۔ میں نے اپنے شیخ ابوالخیر شہید مدین کو کہا جبکہ میں ملک شام کے سفر میں آپ کا ہر کرب تھا کہ ایک دنیا دار سے انگریز قیدیوں کے سروں پر خوراک کر آپ کے لئے کھانا بھیجا جب دسترخوان بچایا گیا تو آپ نے دیکھا کہ قیدی بدتمیزوں کے خالی ہونٹ کے تھوڑے کھڑے ہیں خادم سے فرمایا ان کو بھی بلو کہ فقیروں کے ساتھ کھانے میں شریک ہوں چنانچہ ان کو بلایا فقرا کے ساتھ ایک صوف میں دسترخوان پر بٹھایا گیا اور حضرت اپنے مصلے سے سر نہ کرنا میں نے اسے جہان ان ہی میں سے ایک آپ بھی ہیں اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اس وقت آپ کے بطن سے جو ترش و زہر آپ کے ظاہر پر بہا رہا تو وہ بہو مومس ہو رہا تھا اور اپنے ایمان اور علم کا تکیہ آپ میں نام کو بھی نہیں شیخ ابوالحسن فقیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو محمد عبد اللہ کو کہہ دیا تھا میں نے ایک شدید سردی کے دن کثیر بارش اور کچھ میں سرکسا پر چلتے ہوئے دیکھا ساتھ سے ایک کتا بھیجا جو کچھ

کیا ظہور ہو ہو در سر عات فرطت ہیں گرد و شہادت میر گدے کے در و پیر ہو در و فضل کس پر ہو نہایت
 کو کٹری کے در و پر ہو تو میں کس طرح پیر ہوئے کو اختیار کروں گا در و شہادت کی ہوس فراز ہو گیا ہو نہایت
 کو کٹری سے گھر کے در و از تک پہنچنے کے چند قدم ہیں میرے قریب کو کی غائب پوش ہوئے
 کہیں بلکہ سے نہ ہوا رہے حضرت سہیل فرماتے تھے کہ میرے قریب کو ہر حرکت و سکون میں ہوا قریب رہتا ہے
 لگا رہتا ہے در ہی میں جن کی حالت حق خدا سے ہے بیانا قرانی ہے و تلو فیشر و جہاں کہ نہایت
 رہتے ہیں نیز فرمایا کرتے تھے کہ میرا کو تو معصیتوں کا خوف رہتا ہے مگر شہادت کو یہ قریب ہے کہ نہایت
 نہ ہو جائے حضرت ابو یزید فرمایا کرتے تھے کہ جب مسجد کی طرف چلتا ہوں تو میرا کہ میرا قریب رہتا ہے
 قدم پر درتا ہوں کہ نہیں مجھے رنھری کے کنبہ رنھری کے کنبہ میں غمت ہے جب مجھے پیر ہوئے
 قریب راظہیان ہوتا اور یہ رنھری میری گھر سے بڑھتا ہے در و پیر ہوئے دقت میری بھی حالت ہوتی ہے
 کسی قسم کا ایک عجیب قصبہ میں ہے اپنے حضرت سے کہتا کہ فرماتے تھے کہ میرا قریب رہتا ہے ہر قسم کی غمت
 ملالت ہوئی ان کی عجیب و غریب حالت تھی کہ جب چلنے کا ارادہ کرتے تھے تو قریب رہتا تھا اور
 اس کو رہنے سے آتے اور پھر دو کا پوتا تھا کسی کے پیر کچھ کٹھنات اور قدم پر ہوتا تھا چاہے قریب رہتا تھا
 سے آتے اور وہ کچھ غرضت ایک قدم پر نہیں آتے کہ نہایت قریب رہتا تھا کہ مجھ کو قریب رہتا تھا
 نہیں کہلاتے تھے منہ کا طرف لڑا کہ نہایت قریب رہتا تھا کہ منہ کے پاس نہایت قریب رہتا تھا
 اور کچھ رہتا تھا وہ رہتا تھا کہ منہ کے طرف لڑا کہ نہایت قریب رہتا تھا کہ منہ کے پاس نہایت قریب رہتا تھا
 کی ارادہ کرتے تھے ابھی بھی حال تھا کہ نہایت قریب رہتا تھا کہ منہ کے پاس نہایت قریب رہتا تھا
 جھپکاتے تھے کہ میں نے کہ یہی کیفیت تھی مجھے ان کو یہ حالت دیکھ کر سیدہ رشیہ ملو اور میرے قریب رہتا تھا
 کہا ایسے ہو گئے یہ تھا کہ یہ حالت نہایت قریب رہتا تھا کہ منہ کے پاس نہایت قریب رہتا تھا
 اب دیوانہ بن گیا جس کے قریب وقت ہو اور قریب رہتا تھا کہ منہ کے پاس نہایت قریب رہتا تھا
 قریب رہتا تھا کہ منہ کے پاس نہایت قریب رہتا تھا کہ منہ کے پاس نہایت قریب رہتا تھا
 نے مخلوقات میں اپنے فعل کا نتیجہ مشاہدہ نہیں فرمایا کہ یہی حالت نہایت قریب رہتا تھا
 مخلوقات میں سارے دنیا کی جیسے ایک چیز بھی مجھ پر ہو سیدہ رشیہ ملو اور میرے قریب رہتا تھا
 فعل اور قضا و قدر کے سراز پر بھی مجھے متعلق فرمایا کہ نہایت قریب رہتا تھا کہ منہ کے پاس نہایت قریب رہتا تھا
 کیا ہے اور ان کے ہر مقدر کے رزق میں بھی ان کے جسے کہ ان کے سحر و جادو کو نہایت قریب رہتا تھا
 اپنی ذات میں فعل ہی پر اثر و اثر میں ہے اپنے قریب رہتا تھا کہ منہ کے پاس نہایت قریب رہتا تھا

[illegible]

| كَلَّا تَطْغُرُ بِكُودَمًا إِلَىٰ الْحَقِّ اِنَّهٗ | | يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ فِي كُدِّ اِلٰهٍ

ترجمہ۔ اور کسی وقت بھی مخلوق پر غرور نہ کر کہ وہ صاف اور آزاد کو مکر اور مقید بنا چھوڑے گا کچھ شعر میں ہے۔
 مخلوق کو حقیر سمجھنے کی ممانعت کی گئی اور اس شعر میں اس کی دوسری جانب یعنی افراد سے بچاؤ ہے کہ نہ
 مدعا پر غرور بھی نہ بنا کہ قبلہ و اکبر ہی قرار دے اور اپنے احوال، اقوال، فاعل، عبادات، عبادت، طہارت،
 حلالیت میں انکا لحاظ اور ان کی رعایت رکھنے لگے کہ اس کو نام نہاد قسطنطین ہے اور اس سے عبادت و عبادت
 غیب و رنجستہ ہیں اور زردی بھلائی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جہاں جہاں بھی مخلوق کی عزت جاتی ہے اس کی
 بناؤ سنگی راہ راستہ کرنے کی اس کو ٹکرا گیا جاتی ہے اور اسی لئے شیخ عبد اللہ قرطبی فرماتے ہیں کہ جو
 اپنے اقوال و افعال میں حق تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے پر استغناء نہیں کرتا بلکہ اس پر فخر و کبر و
 کیونکہ بول کے رکھنے پر سننے کی خواہش ہی کا نام فخر و دور دکھا واسپے اور حضرت بشر بنی فرات سے ہیں جس نے
 اپنی شہرت کو محبوب سمجھا ہے وہ غرور و ذلیل و رسوا ہو چکا ہے نیز فرمایا کہ اس کو آخرت کی عبادت کی نصیب نہ ہو
 جس کی شویش ہوگی کہ لوگوں میں اس کی شہرت ہو نیز فرمایا اگر لوگوں میں قدر و منزلت کی طلب ہے تو اس
 کے نزدیک قدر و منزلت کی میدان رکھ۔ عورت میں مذکور ہے کہ یہ جڑ ہے جس کو بھلا رکھنے سے عزت
 ہو جاتی ہے اور غفلت کرنے سے تمنا بڑھ جاتی ہے میں یکساں باب احمید پر اپنے حضرت کے ساتھ
 کہ آپ نے میرے پرنگہ والی اور فرمایا جیب تاکہ رسول کی معرفت حاصل نہ ہو جائے کسی کو اللہ کی معرفت کی ہوس نہ ہو
 اور جیب تک اپنے شیخ کی معرفت حاصل نہ ہو جائے کسی کو رسول کی معرفت کی ہوس نہ کر لی چاہیے کہ شیخ کی معرفت
 نصیب نہیں ہوتی جیب تاکہ کہ لوگوں پر نہ زخما نہ بڑھو سے اور ان کو مردہ کی شاں سمجھ کر چنی قدر بڑھو
 جیب مخلوق اس کو غرور سے خارج ہو جاتی ہے لہذا کسی کی بھی پروا نہیں کرتا کہ دیکھیں تیب کیا ہے اور نہ
 تیب کیا ہے تھاں تو اس وقت اللہ کی رحمت سے عرج آتی ہے جہاں اس کو خیال و گمان بھی نہیں جاتا اور شیخ کو اس
 میں یہ بات ہے جو لوگوں کے دیکھنے کی پروا نہیں کرتا کہ فخر میں جیب شکست پڑ جاتی ہے تو اس کو تیب و تیب
 تاکہ اس کی دستکارت پر نہ سوز و گداز کی شکست نہ رہے یہی حال خدق کا ہے کہ فخر و غرور کے لئے
 سے بچنے کا نام اعتدال ہے اور اعتدال و روافی یعنی مشائخ کی خدقت و تربیت کا یہی پرہیز ہے کہ یہ
 جہاں پہلو کو تیب ہو دیکھتے ہیں اس کی اصلاح کے لئے تنہا ہی مبادی کے ساتھ اس کو دستک پہلو تیب
 کرتے کی تاکید کرتے ہیں کہ اس غلو کے بغیر جو وہ شکست کی تیب و رفع نہیں ہو سکتا چونکہ عام صبر پر عبادت
 کی تیب ہے اور شوکت و بڑائی پر غرور ہے اس لئے حد سے زیادہ تواضع پر زور دیا جاتا ہے تاکہ اس
 کی تیب نہ ہو جائے ورنہ ہر جہاں کہ تیب بھی مذکور ہے اور اسی لئے شریعت نے جیب و تیب دیا ہے تاکہ

کی طرح نمود اور شہرت گویا اعمال کی موت ہے کہ ساری عبادتیں جیسے وضو و نماز جاتی ہیں اور بس سے فوری
 ہے کہ مخلوق کو مثل مردہ کے سمجھے چونکہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے نہ مرنے نہ فیصلہ دہی ہے جو فریقین کہ پوری شہادتیں
 سننے کے بعد دیا جائے۔ اسی طرح ہر امر میں پسندیدہ وہ اعتدال ہے جس کے دونوں پہلو کی بدرجہ مساوی رہتے
 ہو۔ لہذا معصومین اُمت کی تحریر یا تقریر میں کسی ایک پہلو میں گر مبالغہ دیکھو تو بھی فیصلہ نہ دو کہ یکطرفہ شہادت ہے
 دوسرے فریق کی شہادت سننے کا انتظار دیکھو اور اس کے بعد علماً و علما باسانی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکو گے۔ مخلوق
 کو مردہ سمجھنے میں دوزں پہلو کی پوری رعایت ہے کہ مردہ پر نہ تکبر ہو، نہ سب اور نہ اس کے سامنے تذلل
 کی برشتی کی نظر اور نفع پہنچانے کی گردیدگی بھی ہوتی ہے اور اس سے خود نفع چاہنے کی نہ توقع ہوتی
 ہے نہ احتیاج نہ وہ اتنا حقیر ہے کہ جانوروں کی طرح گدھے گردن کو کھد دیا جائے اور نہ اتنا محترم ہے کہ قبلہ
 حاجت بنایا جائے اور اس سے مرادیں مانگی جائیں خود اس کی خدمت کرتے اور اپنے ائمہ سے اس کی ندرج
 کی دعا مانگتے ہیں اور اپنی ضروریات میں اس کے چاہے نیاز بھی ہیں کہ یہ نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔

وَأَن تَقْرَأَ الْحَقَّ الْكِرَامَاتِ السُّطَرَّ	فَذَلَّ تَبْدِئُ حَرْقًا رَغِيرًا مِنْ سَطَرٍ
سَبَوِي لَشَيْخٍ لَا تَكْتُمُهُ سِرًّا قَانًا	أَبَ حَلَا كَشَفَ لَسَرٍ بَعِي سَعْنِي بَحْرًا

ترجمہ: اگر حق تعالیٰ تیری تنہا کو مخلوق سے بٹا کر اپنے اوپر حق مقرر فرمائے اور اسی بنا پر تجھ پر رحمت لے کر
 کر شوق کی سوزی منہ موم ہو جائیں اور مختلف قسم کے کشف اور عرق عذات امور کا ظہور ہونے لگے تو اب وہ یہ کہ
 کہ اس کو حق رکھو اور کسی ایک سر کا ایک حرف بھی کسی دست پر نہ کہ رجز کشی کے کہ اس سے البتہ کوئی
 نہ نہیں مت چپا کیونکہ وہ کشف کسر کے مقام میں گویا دریا پر چل رہا ہے۔ یعنی ان کی حقیقت سے آگاہ اند
 دینے کشف کی پرک ہے مطلب یہ ہے کہ شیخ چونکہ تیرے ان روحانی مرقع سے جو رستہ قطع کرنے سے
 تجھ کو رک سکے وقت ہے اور نہ ان حبیب سے اس لئے بڑی ہویا چلی کوئی حالت بھی کسی سے
 چھپائی نہ چاہیئے۔ عورت میں کہا ہے کہ مرید کو اپنے شیخ سے اپنا کوئی حال بھی مؤمن نہ رکھنا چاہیئے کہ بھی
 کی بہت حق تعالیٰ کا نام ہو شواہد کہ مت کا ظہور ہو یا قبولیت دعا ہو، یا کشف صادر ہو، سب بیان کر دینا چاہیئے
 اور اگر کوئی بات ایسی جس کے ذکر کرنے میں شرم آتی ہو تو اس قدر دُعا کرے کہ اس کا انہار کر دے کیونکہ مرید جب
 کوئی بات اپنے دل میں رکھتا ہے شیخ پر نہ نہیں کرتا تو اس کے بطن پر یک گرد لگ جاتی ہے اور جب شیخ
 سے کہتا ہے تو وہ گرد چھوٹی ہے شیخ کو یہ مناسب ہے کہ مرید تیرے کسوا کو اور کشف و کرامت وغیرہ
 جو کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہوا ہے ان کو محفوظ رکھے اور کسی پر اس کا اخبار نہ کرے کہ مرید کے سرور
 پروردگار شیخ کے لئے نہ رہنے چاہیں۔ اس کے بعد مرید کو بتاتے اور آگاہ کرے کہ یہ چیزیں مستور نہیں ہیں

لگاتار اس کے بعد آپ نے شان کے وجہ میں یہ مشہور حکایت نقل فرمائی کہ ایک بادشاہ تھا۔ گواہی دے
 کے ساتھ بہت محبت تھی۔ شاہزادہ بیمار ہو گیا تو بادشاہ نے پریشانی ہو کر طبیوں کو جمع کیا۔ انہوں نے کہا کہ
 بچہ تندرست نہ ہوا تو تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا طبیوں کی بالاتفاق رائے یہ ہوئی کہ شاہزادہ کو گوشت کھانے سے
 پرہیز کرنا ضروری ہے چنانچہ شاہزادہ سے کہا گیا کہ گوشت کھانا چھوڑ دیں مگر شاہزادہ نے صدمہ کیا کہ وہ
 اور کہا کہ چاہے دم نکل جائے مگر گوشت نہیں چھوڑ سکتا۔ اطباء حیران پریشان ہو گئے کہ جو مصلحت
 ہے وہ قبول نہیں ہوتا اور عدم صحت پر سزا و زلت کا سامنا ہے۔ اس لئے بار بار اسحاق کہہ رہا تھا کہ
 چاہا کہ کسی طرح شاہزادہ اس پر عمل کرے مگر وہ نہ مانا اور ان کی نصیحت سے اس کی نفرت ہی بڑھتی رہی۔
 طبیب نے گھر کر عمل کیا اور لے جب جلد کے حشر میں گر پڑا یا اور زیت کی کہ حب تک بیمار شاہزادہ کو گوشت
 چھوڑے رکھے گا اس وقت تک میں بھی چھوڑے رکھوں گا۔ اور گوشت نہ کھاؤں گا اس تک جلد نہ بڑھے گا۔
 آکر عرض کی کہ تا صحت چند روز کے لئے گوشت کھانا چھوڑ دوں گا اب چونکہ نصیحت ٹھنسی نہ ہونے سے
 تھی کہ قول و عمل باہم موافقت نہ رہتا تھے اس لئے شاہزادہ نے فوراً کہا مان لیا اور بہت جلد تندرست ہو گیا۔
 طبیوں کو اس پر بڑی حیرت ہوئی کہ کیا جادو کر دیا مگر یہ اس نے بتایا کہ میں نے یہ قدرت اختیار کی تھی ان کا تیرا
 آیا اسی طرح شیخ چونکہ کلمہ توحید کا قائل بھی ہے اور عامل بھی لہذا اس کی تسلیم مباشرتاً کر دوسرے کو بھی قابل قبول ہے
 نیز حضرت نے فرمایا کہ اہل معرفت اور اہل حجاب اور فاضل قلوب والی فہمات پر تشریف لے جاتے اور ان میں کسی کی نہایت
 کو طہارت اور سیرت کی حق رکستی والی دیکھتے ہیں تو اس کی تربیت اور ذریعہ کی تلقین میں ہر وقت سے رہتے ہیں
 کہ شیخ کا مقصود صرف وہ ایک ہی شخص ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی کوئی دوسرا اگر چہ حل سہرا ہی کے تحت
 ہوتا ہے لیکن تلقین ذکر کا طالب ہوتا ہے تو اس سے بھی انکار نہیں کرتے کیونکہ مایوس کرنا ان کو پسند
 نہیں یہی وجہ ہے کہ مشائخ کے پاس جو کوئی بھی آتا ہے نہ وہ دوسرا ہی کو ان کے پاس کے ذریعہ سے
 کر دیتے ہیں جیسے مدرسے کے طلبہ کو نہ ہمارا دعام بن کر نور چمکنے والا اللہ میں ایک روپی ہوتا ہے اور کسی نے اس
 پر استاد کی خاص نظر ہوتی ہے مگر حیا و عفت میں داخلہ جو کوئی بھی آوے اس کا ہونا قابل ہے اور اس میں تشریف
 تقریر کرنے کی اجازت اس کو مل جاتی ہے، نیز ایک مذکور بھی ہے جو آخرت میں ملے ہوئے ہو یہ کہ تندرست نہ ہو
 و عالمیان کے ہاتھ میں لواء حمد ہوگی جو نور ایمان کی صورت (شاید) ہے اور تمام مفاہیم خواہ آپ کی اُمت پر
 اُمت تھی کہ انبیاء و ائمہ بھی آپ کے پیچھے ہوں گے کہ ہر اُمت اپنے نبی کے پیچھے چلتی ہوگی اور آپ کے پیچھے
 کے ایمان، ان نور ایمان محمدی سے ہوا ہے لہذا ان کے نبی کا تہذیب ان شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہے
 مستفید و مستعد ہوگا۔ اسی طرح ہر تہذیب انبیاء و ائمہ اپنی امتوں کے آپ کے ایک شاہکار کی مانند ہوں گے

کہ نہ کہ ست دنہ معاملہ و راج میں ہوا تھا۔ وہ اپنے کی موت مستعد و آپ کے دوست شہزادہ کی جانب ہو گئی اور اس کے
 ست دنہ وقار میں وہ دنیا و دولت مع الجسد سے بہت اور امت محمدیہ میں حضرات انبیاء و کفار کے ہونے و بیا
 ہونے کے بن کے ہاتھوں میں انبیاء کے جہنم کی مثل آئینہ سے ہوں گے اور ان کے تابعین ان کے تابعین ہوں گے
 کہ یہ اور کیا مستفید و مستعد ہوں گے ذات محمدی سے اور ان کے قیام مستفید ہوں گے خود ان سے جیسا کہ حضرات
 انبیاء و کفار ہوں گے کہ وہ نور میں گئے ذات محمدی سے اور ان کے متبع نور حاصل کریں گے اپنے اپنے بنی سے پس دیگر
 سے ہی کی حالت نہیں ہے کہ کتبہ کا رتبہ بھی تعلق بیعت اور تیسرا شیخ کی وصیر سے (اپنے اس شیخ سے نفع ہو گا۔
 جس سے اس کو ذریعہ بین بیاقت و سرگرمی و کھوشی کے مثل ذکر متعلق کر دیتے اور مرید کے مخلص زبان سے ذکر
 کر سکتے سے کوئی نفع نہ ہو گا جب تک کہ اللہ و اس کے رسول و فرشتوں و اس کی کتابوں پر ایمان نہ ہو کہ کیفیت
 کیشی سے نہ ہو کہ کسی درجہ کا باطنی نفع حاصل نہ کرے ورنہ مخلص زبان کا تعلق و نہائی ذکر تو یہ ہے
 جیسا کہ یہ میں نے ذکر مکتوب کر دیا و پھر شہادت کر دیا، طبیعتوں میں سے مذکورہ قسم کی عزت کینے قدر ہے کہ ایک
 شہرک خدمت ایک بزرگ سے شواہد کی کہ میرے آقا سے سفارش فرما دیکھتے کہ مجھے آزاد کر دے۔ چونکہ
 وہ آپ کی بات بہت ماننا تھا اس لئے آپ کی ذرا زبان بندنے سے میرا کام بن جائے گا شیخ چپ
 ہوئے اور کچھ بڑبڑایا حتیٰ کہ ایک سال سے زائد گزر گیا۔ آخر ایک دن غلام کو ساتھ لے کر اس کے آقا کے
 پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس کو آزاد کر دینا چاہئے اس نے قبول کیا اور غلام کو آزاد کر دیا غلام بہت خوش
 ہوا۔ کیشی سے کہنے لگا کہ شہادت نہ تھی، خیر فرمایا۔ اگر کسی وقت سفارش فرما دیتے تو میں سال بھر چاہی آزاد ہوتا
 کیشی نے فرمایا کہ کسی سے کوئی بات نہیں کہارت جب تک کہ خود اس پر عمل نہ کروں ورنہ یہ قسم نہیں سفارش
 کی شیخ و مثل کی اتنی تو اس وقت میرے پاس کوئی غلام نہ تھا جسے کر کر دیتا و خود غلام بن کر قیدی نہ رہتا
 تمہارا کہ اندر ہی کے لئے کہتا، مگر میں اس وقت سے بڑبڑاتا کہ اتنا ہی کہ اس سال میں ایک غلام خریدنے کا رقم میرے
 پاس جمع ہو گئی تھی میں نے غلام خرید کر اس کو کر دیا و اس کے بعد میں نے تمہارے زور کرنے کا سفارش کا نفع نہیں
 آقا کے سامنے نہایت سے نہایت چاہتا چہ اس نے قبول کر لیا سادہ اس نے خود غلام آزاد کر کے قتل تمہارے آقا سے
 سفارش کرتا تو میرا خیال یہ ہے کہ وہ گزر نہ مانا تھا ہے۔ پس یہ ہے ضرورت بیعت کہ یہ بہت فرق ہے نہ کہ
 کیسے کہنے میں اندر خیر کو ایک سمجھنے میں سے

مغرور سخن مشوکہ توحید خداوند واحد ویدان بودہ و حمد و ثناء

فرمایا کہ اگر وہ غلام نہ ہو نہ بیعت نہ ہو نہ پھر کیا پوچھنا باطنی عمل اور حقیقت یہ ہے کہ
 جس کے تعلق کیسے کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے تعلق کیسے کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے تعلق کیسے کہنے

یا اخی دمن و عاتک بجائی ہیں دعائیں نہ قبول جانا پچھم حضرت محمد سراج کہ انجرات باشند تھے اور قصب وقت
 تھے ان کی ملاقات کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے ششم حضرت احمد بن عبد اللہ مصری غوث زمانہ تھے اور حکایت
 جن کے ذریعہ آپ نے حضرت ممدوح کو کائنات ستر کی وضاحت فرمائی تھی شروع کتاب میں مذکور ہو چکا ہے
 ششم حضرت علی بن عیسیٰ مغربی یہ بھی اقرباب میں سے تھے اور ان کو وطن جبل درندہ قدیم میں قاتل کے
 مغرب سے ملک شام میں منتقل ہونے کا ایک بیان قصہ مدت ہوئی حضرت سید بن فریاد تلمیذ گریچ پور یار نہیں رہا۔
 ششم حضرت محمد بن علی کیمونی و نہم حضرت محمد مغربی اور نہم حضرت عبد اللہ حیرز جن کا مسکن دیر و صدقہ گریچ
 تھا۔ اور ستر میں حضرت ممدوح نے ایک نام کا اور اٹھارہ ذیلی یعنی حضرت ابراہیم ملنر کر ابراہیم کے رہنے سے
 اور اکابر اوہا میں سے تھے اور فرمایا کہ تاک وراثت بھی مجھے ملی ہے رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت ممدوح نے فرمایا کہ ہم عظم جس کی ذمیت ہے کہ جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے، اور غریب
 کے ہمارے حسنی یعنی نودہ ناموں میں نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ سو گناہ نام ہے البتہ میں کے بیشتر ناموں سے
 ناموں میں موجود ہیں درود زبان کا ذکر نہیں بلکہ ذات کا ذکر ہے کہ ذات ذکر سے تھمتہ جیسا سنائی دیتا ہے
 جیسے پتیل کو کھٹکھٹاتے، سے بڑھکتی ہے درود ذات پر تمنا ثقیل ہے کہ ان بھریں ایک یا درود یہ ہے
 اس کا ذکر کرنے کی ذات میں طاقت نہیں ہے میں نے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا فرمایا وجہ یہ ہے کہ اس
 ذکر مشاہدہ تمامہ کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ ذات نشان پر بہت ثقیل ہے۔ ذات جب اس کو ذکر کرتی ہے تو
 قلے کے ہیت و جلال اور خوف کی وجہ سے سارا عالم اس کی نظروں سے منقود ہو جاتا ہے۔

ہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اس کے ذکر کی خاص قوت عطا فرمائی تھی کہ وہ دن بھر یہ چاہتا ہو
 اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے نیز آپ نے ہمارے حسنی کے متعلق فرمایا کہ ذات کے معانی کا مختلف صورتوں میں
 بنیاد علیہم السلام کو مشاہدہ حاصل ہو چکا جس بنی کو جس معنی کا مشاہدہ ہو، ہوں گے اس کا نام وہی ہے۔
 کہ معانی پر قدرت کے مشاہدہ کے ہر ہونے اور کسی کے موافق ہمارا ظاہر ہو، رشتہ کسی بنی کو
 کی طاقت کے موافق قدرت، ہمیشہ کا مشاہدہ ہو، تو انہوں نے حق تعالیٰ کا نام قویہ وضع کیا۔ اور جن کو وہ
 کا مشاہدہ ہو، انہوں نے اللہ کا نام کریمہ جو رزق مقرر تھی سہرہ یہ حضرت بنیاد کے وضع کرتے تھے
 ہونے ہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت دریں علیہ السلام میں جنہوں نے سب سے پہلے علیہم السلام کو
 کو وضع کیا۔ مگر حضرت بنیاد نے اپنی زبان میں وضع کیا کہ وہ یہ خصوصیت فضیلت ہے کہ انہوں
 کہ اس نے تمام اسماء جمع کیے اور سب کو عربی زبان میں اور کیا نہ کہ بنیاد و متقدمین کر زبان میں
 اور ہم جہت یعنی رشتہ سب کے ان حضرت آدم علیہ السلام نے وضع کیا کہ جب حق تعالیٰ نے

کچھ سوچی درود اٹھ کر کھڑے ہوئے تو ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے اور دوسرے پاؤں کا گھٹنا زمین پر ٹیک لیا۔
 اس حالت میں ان کو اپنے پر دکھار کے ایک غلیظ شاہدہ نصیب ہوئی اور حق تعالیٰ نے اس کو گویا حق تعالیٰ نے اس کو
 حق سبحانہ کے تین سرور میں سے کسی ایک کی سیٹھ بن کر نفوس کے ذریعہ دیکر یہ تہہ ناکاریوں سے
 نکلنے لگا۔ پھر کچھ لگے بلکہ لگے غلام قدیم ہیں جتنی کہ یہ کسمحسنی اس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
 بعد ان کو اپنے غلام نصیب دیا گیا اور انہوں نے اس کی خدمت میں مدد طلب کر کے اس کو اس کی
 خدمت میں آج آپ کو یہ بات زنی تھی کہ شاہدہ میں وہ عمل ہوئے تو وہ کسمحسنی اس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
 بہت سے اور بھی اس کو کسمحسنی اور رنگ کی طرح نام لکھا جاتا ہے۔ مگر حق تعالیٰ نے اس کے اپنے بندوں پر بڑے احسان و کرم
 سے اس کے اپنے آپ کے شاہدہ کو بھی سے کسمحسنی دیا ہے۔ وہ اپنے ذریعہ سے ہو گیا۔ جو اس کو اب تک ہے۔ اس پر یہ شبہ
 کیا جائے کہ کسمحسنی تو قدیم ہیں اور یہ تقریر کہ حضرت انبیاء نے اس سے کہا کہ شاہدہ ان کو اس کی سیٹھ بنانے کا
 وارث ہوا تھا۔ ان کے ہاں یہ سنیقہ کے خلاف ہوا۔ کیونکہ کسمحسنی کے قدیم ہونے کا وہ اس سے یہ کہہ سکتے ہیں
 چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کو کسمحسنی کے وارث کرنے سے پہلے ہی موعظی پر کہ وہ وارث ہیں۔
 اس سے کہ غلام حضرت سید کے اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے شاہدہ ہو کر رہے۔ جتنے ہونے پاؤں اور حضرت سید
 جیسے غلام اور زینب اور امیر اور حضرت زینب کے شاہدہ ہو کر رہے۔ ان کے شاہدہ حضرت زینب پر ہونے اور جب وہ ختم ہو
 جائے گا تب تیسرے حضرت زینب پر ہونے کا نام لکھا ہوا ہے۔ ان کے ہاں یہیت تمکیدیہ و مراقبہ ہی سے حق تعالیٰ نے
 اس کو اس کے شاہدہ کے ساتھ ساتھ سرور میں دل یہ کہ اس کے مخلوق سے شہرہ ہے۔ اس کے ہاں
 تیسرے ہیں۔ ان کے جنات میں بھی وہ وغیرہ۔ ان کی اس میں کہیں مدد بھی کو نہیں ہے۔ اور یہ وارث کثرت کے
 وہ کیا ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کا کوئی ذریعہ بہت کم ہوتا ہے۔ وہ شاہدہ سب کا یہ وارث ہے۔ کیا وہ شاہدہ
 تم کو اس کے شاہدہ میں تھیں فرمایا ہے۔ نہ کوئی چیز اس سے بچ سکتی ہے۔ نہ اس کی قدرت اس سے بڑھ سکتی ہے۔ وہ
 اس کی شہادت پر تو یہ شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔
 اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔
 اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔
 اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔
 اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔ اس کے ہاں کہ اس کے شاہدہ ہے۔

پاک سیت اور برائیت سے منزہ ہے، اس کی کیفیت بیان ہو سکتی ہے اور نہ مخلوق میں کسی شے کا وہ شبہ۔
 مثل ہے اور باوجود اس کے وہ مطلق و اتم و مبدل ہے کہ اگر عقلیت کے بند سے نہ ہوتا تو حق تو ہے نہ حق
 پر ڈال دیتے یا تو جس وقت ان پر حق تعالیٰ کی تخلیق ہوتی ہے نیزہ و نیزہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، مگر
 باقی نہ رہتا اور کہنے والا کہتا اس عالم میں کبھی کوئی مخلوق پیدا ہی نہیں ہوتی مگر چونکہ حق تعالیٰ نے سب بقا قدرت
 کی بنا پر جن جن پنی رت اور ملک سے طے فرمایا تھا کہ رحمت نہ دوزخ، دو مقام بنائے جائیں۔ اور ہر ایک
 کے اہل کو کس کے مقام پر پہنچایا جائے۔ پس جسے جب کسی مخلوق کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے
 پیدا کرنے سے قبل پروردگار پر حجاب پیدا کر دیا کہ وہی سبب بقا ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی ہر
 کو سم ذات (مذہب) کے زبان سے نکلتے ہی یہ تینوں سرور مخلوق کا مشاہدہ کئے بغیر بھی نظر آجاتے ہیں۔
 اور اس کے بعد ایک مثال بیان فرمائی جس کا یہ طالب ہماری سمجھ میں یہ آیا کہ سم ذات جو جمع ہے تو ہر سم ذات
 کا واللہ اعلم۔ نیز آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے قدرت و منزلہ ہے اور مخلوقات میں کچھ نہیں ہے اور نہ قدرت و منزلہ
 بات ہے کہ جس نے نہیں آئی، نتیجہ یہ نکلا کہ خیالی صورت کا مشاہدہ تو ممکنہ نہیں ہے اور نہ قدرت و منزلہ ہے
 مثل سے منزہ ہے کہ نہ ذات حق کسی کے فکر و خیال میں نہیں آ سکتی اور حق تعالیٰ کی جو صورت و شکل اس
 کی قوت فکر پر پہنچے اندر نہ آئے، اس کے اندر اس سے بہتر وہاں ہوگا۔ پس نہ مثل کیا کرتا ہے
 کو تو حق تعالیٰ نے بڑی وسعت اور بزرگوں فرمائی ہے کہ وہ انسان کو زندہ و رنگوں سے بھی مستحضر رکھتا
 ہے کہ پاؤں اوپر ہیں، سر کے بال چلتا ہے، فرمایا واللہ اعلم میں نے ایسی مخلوق دیکھی ہے کہ اندر سے یہ خیر و شر
 بھی مخلوقات تمام سے باہر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ دیکھنے کے وہ، مقلوب انسان اپنی شرمگاہ کو ہر وقت
 اپنے، ہر وقت چھپائے رہتا ہے کہ اس کا ہاتھ گویا شرمگاہ کے لئے پردہ ہے اور وہ اس کو صورت میں دیکھتا ہے
 ہے جبکہ بول و برزخ و جماعت کا پردہ کرتا ہے نیز آپ نے فرمایا کہ کیا وہ نہیں اور حضرت محمد بن عبد اللہ کریم
 علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی کا تذکرہ آگیا اللہ مجھ سے فرستے گئے سب غیب سے غیب کوئی شرمگاہ
 نکال دیا میں گھڑی اور ہر مخلوق خداوندی میں گشت لگا کر دیکھیں کہ وہ موجود ہے یا نہیں ہے
 کہا بہت اچھا جو صورت آپ کا دل چاہے وہ کھڑی ہے۔ فرمایا، کیا ایک صورت ایسی ہے جس میں ہر
 درازت کی شکل ہے،

اور اس کی ساری پیٹھ پر سنہ ہی منہ ہیں، اور اس کی پشت پر ایک گرجا ہے جس کا دروازہ
 اس جہان کے رنگ سے مخالف ہے۔ اور وہ گرجا کے منارہ کی طرح، دیکھ کر چڑھا چڑھتا ہے۔

دُرُکِ تَنگ کو منتقل ہی سے ادراک کریں تو ہمارے شیعہ نے انہی نے جو قہات عالم برزخ و عالم جنت و عالم
 جہنم و عالم غفر و عذاب جنات و عالم شیعہ طین و غیرہ کے بیان فرمائے ہیں ان کے تیار کرنے اور نہ ان پر اعتراض کرنا
 اور ان کی مثال ایسی ہے جیسی کسی نے تمام سے پوچھا نانی سے نانی میرے سر پر بال کتنے ہیں؟ اس
 جواب دیا چنان ہی ایسا منے آئے جاتے ہیں پس جب عالم برزخ و عالم جنت و دوزخ پر شخص کے سامنے
 آیا ہے ثابت تو اس کی کردار و تحقیق یا شبہ و اعتراض سے کیا حاصل بہت قریب ہے و زمانہ کہ سب نظر کے
 سامنے کھل جائے گا۔ ایک مرتبہ آپ شاہد اہلبیہ کا تذکرہ اور اس کی غفلت شناس کا انہماق فرما رہے تھے اس
 وجہ بیان کر رہے تھے کہ اکثر مخلوق اس سے عاجز ہے حتیٰ کہ آپ نے خود اپنا قصہ بیان فرمایا کہ اخیر شیعہ میں ایک
 ولی کامل سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے اُن سے درخواست کی کہ دعا فرمادیجئے حق تمہارے لیے اپنا شاہد و فیصلہ
 انہوں نے فرمایا کہ اس خیال کو دل سے نکال دو اور تم اس کی طلب اللہ سے کرو حتیٰ کہ وہ خود ہی اپنا سبب بدو بلا
 طلب و سوال تم کو عطا فرمائے کیونکہ اگر تمہارے سوال کے بغیر تم کو عطا فرمائے گا تو تمہاری داد بھی فرمائے گا
 اور تم کو عطا سے قبل اس کی برہنہ شد کی طاقت بھی بخشنے گا۔ اور اگر تم اس کی درخواست کرو گے اور بار بار
 سوال کئے جاؤ گے تو تم کو بھی سبے ناپائیدار ہو، مگر اندیشہ ہے کہ تم اس کو اٹھانہ سکو اور عاجز ہو جاؤ میں
 تمہے کہہ کر آپ دعا فرمادیجئے میں اس کو اٹھانے کا فرمایا اچھا حال انسان پر نظر ڈالو چنانچہ میں نے اس پر نظر
 ڈالی فرمایا سارا عالم اس بیک وقت اپنی آنکھوں کے سامنے آئے۔ فرمایا اب تمام جنات پر نظر ڈالو۔
 اور ایسا ہی کرو جیسا عالم انسان کے ساتھ کیا کہ تمام عالم جنات ملے انگھڑی کی طرح نگاہ کے سامنے آ
 جائے میں نے کیا بہت اچھا کر لیا مگر میں ایک ایک عالم کا علیحدہ علیحدہ نام لے کر فرماتے رہے کہ اس کو بھی
 تمام ہا زٹر کے سامنے لاؤ حتیٰ کہ تمام جنت اور جہنم بھی جنت میں رنتموں اور اہل نعت کی انواع کثیرہ میں آ
 اور عالم دوزخ اور جہنم دوزخ میں رنتموں اور جہنم کی اقسام کثیرہ میں، سب کو گنوا گنوا کر میری
 نظر کے سامنے لاتے کہ حکم فرماتے رہے اور میں تعین حکم کرتا اور ہر عالم کو جدا جدا اپنی نظر کے سامنے لاتا
 رہا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اچھا یہ عالم جن کو جدا جدا نظر کے سامنے لائے ہو سب کو جمع کرو اور بیک وقت
 تمام عالم کو نظر کے سامنے لانے کے بعد فرمایا جتنی بھی تم میں طاقت ہے اس کو صرف کر کے پوری کوشش کرو
 کہ ایک نگاہ سے سب کو دیکھو اور تبار کہ مجموعہ عوام کو ایک نظر جمع کر دیتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ میں نے فرمایا
 کی گھرا سنا کہ کوہ کو بیک نظر بیک وقت تمام عالم میری نگاہ کے سامنے مستحق ہو جائیں اس وقت
 انہوں نے فرمایا کہ عزیز میں جب تم اللہ کی مخلوق کو مشاہدہ نہ کر سکے اور ایک نگاہ میں ان
 کو مستحق نہ کر سکو سے عاجز ہو گئے۔ تو تبار خلق مسلسل مشاہدہ کا مشاہدہ کیسے کر سکتے ہوں۔

تب نبی اہل حق معلوم ہو وہی قلب کے اصول سے رہے کہ رتہ انسانیت کے سبب، میں چہرہ کی
 حرص کی جس کی محبت میں کسی طرح بھی طاقت نہیں ہے نیز حضرت محمدؐ کی شان میں کوئی ترقی
 مخلوقات کو ایک نظر میں مستحضر کرنے کی طاقت کسی بشر میں بھی نہیں ہے کسی طرح وہاں
 جس کو حضرت علیؑ علیہ السلام کی زیارت بجاست پیداری نصیب ہوئی سب سے زیادہ کوئی کوئی ہے
 مگر یہ ایک نظر نہیں کہ وہ انسانی قدرت سے باہر ہے بلکہ علیہ السلام کی شان میں کوئی طاقت نہیں ہے
 فرمایا کہ یہی حال روح کا ہے کہ جب تک انسان پر مادی عوالم مشغول نہیں ہو جاتا اس وقت تک اس کی طاقت اس
 پر شکست نہیں ہوتی اور اگر عوالم کا کوئی حصہ بھی مشغول ہو جائے بغیر دیگر ارواح کی طاقت اس پر شکست نہیں
 فتنہ میں پڑ جائے گا اور اندیشہ ہے کہ ایمان سے باہر نہ ہو جائے نیز اپنے فرمایا کہ میرے شاگردوں نے کہا کہ
 میرے پاس بیٹھے اور روح کے تعلق موات کے شروٹ کرے اور میں اس کو جو ہر وقت رہیں آپ رہیں کہ اس کی
 مگر اس کے اعتراضات غلط نہ ہوں گے کیونکہ حقیقت روح اس درجہ غنی اور دقیق ہے کہ اس کے لئے کوئی
 اور اک نام ممکن ہے اس کی معرفت صرف مشابہ سے ہو سکتی ہے اور اس کا مشابہہ حسیہ تک تو ہو سکتا ہے
 مشابہہ نہ ہو جائے اس وقت ہو نہیں سکتا ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ بندہ میں ہی وقت ہی نہیں ہے کہ اپنے رب سے
 معرفت حاصل کرے اور جیسی بھی اس کی شان عظمت و کبریاں ہے اس کو محدود کر کے اس کے لئے ایک
 بیان فرمائی کہ مٹی کے برتن کو اگر حق تو ہے فہم و اور ک عطا فرما دے اور کوئی اس قدر طاقت رکھتا ہے
 بندے دے صنایع کی حقیقت بیان کرے اس کا عمل کرتا ہے اس کی جگہ کیا ہے اس کی شان کبریاں
 اس کا اور اک کیسا ہے اس کی قوت سامعہ کتنی ہے اس کی بشارت کسی ہے نہ دنیا میں کسی نہ آخرت میں
 و اوزار کون کون سے ہیں جن کو تیرے بنائے کے وقت وہ کام میں آیا و نیز و نیز و نیز و نیز و نیز و نیز
 دریافت کرے جو اس کے صنایع میں موجود ہیں تو وہ نہایت سکتا ہے اور ان کے معجزات کی اس میں طاقت ہے
 نہ ان معجزات اور حقائق کو اس کی قدرت ترقی برداشت کر سکتی ہے مٹی کے برتن میں کی کی خصوصیت ہے
 کوئی مصنوعہ بھی اپنے صنایع کی حقیقت و قیود کو نہیں سمجھ سکتی ہے۔ درحقیقت وہ صنایع کے معجزات
 مصنوعہ بھی عاجز ہونے کی یہ حالت ہے تو کیا پوچھنا صنایع قدرتی ہے نہ تو اس کا معرفت حقیقت سے
 کو حاصل ہو جائے کوئی کسی مخلوق کیوں نہ ہو حق تعالیٰ کی حقیقت سے یہ کیسے کہ اس قدر وہ طاقت
 ہو سکتا ہے نہ اس غامض خیرت میں کہ وہ بن سکتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ قدرت ترقی پر فکر اندہ نسبت بجز دست کے زیادہ کبریاں ہوتی ہے نہ اس کے
 ذات جیشہ ہے جس میں عظمت ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کسی کو نہیں ہوتا ہے نہ اس کی

دو ناموں کا نور پڑیا جاتا ہے، اور کسی کو جس سے زیادہ ناموں کی، میں نے دریافت کیا کہ حضرت کو کتنے اسماء کے انوار سے سیراب کیا گیا ہے؟ فرمایا کتنا تو اسے اسماء سے یعنی تسو میں تین کم، میں نے کہا سنا دھستے تو تین نام ہیں نہ کہ تسو فرمایا سو ان نام ان اسماء میں محسوب نہیں ہوا کیونکہ لوگوں میں کس کی وقت نہیں ہے اور وہ رہی سم اظلم ہے جس کے متعلق حدیث میں یہ ہے کہ رقی کریمی علیہ السلام جواب دہ جب اس کے ذریعہ وہ نام لکھا ہے تو حق تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے اس کو ملا کر اسماء حسنیٰ پورے تسو میں نیز فرمایا کہ تین نام اس کے اسماء سے سیرابی صرف ایک ہی شخص کو نصیب ہو کرتی ہے یعنی غوث اظلم کو کہ وہ عالم میں ایک ہی ہو جاتا ہے۔ نیز میں نے آخر عمر میں آپ سے یہ بھی سنا کہ پورے تسو اسماء کے انوار کی سیرابی آپ کو نصیب ہو گئی نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سیرابی انوار کی دو قسمیں ہیں ایک سیرابی مرتبہ روح میں اور دوسری سیرابی ہے جو کسی ولی کو کہ انوار نصیب ہوتی ہے اور کسی کو دنیا میں اور کسی کو اس سے زیادہ کی اور دوسری سیرابی ہے جو اس کے سیرابی پر مشتمل ہے اس کے کسی کو نصیب نہیں ہوتی اور دوسری سیرابی ہے مقدم ستر و باطن میں اور وہ پورے اسماء کو کہ انوار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے کسی مخلوق کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔

نیز آپ نے فرمایا کہ لوگ اپنے درود کا ٹھنڈا جو اسماء بیسیٹے ہیں اور ذکر کرتے ہیں۔ پس اگر کسی عبادت شیعہ سے چیتے ہیں تو کسی قسم کی مغفرت نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی غیر عبادت (یعنی چلتے پھرتے درویش یا رکنیوں) سے کہتے در وظیفہ قرار دیتے ہیں تو نقصان نکلتا ہے اور جنوں و مرض و تیرہ کی مغفرت پا جاتے ہیں۔ غالباً اسی کا نام مل کا پلٹ جانا اور وظیفہ کا اٹھ جانا ہے) میں نے دریافت کیا کہ کس کی وجہ سے ہے؟ فرمایا اسماء حسنیٰ کے انوار منجملہ انوار الہیہ کے ہیں پس اگر ہم الہی کے ذکر کے وقت اس کا نور بھی اس کے ساتھ ساتھ تیرہ تو مغفرت نہ پہنچی گی اور اگر اس کا نور اس کے ساتھ نہ ہوگا جو کہ ذکر کوشینان سے محفوظ رکھا کرتا ہے تو اسماء الہیہ کے وقت شیطان اکھڑا ہوگا ورنہ اگر کسی مغفرت کا سبب بن جائے گا ورنہ شیخ شارح جیسے بزرگوار حق کی دائماً حضور ہی نصیب ہے جب وہ اپنے مرید کو سمجھاتی ہیں اسے کوئی نام دے گا اور اس کا ذکر بہتر وظیفہ تعلق کرے گا تو ہم مع اس نور کے دیگر جو بس کوشینان سے محفوظ رکھے گا۔ لہذا مرید کو اس کے ذکر سے مغفرت نہ پہنچے گی۔ پھر اس اسم کا نفع شیخ مہملی کی نیت پر مرتب ہوگا کہ اگر دنیوی نفع کی نیت سے دیا اور شد و مرض یا ادائے قرض یا فاسد یا مقدمہ کے لئے لے لے گا تو کوئی وظیفہ نہ ملے گا۔ بہت تیرہ نام کو دنیوی نفع حاصل ہوگا۔ اور اگر ثواب آخرت کی نیت سے دیا تو وہی ثواب نصیب ہوگا اور اگر معرفت الہیہ حاصل ہونے کی نیت سے دیا ہے تو وہ نصیب ہوگا اور اگر شیخ جیسے نے اسم الہی کی تعلقین کی ہے تو معرفت الہیہ محبوب و معرفت الہی سے محروم ہے تو وہ اپنے مرید کو صرف نام دے گا بغیر اس کے نور کے کہ اس کے

و جب بک وجہ سے نور اسما و اللہ خود کسی کو نصیب نہیں، دوسروں کو کہاں سے دے، اور بغیر نور کے شیطان سے حفاظت نہ ہوگی۔ لہذا مرید پاک ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں اسما و اللہ کا ذکر ہے اور حفاظت و حسین قرآن ہمیشہ قرآن مجید کی بھی تدریس کرتے ہیں مگر کیسی کسی کو حضرت نہیں پہنچی۔

لہذا کہ کسی شیخ عارف سے اخذ نہیں کیا فرمایا کہ قرآن مجید حق تعالیٰ نے ہمارے آقا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکر دنیا میں کس لئے بھیجا تھا کہ اپنے زمانہ سے کریمت تکستے والی نہانی مخلوق کو پہنچائی لہذا جو بھی قرآن مجید کی تدریس کرتا اور اس صنف میں اسما و اللہ پر بحث ہے۔ وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرتا ہے پس اس میں اس کے شیخ (سید العارفین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اور یہ سبب بنتا ہے حفاظت کے شیطان سے محفوظ اور اس کی حضرت سے مامون رہنے کا۔ یہی صورت ہے اُن زمانہ کا کہ جو انارینت میں آئے ہیں اور ان میں اسما و اللہ کا ذکر ہے کہ چونکہ تعلیم فرماتے ہوئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمامی اُمت کو لہذا ان سے کسی کو حضرت نہیں پہنچ سکتی علاوہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن اپنی اُمت کو دیا ہے وہ بقدر ان کی طاقت کے اور بلیغ اُن موزن و بری کے دیا ہے جن کو وہ سمجھ سکیں، برداشت کر سکیں قرآن جمیع اسرار اور مع اس کے تمامی انوار اور انوار اسما کے نہیں دیا۔ اگر نہ تمامی انوار کے علم فرماتے تو آپ کی اُمت میں کوئی ایک بھی معیت نہ رہ سکتا اور سچے سب قناب بن جاتے۔ کسی کو کہیں اسما و اللہ سے شر نہ پہنچتا۔

تیسرا پہلو یہ کہ سورہ النحل میں رہنمہ اسما و اللہ کے (و نام ہیں شرف میں الکھزیز الکھزیز اور دوسرا نام ہیں وسط سورہ میں الکھزیز الکھزیز و سورہ صافات میں الکھزیز الکھزیز ان راہیں سورہ میں ضرورت ہے دنیا کی ساری خوبیوں کی و آخرت کی تمام خوبیوں کو اور سورہ ملک میں ہر شے و خداوند ہے اللہ تعالیٰ صانع و الخالق و الخالق و الخالق و الخالق ہے ہر مہر و معیت کے خرافات و افلاس ہو گیا مریض ہو، یا بھل ہو، یا بزدل و راست نہ کہانی ہو، یا مبتدع و معیت ہو، کہ اس آیت شریفہ کی سچے پیرتے آئیں گے یہ تہمت، بکثرت تدریس کر سکتا تو جس کلفت میں بھی مبتلا ہوگا حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کو یا لکھ دیا نہایت نصیب فرمائے گا۔ جامع کہ ب کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک شخص کے بدن پر وہ سب نمودار ہوئے تو سب ترینا امراض میں سے ہے اور عام لوگ اس کو حسب انیشی کہتے ہیں رغائب چھپ چکے ہیں اور کوئی مریض، وہ ثبوت زدہ ہو کر حضرت کی خدمت میں آیا تو حضرت نے اس کو کسی آیت شریفہ کی بکثرت تدریس کر کے کہ اسم فرمایا پھر وہ مفقود ہوا اور خطہ کُسان اس کا مریض منع ہو گیا۔

حضرت نے اپنی حدیثوں کے ساتھ مروجہ کی پابستہ آپ نے فرمایا کہ اس دور و نہ قرن اول یعنی زمانہ صلی

رضی اللہ عنہم میں ثابت ہے اور نہ قرآن ثانی یعنی زیادہ تا بعین میں، اور نہ قرآن ثانی یعنی تبع تا بعین کے لئے
 میں کسی تینوں قرآن بہترین قرآن ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ لہذا اس میں برکت و عزت میں بہت زیادہ
 کہ ایک شخص نے مجھ سے کسی کے متعلق ایک مرتبہ سوال کیا میں نے صرف اس کے جواب میں کہ یہ اللہ کے لئے ہے
 پسند نہ کیا کہ میں رموزی نہیں ہوں، نہ ایک معمولی نہ مذہبی شخص ہوں کسی نے میری بات یہ قبول نہ کیا
 لہذا میں نے اس سے یہ تقریر کی کہ بھائی، یہ مسئلہ مشغرات تھا وہ اس سے دریافت کرتا ہے جیسے وہ ان
 سے پوچھ کر آخرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کی ہے یا کبھی نہیں کی؟ اگر وہ کہیں کہ نہیں تو
 ان سے پوچھ کر آخرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کی ہے یا کبھی نہیں کی؟ اگر وہ کہیں کہ نہیں تو
 پھر پوچھنا چاہیے کہ آپ کے خلیفہ (ان) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں کیا کیا
 یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ انہوں نے یہی نہیں کی تو پوچھ کر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
 نے اپنے زمانہ خلافت میں کیا کیا؟ اگر وہ کہیں کہ انہوں نے یہی نہیں کی تو پوچھ کر
 کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ اگر وہ کہیں کہ انہوں نے یہی نہیں کیا تو پوچھ کر
 کہ خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ اگر وہ کہیں کہ انہوں نے یہی نہیں کیا تو پوچھ کر
 کہ زمانہ میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے تو اب ان سے دریافت کرو کہ چنانچہ حضرت تابعین نے کیا کیا؟
 یا ان میں بھی کسی نے کیا کیا؟ اگر وہ کہیں کہ ان میں بھی کسی نے کیا تو ان سے پوچھ کر تابعین نے کیا کیا؟
 تابعین میں کسی نے کیا کیا؟ اگر وہ کہیں کہ ان میں بھی کسی نے کیا تو اس کے ثبوت نہیں ہے تو پوچھ کر
 ہم یہ نتیجہ نکال لیں گے کہ جب قرآن ثانی سے اس کو کہا نہیں گیا تو اس میں اس قدر برکت و عزت
 کی صورت قرآن رابع میں نہ ہوتی ہے جس کا احادیث سے شہادت ہے۔ یہ قرآن ثانی میں نہ ہوتا ہے۔
 یہ ہوتی ہے کہ پانچ اولیاء اللہ کسی جگہ تھے وہ ان مشاہدین کے ساتھ تھے ان کو فتح غیبیہ
 اکثر وہ مذکورہ مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ مگر ان کی کیفیت یہ ہے کہ کوئی ان میں اللہ کو ذکر بحال کرتا ہے
 کوئی اپنی ذات سے اگر ان کا سیم فکر اللہ کرتا ہے، اور کوئی رائیں باطنی حرکت کرتا ہے اور کوئی آواز
 جبرمہا کہتے ہیں، یہ پانچوں میں سے کسی فرشتہ کو کہیں حالت اقرار و لذت میں دیکھتے تو یہ حالت ان کو
 معلوم ہوتی اور فرشتہ کو جیسا کرتے ہوئے دیکھتے اس سے متاثر ہو کر تھے۔ پھر وہاں کثرت ان کی حالت
 ہوتی اور یہ اختیار خود بھی فرشتہ کی طرح ہو کر کرتے تھے۔ چونکہ مشاہدہ حق سبحانہ میں
 ہوتا ہے اس لئے ان کو اپنے جبرمہا نہ ہوتا تھا۔ ان کا یہ دنیا اور تو ملین نہ جیسا کہ ان کے لئے تو یہ
 میں بھی حرکت کر رہے تھے کہ دنیا کہ قرآن فرشتہ کی طرح ہے کہ ان کے لئے دنیا کہ قرآن فرشتہ کی طرح ہے

بددراک رہیہ ہیں اسی کا نام حضرت ہوس کی حق حضرات ہے گویا بارگاہ احدیت میں حضرت رحمت
 کیفیت اور احتیاط اس طرح بہ شکست لیا جاتا ہے ہر ملک اور ہر زمانہ میں چونکہ رنگ مختلف ہوتے ہیں
 ممکن ہے اصل نوعیت حضرت کی یہ ہو جو بعین محتاط شیخ میں محفوظ چلی آتی ہو مگر دوسروں کے ساتھ
 آرات طرب و مزامیر کا اضافہ کر لیا ہو جیسا کہ ہندوستان میں اسی کیفیت کو مقصود سمجھ کر بتائیت اور تہذیب
 بلکہ آوروں کے درجے میں گنیچ کرانے کے لئے سہارے اور قوالی کا رد و ج شائع ہو گیا ہے۔ یہ شہادت اور شہادت
 سنت بنو یہ ہی کو حاصل ہے کہ نہ ملک شری سے بدل سکے اور نہ زانی و دقتی اثر سے متاثر ہو۔ جو ہر حق و غلطی سے
 علیہ السلام کا اس وقت تھا جبکہ آپ دنیا میں تشریف فرما تھے وہی آج بیکسور ماثور و منقولہ اور حضرت
 چلے آتا ہے۔ اور بعد کی ایجادات ہمیشہ زانی و مکانی اثر سے متاثر ہوتی اور بدلتی رہیں کہ کسی ملک میں حضرت
 کا کوئی طریق ہے اور دوسرا ملک میں اس کے خلاف دوسرا طریق۔ کسی زمانہ میں اور محدثہ کا کوئی زمانہ
 دوسرے زمانہ میں اس کا حرز بدل کر دوسرا ہو گیا۔ اس لئے شیخ کی عبارت میں ہی سے جتنی حدیثیں
 طریق جبر میں کا تھا جس کو وجد کہہ دیا اس بارہ میں اس سے بیان نہ کر دیا ورنہ حقیقت اس کی کہ شیخ نے زمانہ
 ملک منارہ کے اندر رہا کہ عربی تھا جس کا نام حضرت رکھ دیا۔ کسی کتاب سے بھی مندرجہ ذیل ہے۔
 یہ بات بھی محقق ہوئی کہ حضرت سنت رسول ہی کو بہ نفع و کمال نصیب ہے کہ حضرت رسول
 اور شیخ کی اس ناک رسائی نہیں ہو سکتی لہذا نہ کسی میں اضافہ ہونے پایا اور نہ کسی معیشت
 شیخانی اثر کا اس میں دخل ہو سکتا ہے برخلاف امور محدثہ کے جن کو بدعات کہتے ہیں۔
 میں بنیاد کوئی خاص خرابی اس میں مسئلہ نہیں ہوتی مگر چونکہ اس کا اختراع و وراثت غیر رسول کے ہوتی ہے
 اس لئے آئندہ حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں اور اس کے شیخ نہ کسی میں دشمنی ہو کر آہستہ آہستہ
 اس میں معاصی کا شعور کرتا رہتا اور چند روز بعد اس حد پر پہنچتا ہے کہ کوئی حد حسب منہ نہ ہو
 الشدائد اس کو سبب صلاح و خیر نہیں بن سکتا۔ ضد و جدات اسے گویا جی بات کی بنا کرتی ہے۔
 لہذا کہ معمولی و دیباچہ طرح طرح کی ناولوں سے اس کا متحسین ہوتا ثبات کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
 نور ایمان تو کسی نہ کسی درجہ کا حق تبارے نے غامی امت محمدیہ کو دیا ہے اور کتنا ہی کوئی بد دین یا بد
 کیوں نہ ہو مشکوٰۃ قلب محمدی کی تجلیات سے کچھ نہ کچھ ضرور مستفیض ہو جائے۔ اس لئے خانانہ میں ہر وقت
 دیکھتے ہیں تو عالمین محدثات خود بھی دلوں سے اتر کر جیتے اور حساب مار کر محسوس کی ہر وقت
 یہ ضرور سمجھ لیتے ہیں کہ ان کے مندرجہ ذیل غائب آگئے ہیں۔ معاصی انہ مندرجہ ذیل
 غلط متہ ہے ان کے محدث ہونے کی کہ شدد و ج بھی میں گرسنت کہ نہ شریعت اور حضرت

ذالامیر نزدیک کوئی نہ ہوگا اور حیرت اس کے انیس و رفیق ہوں گے اور رکات غلطہ پائیں گے اور سگھڑا تیز
 باوجود تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (کہ خدا صہ بنی آدم اور سید البوجود ہیں) اس لئے حضرت پیر سائل یہ سچ کر اس قدر
 کی تخلیق کئے گئے ہیں کہ اظہار کیا گیا ہے، مٹی زیادہ لاتے تھے میں نے عرض کیا کہ بس مٹی کی مقدار کتنی تھی؟
 فرمایا اتنی مقدار تھی جس سے ایک میل یا کچھ کم زمین کا حصہ معمور ہو جائے یعنی اتنی کثیر مٹی جمع کی گئی تھی کہ ایک
 میل رقبہ کی مسافت کو گھرے میں نے کہا کہ اس کے جمع کرنے میں کس دن کی ضرورت کیوں پیش آتی جبکہ حق تعالیٰ نے
 کو ایک لمحہ میں اس کے جمع کرنے کی قدرت مقویہ فرمایا یہ عجیب سوال ہے، اللہ کو تو آسمانوں و زمینوں کے ایک لمحہ
 میں پیدا کرنے کی قدرت تھی پھر ان کو چھ دن میں کیوں پیدا فرمایا۔ اور وہ تو قدرتی طور پر پیدا کرنے کے بعد فرستادہ
 پھر مٹی سے کیوں پیدا کیا؟ عرض اس طرح تو مٹی بسبب اور وسائل بلکہ تدریج و نظام عام کی ترتیب پر مصلحتاً
 جاسکتے ہیں کہ قدرت الہیہ بلا واسطہ سبب اور دفعۃً ایک لمحہ سبب کچھ کہہ سکتی ہے، بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے
 رچھاں بعض چیزوں کو بلا توسط سبب اور دفعۃً پیدا فرماتا اور اس طرح اپنی قدرت کا علم کا ایک ٹکڑا دکھاتا
 وہیں اپنی قدرت کا ملکہ کا دوسرا رنگ دکھاتا اور بعض چیزوں کے پیدا فرمانے میں متعدد ایام کی ترتیب و
 اور بتدریج شئیاً نشئیاً اس کو کمال پر پہنچاتا ہے کہ اس کی وجہ سے ملاوٹا غلی اور ملکہ مستقر بن کر رہتا ہے۔
 وجہ کی توحید نصیب ہوتی ہے کیونکہ آہستہ آہستہ نشو و نما و ترقی پانے، ایک حالت سے دوسری حالت
 اور ایک طرز سے دوسرے طرز کی طرف منتقل ہونے میں زکوٰۃ ہر لمحہ ایک جد تخلیق ثابت ہوتا ہے، ملکہ و نشو و
 توجہ اس حادث مخلوق میں امر الہی پر تعجب کے ساتھ دیکھنا ہر لمحہ ہر لمحہ یہ بتا رہی رہتی ہے کہ اس کے
 میں یہ غور و فکر مدت تک پاتا رہتا ہے کہ کس طرح پیدا فرمایا ہے اور اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا، بس یہ مشاہدہ
 انجام کار کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ پس اس زمانہ ارتقاء اور تدریج کی تکمیل کے ایام میں اللہ جل جلالہ کی قدرت
 کی قدرت کا ملکہ سے واقفیت اور کشیدہ مخلوق میں اس کا سرایان و جرات تماشائے وہ صاف ہوتا ہے کہ ان کی تخلیق
 اس کا ہزاروں حصہ بھی نصیب نہ ہوتا کیونکہ اس مخلوق میں اظہار قدرت کے جتنے بھی سرور و مناجات ہیں
 سب ان کے ذہن میں آجاتے اور ان کو تفہیم تمام حاصل ہو جاتی ہے پس تدریج اس مصلحت کے لئے
 کرتی ہے اور اس کے علاوہ اس میں ایک مصلحت اور بھی ہے وہ یہ کہ اس تدریج اور ارتقاء و ترقی
 اور اس کی طرف دھیان و خیال لگے رہنے کے زمانہ میں اسی حادث جیسی یا بس سے بھی افضل و غلو و دیگر بڑائی
 کو موجود کر دیا جاتا ہے کہ اس کو سلسلہ تکمیل میں رہا ہے اور تدریج میں اس کی صفت و ثناء کے لئے
 چیزیں پیدا کر دی گئیں لہذا ایک کی تکمیل کے ضمن میں متعدد اور نئے کی مخلوق کا ظہور ہو گیا، عرض یہ چیزیں حق
 تعالیٰ کی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جن کو سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں اور یہ امر حق کرنا بہت آسان ہے۔

کہ جس میں بھی کر سکتا تھا تو یہاں کیوں نہ کیا، میں نے کہا وہ پانی کو نہ تھا جس میں وہ مٹی
 رکھ لی تھی اور بیس دن تک پڑی رہی تھی؟ فرمایا زمین کا وہ پانی تھا جو حقیقت کے اعتبار سے زمین کی طرف
 منسوب ہے اور ذات آدمی کے ہم شکل و تناسب حال ہے میں نے کہا وہ اصل زمین کا (یعنی تہ) کا پانی تھا
 فرمایا اصل زمین کا نہ تھا بلکہ پانی تھا جس کو زمین کے اکثر اجزاء پر مدور و عیور حاصل ہو چکا تھا زمین پر بہنے سے
 پانی کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ بعض تو زمین کے کسی خاص حصہ پر بیٹھا ہے اور اس میں قدرت کی طرف سے
 سرور و ثروت آویزاں ہے اور بعض کی جریاں اکثر اجزاء اور ضمیمہ پر یا تمام زمین پر بہتے ہیں اور اس میں تہی
 اثرات و سرور کا پیش کے برابر پانی جس میں وہ مٹی رکھ لی تھی، تہ چشموں میں سے ایک چشمہ کا تھا جو زمین تمام
 کے کھدائی خندہ زمین سے زور و کمرہ پڑے ہیں۔ وہیں زمین کے ایک اتنے بڑے خندہ میں جس کی
 مقدار ایک میل کے قریب تھی سیدنا آدم علیہ السلام کی مٹی کو جمع کیا گیا اور اس چشمہ کے پانی سے اس کو تری پہنایا
 گئی۔ زمین کے کس پانی کو تمامی احوال زمین کے پانیوں سے جدا پہنچتی رہتی ہے کہ یہ زمین اول در دوم کے
 درمیانی خصوصاً ثلث زمین میں بہت دور جزاء اور ضمیمہ کو پہنچاتا ہوا اس چشمہ تک پہنچتا اور تمامی جوینہ سے گزر کر اس تک
 آتا ہے اور چشمہ بہتک موجود ہے اور اس میں ذات بنی آدم کیلئے اتنی موفقت موجود ہے کہ سب زمین کے
 تمامی پانیوں میں کوئی پانی بھی اتنا مزاج انسانی کے موافق نہیں ہے الغرض مٹی بیس دن تک پانی میں
 پڑی رہی اور اب گورے میں پڑے ہوئے پتھ کے اندر صورت بنی شروع ہوئی کہ آہستہ آہستہ
 شيئاً فشیئاً چالیس دن میں کھان پر پہنچی مگر کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی اس کے بعد جب تہ تھامے گئے
 جب تک انسانہ کی صورت منتقل کرنا چاہا تو انگلیوں میں ایک پینسی کی شکل نمودار ہوئی اور اس نے ساری
 انگلیوں کو پھیر لیا۔ پھر وہ پیرے گئی اور اس کا مادہ انگلی پر قبضہ کر لیا جیسے درخت کھجور کی پھل اترنے
 کے بعد اندر کی گندہ ہوتی ہے جس کو شہدہ اخضر کہتے ہیں اس کے بعد ایک ایک عضو اور ہر جزو میں سرایت
 کرتا اور بڑھتا رہتا حتیٰ کہ سارا چشمہ شہدہ شکل بن گیا یا ایسا جیسے فی انس بھوں آگے کا گندہ ہوا احوال پڑا ہوا ہے
 پس اس سے آدم کی صورت منتقل ہوئی اور پھر اس میں مقرر کی مقرر کی و مقرریت داخل ہوئی مگر وہ پھر جدا ہو گیا
 اور اس میں خشکی نمودار ہوئی اس کے بعد کس پر ہر میں چلتی رہیں مگر آدم میں خشکی نمودار ہوئی اور ہر میں رہی
 اور اس کے باذن الہی ہڈیاں بن گئیں جب بیس دن میں بدن کی ساخت مکمل ہو گئی اور حق تعالیٰ نے اس میں
 روح پھونکنے کا سزا فرمایا تو ان کو اٹھایا اور جنت میں منتقل فرمایا میں نے پوچھا کہ یہ جنت کون سی تھی؟
 فرمایا جنت پھر جب کہ بعد جنت میں آگیا تو اس میں روح داخل ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ حقیق اور علم
 کا روشن ہو گیا اور ان کو اس قدر بلالہ کی معرفت اور پہچان حاصل ہوئی کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام

نے اٹھنے کا ارادہ کیا مگر کبکپا کر گر گئے پھر کھڑے ہونے کا ارادہ کیا اور پھر گر گئے جیسے شروع میں پہلے جیب کڑا
 ہونا چاہتے ہیں تو گر جاتے ہیں پھر حق تعالیٰ نے اس حالت میں کہ حضرت آدمؑ ایک پاؤں زمین پر رکھ کر
 اور دوسرے پاؤں کو گھٹنا زمین پر ٹیکے ہوئے سب سے اعلیٰ کھڑے تھے وہ مشاہدہ نصیب فرمایا جس کا تذکرہ سورہ
 حسنیٰ میں ہو چکا ہے جب یہ مشاہدہ آپ کو حاصل ہوا تو آپ کی زبان سے نکلا اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
 محمد رسول اللہ تب حق تعالیٰ نے ان کو قوت بخشی اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور جنت میں چلنے پھرنے لگے
 کہ جہاں چاہتے تھے وہاں جاتے تھے پھر حق تعالیٰ نے ان کی نیلی میں ایک دروید فرمایا اور ایک برے
 قتل کی طرح آدمؑ کو ہوا یہاں تک کہ انسان کے سر کی مقدار وہ آگے گھبرا گیا اور کمر سے تھک کر رہا اور
 پھر وہ چھوٹ گیا اور چھوٹے سے کالبد کی طرح ایک شے اس سے نور ہو کر زمین پر گر گئی حضرت آدمؑ نے
 اس پر نگاہ ڈالی تو اپنی سچی صورت کا پتہ دیکھا اور اس کو چھو کر چلے گئے اس پتہ پر جنت کی ہر مہکتی چیز
 مہک و خوشبوئیں اوپر گزرتی رہیں جس نے جلد جلد بڑھنے اور سرعت نشوونما پانے کا نتیجہ پیدا کیا
 حضرت آدمؑ بار بار اکر اسی پتہ کو دیکھا کرتے اور بہت ہی جلد جلد اس کو بڑھتا ہوا پاتے تھے۔ اب اس کے
 ساتھ ان کو اُتے ہوئے گمارا اور حضرت آدمؑ بس پتہ کے پاس بیٹھنے لگے تب حق تعالیٰ نے اس کا لبد میں عتق
 اور وہ حضرت آدمؑ سے بائیں کرنے لگا جب وہ پہلے گزرے تو دروزں میں حق تعالیٰ نے مادہ شہوت ڈال دیا اور حضرت
 آدمؑ نے حضرت حوا سے کہ وہ کالبد مذکور وہی تھیں، مباحثت فرمائی حضرت حوا علیہ السلام کو حمل قرار دیا اور
 اور تین مہینہ لبر جبکہ دونوں کا نوزل زمین پر ہو چکا تھا پھر کبھی دینا میں دیر نہ دیکھ رہے تھے۔
 حضرت ممدوح نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ کو حق تعالیٰ نے جنت کی طرف صحت اس لئے انبیا کرنا
 ذات کو انرا جنت سے سیراب کیا جائے تاکہ ان کی ذریت روز الست کے بعد وہاں کو پہنچے نہ دے نیز سیراب کرنا
 اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر اور اس کو اہل بصیرت خوب جانتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ جس درخت کی
 حضرت آدمؑ کو ممانعت کی گئی تھی وہ کونسا درخت تھا؟ فرمایا وہ دیگر درخت تھا بلکہ شک و شبہ انداز کے بغیر
 ممانعت صرف اس لئے فرمائی کہ یہ درخت آدمؑ کے علاوہ درخت ہائے جنت کی دیگر انواع سمیت ملتی ہیں ہر ایک
 کھانے سے ممانعت فرمادی کہ دست کرنے لگیں گے تو پھر جنت میں نہ رہ سکیں گے کہ جنت یوں دیر نہ رہے گی
 میں نے کہا کہ جنت کے مقام اور جنت کے اہل جنت کی تمام نعمتیں تو اگرچہ جرم رکھتی ہیں مگر فتنے فریب دہی
 ثقل نام کو بھی نہیں جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں آیا ہے اور جس چیز میں ثقل نہ ہوگی اس کو کمانت سے رستہ
 نہیں آسکتے فرمایا یہ تبارکنا صحیح ہے مگر اہل جنت جب بروز قیامت جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے مزاج بہت صاف ہو جائے
 ہوں گے اور ان کو وہ قوت بخشی جائے گی جو ادا دیت میں نہ برآمد سب پر قائم رہے اور جب حضرت آدمؑ جنت

بے ثقل اور فانی اور ہر حال میں کمال ہے۔ وہ جس سے بھی کمال حقیقت کو بہت زیادہ
 یہ بھی ہوگی اور دوسری حالت یہ صورت اور اس بات کہ یہ تو اس سے کہ اس سے تیار
 میں گرنا وہ غیر مناسب ہیں شاید وہ اللہ سے لیا جائے جس سے اس سے کہ نفس سے بہتر
 تو انہوں نے دنیا کے کار و خیال کی طرف لڑائی تھی کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں کی تلاش میں
 اور مختلفا حقیقت وہ بے نظری کے لحاظ سے ادنیٰ ہونا تو ظاہر ہی ہے کہ کہاں حقیقت کے مرتبہ اور
 دنیا کی لذت اور کسی طرح بلکہ دوام ادنیٰ ہونا بھی واضح ہے کہ یہ حالت کہیں بھی
 مگر چونکہ حق تعالیٰ کو علم تھا کہ جنہوں کو کبھی کسی وقت دنیا کی لذت میں اتنا متغیر ہوگا
 طبیعت حقیقت کے موافق بھی نہیں پیدا فرمائیں جن میں مطلقاً نقل نہیں اند اس قدر کہ نہ بہت
 نہایت وہ نعمتیں ہی پیدا فرمائیں جن میں نقل بھی ہے اور اصل دنیا کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ بہت
 قسم کی نعمتیں بھی ہونے کا مقام ہے۔ ان خواہشوں کے لئے کہ جس سے بھی عاجز نہ رہے۔ یہاں
 کیا نوعیت حقیقت میں محیم انوار اور تو ہی ترین ہوں کہ اس لئے کہ جب ثقل نعمتوں میں
 جیسے قوی اعظم کو بلکہ اور بھوت کے ساتھ ساتھ قوی کوئی اور اس کے ساتھ ساتھ
 جب حقیقت میں کئی تھی تو چونکہ ان قوت اہل حقیقت کی بہت سی نعمتیں تھیں
 میں ان کو ثقل محسوس ہوا جیسے پیاری سے اس لئے ہونے کے ساتھ ساتھ ہونے کے ساتھ
 باقی ہے اور یہ میں رو کر تھی بلکہ سبب الیاری کی تھی ہے اور اس لئے کہ ثقل میں ہونے
 و لذت پر ہی ہونے کے لئے اس وقت جو آدمی اللہ کے لئے اور اس لئے ہونے کے لئے ہونے کے لئے
کاسب ہوتی اور اسبہال سبب اخراج بنا۔

حضرت ممدوح نے فرمایا کہ اس وقت کہ پل کے لئے پہلے تھے وہ سبب ہونے کے لئے
 اپنے رب کے ساتھ تھا کہ اپنے مصداق نفس سے باہر ہونے کے لئے وہ سبب ہونے کے لئے
 عقل و اقل اپنی قوت کے ساتھ اللہ کے ساتھ ہونے کے لئے وہ سبب ہونے کے لئے
 سے ثقل ان کے حقیقت میں انہوں نے اپنا حق نعمت کے لئے یہ سبب ہونے کے لئے
 ہونے کے لئے تمام ان معاشی کی تربیت کے لئے ہونے کے لئے وہ سبب ہونے کے لئے
 اور وہ حق تعالیٰ کی سلطنت و مبادلت کے لئے ہونے کے لئے وہ سبب ہونے کے لئے
 نیاز ہی کی ہوتی ہیں نعمتوں کی ترقی کے لئے ہونے کے لئے وہ سبب ہونے کے لئے
 بعد ہونے کے لئے تو ثقل ان قوت کے لئے ہونے کے لئے وہ سبب ہونے کے لئے

فرمایا نسبت تو کچھ بھی نہیں ہے بجز اس کے کہ خوں حق تعالیٰ سے بوند ہیں اخلاصہ کر دیتا ہے اور صحت
 حجاب میں زیادتی ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص کی صیغہ سن بیٹا ہو تو اس کو بے حد عزیز و رشتہ دار
 میں آنکھوں کا تارہ بنا ہوا ہو۔ اس کے چچا کے محل آدے اور اس کے منہ اند تمام جسم کو گھیر کے تریا ہے کہ ہر
 گھناؤنا بنگیا سے لگا اس سے نفرت نہ ہوگی بلکہ ترس آئے گا دل دکھے گا اندھیر کی تھمکتا ہے ہر مشائی
 گئی وہ بچہ سے بچا گئے کا نہیں بلکہ اس کی محبت اتنی غالب آئے گی کہ اس میں صفت کو بڑا بھی نہ سمجھے کہ درپن
 کو چوٹے گھوڑوں سے لگا اور اس کو سوکھنے ایسا کیوں کہ رہا ہے؛ محض اس اتصال و تعلق کے وجہ سے
 جو اس کے اوزنچہ کے درمیان قائم ہے درنہ اگر یہ بچہ کسی مدرسہ کا اور اس سے اجنبی و بے رشتہ
 ہو تو اور کسی شے میں بھی اس کے اوزنچہ کے درمیان مناسبت نہ ہوتی تو اس سے بے تہا نفرت کا کیا نتیجہ
 نکالیں چڑھنا، دروہنا، اس سے بچنا اور پرہیز کرتا بس یہ مثال ہے خون کی موٹائی
 اور کفر میں کہ خون بہتر نہ چھپکے اللہ سے بعید کرنے والی شے ضرور ہے مگر خون میں زوریاں و نفرت
 و تعلق مع اللہ موجود ہے اس لئے بچتے نفرت و علیحدگی کے حق تعالیٰ کی مومن پر شفقت و محبت سے
 ہے اور اس لئے رقت پر رقت برکتی ہے اور کارچونکہ اجنبی بچہ اور اللہ کے ہر قسم کا تعلق تو بچہ
 اور عقل کا بندہ نہ کہ مناسبت ہی گھوچکا ہے اس لئے اس کا خون جو سبب غفلت ہے نفرت کا سبب
 سبب بنتا اور حق تعالیٰ اس کو دور بینک دیتا ہے پھر اس گروہ کے متعلق جس سے تعلق کا کہنا
 حضرت محدود سے فرمایا کہ اس کی بھی دو قسمیں ہو گئیں کہ ایک فرقہ ہے انکا کہنا مانا مگر یہ سبب
 پر پھر گئے اور مشاہدہ کی نہ غائب کی اور نہ وہ اس کو حاصل ہوا۔ یہ تو تمام مومنین کہلاتے ہیں اور یہ فرقہ
 سے کہنا مانا اور آگے مشاہدہ تک ترقی کی پھر بعض تون میں ہریم بن مشاہدہ بہتر ہے اور دوسرے فرقہ
 پر رک گئی جن کا مشاہدہ بہتر ہی ہوا وہ داکا ترقی و اخلاصہ پاتے رہے اور جن کا مشاہدہ رک گیا وہ نہ
 مذکی میں آتے رہے اندر اس کی مثال ایسی ہے جیسے رونق کسی دولت مند سے ایک مالک کے کہ
 مکے دونوں نے اس کے سامنے باقاعدہ پوچھنے اور ہر ایک نے اس سے ایک ایک رتہ کا سوال کیا تو پھر
 دونوں کا سوال ہو گیا اور ایک ایک درہم ان کو دیا پس ایک تو درہم سے کرنا نہ جانا گیا اور دوسرے کو
 چھ دیا اور دوسرے نے اتنا نہ کیا بلکہ اس پر اخلاصہ چاہا چنانچہ دولت مند نے ایک موزونہ دروہ دیا پھر
 وہ سب تو اس نے دس موزونہ دیا پھر وہ زیادتی کا ثواب ہوتا تو اس نے ایک دینار دیا یہ بزرگوارانہ ترقی ہے
 اور اس کے پاس خزانہ بھی تھا کہ وہ وہاں سے نہ مان میں مل آتی ہے نہ وہ قسم بہتے نیز زنیہ کہ اس سے تعلق
 جیسے دہرانت نہ ترقی کا سبب رہتا ہے تو یہ رہے کہ علی کسی حد پر نہ گئے کہ نہیں اور پیشہ باری نہ ہوتی رہے یہاں تک کہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کہ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی خالق ہے اور حنیت کا بھی خالق ہے ہر شے اور ہر چیز و ہر فن و
 ہر تیز فرمایا پھر مشاہدہ حق سبحانہ کی کشتہ حاصل ہونے کے بعد ان مشاہدہ کی دو قسمیں ہیں جاتی ہیں ایک قسم وہ
 الیاء ہیں کہ مشاہدہ الیہ میں مستغرق ہو کر تمامی ماسوی سے ثابت و متجرب ہو جاتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہیں جو اس
 و افضل بھی بہت وہ حضرات ہیں جن کی روح مشاہدہ حق میں رہتی ہے اور ذات مشاہدہ و انہی میں رہتے ہیں
 مشاہدہ مفلوب کرتا ہے ذاتی مشاہدہ کو اور نہ ذات کو مشاہدہ غائب آتا ہے روح کے مشاہدہ پر یہ
 قسم اکمل ہے کہ ان کو مشاہدہ حق تعالیٰ کے بارہ میں اکمل اور اعلیٰ ہوتا ہے بہ نسبت پہلی قسم کے مشاہدہ
 کے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کو مشاہدہ محمدیہ سے جو کہ مشاہدہ الیہ میں بھی ہوئی۔ مگر بندہ کو انہی پر
 اند اس کی عمر مثلاً فوتے برس کی تجویز ہو تو وہ اس کی صورت کو اختیار کرے گا یہ سارا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مشاہدہ و محمدیہ میں گزارے گا مگر یہ کہ سبب اس کی ایک روح میں مشاہدہ ذاتی ہے نہ
 کا جو انکشاف ہو گا وہ اس سے بارہا زیادہ ہو گا جو اس شخص کو نصیب ہو گا جسے شہادت ہے
 وہ دن مشاہدہ سے حاصل ہوتے اند لوگ برس تک برابر حاصل رہے۔ اس کے بعد آپ نے حقیقت بتائی کہ
 لئے اپنی آنکھوں پر عینک چڑھائی اور حروف کو دیکھنے لگے پھر فرمایا تبار حروف کا واقعہ و معنی
 عینک کے کشیشہ کی آب و تاب اند صفائی کے تابع ہے یہ نہیں جانتے کہ عینک کی کہ ہاں بڑھتے جاتے
 آب و زریارہ ہو گا اسی قدر حروف زیادہ صاف اور کٹ تیز آئیں گے فرمایا ایسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ذات شریفہ کا مشاہدہ گویا عینک کا کشیشہ ہے اور حق تعالیٰ کے مشاہدہ بمنزلہ حروف کے ہے مشاہدہ ذاتی بہت زیادہ
 ہو گا اسی قدر مشاہدہ حق سبحانہ میں صفائی ہو گی اند اس سے غبار و باران ہیٹ جاتے ہیں یہ تقریر آپ نے فرمائی
 جبکہ ایک عالم نے آپ سے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں ولی بن جاتے کے بعد انہی ہر کی نماز کی وضو نہ کریں ہجرت
 خدا کا دل بڑھتے نماز پڑھتا رہتا ہے تو کیا ہو سکتا ہے کہ ولی نماز پڑھتا چھوڑ دے؟ اس پر فرمایا کہ ہرگز نہیں
 ولی نماز پڑھتا چھوڑ دے۔ اند یہ کہنے ہو سکتا ہے جبکہ آتش محبت کے دھماکے ہر وقت اس کو ذرا فتنے بہتے ہیں
 ذات محمدی (کی دوستی) اور غنی ہے ذات ولی کو مد حق تعالیٰ کے مشاہدہ و غنی ہے ذات
 مشاہدہ سے اس کو حکم دیتے ہیں مناسرت پڑھنے کا اند دیگر مقام احرام شریفہ کو
 اور ایک مرتبہ آپ نے یہ تقریر فرمائی کہ ولی محبت نماز پڑھنا کیسے چھوڑ سکتا ہے۔

سے عربی میں فقط مشعاب بہت ترہہ کو گیا کرو یا ہے جب و تپا کر دیا گیا لکھا یہ ہے یہ وہی ہے۔
 و داغ نمبر وغیرہ دیتے ہیں معذرت و پیش محبت ہے ہر قبیل اور تبار پر یہی کرتے ہیں۔

میان کئی غیہ و نسلاحت جو کچھ بھی اس کے بہ دوست بد میں حاصل ہوئی ہے وہ آخرت میں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریفہ کے اسرار سے یہ سب ہونے کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ذات شریفہ کے اسرار سے سیراب کیا جائے اور وہ افعال نہ کرے جو ذات شریفہ کے لئے ہے۔ لہذا وہ تو مجسم اقبالِ سنت ہوگا کہ عبادات اور فرائض تو بڑی چیز ہیں، عبادت بنو یہ میں نہیں رہائی برابر سنت نہیں کر سکتا۔ اور نہ عبادت ہے کہ ذات محمدی کے پورے اسرار سے اس کو سیرابی نصیب نہیں ہوئی ہو۔ نہ ممکن ہے کہ وہ تارکِ صلوات ہو، یا کوئی تارکِ صلوات شخص اللہ کا ولی ہو،

یہ آپ نے فرمایا کہ حیب حق اعمال کسی بندہ پر مشاہدہ کو انجام فرمانا چاہتا ہے، اور حباب کی حالت سے فتح کی حالت متعلق فرماتا ہے تو اولیاء، یعنی انبیاء و اعداؤں کے زمانہ کو اس کے متعلق بڑا مشہور ہوتا ہے کہ کئی زندہ رہے یا مشاہدہ کی طاقت نہ رکھنے کے سبب مر جائے گا اور اگر زندہ بھی رہا تو نہ معصومہ جس کی عقل قمریگی اور سبک نشہ کا یا عقل سبب ہو جائے گی اور محض ذہب بن جائے گا۔ اور عقل کے سلب ہونے کو مصدب یہ ہے کہ چون بڑی چیزوں کا مشاہدہ ہوتا ہے عقل ان کے ساتھ چلی جاتی، ذات سے باہر ہوا، ایسی یہ تعلق بن جاتی ہے کہ کچھ بھی نہیں آتی، عقل کے سبب نہ ہونے کی یہ نصیب ہے کہ تو عقل کا کچھ مشاہدہ نہ ہوئی چیزوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، کچھ مشاہدہ اس کا ذات کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے تو خود عقل اور اس کے وسیع صلاحات و محققانہ رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سائیکس اولیاء کے ان چیزوں کا اتمام نہیں رہتا، جو کچھ ہیں، وہ سب کے مدارِ فریہ کے ہیں، اپنی اپنی کائناتوں میں گفت و گو کر رہے ہیں، یہاں پر یہ کہ یہ مقصود و مقصد سے ہے کہ یہ لہجہ و لہجہ کے لئے متبادل سماجی کے لئے قائم و محفوظ ہے نہ انہوں نے سلب اور متاع دنیا کی رغبت کر لیا، رہتی ہے، ان کے حاصل کرنے میں تہذیبیں سوچتی ہیں کہ عقل کا کچھ مشاہدہ حق سبحانہ میں غرق ہے، اور بقا و حیات کے قابل اقدار بہت عقل و ذہن صرف تحصیل سکا، جس کے باقی رہ گئی ہے، غریبوں کو قلع و قمع کی جاتی ہے، اس کے متعلق یہ حال کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے، جو کچھ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا، میں نے عقل کیا کہ آخر وہ ایسا رہتا ہے کہ اس حالت پر پہنچ جائے کہ نصیب ہے کہ یا رہ جائے یا عقل سلب ہو جائے، فرمایا حباب بندہ کو فتح نصیب ہوتی ہے تو وہ وہ چیزیں اس کو دے دیتی ہیں کہ وہ نہیں ہو سکتی، مثلاً عام رنگہ عالم جنات، عالم شیعین، ایسی حشرت ناک صورتیں نظر آتی ہیں، ان کے ذہن و عقلی دنیا میں جہاں سے کلیر ہو جاتا اور سبک رفتہ ہو جاتا ہے، بہت سے لوگوں کو ایسا ہوتا ہے، پیش آیا کہ اپنی دکان پر بیٹھے سو بیٹھے ہیں، مشغول تھے، عقل کے لئے فتح نصیب فرمائی، ایسی صورتیں دیکھ کر جن کی بدحشت نہ ہو سکی، ان کا دم ٹھک گیا، لوگ کہیں کہ حرکت سلب بند ہو گئی

اور چنانچہ اپنا تک موت آگے مانگد و حقیقت و حریت پر موت آئی اور شاہدہ ملکہ قی سیدہ ملک
 میں نے نہایت مدوح سے دریافت کیا کہ ایک شخص کی عقل بانی رہے فتح کی وجہ سے اس نے وہ مقبول کیا
 اور ایک شخص کی عقل کسی دوسری وجہ سے بانی رہے اس کا نام بیہوش اور پاگل بھی ہو سکتا ہے۔
 فرمایا کیا ہے؟ فرمایا جس کی عقل فتح کی وجہ سے گئی ہے وہ حقیقت اس کی عقل گئی نہیں بلکہ شاہدہ ملکہ قی میں مذکور
 ہو گئی ہے کہ ہر وقت اس کے منہ روں میں تیرتا رہتا ہے۔ امتیاز اس ہر عقل و حق تعالیٰ سے نہیں امتیاز
 بنایا پر اس کی قوت سے منقطع فرمایا ہے اور جس کی عقل کسی دوسری وجہ سے گئی ہے اس کی سبب یہ ہے
 کہ اس عقل سے جب کسی کی عقل زائل اور اس کو پاک کرنا چاہا ہے کہ پاگل یا زندقہ و حقیقت سے موت سے بڑھ کر
 اس کی روح کا تعلق ایک دو ساعت کے لئے اپنی قوت پاک کے مشابہہ سے قطع فرمایا اس لئے کہ
 افعال کے ساتھ وابستہ کرتا ہے جس میں وہ رہتی ہے پس اس گناہ کرنے سے جو افعال قبول کرتا ہے
 یہ ان کو دیکھتے ہوئے اس پر پوری ایک ساعت بھی نہیں گزرتا پاتی راست ایک تھوڑی بیشی کے لئے
 کی وجہ سے عقل بانی رہتی ہے۔ پھر اگر اس قبضہ کو امم ہوتا ہے عقل زائل نہیں دامن بنی ہوا ہے نہایت
 جیون میں رہتا ہے اور انقباض و انقباض نہیں ہوتا بلکہ کسی وقت روح کو بند طالع جہاں ہر حال ہوتا ہے
 روح یہ فاسد حق کی مشابہہ کی طرف سے آتی ہے جیسی قطع تعلق سے عقل بانی عقل بانی ہوتا ہے
 کی باتیں کرنے لگتا ہے میں نے عرض کیا کہ عقل تو کبھی نہ پائی جاتی تھی نہ عقل بانی نہ عقل بانی
 اس کے افعال کو نہ شیخ کہہ سکتے ہیں اور نہ اس کو گنہگار قرار دے سکتے ہیں بلکہ عقل بانی ہوتا ہے
 فرمایا کہ روح کے نزدیک تو یہ تمام مالمات گناہ ہیں گناہ میں کہہ دو روح کے حق تعالیٰ سے ہوا ہے
 کبھی چھپائی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ گناہ ہر وقت اللہ کے سامنے ہوتا ہے اور یہی ہے کہ گناہ
 نہ اٹھتا رہتا۔ روح کے نزدیک کس میں چھپا ہوا ہے کہ کبھی بار بار یہ نہایت ہر وقت ہوتا ہے
 سترائے چشم سے لئے پوش کی قیہ نہ پائی کو دھائی دین کی وجہ سے وہ عقل بانی ہوتا ہے کہ وہ عقل بانی
 عقل بانی کسی گناہ میں چھپا ہوا یا بڑا ایک طوہر بھی مجھ سے کہتا ہے کہ گناہ گناہ ہوتا ہے کہ اس گناہ
 فتح سے پاکی یہ وہ عقل بانی نہیں ایک کی عقل فتح کی وجہ سے گئی ہے اس لئے کہ اس
 میں گناہ ہوتا ہے اس کے ساتھ وہ باتیں ایک کے تو فی ان کی گفتگو بھی ہے کہ عقل بانی ہوتا ہے کہ
 یہ تیرنے کے لئے اس کی وجہ سے کہ اگرچہ حجاب کو عقل نہ ہوا ہے سبب شریعت نہیں کہ تیرنے کے لئے
 شریعت اس کی گفتگو سے سارا لہجہ میں ہوں کہ عقل بانی ہوتا ہے کہ اس کے افعال سے عقل بانی
 لہجہ سے عقل بانی ہوتا ہے کہ اس کی عقل بانی ہوتا ہے کہ اس کے افعال سے عقل بانی ہوتا ہے

لی ٹھہری امتوں کی لذت ہے اور وہ تیز جو دوزخ میں جانے سے بھی زیادہ بُری اور بدتر ہے فتح نصیب
 بہت کے بعد اس کی سلب ہو جاتا ہے یہ سنتے ہی حضرت شیخ نے اس سے پاڈاں پڑھائے اور فرمایا
 ان کو چومنا شروع کرو یا میں نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیوں فرمایا یہی سوال میں ترقیب لکھی تھا
 سے کہ چوپا ہوں مگر یہ جواب کسی ایک نے بھی نہیں دیا آج تم نے یہ فرسے رسالت یہ رسالت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت شریفہ تو بڑی چیز ہے جواب میں جس خوش نصیب کو پاڈاں زیادہ نصیب ہو جائے
 ہے وہ فرط مسرت سے چولا نہیں سکتا اور جب اپنی خواب کو یاد کرتا ہے تو خوشی کے ساتھ اس کو
 دُعاں کہاں جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ آپ کی مسرت حقیقیہ نہیں ہے اور کس میں رہی ہے نصیب
 رسالت کہ وہاں ہے بلکہ مسرت محض اپنے تخیل میں جس وقت یہ محبوب ہیں صلی اللہ علیہ وسلم
 اور حضرت شریفہ لڑتا ہے جو آپ کا رنگ و ہیبت و وقار و فخر و شان اور حسن و جمال کے متعلق
 ان کے کتابوں میں پڑتے ہیں تو وہ لائقہ اصلی اور نقل میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے اور ان کے
 محض قلبی اور محض قائلہ اور اک اور زبان سے اس کا انظار و تصور حقیقت کو کہیں واضح نہ ہو سکتا
 کہ وہ محض مدت ان دستوں کو ہر کشیدہ ایک حیران کن زرخشاں و پسندیدہ خوشبو
 بائیں چہرہ اس صورت تخیل سے بھی روح کو وہ فرقت پہنچتا ہے جس پر وہی کی تمام لذتیں نشر ہیں
 یہ ستم و بے اختیار زبان سے نکلتا ہے سے

زفرق تا ابد مہرچہ می نکریم نہ کرشمہ دامن دل می کشد کہ باہنہ است
 اور وہی بھی ہے جس وقت کو حق تعالیٰ نے اپنا محبوب بنایا ہو اس کے دل پر وہی باہنہ محض
 لذت میں ثانی کہاں نکال سکتا ہے چنانچہ حیات شریفہ کے وقت آپ کے ساتھ رہنے والے
 میں یہ کسی نسبت و عشق کی ثبوت دے رہے ہیں جو کسی محرم میں بھی کہہ نہ سکتے تھے
 اب رہا سوال آپ کی ہیبت و عظمت کا کہ حضرت صبیحہ کے کچھ عشق کیوں نہ ہوئے سو دل کو وہ حضرت
 پہنچنے لگتے تھے کہ نہ سے آپ کو کہتے رہے اور وقت کی صمیمیت و اختلاط و مہر و مست و مست
 ایک کیفیت انس کی پیدا ہو کر عجب کا اثر قابل بین شدت بن جاتا ہے اس لئے کہ ایک جگہ کہتے ہیں
 سلطان وقت نے اپنے قتل مقام آخرت صبیحہ علیہ السلام کی شہادت دے کر فرمایا کہ میں نے اس کو شہادت
 پر اثر ہیبت کی سی تلافی کرتا رہا حق بیجا کہ پر بار بار متنبہ اپنا تو پڑتے سے اس کا کہہ کر
 اثر ہیبت میں رہتا ہے ستر چہ کہ ان حضرت کے حق تعالیٰ کو کیا ملینا اور مسائل میں کہ یہ ان کے
 نصیب رسالت اور مافیہ تعلیم سے یہ بنانا متاثر رہتا رہا جس لئے کہ قریب ہیں وقت کے

ایمان جاتی رہے تو قلب سے مادہ اور کبھی سلب ہو جاتا ہے۔ جہاں نعمت کئی دین اس کے لئے ہیں۔ ہذا
اس کو تو اس نعمت کے چھن جانے سے اتنا بھی حس نہ ہوگا جتنا ایک سوئی کشو بہنے سے ہوتا ہے۔ یہ پیرانہ
دوزخ سے بدتر معلوم ہوتا۔ البتہ صاحب فتح کو سلب اور نزول فتح باوجود مزہ نہ چھٹنے کے اس سے بھی زیادہ
قیح معلوم ہوگا جتنا ایک مومن کو دوزخ میں جانا باوجودیکہ اس نے دوزخ کی کسی کیفیت کا تصور نہیں کیا تھا
اور یہ معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

حضرت ملاح نے فرمایا کہ حضرت محمد بن ابی المہدی کا مل پہلے وہ پیرانہ دشت کی تہ میں رہے۔ وہ ان کے
خدا تک پہنچائے اور کوئی جگہ نہیں چھوڑی جہاں اس جیتو میں پہنچے نہ ہوں۔ ہذا ملاح نے فرمایا کہ
ہندوستان سب ہی میں چکر لگایا اور جہاں بھی کسی دلی کا نام سنا یا پتا لگا وہاں آئے مگر تیس کے پاس
بھی آئے باوجودیکہ لوگوں میں اس کی ولایت کا شہرہ اور نگہ اس سے کھلتا تھا۔ ہذا ملاح نے فرمایا کہ
شہرت کے سوا کچھ نہ ہاتھ اور واپس ہو جاتے تھے اور اس کا سرب یہ تھا کہ ان کے والدین ان سے
اور انہوں نے ام حق ان سے سنا تھا۔ مگر جب ان کے ہاتھوں پر ان کو فتح نصیب نہ ہوئی تو ان کے دل
کامل کو تباہ کرنا شروع کیا جو اللہ تک پہنچائے اور سوکھے گئے مگر یہ کہ وہ ملاح نے فرمایا کہ
اس لئے سمجھو جو چکر لگنا چاہتے تھے محض شہرت پر اعتبار نہ کرتے تھے بلکہ وہ کہتے تھے کہ ان کے
میں مجھے ایک پیر ہے جن پر یہ شمار مخلوق مطلق تھی۔ آئے ہذا ملاح نے فرمایا کہ ایک ہذا ملاح نے فرمایا کہ
باہر سے آنے والوں کی اتنی کثیر آمد تھی کہ روزانہ تقریباً دو سو ہزار ہا ہوتے۔ ہذا ملاح نے فرمایا کہ
جس کو شیخ نے اپنا غیبت فنا نہ سمجھ کر رکھا تھا۔ اس میں رہا کرتے اور مینہ میں ہذا ملاح نے فرمایا کہ
باہر آتے تھے ستائیس دن برابر رکھتے اور وہیں لگے رہتے۔ اس غیبت فنا میں ایک ہذا ملاح نے فرمایا کہ
جس کے ذریعہ ظاہر باہر ہی سے شیخ کا کھانا پہنچا دیا کرتا تھا۔ ہذا ملاح نے فرمایا کہ ایک ہذا ملاح نے فرمایا کہ
کے لئے جگہ بنا دی گئی تھی۔ غرض مریہ ولس شیخ کی تمام ضروریات کا انتظام ہذا ملاح نے فرمایا کہ
تاکہ ان کو باہر ملنے کی حاجت نہ پیش آوے اور وہ اپنے ستائیس دن اس میں گزار دے۔ ہذا ملاح نے فرمایا کہ
جب ستائیس دن پورے ہو جاتا کرتے تھے تو غیر وار کھٹو کیا کرتے تھے کہ سب کا خوراک ہذا ملاح نے فرمایا کہ
پورے ہو جاتے تھے اور نہ ہینہ کا پانڈا کرتا تو کچھ اپنے غصوت خاندان میں چل جاتے اور ستائیس دن
دیاں پورے کرتے۔

ہذا ملاح نے فرمایا کہ یہ بھی معمول تھا چنانچہ ان کا نام ہندوستان میں بھی سفر کے لئے ہذا ملاح نے فرمایا کہ
اتفاق رہیں مگر کبھی نہ جاتی رہا حتی کہ وہ تیس ہزارت وقت ہندوستان پر تیرہ ہذا ملاح نے فرمایا کہ

ہر لوگ مجھ سے پہلے آچکے تھے نمبر داران سے باتیں کیں جب میرا ہنر آیا تو مجھ سے کہا کہ اپنی مذمت تم ہی
نہی کر دو۔ میں نے کہا کہ حضرت میں آپ سے دوستی کرتا ہوں، ایکسہ کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ہے ورنہ کس کا تعلق رب العزت جل جلالہ سے انہوں نے کہا ہاں پوچھو۔ میں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ
فرماتا ہے اِنَّا فَتَنَّا نَبِيَّكَ فَقَتَلْنَا مَنَّا بَيْنَا يَدُكَ فَكَذَّبَ مَا تَقَدَّمَ مِن قَدْرِكَ وَفُتِنَا نَبِيَّكَ -

اُسے محمدؐ تم سے تم کو فتح مبین علیٰ زمانیٰ نہ کہ اللہ تمہارے اگلے پیچھا گناہ بخشہ ہے اس آیت شریفہ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھے اور پچھلے وہ لوگ گناہوں کو ثابت کیا اور آخرت کی کہ مغفرت و رزق
کو شامل ہوگی مَّا لَكُمْ اَنْ تَغْفِرَ صَاحِبِ الْقَتْلِ اور بعد از نبوت و ہر حال، معصوم ہیں۔

ابنِ آپ کے لئے گناہ کا وجود ہی نہیں۔ پھر آیت شریفہ کا مفہوم کیا ہے؟ فرماتے تھے کہ گناہوں کی وہیں ہیں
ابھل گناہ و قتل (انکیر) ہوتے ہیں، اور ابھل گناہ خفیفہ، اند صغیر، ہوتے ہیں پس ثقیل گناہ مست گناہ
و شراب خمر وغیرہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محارر نہیں ہو سکتے۔ مگر خفیف گناہ مثلاً زنا و ہر گناہ
میں باری تقسیم کرنے کے متعلق ایک کو دوسری پر ترجیح دینا، یا کسی ایک کی طرف میلان و رجحان وغیرہ امور آپ
سے دور ہو سکتے ہیں۔ اور آیت میں بخشے ہوئے اُسے پچھلے گناہوں سے ہی خفیف گناہ مراد ہیں۔

یہ آیت شریفہ نے سمجھنا کہ ہاں یہ منصب رسالت سے ہی دلتے نہیں ورنہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے فضل و شرف اور صفیہ و رکیہ و ہر قسم کے گناہوں سے آپ کی معصومیت کو جانتا ہے، نا وقت نہیں بڑھتا۔
کیونکہ گناہ کا معذور صاحب ہی یہ درجہ غفلت و غفلت سے ہوا کرتا ہے بل شبہ و متہ بین اور والد سے
کبھی نہیں ہوتا۔ چہ بہ ایک حضرت ابیہ و علیہ السلام، ورحمہما علیہما السلام صلی اللہ علیہ وسلم۔

پھر وہ بے شک بے دوسرے مولد نہیں کرو۔ مگر نے کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا فَتَنَّا نَبِيَّكَ
تمہارے ساتھ بہت بہانے کہیں ہیں تو پوچھو۔ من معیت سے کیا مراد ہے؟ کینہات جن کی معیت ہی ہوتی
ہے ان کے گرد موانع ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مومنین کے دلوں میں ہمہ کرسی سے وہ ہیں، لگتے ہیں، اور

جو وقت اسی کا فکر کرتے ہیں۔ اور کسی کی عیادت میں نہ سبقت پاتا یہ جو بے شک میں نے معلوم کرلی
کہ یہ رب جل جلالہ کی شان سے بھی بے باں ہے اور سرِ زمین کے قابل نہیں بلکہ بل باطل میں سے ہے۔
نیز انہیں محارر بنا ہے یہ قسم نقل کیا کہ میں یا دشمن ہیں ایک دوسرے پاس کیا ہیں ان کے نزدیک

عبادت و رزق کا مجھے تھوڑا کیا کیونکہ چنانچہ میں وہاں پہنچا اور قیام کیا جیسا، کون سے کہا تھا میں
عبادت اور رزق میں ان کو پایا کہ ہمارے ملک کے بلوط کھانے کے مشابہ وہاں ایک پہاڑ ہوتا ہے۔ پس وہ ایک
پہاڑ ان کی فکر کا تھی کہ رشتہ کے جو بیٹے گھنہ میں کسی پر کھنکھ کر رہے اور بس سے نہ ہو

کچھ نہ کہتے تھے۔ میں نے ان سے بھی رسب العزت کی شان کے متعلق سوال کیا اور انہیں درجہ کی جواب دی۔
 سمجھ لیا کہ بنیاد کے بغیر چٹائی ہوئی ہے۔ نیز انہیں کا بیان ہے کہ میں ایک دن سب منزلت پر پہنچا ہوا
 کہ چند کشتیاں رنج رقی، مال کے کریمیں اور امت مگر اندر زہریں، بسیاب اُتارنے کے لئے جا رہی تھیں۔ میں نے
 کہ کمر پر بوجھ لاد کر شہر میں پہنچا میں اور اجرت سے میں نے دیکھا کہ مہول سے بہت زیادہ ہوا
 کمر پر اٹھا لیتے ہیں جیسے مہر میں کسانوں کی اور شہرناکس میں زریہ قوم کی، اور جو وہیں تکرونی ہوں
 کی حالت ہے یہ دیکھ کر میں دل ہی دل میں تعجب کرنے لگا۔ دفعہ ان میں سے ایک شخص میری طرف
 جو کہ عارفین میں سے تھا مگر مجھے اس کا پتہ نہ تھا۔ وہ کشف کے ذریعہ میرے مافی السیر میں پہنچا
 مجھ سے کہنے لگا کہ اس پر تعجب نہ کرو بلکہ اللہ کی قدرت پر تعجب کرو جو ابھی میرے اندر نہ پہنچا تھا۔
 اپنا بوجھ لٹے ہوئے روانہ ہوا اور زہری ویر لید واپس آیا۔ پھر پتہ لیت گیا اور اس کے ساتھ پتہ لیت گیا
 اور روح نکلی گئی۔ مرحوم نے گویا اشارہ کیا کہ ہم جیہاڑوں کی کیا طاقت و قوت ہے؟ تو خداوند تعالیٰ نے
 جو تمام قوتوں اور طاقتوں کا مالک ہے جس کو جتنی چاہتا ہے یہ دیتا ہے۔ جس سے جس قوت رکھتا ہے
 سلب کر لیتا ہے تعجب و حیرت کے شایان تو اس کی قدرت ہے اور کسی کی طاقت کو طاقت نہیں دیتا
 ہے قُبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَائِفِينَ۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ اس سفر میں عارفین کی ایک طاقت
 بھی مجھے ملنا نصیب ہوا مگر ان میں ہر ایک نے مجھے واپس وطن کا مشورہ دیا اور یہی کہا کہ تیری طاقت
 صرف شہرناکس میں پوری ہوگی۔ چنانچہ میں اپنے وطن رطرا بس واپس آیا۔

اب حضرت ممدوح فرماتے ہیں کہ ان کے وطن میں بھی ایک بزرگ سے ان کو یہی چاہا کہ تیرا کردار
 میں پوری ہوگی چنانچہ انہوں نے سفر کی تیاری کی اور یہاں آکر ایک شخص سے ملے جس کے ہاتھوں میں
 فتح نصیب فرمائی اور خود حضرت شیخ تھے، فاس میں صرف چھ مہینہ قیام کیا اور بعد ازاں عارفین و اہل دیار
 ہو گئے۔ میں نے حضرت ممدوح سے عرض کیا کہ اس کو حضرت والہ کی تیاری ہی میں فتح عطا ہوگئی تھی۔
 میں کسی کو فتح عطا نہیں سکتی اور اگر مل بھی جاتی ہے تو عابدی ہی جاتی رہتی ہے باقی ہمیں رہ سکتی ہے۔
 یہ ہے کہ فتح کا نزول سرفراز پر ہوا کرتا ہے اور شیخ کا سرفراز جب اس کے ہاتھ میں جاتا ہے
 کی طرف منتقل ہوتا ہے تب اس کو فتح عطا ہوتی ہے۔ اندیاپ کی زندگی میں اس کا سرفراز منتقل ہوا
 و کہ وہ منتقل ہو تو اس کی ذات مشاہدہ سے خالی اور فتح سے محبوب بن جاتا ہے اور کسی سے اس کی بات
 کہ وہ شیخ کے بعد بصورت کر کے روحانی اراد کو ملتی ہے۔ حالانکہ اس شخص کو فتح نصیب ہوئی اور وہ
 و باقی بھی اس کی کیا صورت ہوئی؟ فرمایا وہ میرا دشمن تھا، بیٹا نہ تھا۔ یہ فتح جو میرے ذریعہ ہوئی

نیز آپ نے فرمایا کہ جب تم کسی عارف کو شرت سے یہ کہتا ہو اسنو کہ فلاں شخص میرا ورثہ ہوگا اور میرا ربانی
 اس کو ملے گا اور تم میرے بعد اس کا دامن پکڑنا تو غالباً یہ ہے کہ ایسا نہ ہوگا کیونکہ سرورِ ربانیہ صرف اہل
 کائنات یا کرتے ہیں جہاں کسی کا خیال بھی نہیں جاتا۔ چنانچہ خود ان مشائخ کو یہ سرور جس وقت ملتا ہے
 لوگوں کا خیال بھی نہ تھا کہ یہ اس کے اہل ہیں سہی طرح جب ان کے خراجِ ارادہ دوسرے کی طرف منتقل
 ہواں کے تو بدھن و گمان ہی منتقل ہو گئے پھر فرمایا کہ تم میرے شیخ کی خدمت میں کہتا کہ ایک
 دن میں تک گیا تھا اور خدمت کے قابل نہ رہا۔ باقی رہے سات وہ بزرگ خدمت میں گئے رہتے رہتے
 بھی تین نے خدمت میں انتہائی رکی حتیٰ کہ اپنی بیٹیاں شیخ کی زوجیت میں دیدیں اور وہ تو امر بزرگ
 کے اندر شیخ کو گرم پہنچائیں، ان تین میں بھی ایک کا رُکنا بہت حسین و صائب سلیمہ و فاضل
 تھی سوائے کسی کے باپ سے شیخ کو تعلق زیادہ تھا کہ ہر بات میں اس کو دیکھ کر ملنا پڑتا تھا ایتنے
 کے محام ہو کر ان کا خیال تھا کہ شیخ کا ورثہ در تمام مقام پر بھی ہوگا مگر یہ شیخ کی ذات و دست
 قریب کیا مر سب خادم و مستبین نہ ہوئے تو انہوں نے کسی چیز کو جو خدمت سے ملتا ہو چکا
 اور وہی اور کیا رقم ہو صاحب کسریہ کہتے ہی رہے چہ بزرگینی اور دنیا سے رخصت ہو گئے کسی کے بزرگ
 نے فرمایا کہ ہم لوگ کسی کو فخر حقارت دیکھ کر تے ہیں اللہ کی رحمت اور ہر کرم اس پر زیادہ ہوا تو اسے
 بہ نسبت اس کے جس پر ہوگا اس کی فخریہ ذات و حرم کی پڑا کرتی ہیں اس بنا پر اہل حق زیادہ
 معنی ہوتے ہیں زبان سرور کے فے اور سماں و تیر یہ ہے کہ ان کے دل شکستہ و تفتہ
 فدا ہوتے ہیں نہ وہ خود بھی اپنے کو حقیر اندازا بل تھکتے ہیں نہ یہ بزرگ و شکستہ ہی یا ہو نہ ہوتے
 زیادہ قبول و محبوبیت، غصہ کہ تو یہ متوان کی یہ مال ہے کہ چھپر پائے کر ایسا نہ ہے مشکل ہے کہ یہ
 اور کچھ اُٹھ جائے حقیقت لایق تہیب اس کی شان ہے نیازی کا دلی کر شمر ہے سے
 خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال کہ ایک نینے کو بائیں تیر کی ل جائے
 ایک بزرگ عزت موسیٰ علیہ السلام نے یہ عرض سے کہا کہ آپ کو کہاں فرموانا ہے
 بزرگ شاکستہ ہوں کہ پاس۔ دیات بھی ہے کہ اللہ کی تیں مخلوق کو نام و خالق بزرگ عزت ہے
 خالق ہاں نہ بھی اس پر ہر کرم فرمائے تو پھر وہ بہ شعیب کہاں جائے اور کس درجہ پر پڑے
 ایک مرتبہ چکے فرمایا ایک بزرگ سے دو روایتیں ایک عارف نے دعویٰ شریفی ہی اور دوسرے شریفیہ مذہب
 نے فتح اسکر بستی سے فداں تھے۔ بزرگ سے اس غامی سے کہا کہ شریفیت کے پاس یہ ہے
 بزرگ سے فتح تمہارے ہاتھ جمع کروے چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور کہ اسکر بستی

سوینا۔ کہ یہ سے بہتر خدمت کرو۔ اس نے اسکا کیا کہ میں نہیں چیتا۔ حامی نے کہا اچھا سو دستار اور
 بڑھاتا ہوں اور سو دستار کے اور دفعہ دستار کا حق مجھے دید و شریف نے کہا مجھے منظور نہیں اس نے
 کہا اچھا ایک شام و مہمان قسوت میں اور بڑھاتا ہوں شریف نے کہا اس پر بھی منظور نہیں۔ حامی
 نے کہا اچھا دفتر اپنی کا اور خدمت کرتا ہوں کہ اس کو تمہاری زرجیت میں دے دوں گا شریف نے کہا میں
 اس پر بھی رضی نہیں۔ حامی نے کہا چہا اپنا مکان بھی دیتا ہوں۔ اس پر شریف نے کہا میں اس
 پر رضی ہوں۔ وہ انداز بہاں جب بٹھکے کہ فتح کے اس اور انور میں سے کسی نے کچھ بھی نہ دیکھا تھا مگر
 ان کے ساتھ کچھ کیا وہ محض شیش کے گرام کو چہا بھینے کی بنا پر ریر سے نیکیت اور حکم کی تعمیل میں کیا تھا جمع کا
 ریکاب و قبول ہو جانے کے بعد حامی نے شریف سے کہا کہ کوہ نادوں تہا میں یا تم اس معاہدہ یا ہمیں کا نقص یا
 انکار نہ کریں، شریف نے کہا بہتر ہے چہا فتح حامی چند و تداروں کو یاد کر لیا اور سارا قصہ ان کو سن کر کہا
 کہ میں نے تمہارے قہر میں نڈال نڈال چہا ان کے حوالہ کی سب سے تم اس پر کوا رہنا۔ شریف نے بھی کہا ہاں میں
 بھی تم کو کوہ نادوں میں ستر و فتح اس کے باوجود فروخت کر چکا۔ العوض و خیر بعد تکاج و خستہ ہو کر
 شریف کے گھر پہنچ گئی اور مکان و مہریم و دوسو دینار پر اس کے قبضہ ہو گیا اس پر تر رات ایسی پُر طست
 اور مزے کی گزری کہ تمہر میں کہ فی رات ایسی مزہ دار نہ گزری تھی۔ اندھ می چہا سے پر ایسی پریشانی
 کی رات نہ گزری کہ اس کا نزدیک ایسی تار یک و رنگ کہ فی رات بھی نہ گزری تھی کہ تمام شب شیش کی رات سے
 بد گمان بناتے۔ نہ تہا تم کے دوسرے کہتے سب و بیان کو دفع کرتا رہا کار حیب پوچھی اور صبر و وقار
 نہ دار بہ فی تو ستر و فتح دل شریف کے پاس آئی تھی کہ اس سے اس کا مشاہد کیا اس میں وہ وہ
 شہ باب لیکے جو نہ کسی تہا نہ اندھ میں کبھی لیکے نہ کسی کا ان سے سننے سے ورنہ کسی کے خیال میں گزشتہ
 جب اس نے حباب خور و گوری نثر سے اس کو لیکے لیا تو نہ سب ہو گئی اور اس حامی کی مرمت چلی گئی رہے
 آہل اکان بن کیا اور شریف حباب سے اس کو رانی و چند روزہ متواتر فرمایا۔ چہا یہ تھا اس کی ہوئی قیمت
 یہاں کسی تہا سے نہ تہا نہ ہو سکا اندھ اس کی وجہ سے بہی کہ حباب اس کے لئے رستہ و فتح کا سبب واقع ہوا تھا
 تھا باقی رہا اس کی زبان پر چہا اس کے کچھ نہ رہا کہ کہتا تھا تو کہاں سب سے اس پر اپنا مکان سے رہا اپنا نام
 سے نہ پائی تہا لیکے اپنا دینار کے سبب کہ وہ میں اپنی ماں بھی چہا دیتا ہوں سب سے لیا وہاں سے جنوں میں
 اس کی کہ حباب بہا کہتے کہ ستر و فتح کے خیر و گزشتہ رہا کہ چہا کچھ کس جگہ ڈھونڈا وہاں تو نے
 نہ کچھ کچھ کیا دیا سب سے حباب کہ وہ میں کرتا ہوں اور نہ نہ کرتا ہوں اس کے بعد تہا حباب
 ستر و گزشتہ رہا نہ گزشتہ نہ سب سے حباب کہ وہ میں کرتا ہوں اور نہ نہ کرتا ہوں اس کے بعد تہا حباب

ضرورت نہیں رہتی مطلق زیادہ مستعد کہ و اجتناب و حسد وغیرہ سے ایسا انسان لذت ہوتی ہے جسے تیسرا عالم ویرانہ
اور گنہگار فی چیزوں سے نفرت ہوتی ہے اور اخلاق تمیز و مشد بہر و شکر و توکل وغیرہ سے یہ انسان ہوتا ہے۔
جیسا شیریں مہلوں اور لذیز غذاؤں سے انہیں بہت تعلق ہے ستر الہی کہ ایک تہیج و بہت غریب تھا بہت تہیج۔
وہ شاداب و رشت پیدا ہوتا ہے جس کے پتے سبز، پھول خرمسور دار، پتوں کسے اور مہر و مہر و مہر و مہر۔
کہو کہ نسبت باطنیہ روح کے لئے بمنزلہ صحت و تندرستی کے جس جسم کے لئے کہ سطح غذاؤں کی بہت تہیج۔
اور کثیف غذاؤں سے وحشت جو کہ ہے کہ وہ مہر و مہر کا اور جان کو کہ ہے کہ بہت تہیج و تہیج و تہیج۔
جو ارجح کو قوت پہنچے گی روحانی اسد جس اصلاح کی ان دور یا عیال میں قوت تہیج و تہیج و تہیج۔

نہ چیز بہ نفس خویشی و بہت تہیج
تفویش و توکل و رشت و تہیج
وہ چیز بروں کن نہ رشت و تہیج
نخل و تہیج و تہیج و تہیج

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم
صبر و شکر و قناعت و عتق و تہیج
اور خواہی کہ شوی دل تو چوں آمینہ
حرص و امل و غلب و غلب و تہیج

ان کی عملی حالت اور تصانیف کا نہ نسبت و ستر الہی ہے اور فتح نہ بہت تہیج و تہیج و تہیج۔
جو اس باطنیہ میں بیش از بیش قوت آجاتی ہے پھر اس قوت کے کئی کئی مرتبہ ہیں جس کی تہیج و تہیج۔
ہو گی اسی درجہ کی فتح کہائے گی اور کسی بنا پر کہہ کر تہیج ہیں کہ نکل وں کی فتح تہیج و تہیج۔
تو کی ہے صاحبان خدمت جن کے مستقل حق تعالیٰ نے فتح و تہیج و تہیج و تہیج۔
جاتے ہیں کیونکہ بہت تک ساک اور عیبت کہ مشہور و معلوم نہ ہو کہ کا نظم نہ ہو تہیج و تہیج۔
یہ حضرات محقق منہ ہر مزاہی اور کارکنان قضا و قدر ہوتے ہیں کہ اپنے اندر اسے کچھ تہیج و تہیج۔
اس لئے کہ عالم میں متصرف حقیقی چیز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں اور میں تو اس کا مخلص تہیج و تہیج۔
حضرات کر یہ حقیقت بھی شکوت ہو کر علم الیقین پاکہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ چہرہ تہیج و تہیج۔
صورۃ انہیں حضرات کے باعقوان ہوتی ہے اور ان کی قوت ازویہ کو سبب کی شکل ہے و ستر الہی و تہیج۔
اس لئے تہیج الہی میں ان کا تہیج و تہیج ہے اور یہ جرات امت محمدیہ کے منتخب و تہیج۔
ستر الہی ارفق و تہیج اس کتاب میں جگر جگر آیا ہے اور میں وعدہ کر رہا تھا کہ تہیج و تہیج۔
ہو گی چنانچہ کتاب کے اسی مقام کا تہیج و تہیج اور آج الیہ وعدہ سے الحمد للہ ستر الہی۔
حضرت مدارح نے فرمایا کہ فتح کا جب کسی ذرات پر نور قوت سے قبل نزل ہو یا تہیج و تہیج۔
نقصان پہنچ جاتا ہے کہ مر جاتا ہے یا مملو بہ العشق از مہذب و تہیج و تہیج و تہیج۔

نور اور تھوڑی دیر رشتہ کی طاقت نازل ہوا اور پھر اس کے بعد فتح کا نزول ہوا تو ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچا
اور وہ صاحب فتح ساک ورنی کا مل بن جاتا ہے، میں نے سن کر وہ قوت کیا ہے؟ کہ اپنے گس کے ایک
تکے کی طرف چڑھان پڑا تھا اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر وہ قوت جس کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں حق تعالیٰ اس
تکے کو عطا فرما دے تو یہ کس پر مرکوز ہے؟ اور پھر رز کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جو ہر بار سے اپنے قوت
اس کے بعد اپنے فرمایا خوش نصیب اور صاحب برتری وہ ہے جو حق تعالیٰ سے اس کی درخواست کر کے
کہ نور فتح کے نزول سے پہلے قوت اور طاقت کا نور نازل فرمائے۔

نیز اپنے فرمایا کہ میں اپنی ابتدائی حالت میں ایک مرتبہ حضرت منصور کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ
رہے ہیں حضرت مدوح عزلی کے یعنی کتا تھکتے کا پیشہ کیا کرتے تھے میں نے دیکھا کہ سبب ہو چکا تو فرمایا
ہم امدوح کس چیز کی کریں ہمارے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں، اسی لیے مجھے بہنے کی حالت میں فعل اپنی کا شہدہ
ہوتا ہے میں سمجھا کرتا تھا کہ میں کچھ کر رہا اور خود کپڑا بن رہا ہوں مگر حقیقت یہ منکشف ہوئی کہ کوئی در
یعنی ذات حق سبحانہ بھی ہے جو سب کچھ کرتا ہے سب سے حضرت فرماتے تھے کہ کس وقت میری کچھ میں آیا
جو جواب دینا گرج میں واقف ہوں کہ یہ کیا فعل کرتا ہوا ہے میں نے پوچھا وہ کیا ہے جواب دینا
سے فرماتے ہو فرمایا ان سے یہ عرض کرتا کہ اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ترقی نصیب کیجئے کہ اوپر چڑھنے کی طاقت
وصفت کا مشاہدہ نصیب فرمائے بھی تم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کے مشاہدہ میں پڑے ہوئے
ہیں کہ ان کے انوار اللہ تعالیٰ میں کی مخلوق سے حادثہ کے ہیں میں نے دیکھا تھا کہ حضرت منصور نے
کیا کس سے تھے ترقی پانے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی ذات ہو گئی۔

نیز اپنے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت شہبازی تھے کہ ان کے وصفا کمالیہ سے بہت بڑے تھے وہ محقق رک
رہے تھے اگر لوگ وقت پہنچاتے تو درمیان میں وہ لوگ مشرورانہ فرما کر ان کے پاس پہنچ جاتے کیونکہ حضرت
مدوح میں چار شریکان ایسی تھیں جو درگاہ میں ملنے مشکل تھیں اولیٰ وہ کسی کے بارے میں کچھ نہ
کہتے تھے اور کسی کو بھی نہ بتاتے کہ وہی برائی سے یاد کرتے تھے تہذیب دوم یہ تھی کہ ان کو سب سے پسند تھی کہ تمام عمر عبادت
حریم کے دروازے میں کھڑے رہے مگر سب سے یکساں اور اپنے قوت میں وہ دیر تہذیب و تہذیب اور دیر
کے پڑھنے میں مشغول رہتے تھے اور مزید کے لئے اپنے گھر چلے جاتے تھے نہ زمین کی تہذیب حضرت مدوحی فرماتے تھے
جی تو دیکھتے رہا یہ دروازے کے سامنے سداۃ طور پر جا بیٹھے اندر سے الگ اپنے مشعل میں
گئے جیسے سب زمزم اور جوش کام سے باطن محفوظ رکھتے۔ پھر اپنے آپ کو کچھ بھی نہ کہتے تھے اور
تھیں یا کچھ کوئی عبارت بھی اپنی طرف منسوب نہ کرتے تھے سب اللہ کا فضل و انعام سمجھتے تھے۔

جتنے لوگ روضہ میں بغرض زیارت آتے خصوصاً ذاکرین و شافعیین جو وہاں شب بیداری کیا کرتے تھے
 ان کو بھی مطلق پتہ نہ تھا کہ شیخ عمر صاحب ستر اہل نسبت ہیں شیخ علی روضہ میں حاضر رہتے تھے۔ ان کی زیارت
 سب انہیں کے پاس جاتے اور وہیں ان سے ملتے جلتے تھے۔ نہ ان سے کوئی دنیا کا خواہشمند رہتا تھا
 نہ ناکہ خوانی و اسیال ثواب کا چہارم زہد کہ لذات دنیا سے بچتے تھے جب سے ان کی صحبت و ملاقات
 نصیب ہوئی اکثر میناتے دیکھا کہ آپ علی الصباح شیخ علی کے پاس آتے اور آپ کے پاس بیٹھ کر
 ٹکڑا بھی نہ ہوتا تھا شیخ علی کے پاس کسی کا دیا ہوا بدیر یا نذرانہ آگیا تو انہوں نے بھی اس میں سے کچھ نہ لیا
 ورنہ تمام دن ناکہ سے گذرتا اور خالی پیٹے بھوکے پیاسے اپنے فکر و غفل میں گئے رہتے تھے۔ وہیں
 تھا کہ بعض دفعہ ان کو روٹھی کا ٹکڑا ملتا تو شیخ علی سے ذرا سا روغن زیت سے لیتے اور اس سے روٹھے
 ٹکڑے کو اس میں پتھر کر روٹھی کھا لیا کرتے تھے اور اگر زیت بھی نہ ملتا تو پانی میں ٹکڑے کو لے کر پیٹھ پر
 روٹھی کھا یا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت محدوج نے فرمایا اولیاء میں ایک خصلت ایسی ہے کہ لوگوں کو اگر کسی کا اندازہ نہ ہو
 لذت کا علم ہو جائے تو جو کچھ بھی ان کو درپناک نہ رہے (مصلحت سے) اس کے مقابلہ پر سب کچھ کھینچ لیتے ہیں
 کہ مصیبت یا کلفت جس کا پیش آنا مقدر ہو چکا ہے، جب تک سر پر نہ آپڑے وہی کو نہ اس کا اندازہ ہے
 نہ اس کی وجہ سے کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے اگر اس کو ظن غائب ہو کہ یقین بھی ہے کہ وہ غائب ہے
 گھڑی بعد اس سے بھی کم میں نازل ہونے والی ہے تو اس کی نظر میں بمنزلہ عدم کہتے کہ اس کا اندازہ
 اس کا حس و شعور نہ ہوگا تم اس کو دیکھو گے کہ بڑا مانہ آئندہ جو حادثہ اس کو پیش آئے گا جب وہ اس سے
 مشاہدہ کرے گا کہ گھر کا یہ رہا ہے، پی بھرا رہا ہے بیوی سے ہم بستری بھی کر رہا ہے غرض ایسا حال
 کو یا ناواقف ہے کہ نہ اس کی مطلق بصیرت حاصل ہے اور نہ اس کا علم ہے کہ کیا ہو چکا ہے۔ یہ حالت
 نعمت ہے کہ کبھی پریشانی اور تکدر پاس بھی نہیں آتا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ
 تصرف کا کوئی شخص بھی احاطہ نہیں کر سکتا لوگ جس بات کو سمجھیں کہ ہوئی ہو لی جی کہیں ہے کہ اور اور
 قطع کر دے اور وہ ہونے کے بغیر ان کی نظر حق تعالیٰ کے آزاد اندیش قیود تصرف پر پڑتی ہے کہ ان کی
 مشیت نہ کسی کے کشف کی پابند ہے نہ لوح کی نگہت یا وہی کے مشاہدہ کی اگر موقت فرماتا ہے تو سہاڑا اور فقیر
 نہ کہ پابند اور بھروسہ ہو کر پس باوجود اور مقدر کا مشاہدہ ہو جانے کے جانتے ہیں کہ تحت قدرت اس قدر
 ہے کیا ضرور ہے کہ وہ اس کا پابند ہو کر ہی رہے۔ پس اس خصلت میں اتنی راحت ہے کہ اس کی حالت
 نہیں ہو سکتی اور جب امور مقدرہ کے مشاہدہ کرنے کو صاحب فہم و فی کدیر حالت سے تو صاحب تہجد و

علماء کلام نے مقدمہ اسلام پر وجہ دیا ہے علیٰ ہذا عبادت میں شدت و زکرت محبت و رزق کی محبت، حج کا شوق، زکوٰۃ
 اور صدقات سے انس، تلاوت قرآن مجید کا ذوق، اعتکاف کا جذبہ و غیرہ، جنہیں کہ عنون کتاب غیرت
 ہے اسی طرح مشائخ صدق میں صدق، مقلد امیر شکر، صدق، فعال، صلہ و ریا، شاز شفتت میں رزق
 پر شفتت، اہل کتاب پر شفتت، مکرکین پر شفتت، سحر زول پر شفتت، بچوں پر شفتت، میتا ہی پر شفتت
 بیوگان پر شفتت، اپاہج و معذورین پر شفتت، ایمانوں پر شفتت، زید و قربانی پر شفتت، حبیبی پر شفتت، ہر
 شفتت صحرائی مدندوں پر شفتت، مصداق پر شفتت، عباد و زہاد پر شفتت، بیان لکیر و ترس پر شفتت
 غلاموں پر شفتت، وغیرہ و غیرہ مقررین ہر صفت تیبہ میں قرار دے کر تعلق ہو یا خلق کے اور نسبت
 تعلق رکھتا ہو یا بوجہ رح سے اور تصور و واقعہ سے متعلق ہو یا فکر و عقل سے اور فی ہر ہو یا یا عقل و ہر
 متعدد اجزا انگلیں کے جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوگی محض نمونہ کے درجہ میں نمونہ آچند کی تعداد
 کر دیا ہے پھر ان محسن کا ایک ادنیٰ درجہ ہے کہ اس سے نیچے اتر کر حسن کا وجود بھی باقی نہیں رہتا، اور ایک
 ایک اعلیٰ ترین درجہ ہے کہ اس سے اوپر کسی بشر کو حاصل نہیں ہوا۔ ان اوصاف میں کہ یہ میں ہیں نہ تہ اتر کر
 کو ایک کمال بھی حاصل ہو جائے وہ اس صفت خاصہ میں کو مل اور ایک مستقل ذات کہہ سکتے ہیں مگر سیدنا و
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے تمام کمالات، ثنائیہ کے اعلیٰ ترین درجہ سے نواز ہے کہ کسی
 و باطنی حسن کا کوئی جزو بھی ایسا نہیں جس کے امتیازی درجہ پر آپ نہ پہنچاویا گیا ہو، اسکی بنا پر آپ کی ذات
 مقدسہ کو جامع الکی ذات کہہ جاتے ہیں اور یہی آپ کی نبوت پرست کاملہ کا سبب ہے عالم ارااح میں آپ کی ذات
 پر فتوح سے حضرت ابنیہ و عظیم السلام کی ذات علیہ نے استغناء فرمایا اور اپنے اپنے نور و ثبات کی ستاروں
 موافق ایک ایک کمال کو خفوض بھی طور پر اخذ کیا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار ابنیہ و رین انور کمالات کہ یہ کی تہم ہی
 ہوئی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہل توحید لیا اور تہذیب قرار پائے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے
 کمال بغض فی القہر لیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کمال رحم و رحمت لیا، سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے کمال
 شوق و خشیت لیا سیدنا داؤد علیہ السلام نے کمال کمال و اور خوشی لیا، نور خدایا سیدنا سلیمان علیہ السلام نے
 نے سلطنت کو یہ اندر ہم باطنی کمال حاصل کیا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کمال ہر شہ کی سیدنا سیدنا
 نے کمال صدق و عدل لیا سیدنا یوسف علیہ السلام نے کمال حسن صورت لیا و غیرہ و غیرہ اس کا یہ سبب اس
 نہ حضرت ابنیہ و عظیم السلام کی ذات کوئی خوبی تھی کہ اسے اس سبب سے کہہ کر ملامت سے بچا جائے کہ اس
 اس کمال میں انہیں اند باطنی و متبانی درجہ حاصل کیا، چاہے ہر شہ کی سبب اس کی تہم ہی
 جامع علوم و فنون استاد سے درستی تمام علوم چٹے شہنشاہ اور بلند رتبت سبب ہیں

[illegible]

منہ حضرت نے فرمایا کہ اہل بصیرت اور ایمان میں، جو شخص اس بزرگ کی حرکت نظر فرماتا ہے تو ان کو خدا سے
 کرتا ہے جو اجسام سے جدا ہو کر بعد مرگ یہاں آتی ہیں کیونکہ ان کے نور میں قوت ہے جیسے سورہ ہرمان،
 یا ان کی طاقت میں کثرت ہوتی ہے جیسے کہ فرماتا ہے، اند ان ارج کرہی معلوم کر لیتا ہے جسے ہر ایک سمجھتا ہے یہ
 آیتیں کیونکہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 نہیں بلکہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 کی یہ بات کہ ان وقت تک قیامت نہ آئے گی۔ یہ بات کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے
 کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 قیامت نہ آئے گی۔ یہ بات کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 یا پھر ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 یہ بات کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 کوئی شک ہے یا پیشہ نہ تھی اور آپ نے پیشہ کیا ہے۔ یہ بات کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے
 کہ یہ بات کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 بنی آدم میں امت، حضرت ممدوح کی سے تقریر سے، صراحتہ اور بھروسہ کثرت تقریریں سے اشارہ ہے کہ یہ بات
 کہ مہربانیت ختمہ کا علم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے کہ خواتین و غنائم کو یہاں ہوتا ہے مگر
 علماء و محدثین کا قرآن مجید یہ ہے کہ ان کا علم قرآن مجید سے ہے کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے
 آیت شریفہ اور مرثیہ مذکورہ ہے کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 اس وقت تک علم یقین نہیں ہے کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 اشکالات یہاں اول حضرت ممدوح کی تقریر کا مفہوم ہے کہ یہ بات کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے
 اتر لیا کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی اور ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 بات ہے کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 اترنے سے باقی رہ گئی ہے کہ اس سے یہ بات کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 قیامت کے وقت تک علم یقین نہیں ہے کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 اندیشہ اور محاسبات قیامت کا علم نورانہ ہے کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 معنی مومن و غیر مومن کے لیے ہے کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے
 قیامت نہ آئے گی۔ یہ بات کہ ان کے نور اور طاقت میں فصاحت و کمال ہوتی ہے جس سے قریب کہیں کہیں ہر ایک سمجھتا ہے

اور اس کے خدمت میں گرفت کی بھی اندیشہ جب کہ غیر الرسول کو رسول پر ترجیح ہے اور باب فتنہ کی بھی کوئی بات نہیں ہے۔
 کے کشف پر ظاہر نفس کو چھوڑنا پڑے گا ہفتہ حبیب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول حضرت محمد اچھی وقتی تھا جس کے بارے میں ہے
 فرما کر علم بالمغیبات کا اخفاء فرمایا تو ہم غمناک رسول پر زیادہ ضروری ہے کہ آپ کی طرف سے روایت کو انکار کر دیا جائے۔
 کہیں کہ مغیبات خمسہ اور تمامی وہ امور جن سے آپ نے اپنی لفظی ظاہر فرمادی ہے اسے ظاہر مکتبہ پر لکھا ہے۔
 آپ کو نہ توئی تا شہر کتب مجھے نہ بت محدود پر اعتراض مقصود نہیں ہے بلکہ جس طرح خبر متواتر کے قیام پر انکار کر دیا جائے۔
 جاتی ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ قول رسول پر اعتراض کیا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ خبر دہر کا روایت ہے۔
 اس خبر کا قول رسول ہونا ہی اذعان کے درجہ میں محقق نہیں ہوا ہے اسی طرح شیخ کو یہ قول منقول ہے یہ حدیث ہے۔
 مبارکہ رحمۃ اللہ علیہ منقول دیکھ کر جبکہ ظاہر ہو کہ قول متواتر اس کے خلاف ہے اس کے ساتھ اس کے ساتھ ہے۔
 تردید ہے اور اس درجہ ثابت و متفق نہیں کہ ائمہ کا متفق علیہ مسک اس کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔
 اہل کشف بھی علماء کے ہم مسلک ہیں اس وقت محدث نکتہ رب کی بنا پر جس اخبار پر بھی مجبور ہو کر چند روز سے
 تندرہ تا چیز سیدنا مکرسی کلیم اللہ علیہ و آلہ نبیہ السلام کی زیارت سے خراب ہیں مشرف ہو کر آپ کی زیارت سے
 پر بوسہ دے رہا ہوں اور پھر شوق کا ٹبلہ ہوا تو آپ کے ہر قدم مبارک کو اپنے پر بوسہ دیتے رہے۔
 اس ردیاد صادقہ کا ایک خاص حلقہ قلب میں کئی دن تک موجود پایا۔ اب ترہیم میں اس مقدمہ پر چھوڑ دیا۔
 میں پڑا کر تعبیر کے مصداق یہی مقام ہے اس سے تحریر مذکور کی جبرأت و محبت ہو گئی کہ نبی کا ہونا۔
 حضرات علماء امت ہی سے زیادہ محبت بھی ہے۔

أَحِبُّ الصَّالِحِينَ وَأَكْتُ مِنْهُمْ أَعْلَى اللَّهِ يَرْزُقُنِي مَسَاكِينًا

اگر غفل ہو تو حق تعالیٰ معاف فرمائے کہ ایمان اسی پر ہے جو عند اللہ و عند رسول واقعہ اور حقیقت ہے۔
 اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ادراج کے اجسام سے نکال کر جانے سے قبل برزخ میں نہ بہت ہیں کہ تم لوگ ان کے
 کی آفرینش سے پہلے بلکہ ان کے ایام حیات میں بھی اس کی کشتی بہت قلیل تھی مگر حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے
 پر ان کی روح اور پھر آئندہ زمانہ میں ایک بعد دیگر سے ان کی فریاد و آواز کے انبیاء و ائمہ کی روح
 کی روحیں برزخ کی طرف چڑھیں تو اس کے انوار مبتدئہ بروج بڑھتے رہتے ہیں کہ ان کے انوار کے
 بھی رب بیک وقت نہیں بلکہ، تدریج ہوا۔ پس دریا منت کیا کہ کنار کی زمینیں جسامت میں کریم و شریف
 فرمایا برزخ کے حصہ زیریں میں اور اگر ان کے برزخ میں مستقر ہوئے تو کوئی حرج باقی نہ رہے کہ ان کے

۱۔ منصوص سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول جہنم امہ و مستند بن علی ابن جریر و ابن مردودہ میں روایت ہے کہ ان کے انوار کے انبیاء و ائمہ کی روحیں
 منسلک غیب الی برہم کہ سرشار اولیاء و علوئے مقامہ اس کی بوجہ غریب کی شہادت کے غایت و شہادت پر ہوتا ہے۔

جس کے آسمان کے دروازے نہیں کھولے گئے اس کا مفہوم یہ ہے کہ آسمان کے دروازے کو نہ ہونا چاہیے نہ
 ہر ایک کو مدد کے استقبال کریں اور مبارکبادیں دے مشاہدہ کرے آسمان کی مخلوق اور نہ قدرت ہدیہ کی وجہ سے
 صورت نہیں بلکہ "سیا ہے جیسے چنی ہندو کر جیل خانہ کی کان کوٹھری میں ٹھونس دینے کے لیے کہ پھر تیرے
 دسزائے مشقت کے چار طرف کچھ تھرنے کے کوئی دروازہ کھل نہ سکے اس کے برعکس پہلی تاریخ
 میں تیشل فتح باب کے عدم شعور و درک میں کئی اور اس تقریر میں تیشل فتح باب کے قصہ یعنی مشاہدہ
 فی السماء سے حروف اور علامہ احترام میں ہے: جامع کتاب کہتے ہیں کہ اس کی تائید شریفہ کی تقریر سے متعلق
 شرفیاء کے اختلاف سے ہو رہی ہے کہ بعض نے کہا ہے صاحب یہ ہے کہ جس دروازے کے آسمان کے دروازے
 کی دروازے کے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے یعنی وہ مقبول نہ ہوگی اور کہا ہے کہ یہ صورت
 کی رسائی نہ ہوگی، اور بعض نے یہ صاحب بیان کیا ہے کہ جس عزت فرائی و مستحق دروازے کے آسمان کے
 دروازے کے آسمان کھولے جائیں گے اس نشان پر اس کو دروازے کے دروازے میں ہے پس مقبول ہوگی
 نہیں بلکہ اس کے مستحق کشور کو غی مراد ہے چنانچہ مینار کی میں یہ قول تکرار میں یہ تاریخ کی تاریخ کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے دروازے کے دروازے میں ہے یہ تاریخ کی تاریخ
 میں، اور ایک جہت کے بائیں جہت میں ہے دروازے کی دروازے میں حضرت آدم علیہ وسلم کی تاریخ کی تاریخ
 جہت تشریف سے تو مسکرا رہے ہیں اور یہ تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ
 تاریخ کی تاریخ میں ہے کہ تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ
 میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جہت میں، یہ تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ
 میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے
 ساری زمین کو فدیہ دیتا ہے اور آسمان کی چیزوں کو فدیہ دیتا ہے جو کسی کے دروازے میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ
 میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے
 تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ
 میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے
 تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ کی تاریخ
 میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے اس کی تاریخ کی تاریخ میں ہے

کہ مومن نہایت ہوشیار کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور اگر کسی نے جو جنت کی کھڑکی کھولنے کے لئے
 اپنے محبوب نہیں پس اس سے بھی خیر و نور و صحت و مردہوں جن کی مقدر و فتنی مت حسب مقدر رکھتا ہے کہ ہوشیار اور
 جہنم کے لئے ہوشیار کے لئے ہوشیار ہونا چاہیے کہ کسی طرح یہ دور سے جنت کی کھڑکی کھول دے اور اگر کسی نے
 کہتے ہیں کہ جہنم کی تپش اور سوزش کو خیر کر کے کسی مبتدئ تک پہنچاتے ہیں جہاں سے دور سے جہنم کی تپش
 شروع ہوتی ہے کہ سورج کی گرمی بھی شروع ہی ذریعہ سر پہ آتی ہے وہ پانچ دن خشتی بھی کسی طرح
 ہی کے جہنم کے لئے ہوتا ہے کسی طرح نور و صحت کفر کے تار و زب ہو بن کر فتنی و رستہ کی تپش
 پہنچاتے ہیں نیز پست تر ہے کسی طرح ہر رخ کے اندر میں جہاں مومنین کے درمیان بھی ان کے دور سے
 دور سے ہیں کہ حسب بصیرت کو ان کا دور باطل صاف اندر سے نظر آتا ہے جیسے دھوپ کسی بندہ کو
 پہنچتی ہے جو بندہ کسی طرح کسی ایک سورج کے ذریعہ اندر آ رہی ہو کہ وہ جہنم کے دور سے
 آگے جاتی ہو کہ کسی طرح یہ دور حسب بصیرت کو زبرد مومنین میں ہر ایک کے سر سے نظر آتا
 ہوتا ہے جو جگہ بھی اس کو مستقر ہے وہاں تک چھٹا نظر آتا ہے کہ حسب تک سب سے ایک پائنت
 نہیں ہوتا کسی وقت کہ وہاں نہیں ہوتا نہ دور سے کہ فتنی مت حسب قوت زنی مختلف ہوتا ہے کہ
 مومن میں آگے کے دور ہر ایک نظر آتا ہے کسی میں کسی سے زیادہ دور سر کھٹکتے کی مشاعر کے لئے
 کسی میں بائیں دیکھنے کی طرح کسی میں تہہ کچھور کی طرح دور دور وگ دین کی نور میں تہہ کچھور کے
 تہہ ہوتا ہے کہ یہ دیکھا ہے رضی اللہ عنہ کسی طرح کفر کے جہاں دور کے ہر رخ مستقر کے لئے
 دور سے نظر آتے ہیں مگر کفر کے دوروں کی رنگ سیدھی ہٹا نیگاہوں ہوتا ہے جیسے گندہ کی
 کہ رنگ ہوتا ہے کہ وہ پر نے زمانہ کی یہ کسی جہنم سے شروع میں نظر آتا ہے جیسے شہر
 میں رنگ دور نظر آئے وہ اس کے شہر دور جہنمی ہونے کی علامت ہے وہ یہ بھی حسب قوت
 میں مختلف ہوتا ہے کسی کی دور تیار ہوتا ہے جو اس کے معمول کفر کی علامت ہے کہ کسی کی تہہ
 کے مومن شہر جو تہہ و تہہ شہر کفر مومنین کے مستقر ہے فتنی حسب قوت کفر یہ دور بھی رقی و فتنی ہوتا ہے
 نہ کہ پانچ دن کفر میں ہوتا ہے کہ میں یہودی سبتوں میں ہوتا ہوں تو دور کے سرور سے شہر کے ہر دور
 ویرانہ ہوتا ہے جیسے ہوجاتے ہیں جیسے سیدہ کبرا کہ موسم سرد میں ہوتے پڑتے کے دن فتنی ہوتا ہے
 سیدہ کفر کی طرح ایک جہت کسی قہر ہوجاتی ہے نیز فتنی میں رہے جیسے بہت کہ دور سے کفر و کچھور کی
 آگے ہیں اس سے میں تہہ ہوتا ہے کہ یہ دور سے دور سے پانچ دن کفر کچھور کے دن فتنی کی طرف نظر آتا ہے
 کہ کسی سن میں شہر میں ہوتا ہوں تو دیکھتے ہوں کہ سرور کفر کچھور کے دور کے فتنی ہوتا ہے کہ پانچ دن کفر

ان میں ایسے بھی نظر آتے ہیں جن میں مزید ہٹ ہوتی ہے مگر ایسے دور سے بہت قلیل مقدار میں ہوتے ہیں۔
 دوسری میں یہ دور نظر آتے وہ کسی شدت و زبردستی کی علامت ہے۔

جامعہ کتبہ کہتے ہیں کہ ان ہی کی طرف اشارہ ہے کس حدیث میں کہ حضرت علیؓ نے علیہ السلام فرماتے ہیں انسان
 لوگوں کی تلوں میں غل کرتا ہے جنتوں کے سے اعمال کہ دفعۃً انہی کھمت کس پر غالب آتی ہے اور وہ عمل
 کرتے لگتا ہے دوزخیوں کے اعمال اور آخر وہ داخل ہوتا ہے جہنم میں اور روزمرہ یہودی میں جو سفید دور سے
 والے نظر آتے ہیں ان کی طرف اشارہ ہے کس حدیث میں کہ انسان غل کرتا رہتا ہے بل جہنم کے سے
 اعمال حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صورت ایک بالشت کا نعل راجا تا بہت ریونی موت کا وقت قریب اور وہ
 جہنم پاس آجاتا ہے کہ دفعۃً کھمت کس پر غالب آتی ہے اور وہ غل کرتے لگتا ہے بل جہنم کے سے اعمال اور
 ایک مرتبہ وہ داخل ہو جاتا ہے جنت میں۔

ایک مرتبہ یہ سنئے فریاد جو انہی کھمت کا نشانہ رہ کرنا چاہیے اور حق تو ہے کہ رش و جو حدیث میں مذکور ہے
 ہذا لا دخل جنتاً و لا ناراً و لا دایۃ الا انک ابدی نہ ہو کرنا چاہیے و نہ بکوں پر گناہ و داسے یعنی
 بیشربیکہ صلب سیرت ہو و کس کشت شیوہ سے بہرہ یاب ہو تو وہ دیکھے گا کہ لعین نپکے ایسے ہیں
 جن کا دور نہایت چمکدار ہے جو علامت ہے کہ ایمان پر ختم ہوگا اور جنتی فریق میں درج ہو اسے و
 لعین ایسے ہیں جن کا دور نہایت سب سے رجو علامت ہے کہ کٹر پر مرے گا اور جہنمی فریق میں درج ہو سب کا ملکہ
 کہنی تک تیرے ملک میں گزرنے کی وقت تو زنی سے اسکو کون سا سکتا یا بدل سکتا ہے ایک مرتبہ ہرگز نہ
 کسین بکوں پر ہوا جنت کی شرفیہ چار پہنچے برس کی کتنی و زہد و زہاد کھیل رہے تھے حضرت نے خود سے فریاد رکھو
 اس نے کو نہ عمل کیا ہے کہ کس نے کونسا عمل کیا ہے یعنی زہاد و زہاد کا وقت نہ آنے کے ایک کا ڈر چمکدار ہو
 تیار ہے کہ عمل باعنائت ہوگا و دوسرے کا دور نیکوں کا ہے (یہ تو رہا ہے کہ عمل باعنائت ہوگا)

اور ایک مرتبہ بکوں کی ایک جو عت پر چار گز ہو چکھاں رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا تم ان کے بچوں پر تڑکر
 معلوم ہوتا ہے کہ ان سے زہد سے بہتر ہے کیونکہ کس زمانہ کے بکوں کے نور میں حسن و زہد
 تھا درجہ کی ہے ایک بار چار گز ایک مرتبہ پید ہو اور وہاں سے ایک بچہ نکلتا تو حضرت نے اس پر تڑ کر
 اس سے پوچھا کہ تیرے تبار کیا نام ہے اس نے کہا فردا پیوستے فرمایا اس بچہ سے ایک بڑا دن ہو
 ہوگا جو نند کے نزدیک مغز و خرم ہوگا ایک مرتبہ دوسرے بچہ پر چار گز ہو تو آپؐ نے پوچھا سے فریاد رکھو اس کے چہرہ
 پر زہدیت کا نور چمک رہا ہے دیکھو اس کے منہ پر ولایت کی علامت رہی ہے دیکھو اس کی ذات میں ولایت
 صاف نظر آ رہی ہے کہ کسی پر بھی غفلت نہیں اس کے بعد فرمایا میں تمکو وصیت کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ چربی برتا

چنانچہ وہ بڑا ہوا اور آج ماشاء اللہ کوئی چیز ہے۔ الحمد للہ حج بھی کر چکا بڑے بڑے مذاہب اس کو مٹاتے ہیں۔ علیٰ حالت نہایت اچھی ہے امر دین میں بستی اس کو نصیب ہے اور چہرہ پر مدحت کی شہنائی دیکھ رہی ہیں نیز آپ نے فرمایا کہ چھکے ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی اور زمین پر آتے ہی اس کشتہ زیکو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے جیسے جو ہڑکا حال ہے کہ نبات سے قبل تو بیشک پتہ نہیں چلتا اس میں کچھ پیدا ہوگا یا نہیں مگر جب اس میں بیل جھکر دیر تھروں کے سامنے آجاتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تربوز کا پتہ ہے اور اس میں تربوز ہی لگے گا اور یہ دوسرا پتہ ہے جس میں تربوز آنے کی کوئی شہنائی یا جیسے غنچہ کہ اگر زرد رنگ کا ہے تو سبز نہیں بن سکتا اور جو سرخ ہے وہ زرد نہیں بن سکتا اس کے یہ ہیں عرض کیا کہ منافقوں کے بدترین کفار اور جنم کے درک اسفل میں جانے کا یہ سبب ہے جبکہ ان سے جہنم تہا مگر صورت تو نماز روزہ حج جہاد وغیرہ کا صدور ہوا اور یہ بھی نہ سہی انہوں نے ایذا رسانی سے تو مسلمانوں کو محذور رکھا اور خلافت کدے کے کہ ان سے صورت صوم و صلوٰۃ بھی نہ پائی گئی اور نیز میں بھی ان سے مسلمانوں کو نہ پہنچیں فرمایا سبحان اللہ میاں کزادر بس کی خبیثت و شدت کا امتداد زنی کثرت کی طرف سے ہو کر تہا مگر اعمال کی طرف سے یار یا ایسا ہوا کہ ہم نے ہرزخ کی طرف نگاہ کی تو ایک صلیبی ستون نہایت نیلہ خورشید دراز ہوتا اور دباں سے اترتا ہوا کفرستان کے کسی شہر کی طرف جاتا تھا اور میں نے خیر کی طرف یہ کسی بڑے ستم دار و حاکم ذی جاہ پر اترے گا اس لئے میں نے اپنی نگاہ اس کے پیچھے کی کہ وہ کدے کس پر جا کر پڑتا ہے مگر دیکھ تو وہ ایک بڑھے پچیس منیعف الجثہ شخص پر آکر پڑا جو اپنی دکان میں بیٹھا ہوا چند ہی آنکھوں سے تک رہا تھا یہ دیکھ کر میں کلمہ حبیبہ پڑھتا اور اللہ کی نعمتوں پر اس کی شکر کیا مگر وہ کہ سبحان تیری قدرت کہاں یہ بڑھا گننام اور کہاں شدید کفر کا یہ ظلمانی ستون کہ کسی کی وہم و گمان بھی نہ جائے بس کرم ہے تیرا کہ بس پر یہ دباں اور ہم پر بلا ہستی حق تیرا انقیاد اور رحمت تیری عطا ایک مرتبہ فرمایا کہ نیلہ دوا اگرچہ شوق و کفر پر دلالت کرتا ہے مگر کبھی یا ذل اللہ متین ہی ہو جاتا ہے جبکہ اس شخص کو ان سعادت کی محبت نصیب اور اس کے دل میں ان کا تعلق قائم ہو جو اسے رئیس اس نسبت میں آہستہ آہستہ اس کا دور شرافت ہوتا رہتا اور آخر کار اہل سعادت کی طرح رحمت و عنایت میں جاتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا یہ نیلہ دوا اگر نیلہ تو ہو مگر اس میں بدشتن کردہ گندھک کی سی چمک نہ ہو تو یہ ز شہرہ یہ ہے کہ وہ رصیت صلی و سے عموماً بدل جاتا ہے لیکن اگر نیلہ بدشت کے ساتھ چمک بھی ہو تو اس کو بدشت بہم نے کبھی نہیں دیکھا ایک مرتبہ فرمایا حضرت ابنہ علیہ السلام کے مبعوث ہوتے ہیں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو ایک کلمہ تو حید پر جمع کر دیں گے حتیٰ کہ سب ایک ملت و مذہب پر آجائیں گے تو باہم ایک دوسرے کی

مرد و ایک دوسرے کو نصیحت کیا کریں گے اور ظاہر ہے کہ بعض ان میں اہل سعادت ہوں گے اور بعض وہ ہوں گے جن کا دور نیل ہوگا پس اگر اسکو کچھ مدت تک اہل سعادت کی صحبت نصیب رہی تو اس کے ساتھ رہنے کو وجہ سے کہ نیک دور سفید رنگ قبول کرے گا اور وہ بھی بہ برکت اجتماع صلیح سعید ہو جائے گا۔ پس محبت نصیب ہوتی لعنت انبیاء کی وجہ سے اور تہمل حال نصیب ہوا اس محبت کی وجہ سے جامع الکتب کہتے ہیں یہی راز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت میں شامل رہنے کا تاکید حکم فرمایا کہ بالشت بزرگ بھی سواد اعظم سے یا ہرنہ نکلا جائے چنانچہ ارشاد ہے علیکم بالجماعۃ فانہ من شذذ شذذ فی الدنیا و الموت سے لگے اور چپے رہو کہ جو اس سے علیحدہ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

ایک بار میرزا باقر حضرت کے ہاتھ میں تھا اندیمہ ایک بازار میں جا رہے تھے میں حضرت سے اسی قسم کے کشتی سوانت کر رہا اور اسی میں محو تھا کہ ایک شخص مد جو صلاح کی طرت منسوب دروگوں کا پیر بنا ہوا تھا اس نے ہم سے ایک بات کہی جس میں بظاہر تو نصیحت تھی مگر فریہ سے معلوم ہو رہی تھی کہ مقصود کچھ اور یعنی طعن و اعتراض ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اس کا دورا اللہ پناہ میں سکے نیگوں ہے اور بار بار اس پر قسم کھائی اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے پتہ نہیں اس کا دورا تبدیل ہوگا (اور کسی وقت سفید ہو جائیگا) یا نہیں۔

نیز اپنے فریاد کہ جب آدمی مریں تو اس کا جسم رقیق ہوتا ہے اور روح کا تعلق اس سے منقطع ہو جاتا ہے اور وہ عالم برزخ میں چلی جاتی ہے ہاں بعض ادیاء میں سر روح کا تعلق قبر کے ساتھ ایسا ہی قائم رہتا ہے جیسا زندگی میں فات کے ساتھ قائم تھا کہ اس کا نورانیان اور قبر سے متعلق رہتا اور ہاں سے اوپر کو چڑھتا ہوا اور برزخ میں روح سے جاملتا ہے نیز فرمایا میں اکثر نفس کے متاثر اور گورستان پر نظر ڈالتا ہوں تو ان کو زمین سے نکلتا اور بوسے برزخ ایسا چڑھتا ہوا پاتا ہوں جیسے بانس یا شیکر زمین سے الگ کر اوپر برزخ تک جاتا ہے اس سے معلوم کرتا ہوں کہ یہ رگہ رحمن کی قبروں سے یہ نور برآمد ہو رہے ہیں، صلی اللہ اند اور دنیا میں اسی طرح ہمارے آقا و مومنا سعید تا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے آپ کے نورانیان کا ستون ممتد ہو کر اس برزخی قبۃ تک پہنچا ہے جو کہ آپ کی روح منبرہ کا مستقر ہے اور اس نور ممتد کے ستون کا ضواف کرتے کے لئے ملائکہ کیا عیسیٰ کی جہالتیں آتی رہتی ہیں کہ وہ تیر کا نور شریف کو مس کرتے (اور رثوق درہ میں) اس پر ایسے گرتے ہیں جیسے شہید کھلیا اپنے یعسوب سعادت نخل کھینچے) پر رکتی ہیں جب کوئی فرشتہ سیرا ہٹی یا کسی امر کی بدشت سے عاجز آتا یا اس کو کسی قسم کی گرنی و ماندگی لاحق ہوتی یا کسی مقام پر رکھ دیتے ہیں آتی سیے، تو وہ نور شریف کی طرف لپکتا ہے انداز محمدی سے مستندہ کی نیت پر اس کی صورت کرتا ہے اور

ایسا کرنے سے اس کو قوت کا ملہ نصیب ہوتی ہے اور وہ شاد و کام دیار و اپنی جگہ و پس ہو جاتا ہے
ایک گروہ عوات سے خارج نہیں ہوتے پتا کہ فرشتوں کا دوسرا گروہ آجاتا ہے اور ان میں کا سر فرشتہ عوات
میں بتایا نہ شوق کے ساتھ بھیت کرتا ہے (نفس) عجیب نہیں بعض مشائخ کے کلام میں استغفار وہ روحانی
کے لئے مزارات صلی و کے عوات کا طریق اسی سے مستنبط ہوا ہو مگر جن صحابہ نے اس کو منقول قرار
ہے ان کا دلیل یہ ہے کہ یہ طریق سجدہ اربعہ کی طرح شریعت مدنیہ میں جائز و معتق ہے مگر یہ شریعت
محمدیہ کے مسئلہ نہ کہ شریعت مذکورہ کے کیا مفہوم ہے کہ نور روح محمدی سے استفادہ کا جو طریق مذکور
تجربہ کیا گیا ہو وہی طریق بشر کے لئے بھی جائز ہو یکہ جب تو یا فعدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی عیان
ثابت نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے لئے یہ طریق استفادہ جائز ہی نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ
سلفاً و خلفاً حضرات صحابہ و تابعین یا دیگر دنیا و کائنات حتیٰ کہ قیام و غوث سے بھی عذر و عذر نہ
سرور عام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی نہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اس متیس علیہ ہی سے چہ جائیکہ حضرت
امت محمدیہ دوئم مذکورہ کی تخلیق ادراس کی طرح خالص نور سے ہے اس لئے وہ اقلہ کائنات جن کو تفسیر
کہ پتی ارواح کو اجسام سے جدا اور ممتاز کر سکیں مثلاً اتراب و غوث جن کی ارواح ان کے جسام کے ساتھ
ساتھ جدا کر دے و سجدہ کر سکتی ہیں اگر وہ اپنی ارواح مٹھ سے جھکوا کر مجسمہ ہونیکے سبب فی بعض مشابہت
فرشتوں کے ساتھ اس طریق استفادہ کو اختیار کریں تو ممکن ہے مفید ہو اور ان کو روحانی نفع میں
کی طرح قوت کا ملہ نصیب ہو کہ ان ہی کو صاحب مزار کا فریادان بصورت ستوت نظر آئے گا کہ فرشتوں
ظلمت بشریہ نے اس ستون نور کو نظروں سے دھیل کر رکھا ہے اور ان کی روح اپنے تری جہم کشیدہ
محبوس ہے کہ اس کو چھوڑتے پر تدر نہیں وہ مذکورہ کی نقل آ کر رقعہ نہیں اٹھا سکتے اس کے شراب
جیسے کوئی شخص کہے کہ سبزہ پر نظر ڈالنے سے بھارت کو قوت پہنچ کر قی ہے اور یہ سن کر ایک بنیا اور تدر
شخص تو اپنی آنکھیں کھول کر بار بار سبزہ کا کوریکہ کرے اور یکہ دیکھتی آنکھوں و شخص جس کی آنکھیں کھول
صلہ چشم میں چھپی ہوئی نگاہ کو سبزہ کا گشت راستے گئے تو اس نقل سے کوئی نادر نہ ہوگا اور نہ یہ تدر
کہ سبزہ مفرح و مقوی صبر ہے اس کے لئے نادر ہوگا کہ اس کا نصیبی محبوب ہے و گشت کرنے کے لئے
نگاہ نہیں بلکہ گشت کا کشف جرم ہے جو نورانی ڈھیلے پر چھایا ہوا ہے پس وہ ان حروف کے مستند نہ
حیوانی طوائف کا استفادہ قیاس مع الفارق ہے۔ سوم یہ امت مرحومہ کسیرانہ و عالمینا صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبوبہ ہے اور اس میں مملکت کی شان آئی ہوئی ہے کہ شفقت محمدیہ سے ہر لمحہ نالہ و لہجہ ہے ان کی زبان
سے محبت خاندانہ و عقیدت حقہ اور سپہ کی عنیم کردہ شریعت کا تمکد و اتباع اس کے لئے کافی ہے کہ ان کے لئے

روحیں (تبعاً) منتفع ہو جائیں گی ارواح مومنین سے جائزہ کشیت نہیں پاتی مگر ارواح کفار کو روح مومنین سے کسی قسم کا بھی نفع ہو لہذا براہ راست ان کو نور نہ پہنچا لے (آفتاب کی روشنی سے ان کو سوز نہ آئے)۔
 کیونکہ آفتاب برزخ سے باہر ہے اور یہ سیارے (چاند وغیرہ) اس کے مقابل پڑتے ہیں ہر کسی سے ترس کر لیتے اور روشن نظر آتے ہیں یعنی بس سے بال نور کے نیچے ہیں برزخی تاریک حصہ کا کوئی حصہ اس سے نہیں پڑتا۔ اور چاند آسمان دنیا میں کس سمت پر واقع ہے جو ہمارے متصل ہے اس سے کسی کو روشنی برزخ سے مٹی ہوئی ہے براہ راست سورج سے آئی ہے ہمارے سرور پر پڑتی اور پھر دنیا میں پہنچتی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے چاند کے چھوٹے بڑے تفرقے کے کہ تدریجاً ہمارے ترقی یافتہ اور شبہ کویدر بن جاتا ہے اور پھر تدریجاً کم ہوتا ہوا پل ل بن کر دین شب کے نیچے نظر آتا ہے۔ آفتاب سے اس کے گول جسم کا جو حصہ برزخ کے سامنے گیا وہ تاریک ہو کر وہیں تقریباً دو چوتھے حصہ کا اضافہ ہوتا ہے۔ آفتاب سے وہ نور ہوا اور ہمیں نظر آیا اور رفتار سیارہ کے خیر سے اس فائدہ کو ہرگز نہ پہنچتا ہے جسے جو نظر آتی ہے بلکہ سورج گرہن کی بھی اگر یہی وجہ ہو تو عجیب نہیں کہ اپنی مقدار رفتار کے لحاظ سے چلتے چلتے جب اس کا کوئی حصہ اس برزخی حصہ کے مقابل آ پڑے گا جو ارداع کا حصہ ہے۔ اور اس وقت تو یہ حائل بن جائے گا اور ارداع مومنین کا نور اس پر نہ پڑ سکے گا اور جب حصہ اس کے مقابل آ پڑے گا تو وہ بے نور ہو جائے گا یعنی گہرے گائے گا اور فیضا حصہ اس کا برزخ درست برزخ کے برائی حصہ کے مقابل آ پڑے گا۔ وہ روشن رہے گا عرض آفتاب کا براہ راست ارداع مومنین سے روشنی لینا اور یہاں یہاں ہرگز نہ پہنچتا ہے اسے روشنی لینا اس پر موقوف ہے کہ اس کا باہمی تقابل نہ ہو جسے اور برزخ کا حصہ نہ پہنچتا ہے۔ کفار اور ظالم کھسپا ہے درمیان میں حائل نہ ہو جب اس کی حیثیت واقع ہوئی ہے تو وہ بے نور ہوتا ہے۔ کیونکہ فانی نور کسی سیارہ یا ستارہ میں نہیں ہے جو یہی سنو کہ وہ ارواح مومنین کے نور سے منور ہے۔ مگر بن کا یہ سبب مستند بھی قریب الی الغم ہے بہ نسبت اس کے کہ زمین کی حیثیت کو بس کا سبب نہ ہو۔ اس لئے کہ ہر جو کہ بندہ ہے یہ مٹی اور ہیتہ برزخی ہے مگر سبب نہیں سمجھ سکا کہ یہ زمین کی سیارہ کی طرح ہے۔ بلکہ کہاتی ہوئی ہمارے اور سورج کے درمیان حائل ہو جائے کہ ہم اس کی روشنی پر چیتے ہیں۔ اس کے قدام ہیں۔ چہ جائیکہ مدزنہ آفتاب و آفتاب کے درمیان اس کی حیثیت ہوں۔ اور ہرگز نہ پہنچتا ہے۔ بتاتی رہے۔ ۱۲۔ پہلے عرض کیا کہ ہمیں اس کا قول تو یہ ہے کہ جو ہم ثابت دیکھ کر گمراہ نہیں ہوتے۔ یہ ثابت قائم ہیں۔ وہ سب نہ کہ ثابت یعنی آفتاب آسمان پر ہیں۔ فرما کہ اس کی خبر نہ اور وہ آسمان پر نہیں پہنچتے کہاں جو اس کی پتہ لگا دیں۔ میں نے کہا کہ اس کے قدام ہرگز نہ پہنچتا ہے۔

اور حنیت انڈوس کی شات ایسی ہے کہ تینوں کو ایک حنیت کہہ دیا جائے اور مجبوراً نہ وہ حنیت نہ اس کو جانے
 تب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبہ شریف رجب کا مسکن و مقیم ہے دو تینوں پر
 ہے اس لئے جو لوگ حنیت انڈوس میں ہیں ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وصال ہے اور حنیت
 علیین میں ہیں وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور جو حضرات دارالمرید میں ہیں وہ بھی حنیت
 علیہ وسلم کی معیت میں ہیں پس آپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدم رفیع پر تقرر کرتے ہوئے تینوں کو یہ حنیت
 صحیح ہے اور یہ اس کا، علی ہوتا بلحاظ رفعت مقامی و باعتبار زیادہ درجات و لذت جہنمی و عوالمی
 محقق ثابت ہو جائے گا، کیونکہ قبہ مرہم و نے حنیت انڈوس کا وسط لیٹے دارالمرید میں ہے یہ سب
 علیین چل کر اس کو بیتا ہو دارالمرید تک پہنچ کیا ہے مرہم کے وسط کو اپنے تہذیب و تمدن کے
 پوچھا کیا باقی حنیتوں میں بھی نعمتیں ہیں؟ فرمایا ہاں ات میں جانے دے حنیتوں کے احوال کی تفصیل
 کم و بیش، سب میں نعمتیں ہیں البتہ حنیت انڈوس صرف امت محمدیہ کے لئے ہے یا ان کے پیروں
 کے جنہوں نے نبی کی معیت کے بغیر دھبہ افی و شہی ہدایت کے ذریعہ قبر کو ایک سہمی داشتہ
 توحید کو اختیار کیا ہے، میں نے عرض کیا جیسے قسم بن سعادہ اور زید بن عمرو بن نفیل جو فرما کر ان کے
 بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رشتہ فرمایا ہے؟ اس وقت تو مجھے ہر سب مستحق مدح و ثناء
 ابن خلدون سیکی کے رسالہ شریعت منقولہ میں یہ تصریح تھوڑی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 دایمان اور نجات انڈوس کے متعلق شہادت دی ہے اور فرمایا ہے کہ دو نواں قیامت کے دن تائب
 بنا کر اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ سس کے بعد حضرت محمدؐ سے ملاقات ہوئی تو میں نے یہ صورت
 قرآن آپ پر پیش کیا تو فرمایا ہاں اسی مطلب کو میں اپنی زبان سے ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہیں
 کہیں گے کہ ان جاہلیت کو بھی حنیت کہنے گئے تھے جس نے چاہا کہ معلوم کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کیا فرمایا ہے نہ لیں بلکہ ان کا قرآن میری موافقت میں مل گیا جسے قسم بن سعادہ بلکہ سب باشندے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سے قبل ضروری ہدایت سے بہرہ یاب ہوئے بشرک و غیرہ
 بہت بستی سے یہ زر ہو کر حیرت و رکت تھے کہ توکل و معتقد ہوئے کہ وہ بہت نوری
 اتقان فرمائے۔ حضرت زید بن عمرو بن نفیل سیدنا حضرت شہ تبارق رضی اللہ عنہ کے پیروں
 ہدایت سے قومی مذہب کو چاہ کر توحید کے قائل تھے جن کے نام ذبح کئے گئے تھے
 کہیں نہ کہ تھے بلکہ ان کے زندہ دفن کر دئے گئے تھے جو بہ شرف عرب میں ہر شے
 سے پاک تھے اور ان کو یہ حکم دیا کہ ان کے لئے کھانا نہ لایا جائے نہ پانی نہ کھانا نہ

میں کی خدمت میں سے ذمہ ہے، اور پھر خود اس کی پرورش کیا کر سکتے تھے۔ حبیب باغ ہو جاتی تو باپ کو اختیار دیا کرتے
 تھے۔ چہ بہت میں کوئی جاؤ کر تہااری مانت بہت اور اب بھی گریہ و زاری گراں گذشت تو میں عمر بھر کثمت
 کے ساتھ منسوبوں، دین حق کی تلاش میں مکوں سکوں چکر بھی لکھا اور آخر اعتبار یہ دو زوار سے
 سے پسند کر بنی آخر الزمان کا وقت قریب آگیا۔ اسی دوران کا مہجور وہیں پہنچا چھال سے تمہارے ہو جت
 ترمیم، جس کہ تمہارے رستہ میں قبیلہ بنی لہو پر کمر ہوا تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا۔ اسی شے کی قوی ترمیم
 پہنچنے پر لوگ ان کے دشمن ہو گئے تھے یہ دونوں حضرت یا ان جیسے اور جنہوں نے قتل از بخت توحید پر
 وقت پائی شدہ ورقہ بن نوفل پر تاکہ موجد کے مگر زمانہ نبوت نہیں پایا کسی نے مستقل کرت بن کر بدوز قیامت
 نہیں گئے۔ اس لئے کہ نہ کسی نبی کے تاج بنے کیونکہ نہ ہی نہ پڑا۔ وہ متبوع بنے۔ سہلے کر خود نبی یا رسول
 نہ تھے مگر پائے حضرت مہدی اللہ علیہ السلام کے جو ان در شریعت اللہ اسد میہ کے حلیہ و خواراں تھے اس لئے بقول
 حضرت مہدی اللہ علیہ السلام کہ یہ کیسا کٹر جنیت، مگر اس میں جگہ پائی گئی۔

فرمان کرتا ہے: جہنم کی جنت عذاب میں جہاں کسی نے ہو کر وہ دین کا فرقہ کے دین سے رہتے ہوئے
 بدعتوں کی ترکیب پر ایمان لائے، اور یہ جن جن حق سے ان کے من غلبہ کی یا نہت نصیب ہو کر اتنا بڑا نور کو
 عذاب فرما جس کی وجہ سے کفر کی جنتوں کو چاک کر کے پیتے ہم جنس بڑی و پیر کے بغیر زور و توحید خدا کی
 تک پہنچ گئے۔ یہ سننے پر کیا فتنہ کیا کہ جن جن کی قدر کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جو جن جن جنبت کو کسی نے کیا
 وہ اسلام نہ سنا کہ یہ جن جنبت الفحیہ ہیں اس کے بعد جنبت امروہ کی پھر وہ جنبت پھر جنبت الفحیہ
 پھر جنبت الفحیہ و پھر وہ جنبت الفحیہ ہیں کہ جن جنبت الفحیہ ہیں کہ جن جنبت الفحیہ ہیں کہ جن جنبت الفحیہ ہیں
 ہے جن جنبتوں کی قدر کے متعلق سنو کہ کوئی تحریر حقیق نہیں جن جن جنبتوں کے ان کو قدر و چار جاتی
 ہے جن جنبتوں کے ساتھ اور جن جنبتوں کے ساتھ جنبت ایک ہی ہے جن جنبتوں کے جن جنبتوں کے جن جنبتوں کے جن جنبتوں کے
 زمرہ ہو گئے ہیں، مگر جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ
 ہے کہ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ
 ہے کہ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ

نیز جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ
 ایک جنبت دوسری جنبت کے برابر ہے کہ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ
 آج میں رگوں جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ
 پائے کہ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ جن جنبتوں کے ساتھ

[illegible]

گھر کے صحن میں نکل کر معلوم ہو کر وہ بھی ایک تنگ کوٹھری تھی جس مکان میں توں بیسی بیوی کے لئے رہنا
 ممکن سکتی ہیں مگر پھر بھی اس کا تخیل محدود ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس سے بڑی چیز کوئی ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ
 چلنے پھرنے کے قابل ہو اور گھر سے باہر محلہ میں گشت لگایا تو سمجھا کہ میرے گھر کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے نہ
 بڑا ہے کہ اس جیسے صد ہا گھر اس میں آباد ہیں مگر اس کا تخیل تنگ ہے کہ بس سے زیادہ وسعت اس کے ذہن
 میں نہیں سہا تی اور کوئی سیاح اگر اس سے کہتا ہے کہ میاں رئیسوں کے پاس تو ہندوؤں کے محلہ کے یہاں
 مقدار اند اس کنارہ سے کہ اس کنارہ تک کہ دس بیس بلکہ سو گونہ جائیداد کی حصہ موجود ہے تنگ
 دیکھا ہی کیا ہے تو اس کو یقین آنا مشکل ہے اور بتاتا ہے کہ نہر بار میوں کے پاس محلہ ہے بڑا حصہ ہوتا
 ہے آسکتا ہے لیکن حبیب شہر کے باہر اند شہر کی گلیوں گھومنے کا وقت کیا اور پھر وہیں نہیں جاتا
 چکر لگا یا تو معلوم ہوا کہ میرے محلہ جیسے صد ہا محلہ تو اس اور فاضل کے ہیٹ میں پڑے ہوں گے
 ہیں۔ غرض اس کے بعد ضلع پیر کے دیہات و قلعہ سات اور پھر سات متعلقہ کا مشاہدہ ہوا
 پھر کشنوی پھر کچھ چھپا اور پھر صوبہ پھر کا درہ کیا اور پھر سار سے بندرستان کے گھر
 ٹکڑے کی سیاحت کی اور پھر ایشیا پھر کا چکر لگایا جس میں بندرستان کے رقبہ کا پورا پورا مشاہدہ ہوا
 سایا ہوا ہے اور پھر کسی جیسے دیگر ممالک ارضیہ کی سیاحت کی اور سیاحت میں وہ کہتا ہے کہ گھر
 میں اند نقشہ نویس کی نظر میں کسی حصہ کا ریمان ممکن ہو گھر اس کا نفرستہ باشند بری زمین رہا ہے نہ
 اس تمام مسافت اور وسعت پر بھی اس مسافت کے نزدیک ابھی زمین کا ربع سکون یعنی ٹرنٹ جو تھوڑا سا
 سیہ کہ تین حصے جس میں سمندر اور پانی ہے وہ ابھی باقی ہے اور وہ بھی محض تین حصے میں ہے کہ وہ
 اقرار ہے کہ کچھ دور چل کر اتنی خشک سیہ جس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے اس کا قیام
 وسیع زمین ہے، نہ ہر سیہ کہ کوئی نہیں رہ سکا اور نہ رہ سکتا ہے یہاں یہ کہ کوئی نہیں رہ سکا
 بڑا پھر سیکی حقیقی و تخمینی چپائش کو جمع کر رہا ہے وہ صرفہ زمین ہی کہ اس کی رقبہ بہت وسیع ہے
 آسمان تک نظر اٹھاؤ اور دیکھو کہ کڑا ارض ہر جانب سے تنگ اور بڑے دست زمین پر رہا ہے نہ
 سب کے مجموعہ کا نام عالم دنیا ہے جو تمام عوام میں پھوٹا ہوا ہے اور اس کے سب کے شمار نہ ہوا
 صد ہا عوام حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں جن کی بنا پر اس کا نام رب زمین ہے نہ زمین
 وہ دست عالم زمین مادر کو دیکھو اور پھر بعد از مدت اس عالم دنیا کو دیکھو اور پھر اس میں رہا ہے نہ
 بلکہ وسعت کیا مذہبیت ہے یہ اور اس پر بھی غور کر کہ شکم مادر میں رہنے کے وقت کیا یہ دیکھ رہا ہے نہ
 تمہاری عقل و ذہن میں سا سکتا تھا یہ اور اگر نہیں سا سکتا تو کیا تمہارے اندر کوئی دیکھ رہا ہے نہ

نہیں کر رہے ہیں کہ کیا دنیا میں رہے ہو کھیل آنا بیٹا ملک کہاں ہو سکتا ہے، کیا دنیا کا وجود ثابت
 و محقق نہ رہتا، ہر حال واقعہ سے وہ کسی کے اقرار و اعتقاد کا تابع نہیں رسا کی دنیا بھی اگر کسی حقیقت
 کا انکار کر دے تب بھی حقیقت ہر حال حقیقت ہے اور جو شے موجود و محقق ہے وہ ہر صورت موجود
 محقق ہے اس لئے عام حقیقت اگرچہ دنیا میں رہتے ہوئے ہماری نظروں سے ایسا ہی اذیل ہے جیسے
 یہ عالم دنیا ہمارے نہیں ہونے کے لئے میں رحم مادر میں رہنے کے وقت ہماری نظروں سے اذیل تھا مگر
 واقعہ ہے کہ وہ عام عالم دنیا سے کچھ ہی پرکھ اس سے کچھ بدتر ہے جتنا بلکہ مادر سے عام دنیا بڑا ہے
 کریم دروازہ پھر یہ عالم دنیا ہی میں اس لئے باہم کچھ مناسبت رکھتے ہیں مگر وہ دروازہ سے جو دار
 دنیا سے نکلا میاؤں سے بڑا ہر چیز کا تعلق اسباب سے ہے اند اسباب کو ظہور قدرت الہیہ کا واسطہ
 بن دیا ہے مگر دار آخرت کا خاص منار قدرت سے اور دنیا کی جڑ سے بھی ہے اس کو ظہور بنا واسطہ محقق
 قدرت پرہ سے اس سے اس کے دنیا سے مہاسہ گند گز بھی بڑی اور دنیا کی ان گنت مقدر میں ٹیلم نشانی
 ہے تب بھی متناہست و قدرت الہیہ غیر متناہست کے سامنے ایک معمولی مخلوق ہے لہذا ہمارے استغوا۔ ب۔
 یا کفار کے کفار سے اس کو تحقیق معلوم یا شیتہ نہ ہوگا لاریب اور یہ شک اس باب میں جو کچھ بھی
 آیا ہے سب سے اس کی کیفیت اور وسعت جو کچھ بھی حضرات انبیا و درویش نے بالخصوص صداقہ مصدوق
 حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے بالکل صحیح اور صحیح اور واقعہ اور حقیقت ہے۔ ہمارے تئیں
 تا ایک تخیل میں اگرچہ نہ آئے مگر قدرت الہیہ کے ہر حال ماتحت ہے اس لئے اس کے ہونے میں بالکل شک
 کبھی شک نہیں ہے اس کا نام ایمان یا حقیقت ہے جس کے بغیر سوسن سوسن نہیں۔
 حضرت ممدوح نے خزانہ حقیقت میں قسٹ رحمن کی نشانی شامی قسٹ کی ہوگی اس نوعیت کے ہونے کے
 کہ ایک ہی قسٹ مختلف رنگوں پر نظر آئے گا ایک رنگ چاندی کا سا سفید، ایک زائف سونے کا سا سنہرا،
 ایک رنگ زرد کا سرخ بنر، ایک رنگ سدرسی ایک رنگ بزرگ، ایک رنگ سٹریٹ وغیرہ، وزیر غرض رنگ کے جوہر
 ہوں گے مگر سب کو اصل ایک ہوگا جس میں نہ تعدد ہوگا نہ اختلاف پھر وہ جب قسٹ حقیقی کو جس وقت میسر
 قسٹ کے کہ خواہش ہوگا اور وہ قسٹ ہی پر ایک رنگ سے دوسری رنگ جاتا چاہیگا تو قسٹ سکودہاں سے ہائے کج
 ادا رہے خود ہونے چاہئے کہ تو قسٹ وہی رہے گا اور خیزد ہاں پہنچ جائے گا نیز چھپوں سمت میں جس سمت
 نہیں ہوتا چاہئے کہ ہر قدرت دنیا کے کہ بہانہ بجز سامنے کی سمت کے اور کسی سمت نہیں چل سکتا مگر حقیقت
 میں آگے بڑھنے، دیکھنے، دیکھنے، جس ہی سمت چاہئے کہ وہاں تک پہنچ جائے گا نیز پیشکش ہوتا ہے۔
 اس کے ہوا یہ بھی ہوگا اور ہر دور میں کسے کسے تہا کے محسوس نہ ہوگا، ہر قدرت دنیا کے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت سے ہزاروں اوقات حقیقت اُن پر
 وسیع ہوگا جس سے شہادتِ بری کے اوقات حسیحرج شات محمدی کی رشتہ دہلاہمت کا ظہور ہوگا کہ متا کی نفوذ
 پریشان ہوگی اندیکسے بعد دیگرے جلد انبیاء علیہم السلام کے پاس حاضر ہوگی کہ اگر وہ اندیکس میں شہادت
 فرمیں گے تو سب حضرات انکار اور عذر فرمائیں گے آج ہماری محبت میں کچھ عرض کر سکیں۔ اور سب کے خیر
 ساری مخلوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سستہ عمارت کے گوشے پہنچیں گے در
 منہ نمود میں سرسجود ہو کر سفارش فرمائیں گے کہ اس طرح اس کا غلبہ کہ حقیقت کی تخلیق نور محمدی سے ہوئی
 اور اس کی ذات پر کثرت کا دخول اس کی توسیع اور فرج و سرور کا سبب حقیقتی ہے بایں صورت کیا جائے گا
 کہ سب کو مشاہدہ ہو جائے کہ آپ کے استمداد و استغاثہ کے بغیر حقیقت میں داخلہ اور حصولِ رحمت و طمان
 ممکن ہے اور یہاں راز ہے آپ کے فرقہ بنیین اور معیشت عامہ کا کہ آپ پہ لیاں لہذا قادی بنیہ و درت کی
 تمام متکون یعنی ہر شے پر نوری ہے ایسی کی صورت مثالیہ یہ ہے کہ نور محمدی سے استمداد و استغاثہ
 کے بغیر حضرت انبیاء علیہم السلام کی صورت پر کئی حقیقت بایں راستہ تئکہ ہو جائے گی نیز حدیث میں
 آیا ہے کہ حقیقت کا پیر و راز و کھلوئے سے اسے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے کہ رضوانِ حقیقت آپ سے
 قبلی کسی کے لئے بھی اس کا دنداز نہ کھولیں گے۔

میں نے حضرت ممدوح سے عرض کیا کہ اگر علماء کی مشہور قوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حریف
 نہیں رہیں گے تو یقیناً منہوں سے سب کے باں میں حضرت کی رائے ہے؟ فرمایا اس میں تو شک و شبہ
 نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دوزخیت نہ ہوگی اعمال سے انفس و پرتر ہے کہ حقیقت کے چاروں طرف حقیقتی بھی
 فرشتے ہیں سب کا ذکر و شغل یہی دروہ ہے اور دوزخیت ہی کی ریت ہے کہ مدد کے چاروں طرف سے قبتا دروہ
 پڑتے رہتے ہیں اس کی قدر حقیقت کی وسعت میں ضائع ہوتا ہے مدد کے ذرات حقیقت کو چرنکہ ایک لمحہ کے لئے
 بھی اس کی توسیع میں رکاوٹ پیش نہیں آتی کہ چونکہ مدد کے دروازے پڑتے ہوئے رہے ہیں چاروں طرف میں آگے
 بڑھتے جاتے ہیں اور حقیقت اس پرستی پرستی ہوئی، ان کے پیچھے چلتی رہتی ہے۔ اور جب تک کہ مدد کے دروازے شرفیہ
 کر چہرہ دروہ دوسرے ذکر یعنی تسبیح کی طرف منتقل نہ ہوں گے اس وقت تک حقیقت میں توسیع سے
 نہ رہے گی۔

اور مدد کے دروازے سے تسبیح کی طرف اس وقت منتقل ہوں گے جبکہ حق سب سے نہ تھے حقیقت میں
 بل حقیقت کے لئے تخلیق فرمائے گا کہ ہر تخلیق کو مشاہدہ کرتے ہی مدد کے اس کی تسبیح شہادت کر دیں گے اور
 ایسا کہ ذکر بجا ہے دروہ شریف کے صحیح اللہ سبحان اللہ ہو جائے گا یہیں ان کے تسبیح شروع

کرتے ہی جنت اپنی بلکہ ٹھہر جائے گی۔ دراصل جنت کے لئے انسان کے مسائل و مقامات و درجہ و درجہ ہر چیز
 کے گزرتا ہوا اپنی پیرائش ہی کے وقت سے سب سے پہلے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ درود شریف پڑھتا ہے، درود
 میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوتا ہے۔ درود رکھ کر رات جتنی کو سوساں رات کا یہ ہر ایک کسب و کار ہوگا۔ درود
 شریف ہی کا برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ رحیم شریف اللہ کے لئے ہو سکتا ہے۔ لیکن رات کی رات میں
 کیا گیا ہے۔ مگر یہ بات کہ درود پڑھنے کی قبولیت یقینی ہے۔ وہ جس شخص کے لئے ہے جس کی ذمت و فرائض
 سے پاک ہے۔ جس کا قلب اللہ کی گندگیوں سے (صاف ہو کر) پاک ہو کر درود شریف جب اللہ پاک صحت و شفا کی طرف
 سے نکلے گا تو قیامت میں عیوب و نقائص و عیوب و نقائص سے پاک و محفوظ رہے گا۔ درود شریف کے لئے یہ
 نہیں کیونکہ عیوب و نقائص میں درود شریف درود پاک کہ ان سے محفوظ رہنا ناممکن نہیں ہے۔ درود پاک
 اور قلب پاک میں از جو اندازوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ان عیوب میں سے کوئی عیب نہیں ہے۔ درود پاک
 پڑھنا فاضل محبت اور سچی اطاعت اور مخلصانہ شوق میں ہوتا ہے۔ لہذا اس کی قبولیت یہ ہے۔ شکر و تحسین
 اور یہی مطلب ہے۔ ان درجہ و درجہ میں آیا ہے۔ کہ قال لا اله الا الله و دخل الجنة کہ جس نے یہ
 وہ یقیناً جنتی ہو گیا۔ یعنی بشریکہ یہ کہنے والا عیوب سے پاک صحت و شفا رکھتا ہو۔ کیونکہ اس نے یہ
 اسعادت الہیہ کی شان و علو کا خفا کرتا ہو۔ اخلاص کے کیمونہ اس کی ہر غیب کو کہے گا۔ درود شریف
 کہ اس کے کسی حکم کے امتثال یا نہی سے امتثال میں فریادداشت ہو۔ لہذا اس شبہ کی تردید ہے۔ درود
 کہ اس حدیث درود سے کہ تیس پڑھ لینا درود حقیقت کے لئے کافی ہے۔ اعمال کی ضرورت نہیں۔ کہ درود
 اس کے جب میں حق تعالیٰ سے شکر کی شان و علو سے اسے درجہ و درجہ شرف و شرف و شرف و شرف
 کہ تیس پڑھ لینا درود حقیقت کے لئے کافی ہے۔ اعمال کی ضرورت نہیں۔ کہ درود
 تو تیس پڑھ لینا درود حقیقت کے لئے کافی ہے۔ اعمال کی ضرورت نہیں۔ کہ درود
 درود حقیقت اور عند اللہ سے غیب سے کچھ بھی نہیں سنے۔ اپنے خیر میں اس کو فاضل و شرف ہے۔ کہ
 ہے۔ اس لئے کہ اس کے قیامت میں جبکہ وہ کسی شغل پر کوئی نظر میں مزین فرود سے درود شریف
 پہلی مرتبہ سے بہتر و متین ہو جائے گا۔ حالانکہ وہ بہتر حالت میں ہوگا۔ بہتر ہے۔ کہ بہتر ہے۔ کہ
 کہ لا یموت مگر اللہ لا یقوتہ۔ بخار و ت -
 اللہ کی تدبیر و ارشاد نعلی سے وہی ہے۔ خیر ہو سکتا ہے جس کے لئے دنیا و آخرت
 ہر دوہرہ کو خیر و مقدور ہو سکتا ہے۔ در اس لئے کسی کو بھی مصلحت نہ ہونا چاہیے۔ کہ یہ درود پڑھنا
 مقبول ہو گیا ہے۔ دیگر عموماً کہہ سکتے ہیں کہ یہ درود پڑھنا چاہیے۔ کہ یہ درود پڑھنا

جامع کتاب کہتے ہیں کہ ہر شخص کے درود شریف پڑھنے کی مقبولیت کا یہ سوال حضرت علامہ مورخ محمد بن یوسف سنوسی
 قدس سرہ سے بھی کیا گیا تھا۔ وہ جواب دے گئے۔ مگر درود در حقیقت عقلی احتمال کا
 درجہ رکھتے ہیں۔ اور اس باب میں جب کوئی شرعی نص نہ ہو عقلی احتمال مت بل قبول نہیں۔ اس
 قول پر اشکال یہ ہے کہ درود کی مقبولیت اگر قطعی مانا جائے تو درود پڑھنے والے کا حسن خاتمہ اور
 جنتی ہونا قطعی ہوا جاتا ہے، حالانکہ کسی کی خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ اس لئے یہ حکم کیسے لگایا
 جاسکتا ہے کہ جو کوئی بھی درود شریف پڑھے گا اس کا خاتمہ ایمان پر یقیناً ہوگا۔ حضرت علامہ سنوسی
 نے ایک جواب دیا ہے کہ درود شریف کے یقیناً مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے لئے حق تعالیٰ
 نے حسن خاتمہ مقدر فرمایا ہے اس کے نامہ اعمال میں جو درود شریف ہوگا وہ ضرور درینے شایع و شہر قبول شدہ
 درت سے کہ۔ بر خلاف دیگر اعمال کے کہ باوجود جنتی اور مومن ہونے کے بھی وثوق نہیں کہ سب مقبول
 ہو۔ درج کئے گئے ہوں مومن ہے کوئی حاشا مقبول ہو اور کوئی غیر مقبول ہو۔ مگر یہ فرق ہے کہ کسی دلیل شرعی
 سے ثابت نہیں اس لئے جواب منطقی حتمی ہے۔ دوسرے جواب یہ دیا ہے کہ درود شریف کے قطعی مقبول
 مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شہادت علی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے خاتمہ سے پڑھا گیا ہو۔
 درت میں کیا ہے بوجہ لب کے ذکر پر کہ ان کو چاہئے کہ اپنے دہے سے و نیز انھیں تربیت ہونے کے سبب
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھیں۔ اس لئے زیادہ جو کلمہ پر مرنے کے آخرت میں ان کو سب سے پہلے
 دیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اور اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ان کی حرج (جہنم کے ساتھ) یہ ہیں جنہیں
 کہتے ہیں۔ بوجہ پڑا کشتہ کے ان جواب میں تنقیف ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کوشش ہے
 ان کے لئے کہ اللہ علیہ وسلم کی عزت شانیں بڑھیں اور جس بندگان نے آپ کی عزت شریفی کا مژدہ بوجہ
 کر سنا۔ اس کو بوجہ میں اس خوشی میں آواز کر دیا تھا۔ نیز ابوبہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 دین مبارک میں چھانٹنے کے لئے اپنا انگوٹھا دیا تھا جب کافران کو طبعی نجات کی دسترس دے گا۔ مگر غیر اختیاری
 ہے۔ اور وجہ یہ نہیں بلکہ عقل و ان کے تعلق کی وجہ سے ہوتی ہے۔ تنقیف مذکور ہے کہ نفع چھوٹی تو کیا پڑنے
 مومن کی جیت کا اور قربت خدا تعالیٰ سے آپ پر درود شریف پڑھنے کا اس کا نفع اور مقبول ہونا تو انہیں جس
 سے مکر میں جواب پر یہ عمرانی ہے کہ اللہ و کلام الرسول کی انھوں میں کثیرہ سس پر دردت کر رہی ہے
 کہ کافر کے متعلق اعمال رکھتے ہی صورتاً حسنہ اور نیک کیوں نہ ہوں، حیوٹ اور بے کار ہیں۔ کیونکہ
 ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ اور اس بنا پر ابوبہب اور ابوبہب کی یہ محبت بلی ناقص ہے۔
 کفر پر غلبہ کی نسبت پر کہ نفس اور شرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر سے ثابت ہوتی ہے۔

اس لئے ان کو مستثنیٰ کر لیا گیا۔ اور یہ مسئلہ اصولی ہے اور طے شدہ ہے کہ جو حکم خود خدایت قیاس ثابت ہو رہا ہے
 اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ لازم آئے گا کہ اور کسی کو ترک کو بھی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ طبعاً محبت ہو یا وہ بجاالت کثر اور پڑھے مگر امساکان نہ رہے تو چاہئے کہ وہ ان نفعی ہوتا ہے
 یا کم از کم آخرت میں عذاب اس پر نہ ہو جائے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں (مگر وہ از یہ ارشاد میرے پاس
 ہی پایا ثبوت کو نہیں پہنچتی جس سے درود شریف کی یقینی قبولیت ثابت کی جاتی ہے۔ چنانچہ عمر مر
 سیوطی نے درر منتوثہ میں کہہ دیا ہے کہ حدیث حسنہ علیٰ احوال اہل بیت خود حدیث حسنہ است
 والمراد در لا الصلوات علی کی مجھے سند نہیں ملی۔ اسی طرح یہ حدیث کُلُّ الاعمال فیما اقبل و
 المراد بالصلوات علی فانما یتولہ غلو مردود ہے۔ کہ تمام اعمال میں کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔
 اور کوئی عمل مردود سب سے بھی پر درود پڑھنے کے کہ وہ پھر حال مقبول ہوتا ہے کہیں نہ مقبول نہیں ہوتا۔
 کہتے ہیں کہ یہ حدیث نفعیت ہے اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ درود کے رد نہ ہونے کا مقبول نہ ہو گا۔
 بکہ ابو سلیمان زاری کا قول ہے اور احمد و احمد میں اس کو مرفوع حدیث بیان کر کے کہ یہ حدیث
 یعنی ہذا ابو ایوب شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن سہیل بن مویس بن عبد اللہ بن علی بن ابی طالب
 اور میرے نزدیک یہ قول حضرت ابو دراد کا ہے نہ کہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال ان تمام حدیث
 نتیجہ نکلتا ہے کہ درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھنے پر قائل کوئی یقیناً قبولیت مرتب ہوتی ہے۔
 میں ہے البتہ دیگر اعمال کی بہ نسبت اس کی قبولیت زیادہ متوقع ہے اور ان اعمال کی قبولیت بہ نسبت زیادہ
 سکتا ہے ان میں درود شریف کا نمبر پہلا ہے واللہ اعلم فیہ بندہ کناہیز کے زمین میں یہ آ رہا ہے کہ درود شریف
 دوسرے حق تعالیٰ سے کہ رحمت کا نازل فرما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور خود حق تعالیٰ سے کہ ارشاد فرما
 میں اِنَّا اَتَيْنَاكَ مَلٰئِكَةً لِّتُحْصِلُوْنَ عَلٰی الْبَنٰی اس کا نمبر فرما رہا ہے کہ حق تعالیٰ اس کا جہان ہمہ وقت آپ پر
 کہ نازل فرماتا رہتا ہے اور اللہ کے مہموم و مقبلان بندے یعنی آسمان و زمین کے فرشتے ہمہ وقت نازل
 پر نزل رحمت کا ملکہ کی دعا مانگتے رہتے ہیں پس کسی بندہ کے آپ پر درود پڑھنے کی مقبولیت سے دو گنا
 ہیں ایک یہ کہ اس کی درخواست و نیاز رحمت پر کسی نہایت مقبول ہو اور درود نہ کی جائے کہ نہایت
 کہ جب ہمہ وقت حق تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نزل رحمت ہو رہا ہے تو یہ دعا و اتمہ کے موافق اور مقبول
 یہ فی مردود نہ ہو فی سبب انفسہا بلکہ وقت میں بھی موافقت کی رہی ہے واللہ اعلم فیہ جب درود نہ کی جائے
 حال ہے کہ نہ ملے اس پر آئیں کہیں تو وہ مقبول ہوتی ہے یعنی درخواست منتظر ہوتی ہے تو یہ تو درخواست ہی ہے

۱۔ اگرچہ یہ حدیث صحیحہ ہے مگر اس میں کوئی سند نہیں مل سکی ہے اور اس میں کوئی سند نہیں مل سکی ہے اور اس میں کوئی سند نہیں مل سکی ہے

نیز حضرت مدوح نے جنتوں کے لباس کے متعلق فرمایا کہ وہ ابوسیدہ اور پچھلے پہلے کر فت ہوں گے
 اور نہ میلے کچیلے ہو کر، پھینکے جائیں گے اور ایک ساعت کے اندر جنتی ستر ہزار کی مقدار لباس پہنے کر
 ملنے سے دریافت کیا کہ جب لباس اتارے اور بد سے نہ جائیں گے تو اتنے لباسوں کا جنتی پر یہ ہوگا تو
 موجب کلفت ہے، فرمایا کہ سب لباس مجھ اذار ہوں گے اور نور کا ثقل نہیں ہوگا، رہیں نور سے
 اور جائیں گے اور جتنے لباس جس رنگ کے بھی یہ چاہے گا وہ بدن پر چکیں گے اور زیب تن ہوں گے۔
 نیز آپ نے فرمایا کہ جنتی کی نظر جنت میں کسی حد پر کبھی رُکے کی نہیں کیونکہ جنت میں اللہ کی تعریف اور
 محیود ہوں گی پس جب جنتی کی نظر ایک نعمت پر پڑے گی تو یہ نہ ہوگا کہ وہیں رُک جائے بلکہ اس کا مشاہدہ جنت
 ہی فوراً اسکو دوسری نعمت نظر آئے گی اور پھر اس پر بھی نہ رُکے گی فوراً ہی اس کو تیسری اور چوتھی نعمت نظر آئے گی
 وغیرہ اور ہر نظر پر ایک بڑا لذت پائے گا کیونکہ نعمتیں جو نظر آئیں گی وہ سب مختلف قسم کی ہوں گی۔ اس کی مثال
 ایسی سمجھو مثلاً ایک قد آدم شیشہ پر تمہاری نظر پڑے جس میں ازسرتا پاتھارا وجود نظر آوے تو کہہ کر تعجب
 ہوگا اور تمہاری نظر اس پر رُک رہ جائے گی، پھر اگر دوسرا آئینہ اسی جیسا نظر آوے تو تعجب نہ ہوگا کیونکہ
 اس کے خدمت دوسری حالت پر نظر آوے تو اب تم کو پھر تعجب ہوگا جیسا پہلے آئینہ کو دیکھ کر ہزار سال سے
 نظر اس پر منتقل ہو جائے گی اسی طرح یکے بعد دیگرے نئی شکل اور نئی وضع کے جتنے آئینے نظر آئیں گے
 رہیں گے تو تعجب پر تعجب ہوتا اور نگاہ بے ایر منتقل ہوتی رہے گی اور جنت میں جو کچھ بھی نظر آئے گا وہ تعجب
 نرالی شات کا ہوگا اس لئے کسی ایک پر نظر کے رُک جانے کی صورت ہی نہ ہوگی نیز آپ نے فرمایا کہ
 اس میں اولیاء کا اختلاف ہوا ہے کہ مثلاً دوسری نعمت سے نظر ہٹا کر پہلی نعمت کو دیکھیں تو یہ
 کے تو اس کو پہلی ہی حالت پر پائیں گے یا نہیں (یعنی وہ شکل سابق پر بے استیقام رہے گی یا نہ) یہ کہ نہ
 جدت قبول کرے گی اور نئی وضع پر دکھائی دے گی۔ واللہ اعلم۔

ایک مرتبہ حضرت مدوح نے آشنا کلام میں فرمایا کہ جنت میں جنتی اپنی جنت کو حزان و غم اور حسرت و توبہ
 بھی پیش آئے گا ایک عالم میں بیٹھے تھے انہوں نے ٹوکا اور کہا کہ تحسیر ایک روحانی کیفیت ہے اور نہ
 جنت میں نہ ہوگا میں نے ان سے کہا کہ اگر نہ کرو گے پانچ برس سے اس کا تجربہ یہ ہے کہ تیرے
 محض نے جو بھی ارشاد فرمایا اس کی تائید نصوں میں خصوصاً یہ عمومی طور پر ہے اس وقت تک کہ ان
 تحسیر نہ ہوں جو میں پیش کر دیتا کیونکہ سفر کی حالت تھی مگر حضرت مدوح نے فرمایا مومن صاحب اس
 انار کیوں فرماتے ہیں۔ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو حدوثی عاقلانہ کی زبان سے یہی
 ہوگا جیسے کہ آیت شریفہ میں مذکور ہے: **وَاَدْخُلُوا الْجَنَّةَ الْغَايَةَ**۔

حضرت ممدوح نے فرمایا اہل جہنم کو مسافت بعیدہ مذکورہ پر اختوں کی سی صورتیں نظر آئیں گی جن میں ہر ایک کے آگے
 اور سبز پتے پھیلے ہوئے ہوں گے وہ (میتا بانہ) ان کی حالت بپیس کے تاروں میں سے پھیل کر ہر ایک کے آگے
 کے پاس پہنچکر ابھوک اور تپش و سوزش کی جہی تکلیف میں مبتلا ہیں اس کو دیکھ کر یہ چیزیں ہر ایک کے
 کو جلد از جلد پہنچنے کے لئے اقرباً تین قدم میں ملے گی کہ اور اس کے پھیل کر ہر ایک کے آگے ہر ایک کے
 میں ڈال دیں گے اور جہنم یا جنت اس میں یہ خاصیت ہے کہ جس کی جو چیز بھی انسان اپنے منہ میں رکھے
 اس کو باہر نہ نکال سکے گا جنت کا پھیل اس لئے کہ جہنم لذت ہے اور جنت اس چیز کا ہے کہ جہنم لذت ہے
 ہو اور جہنم کا پھیل اس لئے کہ جہنم عذاب ہے اور جنت لذت ہے جنت کے عذاب میں جہنم کا پھیل
 ہوا تنگ پھیل اٹھ کر نہ سکے گا ہر عذاب دنیا کے کہیں نہ میں ڈال دیں گے اور جنت کا پھیل
 معلوم ہو تو منہ سے باہر نہ نکال سکیں گے اختیار اور وقت میں داخل ہے پس تیب سے جہنم کا پھیل
 کو منہ میں ڈالیں گے تو پتے سے بھی نہ نکلے گا عذاب و تکلیف میں پڑ جائیں گے اور اس کے پھیل کر
 تو سابق مسافت بعیدہ کو تقریباً ذیڑہ قدم میں قریب کر دیں گے کیونکہ اس لئے کہ ہر ایک کے منہ میں
 و بدحواسی رفتار کو دو چند بنا دے گی و اللہ اعلم۔

نیز آپ نے فرمایا کہ دوزخ ایک دنیا کی آگ کی طرح ہے اور شعلوں والی آگ ہے ہر ایک کیونکہ شعلوں والی آگ سے
 مانوس ہو جاتا ہے چنانچہ مستورات شعلوں کی آگ سے ہر ایک کی طرح ہوتی ہیں تو شعلہ میں ہر ایک دیکھتے ہیں تو آگ سے
 باوچی تنو کے بیٹھتے ہوئے شعلہ میں ہر ایک ڈالتا ہے اور یہ وقت روئے کسی میں جاتا ہے اور اس سے
 پس اگر جہنم کی آگ میں بھی شعلہ ہوں تو جہنمی شروع شروع تو اس کی تکلیف پائیں گے کہ اگر جہنم
 سے مانوس ہو جائیں اور اب تکلیف تکلیف نہ رہے مگر جہنم میں ہر ایک عذاب و تکلیف میں ہر ایک
 عذاب کا اس لئے کہ جہنم کی کیفیت یہ ہے کہ وہ فی حق نعمت اور نہ حیرت ہے اس میں سے ایک چیز
 کی مقدار سے کہہ سکیں اس کا جرم منتشر کر دیا جائے حتیٰ کہ اس کی دنیا کی ہر ایک چیز دنیا کی ہر ایک
 دھواں تو اس وقت اس میں چپک اور شعلہ نمودار ہو گیا اور شعلہ ایک کوئی کوئی شعلہ میں ہر ایک
 پانی تو ایلو سے کی طرح کر دیا بنا دے تو اس کوئی کی تھی جیسا کہ دنیا ہوا اسی رت میں کہ دنیا
 صفہ ساری ہو ایں دھوئیں کی طرح پھیل کر سارے کوئی کوئی شعلہ نار بنا دے کسی کوئی کوئی کوئی
 کیا ٹھکانہ ہے نیز آپ نے فرمایا کہ اگر مثلاً اس نادرہ سے کہے کہ اس نادرہ ساری دنیا تو اس سے
 پھر فرشتوں کو جس طرح میاں میں بھیجی ہوئی کہ اس کو شیون کے ذریعہ بھیج کر پھوٹی کی شعلہ بنائے تو جہنم
 اس آگ کو بھیجیں اور انتہائی شہت سے اس کو جمع کریں حتیٰ کہ وہ بھیج کر ایک صفہ بن جائے۔

[illegible]

مثلاً ایک شخص نے قاتل کو بھارا اور آواز کیا کسی بے گناہ کے قتل پر تو جس طرح قتل قتل سبب قریب قریب قاتل کی طرف منسوب ہوگا اسی طرح سبب بعید یعنی قتل پر بھارت سے کڑی تھی منسوب ہوگا مثلاً یہ قاتل قاتل کا سبب بنا ہو کر اگر یہ نہ ہو تو وہ قتل نہ رہتا ہذا دونوں قسم میں مساوی بلکہ بھارت سے قاتل سمجھا جائے گا اگرچہ قصور قتل کے وقت پورا سوتا ہی کیوں نہ ہو۔ یہی نوعیت کہ فراہم ہونے کے قاتل کی جیسے کرات کا قصور اگرچہ قصور اور ارادہ سے ہوتا ہے اور قصور و ارادہ ہی ان کے سبب قریب بنا کر قصور پیدا کرنے والی شے جو سکون کے ساتھ بیٹھے ہوئے ارادہ کو اجاگر کرے اور ارادہ فعل پر کاربہ رتی ہے۔ وہ ان کی طبیعت صبیہ اور ارادہ طبیعت ہے کہ فکر کی طبیعت میں چونکہ حق سے سے غلط و غلط یہ ہوا ہے اس لئے اس نے بہ فعل خواہ بالقصد ہو یا بالقصد طبیعت پر قصد و غرض ہی کہ ہوگا ان کے لئے طبیعت میں چونکہ اللہ رسول کی محبت عبوری ہوئی ہے اس لئے اس کا بہ فعل خواہ بالقصد ہو یا بالقصد ہوا ہے اللہ و رسول کی محبت اور خصوصاً ہی کا ہوگا یہی وجہ ہے کہ فتنہ کو نماز روزہ بھی معصیت میں داخل ہو کر اس کے خلاف ہو کر قرار دیکر ان پر جرم عائد کیا گیا ہے کیونکہ ان کی طبیعت کفریہ ہے جو کہ اس قسم سے کہ سبب قتل ہے ان اعمال سنہ کو عین سمیٹہ بنا دیا ہے اور مومنین کی اکثر سمیٹات بھی مبالغہ حسدات کر دے ہیں اس لئے کہ گو قصد و ارادہ نہ ہو شے ہی کافی مگر ارادہ طبیعت سے اس کو حسنہ بنا کر کما ہے جب طبیعت صبیہ قصد و ارادہ نہ ہو مبالغہ الحال بنا دیتی ہے تو یہ قصد فعل پر ارادہ طبیعت کا اثر پڑنا کیا بعید ہے حدیث میں ہے کہ من سنہ حسنة فله اجر و اجر من عمل بها الخ یعنی جو شخص نیک ذکر و آل دانا ہے تو اس پر جو کوئی نیک عمل کرے اس کا ثواب اس کو ملے گا اور اسی طرح جو کوئی گنہگار ذکر و آل دانا ہے تو اس پر جو کوئی گنہگار عمل کرے اس کا سزا پھر کے قریب آئے اس پر بھی ہوگا اس کا سبب یہی ہے کہ دوسروں کے عمل کرنے میں تان کر اس کے قتل و کشتن نہیں لگایا گیا سب کے عمل کی جڑ چونکہ کسی کی قائم کی ہوئی ہے اس لئے سبب بعید کہ اصل سبب و حقیقت وہی ہے اس سبب بن گیا کہ گویا تمامی اعمال اسی سے کئے انسان دنیا عام کے لئے بنیادی کر دیا ہے کہ ہر چیز میں ہوتا ہے اور قصد و ارادہ ترکیب معنی اس کو عام بھی نہیں کہ کون اس سے منع آئے اور آپاشی کر دیا یا پانی پانی ہے۔ مگر کسی کے نامہ اعمال میں جب تک ہرقی تم سے برابر اجر ملے گا اس لئے کہ امتناع خالق کی حکمت ہے جو اس نے قصد و ارادہ کی اور غرض ایمان اور کفر انسان کا قتل اختیار کی ہے اس کے ہوا میں ہوا بلکہ قصد بھی مدد دہان کے چونکہ ان کا محرک یہی کفر و ایمان ہے اس لئے سبب امتیازی ان کی طرح قتل جو ہوا ہوا ہے سبب کوئی شخص سنگین کھائے اور مر جائے تو کو جان کنی اور نزاع رواج میں اس کے قصد و اختیار کا بالکل دخل نہیں ہے مگر جس پر بیان کنی مرتب ہوئی ہے یعنی سنگین کن نہ تو اس کے قصد و اختیار سے ہوتا ہے

در حقیقت اللہ کو اللہ نہ سمجھنا اور اس کے حکم کی اطاعت نہ کی لہذا اس کے لئے اللہ پر چنانچہ تعالیٰ فرماتا ہے
یہ توحید در حقیقت توحید نہ ہوئی اور وہ یہ تصور کا فریب رہا واللہ اعلم۔

نیز حضرت نے فرمایا اگر جنت اور جہنم پر نظر ڈالو اور ان کے محدث اور یاغات پر نظر ڈالو تو آخرت کی نعمتوں کی مقدار
میں اور بندوں کے ان اعمال میں جو دنیا کے اندر وہ کر رہے ہیں ایک ریل اور خاص تعلق پاؤ گے، کہ جیسا کہ
انمال میں حسی و قبیح ہوتا ہے اسی درجہ کی شدت و کمی نکالتے جنت اور جہنم میں پیدا ہوتی ہے،
اس کے بعد آپ نے ایک قصہ نقل فرمایا کہ ایک جاہل مشاہدہ دلی نے ایک موسم کے قہر جنت پر نظر ڈالی جو
بقیہ حیات تھے تو اس میں ان کو ایک نعمت نظر آئی جو بڑھوتری کی طرف حرکت رہی تھی جیسے انہوں نے
جب اس درجہ پر پہنچا ہے کہ اس میں عرق اور مسکاس پیدا ہو تو ترقی کی طرف حرکت کیا کرتا اور پتا تھا کہ ایک
حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوا پھر اس کے بعد اس دلی نے اس موسم پر نظر ڈالی جیسا کہ یہ قہر تھا
تو دیکھا کہ وہ اپنی دکان پر بیٹھا ہے اور کپڑا فروخت کر رہا ہے دفعۃً اس کی طبیعت میں ایک حرکت پیدا ہوئی کہ
وہ گہرا کر اٹھ کھڑا ہوا وہ نیند کر کے قفل لگا دیا اور اپنے گھر پہنچا کسی تہوار و تیرہ کا دن تھا جس میں وہ
کھانے پکاتے اور خرچ کرنے کے عادی تھے اس نے گھر آ کر اپنی بیوی سے کہا کہ آج کھانا پختہ کیا ہے
پیارے پر پڑوسی (غریب و غار ہیں) ان کے پاس کچھ نہیں ہے اس لئے اُن مقبول ہوا جس کے لئے تیرہ کا دن تھا
غریب پڑوسن کے لئے بھی صورت حال یہ کتنی کہ اس کے پاس میں ایک معتدج ثروت تھی جس کی طرف سے
کتیں اور سب کا تھنے پر ان کا گذر تھا، ثروت نے اپنی رکبوں کو تاکید کر دی سوت کو تھنے پر
فروخت ہو جائے تو دن ہی میں سس کو بیچ کر کھانے کا خرچہ کیسا جاسکے گا، وہ سس کو کوئی تاج
دیکھ کر نکلیوں کی نیت نہ کیسکے رہا۔ ہے روکھ سوکھ ہی گھر جب پیٹ بھر ہو گا تو روزی مال کے لئے
حرص و طمع کی کڑواہٹ پرے کی سڑ میں بیوی اپنے شوہر کی رائے کو پسند کرتی ہوئی اٹھ کر مری ہو کر شہر کی
تاکید کے کہلہ پک و اور خوب اچھا کھانا پکوا کر دیا دینے سے کہ بازار کی طرف سے لے کر
پریز کر کے گھر واپس آیا جب بیوی نے کھانا تیار کر دیا تو نوم نے سس کو منہ لٹھکتا کیا کہ
اور کسرا حتمہ ایک سینی میں رکھ کر خورائیں اور دوسرے کے ایک بار کے سمیت اپنی پڑوسن کے لئے
بڑے عبادت و تہجد کے ساتھ سوت کا تھنے میں مشغول تھیں اندر سینہ د پٹ اور چھوٹی تھیں، وقت تیرہ کا دن
کہ روزے پر کوئی رکھ کر رہا ہے رکھ کر ایک شخص کھانا لئے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے میں نے
تجربہ کی تدنی کا فریو کئی ہیں اور آج کرنے پہنے کا دن ہے سن لئے بقدر کثافت کہ ہے کیا ہوا ہے کہ
یہ روزہ میں اس کے ساتھ رہنے رکبوں سے، مدد خوش ہو میں در کھانا ہے لیا وہ شخص تو سمجھتا ہے کہ

میں نے کہا کہ وہ دھڑپا کر اس کے لئے دعا پڑھیں، اللہ اس کے صدقہ کو قبول فرمائے اور اجر جزیل بخشے اس وقت اس نے
 حیرت کی اس نعمت پر یہ نثر پڑائی کہ میں نے بڑھوتری کی حرکت کی تھی وہ کیا درد بردہ گئی ہے اور تخی بیرون از
 بیان حیرت و حیرت منتقل ہو گئی ہے جس کی توصیف سے نہایت قاصر ہے حیرت میں تڑپا ہوا اگر اس مومن کو اس کی
 کچھ خبر بھی نہ ہوئی کہ یہ اللہ کا فضل و کرم ہے جس نعمت سے بندہ کو نازنا چاہتا ہے اس کی حرکت اس کے قلب میں
 ڈال دیتا ہے اور پھر عمل کو توفیق بخشتا ہے اور اس کی زیادتی نعمت کا بید قرار دیتا ہے۔

ایک دن حضرت کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا جو نہایت ظالم اور سنگدل تھا کہ لوگ اس سے بے حد تنگ اور
 بیمار تھے میں نے عرض کیا کہ حضرت بددعا میں کب حق تعالیٰ اسے موت دے تاکہ مخلوق کو امن نصیب ہو فرمایا
 ہنوز اس کے حال جہنم میں پورے نہیں ہوئے اور ابھی بہت محل باقی ہیں جن کے پورے ہونے سے قبل اس کو موت
 نہیں آئے گی چنانچہ مدت محدود حاصل بھی ہو گیا مگر وہ شخص اب تک زندہ ہے اور اپنے جہنمی محذات کی تیلاں میں لگا
 ظلم یہ بڑا کر رہا ہے ایک ملاقاتی کے متعلق یہ ہے آپ کو یاقوت کیا جو کہ اپنے عہدہ سے رخصت کر دیا گیا تھا اور اگر اس کے
 معذرت کی جاتی ہے کہ بے ہوش تھے اور اس کے نقل ملک سے چناہ ملی، تو حضرت نے فرمایا وہ میاں امیر اس کا آٹھواں
 پورا کیا اب یہ چنانچہ وہ یہ اپنے کبیرہ خیال ہو گیا اور اس وقت تک کہ رمضان ۱۳۲۶ھ کا آخری دن ہے بیتہ
 حیات وہ مشغول ملکہ و تعلق ہے۔

بیتہ امیر و حیات کے متعلق آپ نے فرمایا کہ جاہلوں کے لئے ترشاب ہے نہ غلاب نہ مکر نہ جہنم نہ نور ہاجم
 نے لئے غلاب بن جہنم میں ہوں گے اور بعض جو ان کی حیرت کے لئے نعمت بن کر حیرت میں ہوں گے چنانچہ کئے ہوئے
 اور حیرت سے یا قیام جانو اور دنیا میں ہوں گے ساتھ رہتے اور وہ ان کو پالتے اور ان کے ساتھ اُنیت رکھتے تو
 کو جہنم میں نہ رہیں گے یہاں مٹی بنا دئے جائیں گے۔

عید انجلی کا دن تھا کہ آپ نے آج کے دن قریبوں کی راج قبیل کرتے کے لئے نمس فرشتے آتے
 ہیں اور قیہ پر کھڑے ہو کر ان کو بوقی بکاشت نکالتے ہیں آج کے دن کے سنا زمین پر ان کو نزل
 کہیں نہیں پڑتا، یہ قیہ قیہ کی ہوا نور فرشتہ یہ جاتا ہے تو اس کی رست کوئے ریا حیرت کی طیت جاتے ہیں یا جہنم
 کی طیت۔ اور قیہ کی رست والے کی ریت مستحسن اور فی امنی لوجب اللہ ہوتی ہے کہ ان کو ان کے میں نہ توفیق ہے نہ ان کی
 نہ ان کے نہ طاعت ہے۔

تب تو اس کو قیہ کی رست کوئے جہنم کی طیت کی طرف سے جاتے ہیں اور
 جہنم انھار کے حیرت کے اس کے لئے ایک نعمت بن جاتی ہے اور ان کو قیہ کی رست والے کی ریت
 اس کے برعکس اور نہ وہ جہنم کو رست کی رست میں لے جاتے ہیں اور اس کے لئے جہنم کی رست والے کی رست

میں جہنم پہنچ کر نیچے پہنچیں گے واللہ۔ عذاب اللہ علیہم اشد من عذابہم۔
 نیز آپ نے فرمایا کہ تلمیذ کا عذاب عام اہل نار کی طرح نہ ہوگا بلکہ خاص اور شدید ہوگا۔ اس کے بعد ایک شریفانہ
 فرمائی کہ کسی یا اقتدر یا رشاہ کی رعایا میں یہودی بھی ہوں اور مسلمان بھی اور فرض کر دو نزل فریق کی مجرموں کی
 سزا کے لئے اس نے تلمیذہ علیحدہ تفصیل قائم کر رکھی ہو کہ مسلمان رعایا کے قاتل مجرم کو پھانسی دے کر یک
 دیو پر لٹکا دیتا ہے اور یہودی رعایا کے قاتل مجرم کو دوسری دیو پر لٹکا دیتا ہے پس اگر پادشاہ مسلمان مجرم
 کو یہودی کی تفصیل پر لٹکائے جائے گا حکم فرمائے تو ظاہر ہے کہ اس میں اس کی بڑی اہانت اور خاص تذلیل کا
 اثر ہے کہ یہودی مسلمان ہونے کے اس کو سزائے جہنم میں یہودیوں کے ساتھ شامل کر دیا۔ اسی طرح
 دوزخ میں نار کی دھڑکیں ہیں ایک نار حارہ یعنی گرم آگ اور اس میں عصاۃ بنی آدم کو مبتلیٰ و عذاب کیا جائے گا۔
 اور ایک ناریارود یعنی ٹھنڈی آگ جس کا نام زمہریر ہے اور اس میں زہری خلق یعنی شیطانیوں کو مبتلیٰ و
 عذاب کیا جائے گا اور جنہوں نے ناحق کسی کی جان لی اور قتل نفس کا ارتکاب کیا ہے ان کو اسی نار
 بارودہ (یعنی زمہریر) میں شیعانوں کے ساتھ عذاب دیا جائے گا تاکہ عذاب کے ساتھ شرکتِ شیطانی کی
 خاص اہانت و تذلیل بھی ان کے شامل حال ہو نیز فرمایا کہ تلمیذ ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ بعض اور معصیوں
 کے سر تکمیل بھی شیطانیوں کے ساتھ اسی عذاب میں شامل کئے جائیں گے اس کے بعد آپ چاہتے تھے کہ ان میں
 کو معین فرمائیں رحمن کہ ارتکاب اس سزا کا سبب بنا ہے اور ان کو زمہریر کی عذاب دینے جانے کی نکتہ بیان
 فرمائیں۔ مگر ایک شخص نے اگر قطع کا دم کر دیا اس لئے دوسری گفتگو شروع اور بیان ناقص رہ گیا۔

ایک مرتبہ آپ نے مسجد سے دریا نشت فرمایا کہ جانتے بھی ہو قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں کون ہوگا؟
 میں نے عرض کیا کہ حضرت ہی بیان فرمائیں فرمایا وہ شخص کہ جس کو حق تعالیٰ نے حیم کامل اور عفو وسیع عطا فرمائے مگر اس کا دل
 خشک نہ ہو غیب فرمائی ہزیم کا عیش اور رزق کے اسباب مہیا فرمائے اور اس پر یک دن دو دن یا زیادہ
 اس حالت سے گزرے کہ اس کو اپنے رب کا خیال بھی کبھی نہ آیا اور جب کسی کناہ پر ندرت پائی تو سارے بدن اور
 ساق سے اس پر ٹپٹپٹ پڑا اور اس کے مزے لینے لگا کہ پڑا دگر کی طرف سے ذرہ بزرگ بھی نہ ملتا تھا اس کے
 پریشانی کو تیار معصیت کی مذمت میں بھی آتا چونکہ اس شخص کو معصیت کے ساتھ مال و جہ کا اتصال اور رب
 پر رزق کا پہنچنا ہے اور جبہ قلبیہ پر طبع معصیت کی تربت مائل اور اس کو صد وجہ شیعہ پارہا ہے۔
 ہذا قیامت کے دن اس کی سزائیں بھی ہوگی کہ اس کے تمام جہز اکو جہنم میں چھوڑ دیا جائے گا۔ اور
 سارے کو عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔ پس معصیت کے ارتکاب سے کمال حاکمیت بہت قابلِ اتہام ہے
 مومن کو چاہیے کہ اگر معصیت بھی کرے تو اس کا عزم اپنے قلب میں ضرور قائم رکھے کہ

کوئی اس کا رب بھی ہے جسے اس پر ہر طرح کی قدرت حاصل ہے ایسا سمجھتے ہوئے اللہ کا پھر ثبوت دلائل میں قائم رہے گا اور پھر اگر عذاب بالکل معاف نہ بھی ہو تو کم از کم اس کا ہوش فوری ہو گا اور وہ نہ ہونے کے بجائے رہے۔ یہی مضمون صفحہ ۱۸ پر مذکور ہو چکا ہے ممکن ہے کہ سہواً اعادة ہوا ہے ممکن ہے تصدیق کر بیان کیا ہو کہ اسی پر کتاب ختم ہوئی ہے اور متنبہ کیا ہے کہ فلاح و صلاح کی اصل یہی مراقبہ، خوفِ الہی، خشیتِ خدا ہے اگر حق تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو یہ نعمت عطا فرمائے کہ کوسلطوت و قدرتِ غیر متناہیہ اور قدرتِ ربوبیت کا استغفار رہنے لگے تو اس سے عصیت کا حصہ رہی نہ ہو سکے گا کیونکہ معصیت ثمرہ سقطت ہے اور اگر یہ تقدیر صدور ہوگا تو فوراً گریہ و زاری اور سچی توبہ نصیب ہوگی جس سے یہ سیدہ تبدیل یا تسبیح ہو جائے گی۔
وذلك هو الفوز العظيم۔

الحمد للہ کہ ابریز کا حصہ دوم بھی ختم ہوا اور اب چند امور بھی عرض کرنا ہیں۔

۱۱۔ ازل میں نے کوشش کی ہے کہ شیخ کی عبارت کا نفس مطلب ادا کر دوں اور اس لئے ترجمہ کرتے ہوئے کوشش رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ اگر توسیع و ضرورت پیش آئی ہے تو توسیع کے ذریعہ عبارت کا اظہار کیا ہے۔ یہ ضرورت میں مستقل مضمون بڑھایا ہے اگر دوبارہ اس کی تیاریت میرے موافق ہوئی تو خیال ہے کہ ضرورتاً اپنی عبارت میں اراکوں کا کہ کتاب بھی مفقود ہو جائے گا اور عبارت بھی دلچسپ و مباحثہ قریب بن جائے گی۔

۱۲۔ دوم جلد اول صفحہ ۲۵ پر شوق شجرہ کا قصہ صاحب کتاب نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا بیان کیا ہے۔ یہ مشہور ہے کہ یہ واقعہ سیدنا زکریا علیہ السلام کا ہے ممکن ہے کہ فہول ہوا ہو یا کاتب کی زبات تہوہ اور ممکن ہے کہ جامع کتاب کی تحقیق یہی ہو جیسا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو جس درخت کے کھانڈ کا ٹکڑا ہوا تھا مشہور ہے کہ وہ گندم کا درخت تھا مگر شیخ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ انجیر کا درخت تھا اور سیدنا زکریا شجرہ نبیت و ثوق کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے اس لئے بندہ نے وہاں اس سے کوئی تفریق نہیں کیا کہ بہت اہمیت ہے نہ کہ صاحب واقعہ سے خواہ کوئی کیوں نہ ہو۔

۱۳۔ سوم اکثر کتاب کے مضامین علمی اور دقیق ہیں بالخصوص انوار القرآن علی سبقت احیاء اور حیرت رویا اور علم الحروف کی بحث زیادہ دقیق ہے چونکہ جامع کتاب صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جامع الفنون اور شجرہ عالم تھے۔ اس لئے ان کے سوا تہ بھی علم کے بڑے پیمانہ کھتہ قرآن ہوا کہ طویل و دقیق ہونے کے سبب ان کو بھی مفصل مستقل کی طرح ترک کر دوں مگر اس خیال سے کہ تحقیق بہت پیاری اور انوکھی ہے اور قدر شناس کے لئے اس سے ایک ایک لفظ جوابات میں تو لے کے قابل ہے یہاں تک توسیع اس کے بہت بڑا کوشش

کی ہے۔ امید ہے کہ عوام نہیں تو خواص ذی فہم اس سے زیادہ منتفع ہوں گے۔ باقی عام اشتباہات متعلقہ آیات و احادیث کے انوکھے جوابات ہر طبقہ کے لئے بے حد لذیذ اور موجب احتفاظ ہیں۔

۴۔ چہارم برزخ اور جہنم و جنت کے ابواب بالخصوص موجب عبرت ہیں جن سے مسلمان عموماً غافل ہوتے جاتے ہیں اس لئے ان کو بغور ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے کہ واقعات ہیں جو عنقریب پیش آنے والے ہیں انسان ہر شب میں خواب کے اندر عموماً پریشان کن صورتیں دیکھتا ہے چھٹتا ہے چلاتا ہے رزتا ہے کانپتا ہے روتا ہے اور بری طرح تنہا تکلیف پاتا ہے کہ نہ کوئی یار ہوتا ہے نہ مددگار۔ ہر چند کہ خدا صنی ہے اور آنکھ کھلتے ہی وہ خوف کا منظر ختم ہو جاتا ہے مگر اتنی ہی دیر میں اُس پر جو گذشتہ ہے وہ اس کا ہی دل خوب جانتا ہے زندگی تلخ اور بیداری کی ساری لذتیں ریح بن جاتی ہیں پھر کیا پر قینا حقیقی اور دائمی تکلیف کا جو آنکھیں بند ہوتے ہی اکیلی جان پر پڑتی ہیں کہ دفن کرنے والے اپنے سرور آرام میں مشغول ہوں گے اور قبر میں سونے والے پر جو گزر رہی ہو گی اس کو وہی برداشت کر رہا ہو گا وہ حسرت و ندامت کا وقت ایسا ہو گا کہ نہ حسرت کچھ نفع دے گی نہ ندامت بس زد کو ب ہو گی اور اس کی ناقابل برداشت تکلیف پس اگر ایمان ہے کہ مرنا ہے اور برزخ و جنت و جہنم کوئی چیز ہے جیسا کہ مقتضا ہے اسلام کا اور دعویٰ ہے ہر مسلمان کا تو اس کا انتظام اور تحفظ آلام کا یہی وقت ہے جس کا نام زندگی ہے اس لئے غفلت نہ کرو اور بیدار ہو جاؤ کہ صلا کو اپنے ہاتھوں نہلاؤ کفن اور زین خاک و فساد سلا چکے ہو۔

۵۔ پنجم قطب، اور غوث وغیرہ ناموں کا ذکر اگرچہ قرآن مجید و احادیث شریفہ میں نہیں آیا مگر درجات و ولایت و خدمات تکونیہ کے مراتب کا فرق بتانے کے لئے یہ ایسی اصطلاحات ہیں جیسے محدثین میں ثبت تھا اور حجتہ وغیرہ اور درجات حدیث ظاہر کرنے کے لئے صیغ حسن وغیرہ علماء کی اصطلاحات ہیں اور قدرت تکونیہ کے ثبوت کی اصل سیدنا خضر علیہ السلام کا قصہ ہے جو قرآن مجید میں مفصل مذکور ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے اور صورتہ حنظل شرع متعدد واقعات پیش آئے جن کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام ضبط نہ کر سکے اور ان پر اعتراض کیا اس لئے اس کے اثبات کے لئے مزید دلائل کی ضرورت نہیں۔

۶۔ ششم تمامی کتاب کے ارشادات سے مقصود اصلاح حال اور حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ غلامانہ برتاؤ درست رکھنے کی ترغیب و تلقین ہے جس کا طریق یہ ہے کہ اول عقائد اہل السنۃ والجماعۃ اختیار کریں اور محبت اور بھروسہ حق تعالیٰ کے اور امر کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کا پورا اہتمام کریں۔ اعمال حسنہ پر مواظبت کریں اور محبت و شوق کے ساتھ کریں اور حق تعالیٰ شانہ کی سطوت و ربوبیت کا اسخضار رکھ کر محض اس کے شاہ حکم

تعمیل میں کریں کہ اخلاص اسی کا نام ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن مبارک کو باب عطاء الہی سمجھ کر اس منبہوطی کے ساتھ پکڑیں کہ دوسرے نبی کی تعلیم بھی اس میں تذبذب پیدا نہ کرے۔ چہ جائے کہ قوی رواج یا آبائی رسوم۔ اگر سیاح پر بھی عمل کریں تو یہ سمجھ کر کریں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس کو سیاح بتایا ہے اس لئے اس کو اختیار کرتا ہوں۔ ایسا کرنے سے سیاح بھی طاعت بن جائے گا، اخلاق ہوں یا عادات اور معاملات ہوں یا معاشرت اور نشست و برخاست ہو یا رفتار و گھٹار ہر امر اور ہر حال میں اتباع سنت کا شوق ہو اور ہر بنوئیں سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو کہ آپ کی محبت و طاعات کے بغیر نجات و فلاح ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔

(۷) ہفتہم چونکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے تشریف لے گئے سارے تیرہ صدیاں گزر چکیں اور جو لمحہ بھی اس زمانہ خیر القرون سے بعید ہوتا جاتا ہے وہ ظلمت بڑھاتا جاتا ہے اس لئے آج جو بھی دین سے وحشت اور دنیا کی فرط محبت عامہ قلوب میں بڑھ گئی ہیں اس کی قیاد اللہ کریم سے ہے کہ اے دوستی کشتی کے کھیون ہمارے بنی اسرائیل کو قعر مذلت سے نکالنے والے جبار و قہار اپنے محبوب کی امت کو سینہال اور اس کی اصلاح میں اپنی قوت جبروتی کا اظہار فرما، اور ہم کو اس نادان بچہ کی طرح پرورش کر جسے اپنے بڑے بھلے کی تمیز نہیں، ہمارے دلوں میں اپنے دین کی عظمت اور شریعت کی محبت ڈال اور انکھیل میں وہ نور عطا کر کہ ریت اور پانی کا فرق نظر آئے یا درحمہم الراحمین ہمیں اپنی محبت بخش کر ساری دنیا ہمیں محبوب سمجھے ہمارے قلوب میں اپنی عظمت اور اپنا خوت بھردے کہ ہر دشمن ہمارے عظمت کرنے اور ہم سے ڈرنے پر مجبور ہو اے رب محمد اکرم پر بلا استحقاق رحم و لطف و کرم فرما کہ صاحب اقتدار نہیں تو عمر فاروق صدق کی طرح جس کے داہنے ہاتھ میں شریعت تھی اور بائیں ہاتھ میں سیاست و حکومت اور اگر نادار و بد حال ہیں تو اس طرح کہ شریعت ہمارے ہماری لیلیٰ اور شیریں ہو اور ہم اس کے محبتوں اور فرماؤ۔

۸۔ ہشتم اللہ پاک کی مشیت تھی کہ زمانہ ترجمہ کی پوری ششماہی اس طرح گزری کہ یا خود بیمار یا متعلقین بیمار رہے محض اس کا مفضل تھا کہ اسی بیماری و بیماری میں یہ خدمت بھی انجام پاتی رہی۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ کوئی غلطی پائیں تو اصلاح فرمائیں اور بندہ ناچرز کے لئے دعائے حسن خاتمہ کریں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین صلی اللہ علی سیدنا و مولانا و شفیعنا محمد و آلہ و صحبہ و بائک وسلم۔
بندۃ ناچیز

Harvard University Library

